

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

لَعِبْرَكَ أَنَّهُمْ لَفِي سَكْرَةٍ تَهْجُمُهُمْ ۝ سُورَةُ الْحَجَرِ (آیت ۷۲)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ سُورَةُ النَّفْثِ (آیت ۳۱)

حصہ سوم

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ سُورَةُ التَّوْبَةِ (آیت ۱۲۸)

سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف
اُمت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے علم و کا جوہر

سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از افاضات

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحبِ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ



الطائف اینڈ سٹنز

پن. اوکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۷۴۰۰۰ پاکستان فیکس ۷۴۰۵۱۲۷-۲۱ (۹۲)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى

لَعَبْرَاتِ أَنْهَرْتُ فِي سَكْرَتِهِمْ عَمُوهُونَ ○ سورة الجعبر (تبت: ۷۲)

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ سورة النفرخ (تبت: ۴۰)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِيصٌ عَلَيْكُمُ الْمُوَفِّي وَعُوفٌ رَّحِيمٌ ○ سورة الفينة (تبت: ۱۲۸)

سیرتِ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابلِ قدر اور عظیم تالیف
اُمّت کے اکابر مؤرخین اور اربابِ سیر کے علما کا جوہر

سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حصہ سوم

از افاضات

حضرت العلّامہ مولانا محمد ادریس صاکنان دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

الطائف اینڈ سنز

پلی۔ اوکس نمبر ۵۸۸۲ کراچی ۴۰۰۰ پاکستان فیکس ۴۵۱۲۷۷۷-۲۱ (۹۲)

حصہ سوم

سیرۃ المصطفیٰ ﷺ

نام کتاب

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف

ملنے کے پتے

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس، النظرا پارٹمنٹس، 458، مارڈن ایسٹ،
پی. او. بکس۔ 609 کراچی-74800 پاکستان، فیکس: (021) 7228823

مکتبہ المعارف

دارالعلوم الحسینیہ

شہدادپور، سندھ پاکستان۔ فون: 41376 02232

رئیسہ الجامعۃ الاسلامیۃ لبنات الاسلام

جامعہ اسلامیہ اسٹریٹ

فوارہ چوک گجرات، پاکستان

فون: 510015 - 525710 (0433)

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K,

QARI ABDUR RASHID TEYLOR

119-121- HALLIWELL ROAD,

BOLTON. BL 13NE, U.K.

TEL / FAX : 01204 - 389080, MOB : 07930 - 464843

MOULANA MUSA KARMADI, LONDON, U.K,

Mobile : 07710 - 407175

HAFIZ SULEMAN, U.K,

DEWSBURY - MOB : 07773 - 514324

DARUL ULOOM AL MADANIA, U.S.A.

182, SOBIESKI ST. BUFFALO, NY. 14212

TEL : (0716) 892-2606. FAX : (0716) 892-6621,

E-mail : office@madania.org

AN-NOOR ISLAMIC BOOKS, CANADA.

YAKOOB S. NAIKIWALA

2680 LAWRENCE AVE. # 201,

SCARBOROUGH, ONT. MIP 4Y4 (CANADA)

TEL : (001) 416 - 759-6185, FAX : (001) 416 - 267-4192

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست مضامین سیرۃ المصطفیٰ حصہ سوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۲	اسلام عقیدہ و عتبہ پر ان ابی لبیب	۱	فتح مکہ مکرمہ رفتح اعظم
۵۲	اسلام معاویہ	۵	تجدید معاہدہ کے لئے ابوسفیان کی روانگی
۵۳	بت خانوں کی تحریک کے لئے سراپا کی روانگی	۷	قتدہ عاتب بن ابی بلتعوف
۵۳	ہدم عزی و ہدم سواع	۱۲	عاتب کے خط کا مضمون
۵۴	ہدم سنات	۱۳	مدینہ منورہ سے روانگی
۵۵	غزوہ حنین و اوطاس و طائف	۱۸	مقام مرا النہران میں پڑاؤ
۶۲	محاصرہ طائف	۲۰	ابوسفیان کا اسلام
۶۴	تقسیم غنائم حنین	۲۳	مکہ معظمہ میں داخلہ
۶۷	عمرة جعرانہ	۲۷	مسجد حرام میں حضور پر نور کا داخلہ
۶۸	تحریم مکہ	۲۸	باب کعبہ پر خطبہ
۶۹	لطائف و معارف	۳۰	ہام کعبہ پر اذان
۷۲	تقریر اعمال	۳۳	غزوں اور غزوتوں سے بعیت
۷۳	سیرۃ کا آغاز	۳۶	باب کعبہ پر دوسرا خطبہ
۷۴	سیرۃ عیینہ بن حصن	۳۸	مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی کا مسئلہ
۷۵	خطبہ عطار بن حاجب	۳۸	عضو عام کے بعد مجرمان خاص کے متعلق احکام
۷۶	خطبہ ثابت بن قیس	۴۰	فتح مکہ کے دن کے پندرہ آدمیوں کے قتل کا حکم
۷۸	بعث ولید بن عقبہ بسوسے بنی المصطلق		اور ان کے قتل اور تائب ہونے کے واقعات
۷۹	سیرۃ عبد اللہ بن عویجر	۴۸	اسلام الی قحاذ یعنی ابوبکر صدیق کے والد کے
۸۰	سیرۃ قطیبہ بن عامر		مسلمان ہونے کا واقعہ
۸۰	سیرۃ رضاک بن سفیان	۴۹	اسلام صفوان بن امیہ
۸۰	سیرۃ علقمہ بن مجز بسوسے حبشہ	۵۰	اسلام ہبیل بن عمرو

۱۱۸	وفد ہمدان	۸۱	سر پتہ علی بن ابی طالب برائے بت شکنی
۱۱۹	وفد مزینہ	۸۱	ذکر اسلام فرزند حاتم طائی
۱۲۰	وفد دوس	۸۳	اسلام کعب بن زہیر
۱۲۰	وفد نصاریٰ بخران جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور علامہ نصاریٰ کا حضرت عبید بن جریح کی الوہیت اور انبیت کے بارے میں مکالمہ	۸۴	غزوہ تبوک
		۸۷	حضرت علی کو اہل و عیال کی حفاظت کیلئے مدینہ چھوڑنا۔
۱۲۲	مباہلہ	۸۸	حدیث انت فی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کی شرح
۱۲۷	غزوہ بن عمر کی سفارت کا ذکر		دیار شہود پر سے زرا اور دہاں کے پانی کے متعلق حکم اور اس کے اسرار و حکم
۱۲۸	قدوم نسام بن ثعلبہ	۸۹	مسجد ضرار
۱۲۹	وفد طارق بن عبد اللہ محارب بنی	۹۲	متخلفین کا ذکر
۱۳۱	وفد نجیب	۹۶	کعب بن مالک - امارۃ بن ریح اور ہلال
۱۳۲	وفد ہذیم	۹۷	ابن امیہ سے پچاس دن تک ترک کلام و سلام کا قہقہہ۔
۱۳۳	وفد بنی ذارہ		صدیق اکبر کا امیر جعفر مقدس ہونا
۱۳۳	وفد بنی اسد	۱۰۰	واقعات متفرقہ ۹۹
۱۳۴	وفد بہار	۱۰۱	سنہ ۹۹ اور عام الوفود
۱۳۴	وفد غدرہ	۱۰۲	وفد ہوازن
۱۳۵	وفد بنی	۱۰۳	وفد ثقیف
۱۳۵	وفد بنی ممرہ	۱۰۷	وفد بنی عامر
۱۳۶	وفد خولان	۱۰۹	وفد عبد القیس
۱۳۷	وفد محارب	۱۱۰	وفد بنی حنیفہ اور مسلمہ کذاب کی حاضری
۱۳۷	وفد صدر	۱۱۲	وفد بنی
۱۳۸	وفد عثمان	۱۱۳	وفد کندہ
۱۳۸	وفد سلمان	۱۱۴	وفد اشعریین
۱۳۹	وفد بنی عبس	۱۱۵	وفد ازد
۱۳۹	وفد غامد	۱۱۶	وفد بنی الحارث
۱۴۰	وفد ازد	۱۱۷	
۱۴۱	وفد بنی لہث	۱۱۸	

۱۹۰	لطائف و معارف	۱۴۱	وفد نفع السعہ
۱۹۱	واقعہ قرطاس کے متعلق شیعوں کے اعتراض	۱۴۲	یمن میں تعلیم اسلام
۱۹۲	کا جواب	۱۴۳	سربہ خالد بن ولید سے بخیران
۱۹۳	امامت صدیق اکبر	۱۴۴	سربہ علی کرم اللہ وجہہ بوسے یمن
۱۹۴	مدت امامت ابو بکر	۱۴۵	حجۃ الوداع
۱۹۵	تاریخ وفات نبوی	۱۵۱	خطبہ غدیر خم
۱۹۹	سقیفہ بنی ساعدہ اور بیعت خلافت	۱۵۲	حجۃ الوداع سے واپسی
۲۰۰	سعد بن عبادہ کی تقریر	۱۵۳	جبریل امین کی آمد
۲۰۲	صدیق اکبر کی تقریر	۱۵۴	آخری فوج ظفر مویج یعنی سربہ اسامہ
۲۰۶	سعد بن عبادہ کا اعتراض	۱۵۵	سفر آخرت کی تیاری
۲۰۹	صدیق اکبر کی انصافیت پر فاروق اعظم کی تقریر	۱۵۶	علامت کی ابتداء
۲۱۱	صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت	۱۵۸	حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء کا رونا اور ہنسنا
۲۱۲	بیعت عامہ کے بعد بیعت عامہ	۱۵۹	واقعہ قرطاس
۲۱۲	بیعت عامہ سے پہلے سجدہ نبوی میں حضرت عمر کا خطبہ	۱۶۳	آخری خطبہ
۲۱۳	صدیق اکبر سے بیعت لینے کی درخواست	۱۶۵	صدیق اکبر کو نماز پڑھانے کا حکم
۲۱۳	بیعت عامہ کے بعد صدیق اکبر کا پہلا خطبہ	۱۶۹	یوم الوصال
۲۱۷	حضرت علی کی بیعت	۱۷۱	عالم نزع
۲۲۳	سعد بن عبادہ کی بیعت	۱۷۲	تاریخ وفات
۲۲۳	صدیق اکبر کا خلافت سے دستبردارگی کا ارادہ	۱۷۳	عمر شریف
۲۲۴	مسئلہ وصایت	۱۷۳	صحابہ کا اضطراب
۲۳۲	مسئلہ خلافت میں اہل سنت و اہل تشیع کے منشا و اختلاف کی مختصر تشریح	۱۷۵	صد اکبر کا خطبہ
۲۳۳	متروکات نبوی	۱۷۹	بقیہ خطبہ صدیق
۲۳۸	حضرات اہل بیت کا مطالبہ میراث اور صدیق اکبر کا جواب	۱۸۳	سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع
		۱۸۶	تجزیہ و تکفین اور غسل
		۱۸۹	نماز جنازہ
			تدفین

۳۲۶	مسئلہ حجاب پر ایک اجمالی نظر	۲۴۲	باغ فدک کی حقیقت -
۳۲۷	حجاب کے فوائد اور بے حجابی کے مفاسد	۲۴۳	ایک شہید اولاد اس کا انزالہ یعنی حضرت سیدہ
۳۲۸	حکایت از سنوئی مولائے روم ابیس بصیرؒ	۲۴۵	کی نالاشگی اولاد اس کا جواب
	لوگوں کو پھنسانے کے لئے حق تعالیٰ سے ایک	۲۴۶	ایک مفوری تنبیہ
	ایک مضبوط جال کی درخواست کرنا اور حق تعالیٰ	۲۴۸	میراث نبویؐ اپنی انبیاء کرام کے مال میں میراث
	کی طرف سے مختلف جالوں کا اس کے سامنے		باری نہ ہونے کی حکمتیں
	پیش ہونا اور خیر میں عورتوں کو جال پیش ہونا	۲۴۹	حیات نبویؐ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
	اور شیطان کا اس کو دھکیل کر خوش ہونا اور خوش		قبر مبارک میں زندہ ہیں اس بارے میں حضرت
	مستتر ہیں اس کا اچھل جانا اور ناجائز اور فحش کرنا		محدثین اور متکلمین کے مسلک کی توفیق حیات
۳۳۷	حکایت مذکورہ کی اردو نظم		نبویؐ کے متعلق حضرت مولانا محمد تاج محمد صاحبؒ
۳۳۸	ام المؤمنین جویریہؓ رضی اللہ عنہا	۲۶۳	کا کلام معرفت الیقین
۳۴۰	ام المؤمنین ام حبیبہؓ رضی اللہ عنہا	۲۶۷	ازواج مطہرات اور ان کے فضائل و خصوصیات
۳۴۵	ام المؤمنین صفیہ بنت حمیؓ رضی اللہ عنہا	۲۶۸	وفات نبویؐ کے بعد ازواج مطہرات سے کسی
۳۴۸	ام المؤمنین مسموہؓ رضی اللہ عنہا		کے لئے نکاح جائز نہ ہونے کی حکمتیں
۳۴۹	سرا ری یعنی کینز ری	۲۸۱	ازواج مطہرات کی تعداد اور ان کی ترتیب
۳۵۰	باریہ قبیلہ رضی اللہ عنہا		نکاح -
۳۵۰	رکیانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا	۲۸۲	ام المؤمنین خدیجہؓ رضی اللہ عنہا
۳۵۰	نفیسہؓ رضی اللہ عنہا	۲۹۱	ام المؤمنین حضرت سورد بن زمرہؓ رضی اللہ عنہ
۳۵۰	تعدہ وازدواج	۲۹۴	ام المؤمنین عاتکہؓ رضی اللہ عنہا
۳۶۱	آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح	۳۰۲	ام المؤمنین حفصہ بنت فاروق اعظمؓ رضی اللہ عنہا
	کیوں فرمائے۔	۳۰۳	ام المؤمنین زینب بنت خزیمہؓ رضی اللہ عنہا
۳۶۳	اولاد کرام	۳۰۴	ام المؤمنین ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا
۳۶۵	حضرت قاسم	۳۰۷	ام المؤمنین زینب بنت جحشؓ رضی اللہ عنہا
۳۶۵	حضرت زینبؓ رضی اللہ عنہا	۳۰۸	حضرت زید سے نکاح اور ان کی طلاق کا
۳۶۷	حضرت رقیہؓ رضی اللہ عنہا		قصہ اور مخالفین کا آنحضرتؐ پر طعن اور
۳۶۷	حضرت ام کلثومؓ رضی اللہ عنہا		اس کا مفصل جواب
۳۶۹	حضرت فاطمہ الزہراءؓ رضی اللہ عنہا	۳۱۴	اور آیت تحفی فی نفسك ما اللہ میدیہ کی تفسیر

۳۶۱	حضرت ابراہیم	۳۶۱	کافروں کے متعلق فاروق اعظم کا فرمان
۳۶۲	علیہ مبارک	۳۶۲	ایک شبہ اور اس کا جواب
۳۶۲	چہرہ موت	۳۶۲	اسلامی لباس کی تعریف
۳۶۴	ریش مبارک	۳۶۴	دلائل نبوت و براہین رسالت یعنی معجزات
۳۶۶	مرووں کی دائری اور عورتوں کی چوٹی	۳۶۶	نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۳۸۲	لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸۲	تعداد معجزات
۳۸۳	نعلین مبارکین	۳۸۳	اقسام معجزات
۳۸۴	نقشہ نعل مبارک	۳۸۴	معجزات عقلیہ
۳۸۵	خرقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸۵	معجزہ قرآن کریم
۳۸۶	لباس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لباس ابراہیمی	۳۸۶	قرآن کریم میں دعوت اور حجت دروزوں
	و اسماعیل تھا معاذ اللہ معاذ اللہ قومی اور		موجود ہیں۔
۳۸۶	دھنی لباس نہ تھا	۳۸۶	تیسرے عقلی معجزہ
۳۹۰	التبشیر علی مانی التبشیر یعنی مسند تشبہ با کفار	۳۹۰	چوتھا عقلی معجزہ
	ایک اجمالی نظر اور تشبہ با کفار کی مثالیں		پانچواں عقلی معجزہ
۳۹۰	پر تہنہ	۳۹۰	دنیا میں مذہب اسلام کی آمد
۳۹۲	تہنید	۳۹۲	چھٹا معجزہ
۳۹۵	تشبہ کی حقیقت	۳۹۵	ساتواں عقلی معجزہ
۳۹۷	اختلاف اقوام و اہم	۳۹۷	معجزات حسیہ
۳۹۸	تشبہ کی تعریف	۳۹۸	معجزات نبوی کی تفصیل
۳۹۹	تشبہ با کفار کا حکم	۳۹۹	معجزہ کی تعریف
۴۰۲	تشبہ با کفار کی ممانعت کی وجہ	۴۰۲	معجزات علمیہ و عملیہ
۴۰۴	تشبہ بالافکار کے مفاسد	۴۰۴	قرآن حکیم سے بڑا معجزہ ہے
۴۰۸	ترقی کا راز اور مدار	۴۰۸	وجہ اعجاز قرآن
۴۱۲	انگریزی لباس کے اقتصادی نتائج	۴۱۲	دوسرا معجزہ حدیث نبوی یعنی شریعت اسلام
۴۱۴	تشبہ با کفار کے مفاسد اور مضرتوں پر	۴۱۴	تیسرا معجزہ علامت محمدیہ میں
۴۱۴	فائدہ اعظم کا تہنہ	۴۱۴	چوتھا معجزہ
۴۱۴	مسلمانوں کے نام فاروق اعظم کا فرمان	۴۱۴	پانچواں معجزہ

۵۳۸	نصاری کے چند شبہات اور ان کے جوابات	۴۵۳	بشارات انبیاء سابقین بطور تمام الانبیا۔ والمرسلین
۵۴۱	بشارت بہت دوسم از انجیل متی باب ۱	۴۵۵	تہیدی امور
۵۴۲	بشارت بہت دوسم از انجیل متی	۴۶۱	بشارت اول از تورات سفر استشار
۵۴۳	بشارت و چہارم بہت و نغم	۴۶۳	اہل کتاب کی ایک تحریف کا ذکر
۵۴۶	ابنا انجیل یعنی آئندہ واقعات کی پیشین گوئیاں۔	۴۶۴	بشارت دوم از کتاب پیدائش
۵۴۹	محمدی پیش گوئی کا امتیاز	۴۷۷	بشارت سوم از سفر استعار
۵۴۹	حفاظت قرآن کی پیشین گوئی۔	۴۸۱	بشارت چہارم از سفر استشار
۵۵۰	اعجاز قرآن کی پیشین گوئی	۴۸۲	بشارت پنجم از سفر پیدائش
۵۵۰	حفاظت نبوی کی پیشین گوئی	۴۸۶	بشارت ششم از زبور باب ۱
۵۵۰	غلبہ اسلام کی پیشین گوئی	۴۹۸	بشارت ہفتم از زبور باب ۱
۵۵۱	غلطی دوسم کی پیشین گوئی	۵۰۰	بشارت ہشتم از زبور باب ۱
۵۵۲	خلافت راستہ کی پیشین گوئی	۵۰۳	بشارت نہم از صحیفہ ملائی باب ۱
۵۵۵	فتح خیبر کی پیشین گوئی	۵۰۴	بشارت دہم از صحیفہ حقوق باب ۱
۵۵۵	فتح فارس دوم کی پیشین گوئی	۵۰۴	بشارت یازدہم از صحیفہ یسعیہ باب ۱
۵۵۶	قتال عرب کی شکست کی پیشین گوئی	۵۰۵	بشارت دوازدہم " باب ۱
۵۵۶	فتح ممک کی پیشین گوئی	"	بشارت سیزدہم " باب ۱
"	غزوہ احزاب میں کامیابی کی پیشین گوئی۔	"	بشارت چہارم " باب ۱
۵۵۷	یہود کے متعلق پیشین گوئی	۵۰۶	بشارت پانزدہم " باب ۱
"	انکار عرب کی پیشین گوئی	۵۱۴	بشارت شانزدہم " باب ۱
۵۵۸	فترت ارتداد اور اس کے اندر پیشین گوئی۔	۵۱۴	بشارت ہندہم " باب ۱
۵۵۸	وفات نبوی کی پیشین گوئی	۵۱۹	بشارت ہشتم از کتاب دانیال باب ۱
۵۵۹	احادیث مذکورہ ۴۹ پیشین گوئیاں	۵۲۰	عالمکے بیعت عبدالمطلب کا خواب
۵۶۳	معجزات میں و برکت	۵۲۲	بشارت نوزدہم از انجیل متی باب ۱
۵۶۴	استحباب دعا	۵۲۳	بشارت بہتہم از انجیل متی باب ۱
۵۶۶	معجزات خفقار امراض	۵۲۴	بشارت بہت دہم از انجیل یوحنا باب ۱
۵۶۸	معجزات احیاء موتی	۵۲۶	لفظ فاطمہ کی تحقیق
۵۶۸	معجزات عیسوی ۵۶۲	۵۷۵	نصاری کی گمراہی کا سبب

۵۵۰
فضائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
۵۷۵
وہ کے تین بنیادی اصول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

غزوة الفتح الا عظم

یعنی

فتح مکہ مکرمہ زادہا اللہ تشریفاً و تکریماً۔ رمضان المبارک ۸ شہ

جس وقت قریش اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین، حدیبیہ میں صلح ہوئی اور عہد نامہ لکھا گیا تو اس وقت دیگر قبائل کو اختیار دیا گیا کہ جس کے عہد اور عقد میں چاہیں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ بنو خزاعہ کے عہد میں اور بنو خزاعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں شامل ہو گئے۔ ان دونوں قبیلوں میں زمانہ جاہلیت سے اُن بنی حلی آتی تھی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ مالک بن عباد حضرمی ایک مرتبہ مال تجارت لے کر خزاعہ کی سرزمین میں داخل ہوا۔ خزاعہ کے لوگوں نے اس کو قتل کر ڈالا اور اُس کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ بنو بکر نے موقع پا کر حضرمی کے معاوضہ میں بنو خزاعہ کے ایک آدمی کو قتل کر ڈالا۔ قبیلہ خزاعہ نے اپنے ایک آدمی کے معاوضہ میں بنو بکر کے تین سرداروں ذویب اور سلمیٰ اور کلثوم کو میدان عرفات میں حدود حرم کے قریب قتل کر ڈالا۔

زمانہ جاہلیت سے زمانہ بعثت تک یہی سلسلہ رہا ظہور اسلام کے بعد اسلامی معاملات میں مشغول جانے کی وجہ سے سلسلہ رک گیا۔

حدیبیہ میں ایک میعاد ی صلح ہو جانے کی وجہ سے فریقین ایک دوسرے سے مامون اور بے خوف ہو گئے بنو کبر نے اپنی دشمنی نکالنے کا موقع غنیمت سمجھا چنانچہ بنو کبر میں سے زہل بن معاذ دہلی نے مع اپنے ہمراہیوں کے خزاعہ پر شرب خون مارا لات کا وقت تھا خزاعہ کے لوگ پانی کے ایک چشمہ پر سو رہے تھے جس کا نام وتیر تھا۔

قریش میں سے صفوان بن امیہ اور شعیبہ بن عثمان اور سہیل بن عمرو اور حو لیط بن عبد الغفری اور مکزی بن حفص نے پرشیدہ طور پر بنو کبر کی امداد کی۔ خزاعہ نے بھاگ کر حرم میں پناہ لی۔ مگر ان کو بھی قتل سے پناہ نہ ملی۔

قریش نے بنو کبر کی ہر طرح سے امداد کی ہتھیار بھی دئے اور لڑنے کے لئے آدمی بھی۔ خزاعہ کے لوگ مکہ میں بدیل بن ورقہ خزاعی کے مکان میں گھس گئے۔ مگر بنو کبر اور رؤساء قریش نے گھروں میں گھس کر ان کو مارا اور لوٹا اور یہ سمجھتے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ ہوگی۔ جب صبح ہوئی تو قریش کو اپنی نفل پر ندامت ہوئی اور یہ سمجھ گئے کہ ہم نے ہمدستی کی اور جو معاہدہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں کیا کہا تھا اس کو ہم نے اپنی غلطی سے توڑ ڈالا۔

عمر بن سالم خزاعی۔ چالیس آدمیوں کا ایک وفد لے کر مدینہ منورہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے عمرو بن سالم نے کھڑے ہو کر یہ عرض کیا۔

يَا رَبِّ اِنِّي نَاشِدُ مُحَمَّدًا جِئْتُ اَبِيْنَا وَاَبِيَةَ الْاَسَدِ

اے پروردگار میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ اور ان کے باپ عبد المطلب کا قدیم عہدیدار

دلانے آیا ہوں۔ زنانہ جاہلیت میں خزاعہ حضرت مطلب کے حلیف تھے۔ اشدہ اس طرف ہے

کو جس طرح ہم آپ کے حلیف ہیں اسی طرح ہمارے باپ دادا آپ کے باپ دادا کے حلیف تھے۔

فائدہ۔ اور بعض روایات میں یا رب انی ناشد کی جگہ اللہم انی ناشد آیا ہے اور بعض

روایات میں یا رب کی جگہ لاھم انی ناشد محمد آیا ہے لاھم معنی میں اللہم کے

۱۰۔ اس حدیث کی تفصیل حسن الصغابی شرح اشعار الصحابہ کے حلقہ ۱۱ پر مذکور ہے حضرت ابی علم مراجعت فرما سکتے ہیں۔

ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ لَاحِقَهُ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا۔ اے اللہ اگر تیری توفیق نہ ہوتی تو ہم ہدایت نہ پاتے۔

علامہ شبلی نے سیرۃ ابنی ۴۶۶ میں لَاحِقَهُ لَوْ لَا اَهَمَّ کَیْفَ کَرِیْمٌ تَرْجَمَہُ کَرِیْمًا۔ کچھ غم نہیں۔ میں محمدؐ کو رہا دلاؤ گا اور اھ۔ کچھ غم نہیں ہم خط کے اشتراک سے علامہ شبلیؒ کو اشتباہ ہو گیا۔ اِنَّ قُرْنِیْنًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِدَ وَ تَقْصُوْا اٰمِنًا قُلُوبَکَ الْمُؤْکِدَ تحقیق قریش نے آپؐ سے وعدہ غلطی کی اور آپؐ کے پیچھے عہدہ پرمان کو توڑ ڈالا۔

هُمۡ یَبْتَغُوْنَ اِیَّکَ الْوَلِیِّیْنَ هَجْدًا وَ قَتَلُوْا نَارُکَآ وَ سَجَدًا ان لوگوں نے چشمہ دتیر پر سوتے ہوئے ہم پر شب خون مارا اور کروڑ اور سجدہ کی حالت میں ہم کو قتل کیا۔ ان میں سے بعض مسلمان بھی تھے ورنہ وہ خود مسلمان نہ تھے۔

وَجْعَلُوْا لِیْ فِیْ کَدَآءٍ مُّرَّ صَدًّا وَ زَعَمُوْا اَنْ لَّسْتُ اَدْعُوْا اَحَدًا اور مقام کدہ میں آؤں گے کوہاری گھات میں بٹھلا دیا اور ان کا گمان یہ تھا کہ میں کسی کو اپنی مدد کیلئے نہ بلاؤں گا۔ وَ هُمْ اَذَلُّ وَ اَقْلُّ عَدَدًا

اور وہ سب ذلیل ہیں اور شمار میں بھی بہت کم ہیں فَذَلُّکُمْ وَ ذُلُّکُمْ اَوَّلُکَآ وَ اَوَّلُکَآ وَ اَوَّلُکَآ والد اذاکنا و کنت المولکنا شئت اسلمنا و لکم نزع یکدا اور ہم بمنزلہ باپ کے ہیں اور آپ بمنزلہ اولاد کے اس لئے کہ عبد مناف کی ماں قبیلہ خزاعہ کی تھی اور اسی طرح قحس کی ماں فاطمہ بنت سعد بھی قبیلہ خزاعہ کی تھی۔ اس نفع کی بنا پر ہماری نفرت اور طاعت آپؐ پر لازم ہے اور اس کے علاوہ ہم ہمیشہ آپؐ کے مطیع اور فرمانبردار رہے گے جبھی آپؐ کی طاعت سے دلکشی نہیں ہوئے اس لئے آپؐ ایستادہ کو اپنے جان نثاروں اور وفاداروں کی مدد فرمائیں گے۔ اٰیۃ دین

فَاَنْصُرْ هٰذَا الَّذِیْ نَصَرَ اللّٰهَ نَصْرًا مُّغْتَدًّا وَ اَوْعِ عِبَادَ اللّٰهِ یَا مُتَوَا مَدَدًا پس ہماری نوری مدد فرمائے اللہ تعالیٰ آپؐ کی تائید فرمائے اور اللہ کے خاص بندوں یعنی اپنے صحابہ کو کم دیجئے۔ وہ نوری ہماری مدد کو کریں گے، اور ایک نسخہ میں ہے۔ فَاَنْصُرْ رَسُوْلَ اللّٰهِ نَصْرًا مُّغْتَدًّا۔

اے اللہ کے رسول ہماری فوری مدد فرمائے

فِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ قَدْ تَجَرَّ دَا ۙ اِنْ سَيِّمُ خَسْفًا وَجْهَهُ نَزَّ بَدَا ۙ
اور جب عباد اللہ کا لشکر ہماری مدد کو آئے تو اس میں اللہ کا رسول ضرور ہو جو ظالموں سے جنگ کیلئے
تیار ہو۔ یعنی نقطہ سر پہ بھیجے پر کثافتہ فرمائیں بلکہ اس لشکر کے ساتھ خود بھی بنفس نفیس تشریف لائیں
اور اگر وہ ظالم آپ کو کوئی ذلت پہنچا تا جا میں تو آپ کا چہرہ مبارک غیرت و محبت سے تھمنے لگے بعض
نسخوں میں قد تحردا حاء و ہل کے ساتھ آیا ہے جس کے معنی غضبناک ہونے کے ہیں۔

فِي قَيْلَقٍ كَالْبَحْرِ يَجْرِي مُزِيدًا

اور ایسے لشکر کو ساتھ لے کر آئے کہ جو دریا کی طرح جھگا لاتا ہو۔

یہ تمام تفصیل امام طحاوی کی شرح معانی الآثار اور سیرۃ بن ہشام اور روض الانبیا اور
زرقانی شرح مواہب میں مذکور ہے اور ذرا کسی قدر اجمال کے ساتھ فتح الباری میں بھی مذکور ہے۔
منغزی بن عائد میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس حضرت علی اللہ
علیہ السلام نے واقعات سن کر نصرت یا عروبن سالم اور ایک رعایت میں یہ ہے کہ یہ فرمایا نہ مدد کیا
باؤں میں مگر میں تیری مدد نہ کروں بعد ازاں یہ دریافت فرمایا کہ کیا کل بنو بکر اس میں شریک تھے
عروبن سالم نے کہا سب نہیں بلکہ بنو بکر میں سے صرف بنو نفاثہ اور ان سردار نوفل اس میں شریک
تھے۔ آپ نے ان کی اعانت اور امداد کا وعدہ فرمایا اس کے بعد یہ وفد واپس ہو گیا اور آپ نے
ایک قاصد قریش مکہ کے پاس روانہ کیا کہ ان کو یہ پیام پہنچا دے کہ تین باتوں سے ایک بات
اختیار کر لیں۔

(۱)۔ مقتولین خزامہ کی ویت دے دی جائے۔

(۲)۔ یا بنو نفاثہ کے عہد اور عقد سے علیحدہ ہو جائیں۔

۱۔ روی بجاء ہملہ۔ اسی غضب و کجیم ای شہر و تہیاء المحرم ۱۲ زرقانی

۲۔ فتح الباری ۵۰ : ۱، ص : ۳۹۹ -

۱۳۰۔ یا معاہدہ حدیبیہ کے نسخ کا اعلان کروں۔

قاصد نے جب پیام پہنچایا تو قریش کی طرف سے قرطہ بن عمرو نے یہ جواب دیا۔ کہ ہم نہ مقتولین خزاہ دیت دیں گے اور نہ بنو نغضہ سے اپنے تعلقات کو منقطع کریں گے۔ اس معاہدہ حدیبیہ کے نسخ پر ہم راضی ہیں لیکن قاصد روانہ ہونے کے بعد قریش کو مذمت ہوئی اور فوراً ہی ابوسفیان کو تجدید معاہدہ اور مدت صلح کو بڑھانے کے لئے مدینہ روانہ کیا گیا۔

تجدید معاہدہ کے لئے مکہ سے ابوسفیان کی روانگی

ابوسفیان - تجدید صلح کے لئے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو خبر دی کہ ابوسفیان مکہ سے مدت صلح کو بڑھانے اور عہد کو مضبوط کرنے کیلئے آ رہا ہے چنانچہ ابوسفیان مکہ سے روانہ ہوا اور مقام عسفان میں پہنچ کر ابوسفیان کی یدیل بن ورقاء خزاعی سے ملاقات ہوئی، ابوسفیان نے بدیل سے دریافت کیا کہ کہاں سے آ رہا ہے۔ بدیل نے کہا میں اسی قریب کی وادی سے آ رہا ہوں، بدیل یہ کہہ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد ابوسفیان کو خیال آیا کہ بدیل ضرور مدینہ سے واپس آ رہا ہے، چنانچہ ابوسفیان نے اس جگہ کو جا کر دیکھا جہاں بدیل نے اونٹ بٹھلایا تھا۔ بدیل کی اونٹنی کی ٹانگی کو توڑ کر دیکھا تو اس میں کھجور کی گٹھلی برآمد ہوئی۔ ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم بدیل ضرور مدینہ ہی سے آ رہا ہے اور یہ گٹھلی مدینہ ہی کی کھجور کی ہے، ابوسفیان مدینہ پہنچ کر ازل اپنی بیٹی ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا ابوسفیان نے کہا اے بیٹی تو نے فرض کو لمبیٹ دیا کیا فرض کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھے فرض کے قابل نہ سمجھا ام حبیبہ نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اس پر ایک مشرک کو جو شرک نجاست سے ملوث اور اکودہ ہونہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے جھٹکا کر کہا اے بیٹی خدا کی قسم تو میرے بعد شرمیں مبتلا ہو گئی۔ ام حبیبہ نے کہا۔ شرمیں نہیں۔ بلکہ کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام کے نور اور ہدایت کی روشنی میں

داخل ہو گئی اور آپ سے تعجب ہے کہ آپ سرورائے قریش ہو کر پتھر مل کو کپڑے پہنتے ہیں کہ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔

ابوسفیان وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آئے اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ میں قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ اور مدت صلح کو بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بارگاہ رسالت سے جب کوئی جواب نہ ملا۔ تو ابوسفیان ابو بکر کے پاس آئے اور ان سے سفارش کی درخواست کی ابو بکر نے فرمایا میں اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب کے پاس گیا اور ان سے سفارش کی درخواست کی۔ عمر بن الخطاب نے یہ فرمایا اللہ اکبر میں تیری سفارش کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ دنیا میں اگر کوئی ساتھی مجھ کو پیوستہ نہ آئے تو میں تنہا جہاد کرنے کو تیار ہوں۔ یہ سنتے ہی چپکا حضرت علی کے پاس آیا اُس وقت ان کے پاس ان کی بیوی فاطمہ الزہراء اور حسن رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے حضرت علی سے مخاطب ہو کر کہا اے ابوالحسن آپ ہم سے قربت میں سب سے قریب ہیں میں ایک شدید ضرورت سے آیا ہوں یہ چاہتا ہوں کہ ناکام واپس نہ ہوں لہذا آپ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش فرمائیے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کچھ قصد فرمایا ہے لہذا اب کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہے ابوسفیان یہ سن کر حضرت فاطمہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اس بچے یعنی امام حسن کو یہ حکم دیں کہ وہ یہ پکار دے کہ میں نے قریش کو پناہ دی تو ہمیشہ کے لئے عرب کا سردار مان لیا جائے، حضرت فاطمہ نے فرمایا اول تو یہ کہن ہے (یعنی پناہ دینا بڑاں کا کام ہے)، دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت مرضی کون پناہ دے سکتا ہے۔ ابوسفیان نے حضرت علی سے مخاطب ہو کر کہا معاملہ سخت ہو گیا آخر لہجہ کوئی تدبیر بتلایے۔ حضرت علی نے کہا اور تو کچھ میری کجی میں نہیں آتا جنت صرف اتنا خیال میں آتا ہے اگر اس کو تو اپنے لئے مفید اور کارآمد کچھ تو کر گزر۔ وہ یہ کہ مسجد میں جا کر یہ پکار دے کہ میں معاہدہ حدیبیہ کی تجدید اور استحکام اور مدت صلح کو بڑھانے کے لئے آیا ہوں اور

یہ کہہ کر تو اپنے شہر واپس چلا جا۔ چنانچہ ابوسفیان نے وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آیا اور آواز بلند پکار کر یہ کہا کہ میں عہد کی تجدید اور صلح کی مدت بڑھاتا ہوں اور یہ کہہ کر مکہ کو چل کھڑا ہوا۔

ابوسفیان جب مکہ پہنچا اور سارا واقعہ بیان کیا تو قریش نے یہ کہا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی تمہارے اس اعلان کو جائز رکھا ابوسفیان نے کہا نہیں۔ قریش نے کہا کہ محمد کی بغیہ رضا مندی اور اجازت کے تم کیسے راضی اور مطمئن ہو گئے محض لغو اور بیکار چیز ہے کر آئے جس کا توڑنا ان پر کچھ دشوار نہیں اور خدا کی قسم علی نے تیرے ساتھ مسخرہ پن کیا۔ تو نزاع کی خبر لے کر آیا جس سے اطمینان ہوا اور نہ جنگ کی خبر لایا کہ جس کی تیاری اور سامان کیا جاتا۔ ابوسفیان کی واپسی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو پرشیدہ طور پر مکہ کی تیاری سامان سفر اور آلات حرب درست کرنے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمائی کہ اس کو پرشیدہ رکھا جائے اس کا اظہار و اعلان نہ کیا جائے اور اس پاس کے قبائل میں بھی کھلا بھیجا کہ تیار ہو جائیں۔

قصہ حاطب بن ابی بلتعہ

صحیح بخاری میں ہے کہ اسی اشار میں حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاریاں فرما رہے ہیں اور مخفی طور پر ایک عورت کے ہاتھ اس خط کو مکہ روانہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندہ یحییٰ دے گا اس سے اطلاع دی آپ نے حضرت علی اور حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو روانہ کیا کہ تم برابر چلے جاؤ یہاں تک کہ روئے خاخ میں تم کو اونٹ پر سوار ایک عورت ملے گی اس کے ساتھ مشرکین مکہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے۔ اس سے آؤ، چنانچہ روئے خاخ میں پہنچ کر ہم کو ایک عورت ملی اونٹ بٹھلا کر اس کی تلاش لی کہیں خط نہ ملا۔ ہم نے کہا خدا کی قسم اللہ کا رسول کبھی غلط نہیں کہہ سکتا۔

ہم نے اس عورت سے کہا کہ بیتر ہو گا کہ تو وہ خط ہم کو دیدے ورنہ ہم پر ہنر کر کے تیری تلاش

لیں گے، اس وقت اُس عورت نے اپنے بالوں کے جوڑے میں سے خط نکال کر کم کر دیا ہم وہ خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے۔ حاطب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ موانذہ میں عجلت نہ فرمائیں یا رسول اللہ قریش سے میری کوئی قربت نہیں فقط حلیفہ تعلقات ہیں، میرے اہل و عیال آج کل مکہ میں ہیں جن کا کوئی حامی اور مددگار نہیں بخلاف مہاجرین کے کہ مکہ میں ان کی قربات ہیں۔ قربتوں کی وجہ سے ان کے اہل و عیال محفوظ ہیں۔ اس لئے میں نے یہ چاہا کہ جب قریش سے میری کوئی قربت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں خدا کی قسم میں نے دین سے مرتد ہو کر اور اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر ہر گز یہ کام نہیں کیا۔ میری عرض فقط وہی تھی جو میں نے عرض کی۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ ابن مردودہ کی روایت میں ابن عباس حضرت عمر سے راوی ہیں۔ فلکبت کتاباً کا ایضاً اللہ در رسولہ۔ پس میں نے ایک خط لکھا (کہ جس میں میرا یہ نفع ہے) اور اللہ اور اُس کے رسول کا کوئی نقصان نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے سن کر یہ فرمایا:

أَمَّا إِنَّهُ قَدْ صَدَقَكُمْ

حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا:

انہ قد شهد بداراً و ما بدیرک
لعل اللہ اطلع علی اہل بدر
فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت
لکم۔

حقیق حاطب بدر میں حاضر ہوا ہے اور اسے
مہر چھو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالیٰ انظر حسرت
اہل بدر کو یہ فرمادیا ہو کہ جو چاہے کر بلا شیعہ میں نے
بخاری مغفرت کر دی ہے۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اللہ عرض کیا اللہ در رسولہ اعظم۔ اللہ اور اُس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔

یعنی جو بد میں شریک ہوا وہ کبھی منافق نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں وہ جان باری اور سرفروشی دکھلائی کہ حاطین عرش اور ملائکہ مقررین بھی ان پر عیش کرنے لگے۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کے مقابلہ پر آیا خواہ وہ باپ ہو یا بیٹا بھائی ہو یا دوست بے دریغ اُس سے مقابلہ اور مقابلہ کیا۔ ادا اللہ ادا اُس کے رسول کی محبت کے نشتر میں ایسے چور اور مخمور ہوئے کہ اپنے بھی بیکار بن گئے اور اللہ کا بول بالا کیا اور کفر و شرک کے سر پر وہ کاری ضرب لگائی کہ پھر وہ زخم مندمل نہ ہو سکا۔ اس عظیم الشان کارنامہ کے صلہ میں بارگاہ خداوندی سے رضی اللہ عنہم رضوا عنہ اور اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمْ اَكْبَانِ حَنَانٍ کا ذرین تمہد اُن کو عطا ہوا۔ اور آئندہ جن گناہوں کے صدور کا ادا کنا تھا اُن کی معافی کو صیغہ ماضی سے بیان فرمایا یعنی فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ بصیغہ ماضی فرمایا اور فَمَا غَفَرْتُ لَكُمْ بصیغہ مستقبل نہیں فرمایا تاکہ اہل بدر کا مغفور الذنوب ہونا قطعی طور پر محقق ہو جائے کہ ان کی مغفرت شمس امر ماضی کے محقق اور یقینی ہے اور اِغْلُظُوا مَا شِئْتُمْ کا خطاب، خطاب تشریف اور خطاب الازام ہے، اشارہ اس طرف ہے کہ یہ لوگ خواہ کچھ کریں، مگر کسی حال میں بھی دائرہ عفو اور دائرہ مغفرت سے باہر نہ جائیں گے، اَعْلَمُوا مَا شِئْتُمْ کا خطاب گناہوں کی اباحت اور اجازت کے لئے نہ تھا ایسا خطاب انھیں مجتہدین اور مخلصین کو ہو سکتا کہ جن سے اپنے محبوب کی محصیت ناممکن ہو جائے۔

بدر کی شرکت بظاہر ایک حسنہ ہے لیکن حقیقت میں نہراہوں اور لاکھوں حسنات کا اجمال اور عنوان ہے اور ایمان و احسان صدق اور اخلاص کی ایک سند ہے۔ لہذا اگر بدر میں شرکت کر نیوئے صحابی سے بمقتضائے بشریت کوئی غلطی یا فروگزاشت ہو جائے تو وہ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اَوْ اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمْ اَكْبَانِ حَنَانٍ سے خارج نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ اُس عظیم و خیر کی خبر ہے کہ جس میں کذب کا امکان نہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ اُن سے یفرگذاشت ہوگی مگر باوجود اس علم ازلی و مابدی کے پھر ان کو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُمْ کے تمہد سے سرفراز فرمایا معلوم ہوا کہ اس عظیم الشان حسنہ کے بعد اُن سے کوئی ایسی غلطی نہ ہوگی کہ

ہو ان کی اس نیکی کو محسوس کیے۔ بلکہ عظیم الشان حسری آئندہ کی غلطی کا کفارہ بن جائے گی۔ کہاں کہاں تھا۔
 إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ
 اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔
 تحقیق نیکیاں براہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

وَإِذَا الْحَبِيبُ اتَى بِذَنْبٍ وَاحِدٍ جَاءَتْ مُحَاسِنُهُ بِأَلْفِ مُشْفِعٍ
اگر دوست سے کسی وقت کوئی غلطی اور بچک ہو جائے تو اس کے محاسن اور گزشتہ کارنامے ہزار سفارشی لاکھ
سامنے کھڑے کر دیتے ہیں

قلب میں اگر کوئی فاسد اور زہر ملا مادہ نہ ہو تو پھر معصیت چندان نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ قلب کی قوت ایمانی اس کو توبہ اور استغفار پر آمادہ کرتی ہے جس سے فقط گناہ معاف ہی نہیں ہو جاتا بلکہ مبدل نہ کی ہو جاتا ہے۔ کما قال تعالیٰ

اَلَا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا
 صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبْعَثُ إِلَىٰ سَعِيَاتِهِمْ
 حَسَنَاتٍ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

جن لوگوں نے کفر و کفر سے توبہ کی اور ایمان لائے اور
 نیک کام کئے اللہ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں
 بدل دیتے ہیں اور یہ اللہ بخشنے والا اور مہربان۔

بندہ نے جیبِ توبہ اور استغفار کے اپنے گناہ کو ذمات اور پیمانے سے بدلا۔ توفادار
 فدا جلال نے اُس کی سیئات کو حسنات سے اور اُس کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دیا۔
 مرکبِ توبہ عجب سب مرکبست ہر فلک تانہ و بہ یک لحظہ زبست
 جہن برابرند از پشیمانی انیں عرشِ رزد و از این المذنبیں

سیاست عامہ مومنین کے حق میں ہے اہل بد رسب سے زیادہ اس کے مستحق ہیں اور جس کے قلب میں کوئی زہر یا اور فاسد مادہ موجود ہو تو نہ ہر طاعت و عبادت بھی اس کے لئے مفید نہیں جیسے ابلیس لعین اور طعم باغی و خوارج و روافض نہ ہر نماز اور روزہ اور لاکھ عبادت کریں مگر جب تک قلب کا تنقیہ نہ ہو جائے اور فاسد مادہ نہ نکل جائے اس وقت تک کوئی طاعت اور

کوئی عبادت مفید اور کارآمد نہیں۔

صغراء می مزاج والے کو کتنی ہی لطیف غذا کیوں نہ دیدی جائے کوئی فائدہ نہیں۔ سور
مزاج کی وجہ سے وہ لطیف غذا بھی مستحیل الی الصغراء ہو جائے گی۔ کما قال تعالیٰ۔
رَفِیْ قُلُوْبِهِمْ فَرَضَ فَرَا دُهُمْ اَللّٰهُ
مَرَضًا۔ لہ بیماری کو اور بڑھا دیا۔

صحیح المزاج اور صحیح القوی اگر غلطی سے کوئی بد پرہیزی کر بیٹھے تو اس کے لئے کسی خاص
علاج کی حاجت نہیں اس کی طبیعت ہی خود اس عارضی مرض کو دفع کر دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حاطب کی اس غلطی کو نہاد مزاج پر محمول کر کے
نفاق کا حکم لگایا اور قتل کی اجازت چاہی برخلی الطبار روحانی غذاہ روحی و جسمانی۔ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جواب دیا کہ اے عمر حاطب کا قلب نفاق کے مرض سے مائل پاک ہے۔ یہ نفاق نہیں بلکہ غفلت
سے غلطی ہو گئی ہے روحانی مزاج اس کا صحیح ہے۔ بدر کی شرکت نے اس کو گمراہ بنا دیا ہے اتفاق
سے بد پرہیزی ہو گئی ہے۔ صحیح المزاج کو بھی کبھی کبھی نزلہ اور زکام کی شکایت پیش آ جاتی ہے جس کے
لئے ایک معمولی سا جوشاندہ یا خیانہ کافی ہے۔

اس حضرت علی اللہ علیہ وسلم کا حاطب کو بلا کہ فقط یہ دریافت فرمایا راہنہ آیا حاطب اے حاطب
یہ کیا معاملہ ہے۔ ان کی عارضی شکایت کے لئے یہی کافی جوشاندہ تھلپتے ہی بد پرہیزی کا اثر ایسا
کافور ہوا کہ مرتے دم تک پھر کبھی کوئی شکایت ہی نہ پیش آئی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه۔ چنانچہ
اُس حضرت علی اللہ علیہ وسلم نے شاہ اسکندریہ کے نام دعوت اسلام کا خط لکھوایا تو انھیں حاطب
کو سفیر بنا کر بھیجا جیسا کہ گزارشا سجان اللہ کیا بلکہ گاہ تنہی ایک جانب حاطب کو جوشاندہ پلایا جارہا ہے
اور دوسری جانب عمر بن الخطابؓ کو امراض روحانی کی تشخیص اور معالجہ کا طریقہ تلقین ہو رہا ہے
تاکہ جب وقت آئے تو عمر تشخیص اور علاج میں غلطی نہ کریں۔

حاطب کے خط کا مضمون

حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کا مضمون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا منشا عبادۃ اللہ نفاق نہ تھا وہ خط یہ تھا:

ا ما بعد یا معشر قریش فان رسول الله اے گروہ قریش۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم جاؤ مجھ پر بحیث کلیل رات کے اندم پر ایک ہرنا کی شکر لکھنے کے یسیر کالسیل فراللہ توجاء کمر وخذہ مارے میں جو سیلاب کی طرح بہتا ہوگا خدا کی نصیرہ اللہ وان یجزلہ وعدہ فانظرہ قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا شکر کے خود لانفسکم والسلام۔ تنہا بھی تشریف لے جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور

آپ کی مدد فرمائے گا اور فتح و نصرت کا جو وعدہ خدا نے آپ سے کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔
 دینی کتاب کی دلیلیابی شکر پر موقوف نہیں اس پر تم اپنے انجام کو سوچ لو دلائل سلام
 یہ خط بھی بنی سلام نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے جس کو علامہ قسطلانی نے شرح بخاری کتاب
 الجہاد باب حکم الجاسوس میں نقل کیا ہے اور فتح الباری باب غزوۃ الفتح میں بھی مذکور ہے۔ اور
 البدایۃ والنہایۃ میں بھی ہے۔

اس خط کا مضمون حاطب بن ابی بلتعہ کے اس غزہ کی صاف تصدیق اور تائید کر رہا ہے کہ
 جو پہلے گزر چکا ہے فکتبت کتابا لا یشکرہ اللہ ورسولہ۔ میں نے ایسا خط لکھا ہے کہ جو اللہ
 اس کے رسول کو مضر نہیں۔

ماقدی کی روایت میں ہے کہ یہ خط اسمیل بن عمر واد مصطفون بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل
 کے نام تھا۔ یہ تینوں فتح مکہ میں مشرک باسلام ہوئے رضی اللہ عنہم

اور ایک روایت میں ہے کہ خط کا مضمون یہ تھا:

ان محمداً قد نرفا ما اليكم واما
الى عنيدكم فعليكم الجحدر
زر قانی ۲۹ ج ۲

حق جل شانہ نے ماعلم کے اس واقعہ میں سورہ ممتحنہ نازل فرمائی یعنی **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا أَعْدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمِرَّةِ** **وَأُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاكِبُونَ** جس میں حق جل شانہ نے کافروں سے دوستانہ تعلقات کے احکام بیان فرمائے اس سورت کی تفسیر کرو کی گئی ہے۔

مدنیہ منورہ سے روانگی

القصۃ آل حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم و سبب رمضان المبارک و دن ہزار قدسیوں کی جمعیت
 ہمراہ لے کر بجز نماز عصر دینہ منورہ سے بقصد فتح مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے، بخاری فتح المبارک
 ج ۲ ص ۸ اور اندراج مطہرات میں سے ام سلمہ اور میمونہ رضی اللہ عنہما آپ کے ہمراہ تھیں۔

حسب آپ مقام ذی الحلیف یا مقام محض میں پہنچے تو حضرت عباس مع اہل و عیال مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو جاتے ہوئے ملے آپ کے ارشاد سے سامان تو مدینہ بھیج دیا اور خود آپ کے ساتھ لشکر اسلام میں شریک ہو کر بغرض جہاد ہجرت کر دے واپس ہوئے حضرت عباس سلام تو پہلے ہی سے لاپکے تھے، مگر قریش سے اپنے اسلام کو خفی رکھتے تھے اور یہ فرمایا اے عباس یہ تمہاری ہجرت آخری ہجرت ہے جیسے میری نبوت آخری نبوت ہے اور حضرت عباس کا مکہ میں قیام آپ کے حکم سے تھا کہ مکہ ہی میں رہیں اور قریش کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہیں۔

مسند ابی یعلیٰ اور معجم طبرانی میں ہے کہ قیام تکہ کے زمانہ میں عباس نے حضرت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی اجازت چاہی آپ نے ان کو جواب لکھوایا کہ اسے چچا آپ اپنی ہی جگہ قیام فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ پر ہجرت کو ختم کرے گا جیسا کہ مجھ پر نبوت کو ختم کیا (زرقانی منہج) اور مقام انوار میں ابوسفیان بن حارث اور عبداللہ بن ابی امیہ بغرض اسلام مکہ سے مدینہ آتے ہوئے ملے ہجرت کر کے مدینہ جا رہے تھے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے چچا زاد بھائی ہونے کے علاوہ آپ کے رضائی بھائی بھی تھے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا تھا۔ نبوت سے پیشتر آپ کے دوست تھے کسی وقت آپ سے جدا نہ ہوتے تھے نبوت اور بعثت کے بعد محبت متغلب بہ عداوت ہو گئی اس آپ کی ہجر میں شعر بھی کہے جن کا حسان بن ثابتؓ نے جواب دیا۔ ابوسفیان بن حارث کے ساتھ ان کا بیٹا جعفر بھی تھا۔

اور عبداللہ بن ابی امیہ آپ کے بھوپتی زاد بھائی تھے۔ یعنی آپ کی بھوپتی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے، یہ بھی آپ کے شدید مخالفوں میں سے تھے۔ دونوں نے بارگاہ نبوی میں حاضری کی اجازت چاہی مگر چونکہ حضور پر نورؐ کو ان دونوں سے تکلیفیں بہت پہنچی تھیں اس لئے آپ نے ان سے اعراض فرمایا اور حاضری کی اجازت نہیں دی ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سفارش کی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ایک آپ کے چچا کا بیٹا ہے اور دوسرا آپ کی بھوپتی کا بیٹا ہے، آپ نے فرمایا مجھے ان سے ملنے کی ضرورت نہیں ابن عمرؓ نے میری آبروریزی کی اور بھوپتی کا بیٹا وہی شخص ہے جس نے مکہ میں یہ کہا تھا کہ خدا کی قسم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا یہاں تک تو سیرھی لگا کر آسمان پر چڑھ جائے اور میں بخشم خود تجھ کو دیکھ رہا ہوں اور پھر تو ایک دستاویز لے کر آسمان سے اترے اور اہ چار فرشتے تیرے ساتھ ہوں اور یہ گواہی دیں کہ تجھ کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، پھر بھی میں تجھ پر ایمان نہ لاؤں گا۔

ام سلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے مکام اخلاق سے یہ امید ہے کہ آپ کے خواجہ

۱۔ الابواب مفتحة المنيرة وسكون الباء قرينة بين مكة والمدینة ۱۲

۲۔ یہ ابوسفیان۔ ابن حارث ہیں جو مشہور ابوسفیان کے علاوہ ہیں۔

نعمت سے آپ کا چچا زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی۔ سب سے زیادہ محروم اور بد نصیب نہ رہے گا۔
جب آپ کا ترجمہ و عفو عام ہے، تو پھر یہی کیوں محروم رہیں۔

اقر بار کج کنی محرم تو کہ بادشمنان نظر داری

ادھر ابو سفیان بن حارث نے یہ کہا کہ اگر آپ اپنی بارگاہ میں حاضری کی اجازت نہ دیں گے تو میں اپنے بیٹے جعفر کو لے کر کسی محلہ میں نکل جاؤں گا اور وہیں بھوکا اور پیاسا مر جاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین کی شفاعت اور ان دونوں کی اس درجہ خجالت و ذلت کو سن کر حاضری کی اجازت دی۔ حاضر ہوتے ہی دونوں مشرف باسلام ہوئے اور ملازوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے۔

حافظ ابن عبد البر اور محب طبری راوی ہیں۔ کہ حضرت علیؑ نے ابو سفیان بن حارث کو یہ مشورہ دیا کہ آپ کے چہرہ انور کے سامنے کھڑے ہو کر وہ کہیں جو یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا تھا، یعنی

تَاٰلِهٖ لَقَدْ اٰتٰرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا
وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ۔ ۱۵
قسم ہے اللہ کی بے شک اللہ نے آپ کو کم پر فضیلت دی اور بلاشبہ ہم قصور دار ہیں۔

حضرت علیؑ نے سامنے سے آنے کا مشورہ اس لئے دیا کہ چہرہ انور کی حیا اور حشمت ہائے شمریں
آپ کے اور عقاب کے درمیان حائل بن جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور رحمت عالم اور حیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ جواب نکلا۔

لَا تَشْرِيْبَ عَلَيْهِمْ اَلْيَوْمَ يَغْفِرَ اللّٰهُ ۝ اَجَعَلْتُمْ سُبْحَانَ اللّٰهِ قُتُوْبًا ۝
لَكُمْ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۝ ۱۶
ابو سفیان کی معذرت قبل ہوئی اور حسب ارشاد نبوی الاسلام۔ یہدم ما کان قیسلہ

اسلام کی کہلال نے ابو سفیان بن حارث کے قلب کو کھود کر ایسا صاف کر دیا کہ اب اس میں آپ کی خاطر خاطر کی کدورت کا کوئی نہ چھوڑا اور ایمان و احسان اور اخلاص و ایقان کو کرٹ کر ان کے

دل میں ایسا بھر دیا کہ باہر سے کفر کا کوئی غبار اور ذرہ اُڑ کر ان کے دل میں نہ پہنچ سکے اور اسی وقت سے اللہ اور اُس کے رسول کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی کے لئے آپ کے بھر کا بھروسہ
 کہا جاتا ہے کہ ابوسفیان بن حارث نے حیار کی وجہ سے مدۃ العمر آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں
 دیکھا اور باحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لئے جنت کی شہادت دیتے تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔
 (ذرتغابی ص ۲۲ ج ۲ تا ص ۲۳ ج ۲)

اور گزشتہ قصور کی معذرت میں کچھ اشعار کہے

لَعَسَ لَكَ فِي يَوْمٍ أَحْمَلُ رَأْيَةً تَغْلِبُ خَيْلُ اللَّاتِ خَيْلَ مُحَمَّدٍ

قسم ہے آپ کی زندگی کی تحقیق جس دن میں نے جھنڈا اس لئے اٹھایا تھا کہ لات کا لشکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر پر غلبہ آجائے۔

لَكَ الْمَدْلُجُ الْحَيْرَانُ أَظْلَمَ لَيْلُهُ فَهَذَا أَوَانِي حِينَ أُهْدَى وَاهْتَدَى
 فرماں میں اندھیری رات میں چلنے والے کی طرح حیران و پریشان تھا اور کبھی اللہ اب یہ وہ وقت ہے کہ میں آپ
 اللہ ہدایت دیا جا رہا ہوں اور حلاوت پا رہا ہوں۔

لہذا اس کے علاوہ اور معذرت میں اشعار کہے دیکھو سیرۃ ابن ہشام ص ۳۳ ج ۴

اور عبداللہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کے بعد یہ حال رہا کہ حیار کی وجہ سے حضور پرورد
 کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے اس وقت آپ اور
 صحابہ روزہ سے تھے۔ مقام کدکید میں پہنچ کر صحابہ کی مشقت کے خیال سے آپ نے روزہ انظار فرمایا
 صحابہ نے بھی آپ کے اقتداء میں روزہ توڑ دیا۔ (بخاری شریف)

اول تو سفر فی نفسہ تعب اور مشقت ہے اور پھر وہ بھی جہاد کے لئے اور موسم گرما میں اس لئے

۱۷۔ یہ مقام کو عموماً سے بہتر میل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

انظار فرما کر ایسی حالت میں اگر روزہ رکھا گیا۔ تو صفت اور اتوائی کی وجہ سے جہاد فی سبیل کا فریضہ ما نہیں گئے گا۔ اسی وجہ سے حدیث میں ہے لیس من البتر الصیام فی السعد۔ سفر میں روزہ رکھنا بھلائی اور مکئی نہیں۔ ہاں اگر سفر جہاد نہ ہو اور سفر میں کوئی خاص مشقت نہ ہو تو پھر روزہ رکھنا ہی افضل ہے۔ رمضان کے روزہ کی اگرچہ تعداد کم ہے لیکن رمضان کے الوار و تجلیات اور فرشتوں کے ہر وقت عروج و نزول کے برکات شیطا میں کے بیروں میں بیڑیاں پڑ جانا جنت اور رحمت کے دروازوں کا کھل جانا اور جہنم کے دروازوں کا بند ہو جانا اور تحفاً کتاب اللہ کا میل و نہار کلام اللہ کی تلاوت میں سرشار رہنا اور فرشتوں کا حلقہ ہائے ذکر اور مجالس تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن کی محفلوں کو تلاش کرتے پھرنے۔ یہ باتیں رمضان کے سوا دوسرے مہینہ میں کہاں میسر آ سکتی ہیں۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ - یعنی مریض اور مسافر کے لئے اگرچہ انظار جائز ہے لیکن روزہ رکھنا اولیٰ اور افضل ہے اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک ہے کہ سفر میں روزہ افضل ہے بے نتیجہ کہ کے ارادہ سے جو دس ہزار تہ و سیوں کا لشکر ظفر پیکر سر کر رہا تھا وہ جہاد فی سبیل اللہ اور علامہ کثر اللہ کی غرض سے تھا۔ اس کے لئے تو نماز کو بھی متوخر کیا جاسکتا ہے جو روزہ سے بلاشبہ افضل ہے۔ اور دین کا ستون ہے اور ایمان کے بعد سب سے افضل اور بہتر عمل ہے۔ لہذا سفر جہاد میں روزہ کا انظار ہی اولیٰ اور افضل ہے۔ خداوند خدا جلّال کی راہ میں جان باری اور سرفروشی کے لئے نعل کھڑا ہونا یہ وہ نعمت ہے کہ جس پر آسمان اور زمین کے فرشتے رشک کرتے ہیں۔ ایسی حالت میں روزہ انظار کرنے سے اگرچہ تسبیح و تہلیل اور تحمید و تمجید اور نزول ملائکہ کی برکات سے زیادہ مستفید نہ ہو سکا۔ لیکن خدا کی راہ میں جان باری اور سرفروشی کے لئے والہانہ اور عاشقانہ صبح اور شام کے طغے میں قرب الہی کی ہزاروں اور لاکھوں ہی منزلیں طے ہو گئیں کہ اگر ہزار سال بھی مسلسل تسبیح و تہلیل کرتا تو قرب خداوندی کے یہ منازل و مراحل اُس کو طے نہ ہوتے جو جہاد کے چند قدموں میں طے ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے سات میل کی منزل قطع کی لیکن حقیقت میں سب سموات سے اوپر پہنچا۔ یہ تو پر اگندہ سر۔ اور پر اگندہ

ہاں۔ یہ نہ مہر و نہ ہر نہ پا۔ (پنجادہ جان عزیز جس کو معلوم نہ جنت خلد نہ دوا لہلال کے ہاتھ بیج کچلا ہے خدا کو دینے اور سپرد کرنے جا رہا ہے تاکہ ہلدا ز جلد اس کو اس کے خستری (خداوند تعالیٰ) کے حوالہ کر کے اپنی قیمت (یعنی جنت) وصول کرے مبادا کوئی قزاق اور رنہن (یعنی کوئی شیطان) اس بیج کو کوئی نقصان پہنچا دے کہ خداوند فدا لہلال سے کیا کرایا سودا نہ بگڑ جائے اور بعد میں کہتے افسوس لہنا پڑے اور آسمان وزمین کے فرشتے جھٹکی باز دھے ہوئے رشک کی نگاہوں سے اس کو دیکھ رہے ہیں۔

مقام مَرَّ الظَّهْرَانِ میں پڑاؤ

مقام کدید ہے چل کر عشار کے وقت آپ مَرَّ الظَّهْرَانِ میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور لشکر کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنے خیمہ کے سامنے آگ سلگاتے۔ عرب کا تدبیر دستور تھا کہ لشکروں میں آگ روشن کیا کرتے تھے مای کے موافق آپ نے حکم دیا قریش کو اپنی بد عہدی کی وجہ سے وفد نہ لگا ہوا تھا کہ نہ معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت ہم پر چڑھائی کر بیٹھیں، چنانچہ ابوسفیان بن حرب اور بديل بن وقاص اور حکیم خبر لینے کی غرض سے مکہ سے نکلے جب مَرَّ الظَّهْرَانِ کے قریب پہنچے تو لشکر نظر آیا گھبرا گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ یہ آگ کیسی ہے، بديل نے کہا یہ آگ قبیلہ خزاعہ کی ہے ابوسفیان نے کہا خزاعہ کے پاس آنا لشکر کہاں سے آیا وہ بیت تلیل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوکیداروں نے دیکھتے ہی ان لوگوں کو گرفتار کر لیا، ان لوگوں نے چوکیداروں سے دریافت کیا تم میں یہ کون ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ہم آپ کے اصحاب ہیں گفتگو درمیانی کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے خیمہ پر گشت لگاتے ہوئے ادھر آئے اور ابوسفیان کی آواز سنانا فرمایا۔ افسوس اسے ابوسفیان یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر ہے۔ خدا کی قسم اگر تجھ پر تیغ اب ہر گئے تو تیری گردن اڑا دیں گے اور قریش کی اس میں بہتری ہے کہ آپسے امن کے خرامت گار ہو جائیں اور اطاعت قبول کر لیں۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں آواز سن کر اکیسمت میں دھونڈتا ہوا حضرت عباس تک پہنچا اور کہا اے ابو الفضل حضرت عباس کی کنیت ہے امیر

ماں باپ تم پر خدا ہوں پھر ربانی اور غلصہ کی کیا معصیت ہے، عباسؓ نے کہا میرے بچھے اس خچر پر بار ہو جا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر تھکوا حاضر ہوتا ہوں تاکہ تیرے لئے امن حاصل کروں۔ عباسؓ اس کو اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام دکھلاتے ہوئے مدائن ہوئے جب حضرت عمرؓ کی طرف سے گزرنے لگے تو حضرت عمرؓ دیکھتے ہی پچھے پچھے اور کہہ کر یہ ابوسفیانؓ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے الحمد للہ بغیر کسی عہد اور اقرار کے ہاتھ آگیا ہے حضرت عمرؓ پیادہ پا تھے اور حضرت عباسؓ ابوسفیانؓ کو ہمراہ لئے ہوئے خچر پر سوار تھے نہایت تیزی کے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچ گئے اور حضرت عمرؓ کی پیچھے تلوار سونتے ہوئے آپ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ ابوسفیانؓ اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے الحمد للہ بغیر کسی عہد اور پیمان کے آج ہاتھ آگیا ہے مجھ کو اجازت دیجئے کہ ابھی اس کی گردن اٹا دوں عباسؓ نے عرض کیا کیا رسول اللہؐ میں نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے حضرت عمرؓ تلوار لئے کھڑے ہیں اور بار بار وہی عرض کر رہے ہیں۔ ابوسفیانؓ کے قتل کے لئے آپ کے اشارے کے منتظر ہیں حضرت عباسؓ نے جھلا کر کہا اے عمرؓ ذرا ٹھہرو اگر یہ بنو عدی سے ہوتا تو تم اس کے قتل پر اس درجہ اصرار نہ کرتے جو نہ کہ تم جانتے ہو کہ وہ بنی عبدمناتؓ میں سے ہیں، اس لئے تم اس کے قتل پر اصرار کر رہے ہو حضرت عمرؓ نے کہا اے عباسؓ خدا کی قسم تمھارا اسلام اپنے باپ خطابؓ کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا اور میرا آپ اگر اسلام لاتا تو مجھ کو اتنی مستوت نہ ہوتی جتنی کہ تمھارے اسلام سے ہوتی اس لئے کہ میں خوب جانتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھارا اسلام خطابؓ کے اسلام سے زیادہ محبوب تھا تمھاری نسبت میرا تو یہ خیال ہے تم جہاں چاہے مجھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیانؓ کو اپنے خیمہ میں لے جاؤ۔ صبح کو میسر پلاس لانا ابوسفیانؓ ان ترشبؓ بھر حضرت عباسؓ کے خیمہ میں رہے اور حکیم بن حزامؓ اور بدیل بن ورقارؓ اسی وقت بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر مشورت ہا اسلام ہوئے کچھ دیر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مکہ کے حالات دریافت فرماتے رہے۔ اسلام لانے کے بعد یہ دونوں مکہ واپس ہو گئے تاکہ اہل مکہ کو آپؐ کی آمد سے مطلع کریں۔

ابوسفیان کا اسلام

صبح ہوتے ہی حضرت عباس ابوسفیان کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، افسوس اے ابوسفیان کیا وقت نہیں آگیا کہ تو یقین کرے کہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(ابوسفیان) میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں آپ نہایت ہی عظیم و کریم اور نہایت ہی صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم اگر اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو آج ہمارے کچھ کام آتا اور آپ کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افسوس لے ابوسفیان کیا تیرے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ تو مجھ کو اللہ کا رسول جانے ابوسفیان میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں بے شک آپ نہایت عظیم و کریم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں ابھی تک مہربانی کر رہے ہیں کہ باوجود میری اس عداوت کے مجھ پر مہربانی ہے مجھے اسی میں ذرا تردد ہے آپ بھی نہیں یا نہیں۔

بعد ازاں حضرت عباس کے کھانے سے ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ ابوسفیان کے مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ ابوسفیان سردارانِ مکہ سے ہے فخر کو پسند کرتا ہے لہذا آپ اُس کے لئے کوئی ایسی شئی کر دیں جو اس کے لئے باعثِ عزت و شرف اور موجبِ امتیاز ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا اعلان کرو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو وہ مامون ہے، ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ میرے گھر میں سب آدمی کہاں ساکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہے۔

ابوسفیان نے کہا یا رسول اللہ مسجد بھی کافی نہیں ہو سکتی آپ نے فرمایا اچھا جو شخص اپنا دروازہ بند کرے وہ بھی مامون ہے، ابوسفیان نے کہا ہاں اس میں بہت وسعت اور گنجائش ہے۔ اس کے بعد آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مراظران سے روانہ ہونے لگے تو حضرت عباس کو

حکم دیا کہ ابوسفیان کو لے کر پہاڑ پر کھڑے ہو جائیں تاکہ لشکر اسلام کو بخوبی دیکھ سکے۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے جب تباہی جوق در جوق گزرنے لگے تو ابوسفیان دنگ رہ گیا۔ ادھر یہ کہا تھا کہ سبھی کا ملک بہت بڑا ہو گیا، حضرت عباس نے کہا یہ بادشاہت نہیں بلکہ نبوت ہے۔ (یعنی جیسے ماؤ علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی شان و شوکت ظاہر اور صورت کے لحاظ سے سلطنت تھی۔ مگر معنی اور حقیقت کے لحاظ سے نبوت تھی اس لئے کہ وہ خارق عادت تھی ظاہری اسباب اور ادیت پر مبنی نہ تھی ہوائی جہاز، ادیت اور صنعت کے نور سے اُترتا ہے اور تخت سلیمان۔ بلا کسی آدمی اور پہاڑ کسی ظاہری سبب کے بطور خرق عادت اُترتا تھا۔ یہ ان کی نبوت کی دلیل تھی بطور معجزہ ان کو یہ شان و شوکت دی گئی تھی تاکہ سلاطین عالم اپنی مادی طاقت کو اس غیبی طاقت کے مقابلہ میں سچ سمجھیں اور خدا کے نبی کے سامنے گردن تسلیم خم کر دیں۔ اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان و شوکت کو سمجھ کر ظاہری بادشاہت معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت نبوت پر غمیری ہے۔

جو قبیلہ سامنے سے گزرتا تھا۔ ابوسفیان پوچھتا جاتا تھا کہ یہ کون قبیلہ ہے سب سے پہلے خالد بن ولید ایک ہزار یا نو سو کے رستہ کو لے کر گزرے۔ بعد ازاں اور مختلف دستے گزرے تاکہ انکے خیر میں کو کتبہ نبوی ظاہری اور باطنی حال اور شکوہ کے ساتھ مہاجرین و انصار کے صلے اور زرہ پٹن گروہ کے جلو میں جلوہ افروز ہوا۔ مہاجرین کا علم حضرت زبیر کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔ سعد بن عبادہ جب اُسے گزے تو ابوسفیان کو دیکھ کر جوش مٹا گیا اور جوش میں یہ کہہ بیٹھے۔

اليوم يوم الملحمة اليوم
استحل الكعبة
آج کا دن لڑائی کا دن ہے آج کعبہ میں قتل و قتال
حلال ہو گا۔

ابوسفیان نے گھبرا کر دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں حضرت عباس نے کہا کہ یہ مہاجرین و انصار کا لشکر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہیں۔

سامنے سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ابوسفیان نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے سعد بن عبادہ کو اپنی قوم کے قتل کا حکم دیا ہے اور سعد کا قول نقل کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ

میں آپ کو اللہ کا اور قراتوں کا واسطہ دیتا ہوں نیکی اور صلہ رحمی میں آپ سب سے بڑھ کوئیں۔ آپ نے فرمایا:

يَا اباسفیان الیوم یوم المرحۃ اے ابوسفیان آج کا دن مہربانی کا دن ہے جس میں
یعز اللہ فیہ قریشا اللہ قریش کو عزت کرے بخشنے کا۔

اور بخاری کی روایت میں ہے کہ یہ ارشاد فرمایا:

کذب سعد ولكن هذا یوم سعد نے غلط کہا آج خانہ کعبہ کی عظمت کا دن ہے
یعظم اللہ فیہ الکعبۃ ویوم تکسی فیہ الکعبۃ اور خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا۔
اور یہ حکم دیا کہ علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا جائے۔
ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ جب ان حضرت علی اللہ علیہ وسلم سامنے سے گزرے تو قریش
کی ایک خاتون نے شیعر پڑھے۔

یا نبی الہدی الیک لجامحی قریش ولا تحسین الجامعین
اے نبی ہدایت قریش لے آپ کی طرف پناہ لی ہے حالکہ یہ وقت پناہ کا نہیں ہے۔

صاقت علیہم سعة الارض وعاد الہم السماء ان
جس وقت زمین ان پر تنگ ہو گئی اور اللہ ان کا دشمن ہو گیا۔

سعد ابرید قاصمتہ الظہر باہل الجحون والبطحا
تحقیق سعد بن عبادہ اہل جحون اور اہل بطحہ کی کہ کر تڑوینا چاہتا ہے۔

بعد ازاں ابوسفیانؑ آپ سے رخصت ہوا۔ اور عیلت کر کے مکہ واپس آگیا اور باآواز بلند

۱۔ حضرت سعد سے جوش اور غلبہ حال میں ایک لفظ زبان سے نکل گیا جو مناسب نہ تھا اس لئے آپ نے جھٹٹا ان کے ہاتھ
سے لے لیا مگر ان کے دل شکن کے خیال سے ان کے بیٹے کی کوہ ما صورتہ قورے یا مگر معنی انھیں کے پاس رہا جس وجہ کی
نفرش تھی اسی وجہ کی تعبیر فرمائی۔ شیخ سے لے لیا اور جزہ کو دیا اور جزہ شیخ کے مخالفین میں ہوتا منہ عفا اللہ عنہ۔

یہ اعلان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اشکر کے ساتھ آرہے ہیں۔ میری رائے میں کسی کو یہ طاقت کہ یہاں نہیں کہ ان سے مقاومت کر سکے اسلام نے آؤ سلامت رہو گے۔ البتہ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے یا جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن ہے یا جو شخص اپنا دروازہ بند کرے یا ہتھیار ڈال دینے اس کو بھی امن ہے ابوسفیان کی بیوی ہندہ نعان کی موچے پکڑی اور یہ کہا اے نبی کنانہ یہ پیر فرقت بیوقوف ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں کیا کیا بک رہا ہے اور بیت گالیاں دیں لوگ جمع ہو گئے ابوسفیان نے کہا اس وقت ان باتوں سے کچھ نہ ہوگا اے لوگو تم اس عورت کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا۔

کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے اور جو شخص میرے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امن، لوگوں نے کہا اے کبوت خدا تجھے ہلاک کرے تیرے گھر میں کتنے آدمی آسکیں گے ابوسفیان نے کہا کہ جہاں اپنے گھر کا دروازہ بند کرے اس کو بھی امن ہے۔

اور ابوسفیان نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ خیریت اسی میں ہے کہ تو اسلام لے آؤ نہ ماری جائے گی۔ جا اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ لوگ اس اعلان کو سنتے ہی بھاگے کوئی مسجد حرام کی طرف اور کوئی اپنے گھر کی طرف۔

مکہ مکرمہ میں داخلہ

اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کد ار کی جانب سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور مکہ میں داخل ہوتے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ کے آؤب اور احترام کرنا بیت درجہ ملحوظ رکھا۔ تواضع کے ساتھ سر جھکائے ہوئے داخل ہوئے شاہانہ شان سے داخل نہیں ہوئے۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن مغفلؓ سے مروی ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ناقہ پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ سورہ انعام پڑھ رہے ہیں۔

اس عظیم الشان فتح کے وقت مستوت اور نشاط فرحت اور انبساط کے آثار کے ساتھ ہر گاہ
خداوندی میں تشیخ اور تفرغ تذلّل اور تسکین کے آثار بھی چہرہ الزہر پر نمایاں ہو رہے تھے۔ ناقد پرستوار
تھے تو واضح سے گردن اس قدر جھکی ہوئی تھی کہ ریش مبارک کجاوہ کی لکڑی سے مس کر رہی تھی درواہ
ابن ابی مرسلہ اور آپ کے خادم اور خادم زادہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے ردیف تھے۔
(بخاری شریف)

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ جب آپ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپ کو دیکھ رہے
تھے لیکن آپ تو واضح کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے (دراہ الحاکم بسند جید)
معجم طبرانی میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن یہ فرمایا کہ یہ وہ ہے کہ جس کا
اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور پھر یہ سورۃ تلاوت فرمائی اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ زُفًّٰی ۝۲۲
اُن حضرت علیؓ علیہ السلام کی نظر مبارک اس ہتھی کہ ایک وہ وقت تھا کہ میں نے اسی شہر سے
کس بے کسی اور کس بے بسی کے ساتھ ہجرت کی تھی اور دشمنوں سے گریزاں اور تنہا یہاں سے
نکلا تھا۔ اب وہ وقت آیا کہ حق تعالیٰ کی اعانت اور نصرت سے اسی شہر میں نہایت شان و شوکت
کے ساتھ فاتحانہ داخل ہو رہا ہے۔ وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَآءُ

اس نے حضور پر نور کا سر مبارک تو واضح سے خم تھا اور پالان شتر پر سر رکھے ہوئے سجدہ شکر
بجالا رہے تھے اور جوش مسرت میں ترنم اور خوش الحانی کے ساتھ انا فتحنا اور اذا جاء نصر اللہ پڑھ
رہے تھے کہ بے شک فیتح مبین اور یہ نصرت سراپا شوکت و عظمت، محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور
انعام ہے کہ حق کو حکومت عطا ہوئی اور باطل سرنگوں ہوا اسلام اور ایمان کا نور چمکا اور کفر کی
ظلمتیں دور ہوئیں اور سرزمین حرم۔ کفر اور شرک کی جماعتوں سے پاک ہوئی۔

اُن حضرت علیؓ علیہ السلام کو کدّہ میں سے گزرتے ہوئے بالائی جانب سے کدّہ میں داخل
ہوئے اور خالد بن ولید کو اسفل کدّہ یعنی کدّہ کی سے داخل ہونے کا اور زبیرؓ کو اعلیٰ کدّہ یعنی کدّہ
کدّہ یعنی کدّہ کا بالائی جانب کہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کائنات اور ہر قسم کے ربانی مخلوق سے بہا

میں سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ تاکید فرمادی کہ تم خود ابتداً بالانتقال نہ کرنا جو شخص تم سے تعرض کرے صرف اس سے لڑنا۔ بعد ازاں اب نہایت ادب و احترام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے
جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو اہل ام ہانی بنمت ابی طالب کے گھر تشریف لے گئے اور غسل کر کے اٹھ رکعت نماز ادا فرمائی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ (بخاری)

اصطلاح علماء میں اس نماز کو صلاۃ الفتح کہتے ہیں۔ اور امراء اسلام کا یہ طریق رہا ہے کہ جب کسی شہر کو فتح کرتے تھے تو فتح کے شکر میں اٹھ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ سعد بن ابی وقاصؓ نے جب مدائن کو فتح کیا اور ابوبکرؓ میں داخل ہوئے تو اٹھ رکعت نماز ایک سلام سے ادا فرمائی۔ (روضہ الافان ص ۲۴)
عالمنا اسی وجہ سے امام اعظمؒ کا یہ قول ہے کہ اٹھ رکعت سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے
ام ہانی نے اُن حضرت علیؓ علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ میرے شوہر کے دو رشتہ دار بھاگ کر میرے گھر میں آ گئے ہیں جن کو میں نے پناہ دی اور میرا بھائی علیؓ ان کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

ساتھ نہ کوئی جانب اسلئے کہتے ہیں۔ مقام کدآر وہ مقام ہے کہ جس جگہ ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر لوگوں کو اللہ کے لئے پکارا تھا۔ بحوالہ قتال۔

وَ اَوْتُوْنِیْ النَّاسِ بِالْحَقِّ یَاْ تَوَّکُّلْ رِّجَالًا وَّ عَلٰی اَوْرَادُوْکُمْ مِّنْ عِیْشٍ کَیْفَ تَخْتَارُ ۝۱۲
اور اس کا مقام پہاڑی ذریعہ کے لئے یہ دعا فرمائی ہے جو قبول ہوئی۔
پا پیادہ اور کعبے اونٹوں پر ہر دور و دراز راہ سے

وَبَنَّا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ یُوَادُّ عَدُوَّ اِسے پروردگار میں نے اپنی بعض اولاد کو ایسے میلان
ذی زُرْجِ عِنْدَ بَنَاتِکَ الْمَحْرُوْمَ رَتَبًا میں بسایا ہے جہاں کہیتی کا نام و نشان نہیں تیرے محرم
لِیَقْبِیْمُوْا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃَ مِیْنُ گھر کے تیرے اے پروردگار عرض یہ ہے کہ نماز کا خاص
النَّاسِ تَقْوٰی اِلَیْھُمْ وَاَرْزُقْھُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ اتمام رکھیں سو کچھ لوگوں کے دل انکی طرف اُن کو پیچھے اور
تَعْلَمُوْا بِشُکْرِکُمْ ۝ (ابراہیم آیہ ۳۱) ان کے لئے بھل مٹا کر تیری نعمتوں کا شکر کریں۔

اس لئے اُن حضرت علیؓ علیہ السلام کو اس مقام سے داخل ہوئے کہ جہاں اُس کے بالی نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی (روضہ الافان ص ۲۵)

حضرت خالد کو اسلئے کہ اسے داخل ہونے کا حکم اس لئے دیا کہ مقابلہ اور مقابلہ کے لئے تمام ادبائش اسی جانب میں جمع تھے۔ (زر زکائی ص ۳۵)

جس کو ام بانی نے پناہ دی اس کو ہم نے بھی پناہ دی، علی کو چاہیے کہ ان دوا میوں کو نہ ملے۔
 نماز سے فارغ ہو کر شعب ابی طالب میں تشریف لے گئے جہاں آپ کا خیمہ نصب کیا گیا
 تھا، صحابہ نے مکہ میں داخل ہونے سے ایک روز پیشروی آپ سے دریافت کر لیا تھا کہ آپ مکہ میں
 کہاں قیام فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا جہاں قریش اور کینانہ نے نبی ہاشم اور نبی المطلب کو محصور کیا تھا۔
 اور آپس میں یہ عہد اور طعنت کیا تھا کہ نبی ہاشم اور نبی المطلب سے خرید و فروخت شادی اور بیاہ کے
 تمام تعلقات قطع کر دیئے جائیں جب تک محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ شعب
 ابی طالب اسی مقام کا نام ہے۔

صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلا کر یہ فرمایا
 کہ قریش نے کچھ لوہاں ہاشم سے مقابلہ کے لئے جمع کئے ہیں وہ اگر مقابلہ پر آئیں تو ان کو کھیتی کی طرح
 کاٹ کر رکھ دینا۔

صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو نے مقام خندہ میں بقصد مقابلہ کچھ
 اور ہاشموں کو جمع کیا۔ خالد بن ولید سے مقابلہ ہوا مسلمانوں میں سے دو شخص شہید ہوئے۔ خنیس بن خالد
 بن ربیعہ اور کرز بن جابر فہری اور مشرکین میں کے بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے۔ باقی سب بھاگ اُٹھے۔
 یہ ان اسحاق کی روایت ہے۔

اور غازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ خالد بن ولید جب اسفل مکہ سے داخل ہوئے تو بزکرا اور
 بنو عارض بن عبدمنہ اور کچھ لوگ قبیلہ ہذیل اور کچھ اور ہاشم قریش مقابلہ کے لئے جمع تھے حضرت خالد کے

۱۔ البدایہ والنہایہ ۵، ۴، ص ۲۹۹، ۳۰۰۔

۲۔ زندگانی ج ۲، ص ۳۲۳، فتح الباری ج ۸، ص ۱۶۔

۳۔ اس روایت کی بنا پر مشرکین میں کے صرف بارہ یا تیرہ آدمی مارے گئے اور موسیٰ بن عقبہ اصحاب سعد و عاتقہ
 کی رعایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیس یا چوبیس آدمی مارے گئے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے اور اقل۔ اکثر
 کے منافی نہیں اور ممکن ہے کہ مقتولین کی مجموعی تعداد چوبیس یا پندرہ اور صرف مقام خندہ میں بارہ یا تیرہ آدمی مارے
 گئے ہوں۔ اور باقی دوسرے مقام پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعظم۔

پہنچے ہی ان لوگوں نے بکھریا۔ خالد بن ولید نے جب ان کا مقابلہ کیا تو تاب نہ لاسکے شکست کھا کر بھاگے۔ بنو نمیر کے تقریباً بیس آدمی اور بنو ذیل کے تین یا چار آدمی قتل ہوئے۔ باقی ماندہ شخصوں میں بھگتی پڑ گئی، کوئی مکان میں جا کر چھپا اور کوئی پہاڑ پر چڑھ گیا، ابوسفیان نے چلا کر کہا جو شخص اپنا دروازہ بند کرے وہ امن سے ہے اور جو شخص اپنا ہاتھ روکے وہ امن سے ہے۔ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر تلواروں کی چمک پر پڑی تو خالد بن ولید کو بلا کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے میں نے تم کو قتال سے منع کیا تھا۔ خالد نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے ابتدا بالقتال نہیں کی۔ میں نے برابر اپنا ہاتھ روک رکھا، جب میں مجبور ہو گیا اور تلواریں ہم پر چلنے لگیں اس وقت مقابلہ کیا، آپ نے فرمایا اتنا اللہ غیر، اللہ تعالیٰ نے جو مقدمہ کیا اس میں خیر ہے۔ ۱۵

اس کے بعد امن قائم ہو گیا اور لوگوں کو امن دے دیا اور لوگ مطمئن ہوئے اور فتح مکمل ہو گئی تو آپ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

مسجد حرام میں داخلہ

فتح کے بعد اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا و لاٰی بیعتی اور و لاٰی ابی نعیم میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم جب حرم محرم میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ کے گرد میں سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے تھے آپ ایک ایک بُت کی طرت چھڑی سے اشارہ کر کے یہ پڑھتے جاتے تھے۔ جَاوَدَ الْحَقُّ دَسَّ هَقَّ الْبَاطِلِ اَوْرَبَتْ مِنْهُ بِلْ اَوْدَعْ غَرَبَاتِہِ تَحَہ۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ابن عمر کی حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن ابن عباس کی حدیث اس کی توثیق ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے عبداللہ بن عمر کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ۱۶

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے جس کے تمام راوی ثقہ

ہیں اور اس حدیث کو ہزار نے بھی مختصر آراستہ کیا ہے ۱۵

ابن اسحق اور ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ وہ بت سیسے سے چکے ہوئے تھے ۱۶

اسی بارے میں تمیم بن اسد خزاعی نے کہا۔ دنی الا صنم معتبرہ علم۔ لمن یرجو الثواب او العقاب ۱۷

جب آپ حرم میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ ناقہ پر سوار تھے اسی حالت میں طواف فرمایا طواف سے فارغ ہو کر عثمان بن طلحہ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنی لی اور بیت اللہ کو کھلوا دیا۔ دیکھا کہ اس میں تصویریں ہیں ان سب کے مٹانے کا حکم دیا جب تمام تصویریں مٹا دی گئیں اور آپ زہرم سے انکو دھو دیا گیا اس وقت آپ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی ۱۸

اور بیت اللہ کے تمام گوشوں میں پھیر کر توحید و تکبیر کی آوازیں سے اس کو منور کیا۔ اس وقت بلال اور اسامہ آپ کے ہمراہ تھے۔ فارغ ہو کر دروازہ کھولا اور باہر تشریف لائے دیکھا کہ مسجد حرام لوگوں سے کچھ کچھ بھری ہوئی ہے بچے سب منتظر ہیں کہ مجرموں اور دشمنوں کے متعلق کیا حکم دیا جاتا ہے یہ رمضان المبارک کی بیسیویں تاریخ تھی، باب کعبہ پر آپ کھڑے ہوئے اور کلید آپ کے ہاتھ میں تھی اس وقت آپ نے یہ خطبہ دیا۔

باب کعبہ پر خطبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
لَهُ صَدَق وَعْدُهُ وَنَصْرُ عَبْدِهِ وَ
هَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ - الْأَكْلَ مَاثِرَةً
أَوْ مَرَادَ مَا يَدْعَى فَهُوَ تَحْتَ قَدَمِي
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ
کر دکھایا اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کی تمام
جماعتوں کو اس نے تنہا شکست دی آگاہ ہو جاؤ جو
خصلت و عادت خواہ جانی ہو یا ملی ہو جس کا دعویٰ

۱۵۔ زرقانی، ج ۲، ص ۳۲۳

۱۶۔ مجمع الزوائد، ج ۶، ص ۱۶۹

۱۷۔ البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۳۰۲ -

۱۸۔ زرقانی، ج ۲، ص ۳۲۶

هاتين الاسد انلة البيت وسقاية
 الحجاج الا وقتيل الخطاء شبه لعمد
 بالسوط والعصا فففيه الدية مغلظة
 من الابل اربعون منها في بطونتها
 اولادها يامعشر قرئش ان الله قد اذهب
 عنكم نخوة المجاهلية واعظمها بالآباء
 الناس من ادم وادم من تراب ثم تلا
 هذه الآية يا ايها الناس انا خلقنا
 كم من ذكر وانثى وجعلناكم شعوبا
 وقبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند
 الله اتقىكم - اِنَّ اللهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ
 ثم قال يامعشر قرئش ما ترون افى
 فاعل بكم فالواخير افضل من الاولين
 اخ كريم قال فاني اقول لكم كما قال
 يوسف لاجلته لا تثريب عليكم اليوم
 اذهبوا فانتم الطلقاء - (ازاد المعاد
 سيرة بن هشام وزر قلفي) والبداية
 والنهاية ق ۳ ج ۴ و ۳ ج ۴
 کیا جائے کہ وہ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں سب
 لغوا رہ جائیں ہیں مگر بیت اللہ کی درباری اور عابیوں کو
 نہ نرم کا پانی پانا یہ خصلتیں حسب دستور برقرار رہیں گی
 آگاہ ہو جاؤ جو شخص غلط قدم کیا جائے گا اسے یا لائی
 سے اس کی دیت و خزانہ مغلطہ ہے سوا دس برسوں کے
 جس میں ہا سس حاملہ اونٹنیاں ہونگی۔ اے گروہ قریش
 اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور غرور اور آداب و اجداد
 پر فخر کرنے کو باطل کر دیا سب لوگ آدم سے ہیں اور آدم
 مٹی سے۔ اُس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اے
 لوگو ہم نے تم کو مرد و عورت سے پیدا کیا اور تم کو شعوب
 اور خاندانوں پر تقسیم کیا تاکہ تم میں ایک دوسرے کو پہچان
 اور حقیقت میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ رہی
 ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس ہو۔ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے
 پھر یہ ارشاد فرمایا اے گروہ قریش تمہارا میری نسبت کیا
 خیال ہے کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا۔ لوگوں نے
 کہہ بھلائی کا آپ شریف بنائی ہیں اور شریف بنائی کے
 بیٹے ہیں آپ نے فرمایا میں تم سے وہی کہتا ہوں جو یوسف
 علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا۔ تم پر آج کوئی قضا

لہ۔ یہ کہنے والے سہیل بن عمرو تھے جن سے آپ نے صلح حدیبیہ کی شرائط طے کی تھیں بعد میں جلی کر مشرف اسلام ہوئے۔
 جب آپ نے یہ ارشاد فرمایا اے گروہ قریش میری نسبت تمہارا کیا گمان ہے سہیل بن عمرو نے فی البدیہہ کہا انقول خیر والکن خیرا
 اخ کریم لائن اخ کریم مقتدرت۔ غیر یہ کہتے ہیں اور شریف کا گمان رکھتے ہیں۔ آپ شریف بھلائی میں اور شریف بنائی کے بیٹے
 اور انتقام پر ہر طرح قادر ہیں۔
 (اصابت ترجمہ سہیل بن عمرو)

اور ملامت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

عرب میں جو حسب و نسب پر فخر کرنے کا دستور چلا آ رہا تھا۔ آپ نے اس خطبہ میں اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور اسلامی مساوات کا جھنڈا نصب کر دیا اور یہ بتلادیا کہ شرف اور بزرگی کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعالمین بنا کر ہدایت عالم کے لئے مبعوث ہوئے تھے، آپ کا مقصود ہدایت تھا دشمنوں سے انتقام لینا یا دشمنوں کا کام ہے۔

حجابت و سقایت

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ مسجد میں بیٹھ گئے اور بیت اللہ کی کبھی آپ کے ہاتھ میں تھی حضرت علیؑ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کبھی ہم کو عطا فرما دیجئے تاکہ سقایت زمزم کے ساتھ حج بیت اللہ یعنی بیت اللہ کی درباری کاشرف بھی ہم کو حاصل ہو جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
 اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّوْاْ اِلَآئِنَا تَحِيْقَ اللّٰهِ تَمَّ كَوْحُكُمْ دِيَاہِ كَمَا نَتِيحُ پُحُودِ
 اِلَى اٰهْلِهَا (نساء، آیت: ۵۸) امانت دالوں کو۔

آپ نے عثمان بن طلحہؓ کو بلا کر کبھی مرحمت فرمائی اور یہ فرمایا کہ یہ کبھی ہمیشہ کے لئے لے لو۔
 (یعنی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی)
 میں نے خود نہیں دی بلکہ اللہ نے تم کو دلائی ہے۔ سوائے ظالم اور غاصب کے کوئی تم سے نہ چھین سکے گا۔

باب کعبہ پر اذان

ظہر کی نماز کا وقت آیا تو آپ نے بلالؓ کو حکم دیا کہ بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں قریش مکہ

۱۔ سعید بن مسیب مروی ہے کہ حضرت عباسؓ نے بھی اس کی بہت کوشش کی مگر آپ نے منظور نہیں فرمایا (ازاد المعاد ۱۳)

۲۔ یعنی مکرّم حج میں حاجین کو زمزم کا پانی پلانا یہ خدمت حضرت عباسؓ اور بنو ہاشم کے سپرد تھی ۱۲۔

۳۔ فتح ہمارى ج ۸، ص ۱۵، زر قانی ج ۲، ص ۱۳۳، ۳۴۰۔

وین حق کی فتح مبین کا یہ عجیب و غریب منظر پہاڑوں کی چوٹیوں سے دیکھ رہے تھے۔

اور جو سردارانِ قریش کفر و شرک کی ذلت اور دینِ برحق کی عزت کا یہ منظر نہ دیکھ سکے وہ روپوش ہو گئے ابوسفیان اور عتاب اور خالد بن اسید اور حارث بن ہشام و جو بعد میں مسلمان ہو گئے (اور دیگر سردارانِ قریش) محض کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب اور خالد نے کہا کہ اللہ نے ہمارے باپ کی بڑی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے ہی ان کو دنیا سے اٹھالیا۔ حارث نے کہا خدا کی قسم اگر مجھ کو یہ یقین ہو جاتا کہ آپ حق پر ہیں تو ضرور آپ کا اتباع کرتا۔ ابوسفیان نے کہا میں کچھ نہیں کہتا، اگر میں نے کوئی لفظ اپنی زبان سے نکلا تو یہ سنگریزے آپ کو خبر دیدیں گے۔ آپ کو بذریعہ وحی کے اطلاع ہو گئی جب آپ اُدھر سے گزرے تو ان لوگوں سے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا مجھے اس کی اطلاع ہو گئی ہے اور انھوں نے جو گفتگو کی تھی وہ سب بیان فرمادی۔ حارث اور عتاب نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس لئے کہ ہم میں سے تو کسی نے آپ کو اس امر کی اطلاع نہیں دی و معلوم ہوا کہ اللہ ہی نے بذریعہ وحی کے اپنے رسول کو ہماری ان باتوں کی خبر دی ہے (اربعاء ابو یعلیٰ عن ابن عباس وابن ابی شیبہ عن ابی سلمۃ) ۱۵

۴ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید کو مسلمان ہو جانے کے بعد مکہ کا وادی مقرر فرمایا، عتاب کی عمر اُس وقت اکیس سال کی تھی اور بطور روزِ نیا یک درہم پویمہ مقرر فرمایا۔ اس پر عتاب نے یہ کہا۔

آیتھا الناس اجاع اللہ مکہ من جاع علی درہم (روض الانبیا ج ۲) ایک درہم میں بھی بھوکا رہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک برابر مکہ کے امیر رہے صدیق اکبر جب خلیفہ ہوئے تو ان کو بترار رکھا جس دن صدیق اکبر کی وفات ہوئی اسی روز عتاب کی وفات ہوئی راستیاً عتاب لابن عبدالبر ترجمہ عتاب بن اسید

حضرت بلال نے جس وقت بام کعبہ پر چڑھ کر اذان دی تو ابو مخذومہ حمی اور چند نوجوان جوان کے ساتھ تھے بطور مستحضر اذان کی نقل آتارہے تھے۔

ابو مخذومہ نہایت خوش الحان اور بلند آواز تھے ان کی آواز گوش مبارک میں پہنچ گئی حکم ہوا کہ حاضر کئے جائیں۔ دریافت فرمایا کہ تم میں سے وہ کون ہے کہ جس کی آواز میرے کان میں پہنچے گی سب نے ابو مخذومہ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے سب کے چھوڑ دینے اور ان کے روک لینے کا حکم دیا۔

ابو مخذومہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور دل میں یہ گمان غالب ہے کہ میں قتل کیا جاؤں گا آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ اذان دو، بادل ناخواستہ اذان دی۔ اذان کے بعد آپ نے تعیلی عطا کی جس میں کچھ درہم تھے۔ اور سردار پیشانی پر دست مبارک پھیرا اور پھر سیدنا و حکیم پر نواف تک ہاتھ پھیرا اور یہ دعا دی باریک اللہ نیک و باریک اللہ علیک۔

ابو مخذومہ کہتے ہیں کہ دست مبارک کا پھیرنا تھا کہ آپ کی تہم نفرت یلختت تبدیل کیلقت ہوگئی اور طلب آپ کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ اب میں نے خود عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو تکہ کا مؤذن مقرر فرما دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھ کو تکہ کا مؤذن مقرر کیا۔ میں نے اگر عتاب بن اسید امیر مکہ کو اس کی اطلاع دی۔ اس آپ کے حکم کے مطابق اذان دینے لگا۔ مدۃ العمر تکہ میں مقیم رہے اور اذان دیتے رہے ۷۷ سال تک کہ یہی میں وفات پائی (استیعاب لابن عبد البر ترجمہ ابو مخذومہ رضی اللہ عنہ) سبیل فرماتے ہیں کہ ابو مخذومہ جس وقت مؤذن مقرر ہوئے اس وقت ان کی عمر سولہ سال کی تھی۔ وفات تک تکہ کے مؤذن رہے اور وفات کے بعد ان کی اولاد سلاسل بعد نسل ان کی اذان کی وارث ہوتی رہی۔

ایک شاعر ابو مخذومہ کی اذان کے بارے میں کہتا ہے

اذا ورب الکعبة المستورة و ما تلا محمد من سورة

قسم ہے رب کعبہ کی جس پر غلات نازل ہوا ہے اور قسم ہے قرآن کی سورۃ کی جن کی حمد علی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کی۔

۱۰۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو مخذومہ فتح مکہ کے بعد مؤذن مقرر ہوئے اور ان کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہی کے بعد آپ نے ان کو مؤذن مقرر فرمایا۔ واللہ اعلم۔

والنعمات من ابی محذورہ لا فعلن فعلتہ مذکورہ

اور قسم ہے ابو محذورہ کے نعمتائے اذان کی میں ملاں کام ضرور کروں گا۔ ۱۵

اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہو کر کہ صفائے شریف لائے اور دیر تک بیت اللہ کی طرف منہ کئے ہوئے دست بدعا اور مشغول حمد و ثناء رہے، دامن میں انصار کا مجمع تھا اسی اثناء میں بعض انصار کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر آپ کا شہر اور آپ کی زمین فتح کر دی ہے، مہاد ایسا نہ ہو کہ آپ یہیں شہر جائیں اور مکہ میں رہ پڑیں اور مدینہ تشریف نہ لجائیں اور آپس میں کچھ کہنے سننے لگے اسی وقت آپ پر وحی کے آثار نمودار ہو گئے۔ صحابہ کی یہ عادت تھی کہ نزولِ وحی کے دوران کوئی شخص آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔ جب وحی نازل ہو چکی تو آپ نے فرمایا: اے گروہ انصار! تم نے یہ کہا ہے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا: خوب سمجھ لو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نے اللہ کے حکم سے ہجرت کی ہے تمہاری زندگی میری زندگی ہے اور تمہاری موت میری موت ہے۔ یہ سن کر انصار ہاں شاری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو یہ اندیشہ ہوا کہ نصیب و ثمنال جس شمع کے ہم پر دانے ہیں وہ شمع ہماری محفل سے نہ اٹھالی جائے۔ ہم غلامانِ جاں نثار اور خادمانِ وفا و شہادہ ہر قسم کے اثار کے لئے تیار ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں انتہائی بخیل ہیں۔

بسیا یہ ترانہ پسندم عشق است و ہزار بنگامی

آپ نے ارشاد فرمایا اللہ اور اس کا رسول تم کو معذور اور سچا سمجھتے ہیں۔ درساہ مسلم ما احمد وغیرہما عن ابی ہریرۃ، زرقانی ۳۳ ج ۲۔ البدایہ والنہایہ ۳/۳۶ تا ۳۶ ج ۲۔

مردوں اور عورتوں سے بیعت

دعا سے فارغ ہونے کے بعد اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفائے شریف گئے لوگ بیعت

کے لئے جمع ہو گئے۔ آپ اسلام پر اور خدا اور رسول کی اطاعت پر بیعت لینے لگے۔ مردوں سے فقط اسلام پر اور حسب استطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر بیعت لینے اور بعض روایات میں بے کمر و پا سے اسلام اور جہاد پر بیعت لینے مردوں کی بیعت سے جب فراغت پائی تو عورتوں سے بیعت لینے لگے۔ عورتوں سے ان اُمم پر بیعت لی کہ جو بیعت اللہ کی آیت میں مذکور ہیں یعنی یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِفْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْسِلْنَ أَوْكَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهَاسٍ يَفْتَخِرْنَ بِهَا يَكُونَنَّ آمِنَاتٍ عَلَى أَنْ يُعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ قَبِيحًا يَعْنُنَ وَأَمْتَعِفْنَ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے جو بیعت فرماتے وہ محض زبان سے ہوتی تھی آپ کے دست مبارک نے کبھی بھی کسی نافرمان عورت کے ہاتھ کو مس نہیں کیا اور نہ کسی عورت سے کبھی آپ نے مصافحہ فرمایا بلکہ کپڑے کے ذریعہ بیعت کرتے تھے کہ کپڑے کا ایک کونہ محفوظ پر فور کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور کپڑے کا دوسرا کونہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

اور کبھی ایسا ہوتا کہ جب عورتوں سے بیعت لینے تو پانی کا ایک پیالہ منگا لیتے اور اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر نکال لیتے اور پھر عورتوں کو حکم دیتے کہ تم بھی اس پیالہ میں اپنے ہاتھ ڈال لو تو عورتیں بھی اپنا ہاتھ اس پیالہ میں ڈال کر تر کر لیتیں۔ اس طرح بیعت پختہ ہو جاتی تفصیل اگر درکار ہو تو تفسیر قرطبی سورۃ المتحنہ ص ۱۸۱ کی مراجعت کریں کہ کن عورتوں نے بیعت کی تاریخ ابن اثیر ص ۶۶ ج ۲ کو دیکھیں۔

ابن اثیر جزیری فرماتے ہیں کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مردوں کی بیعت سے فارغ ہو گئے تو عورتوں کی بیعت کی طرف متوجہ ہوئے، قریش کی جو عورتیں اس وقت بیعت کے لئے حاضر ہوئیں ان میں یہ چند نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۱- ام ابی بننت ابی طالب یعنی حضرت علیؑ کی بہن۔

۱۲- ام حبیبہ بنت عاص بن امیہ زوجہ عمرو بن عبدود عامری۔

۱۳- اردی بنت ابی العیص یعنی قتیبہ بن اسید کی بیوی۔

۱۴- عاتکہ بنت ابی العیص یعنی اردی کی بہن۔

۱۵- ہندہ بنت عقیبہ زوجہ ابوسفیان و والدہ امیر معاویہ۔

ہندہ جب بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تو چہرہ پر نقاب ڈال کر حاضر ہوئیں چونکہ ہندہ نے حضرت حمزہ کو قتل کرایا تھا اور اُن کا سینہ چاک کر کے اُن کا کلیجہ چبایا تھا۔ اس لئے جلد اور زہمت کی بنا پر منہ چھپا کر بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تاکہ پہچان نہ سکے اُن کی بیعت کا قصہ حسبِ قول ہے (ہندہ)۔ یا رسول اللہ آپ ہم سے کن چیزوں کا عہد مشاق لیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔

(ہندہ)۔ یا رسول اللہ آپ ہم سے ان باتوں کا عہد لیتے ہیں کہ جن کا آپ نے مردوں سے نہیں لیا لیکن ہم کو یہ منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ کہ چوری نہ کریں۔

(ہندہ)۔ میں اپنے شوہر ابوسفیان کے مال میں سے کچھ لے لیتی ہوں معلوم نہیں کہ یہ چوری میں اُغل ہے یا نہیں۔ ابوسفیان اس وقت وہیں موجود تھے، ابوسفیان نے کہا کہ جو گزر گیا وہ معاف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بقدر ضرورت اور بقدر کفایت شوہر کے مال سے لے سکتی ہے کہ عورت اور دستور میں جھکوا دے کہ بچوں کی ضرورت کو کفایت کر سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زنا نہ کرنا۔

وہندہ) کیا شریف عورت زنا کر سکتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد کو قتل نہ کرنا۔

(ہندہ) بینا ہم صغار وقتلتہم یوم بدربکارا فانتم و ہم اعلم ہم نے

ان کو بچپن میں پالا اور آپ نے ان کو جنگِ بدر میں مارا پس آپ وہ جانیں۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ سنکر بہنس پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی چڑھتیاں نہ لگا۔

دہندہ۔ وَاللّٰهُ اِنْ اَنْبِیَانَ الْبَہْمَنَانِ بَقِیُّوْہِ وَ مَا تَاْمُرْنَ اِلَّا بِالرَّشْدِ وَ مَکَامِ اَخْلَاقِ
خدا کی قسم کسی چڑھتیاں یا نہ صاف نہایت ہی برا ہے اور آپ ہم کو سوائے رشد اور ہدایت اور
سوار مکام اخلاق کسی چیز کا حکم نہیں دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کارنیک میں نافرمانی اور حکم عدوی نہ کرنا۔

دہندہ۔ ہم اس مجلس میں آپ کی نافرمانی کا ارادہ اور خیال بھی لے کر نہیں آئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ ان سے بیعت لے لو۔ بیعت کے

بعد آپ نے اُن کے لئے دعا و مغفرت کی

دہندہ نے اسلام لانے کے بعد عرض کیا کیا رسول اللہ - اسلام سے پہلے آپ کے چہرے

زیادہ کوئی چہرہ جھک کر مغفوت نہ تھا اور آپ سے زیادہ کسی کو دشمن نہ کرتی تھی اور اب آپ سے زیادہ

کوئی چہرہ مجھے محبوب نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی محبت میں اور زیادتی ہوگی۔

دوسرا خطبہ

ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ فتح مکہ کے دو ستر دن ایک خزامی نے ایک ہنری مشرک کو

مار مارا۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا نام پڑا تو صحابہ کو متح کر کے کہہ صفا پکڑے ہو کر خطبہ دیا۔

یا ایہا الناس ان اللہ حرم مکتہ اے لوگو بے شک اللہ تعالیٰ نے جس مکتہ کو

یوم خلق السموات والارض فہی حرام امنہ میں کو پیدا کیا اسی دن کہہ کہ حرام اور مقرر ہوا کیا

الی یوم القیامۃ فلا یجوز لامرئ پس وہ قیامت تک حرام اور مقرر رہے گا جس شخص

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اِنْ يَسْأَلْ
 فِيْهَا مَا دَلَّ اَوْ يَعْصِدُهَا شَجَرَةً وَلَمْ
 يَحْمِلْ لَهَا حِدَاكَانَ قَبْلِيْ وَلَا يَحْمِلْ
 لَهَا حِدَاكَانَ بَعْدِي وَلَمْ يَحْمِلْ لِيَ الْا
 هَذَا السَّاعَةَ غَضَبًا عَلٰى اَهْلِهَا اِلَّا اَنْ
 قَدْ رَجَعْتَ كَحَرَمَتِهَا يَا اِلَهَ مَسْ فَيَسْبِغُ
 الشَّاهِدُ مِنْكُمْ الْغَائِبُ فَمَنْ قَالَ لَكُمْ
 اَنْ رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَاتِلٌ فِيْهَا فَقُولُوْا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحْلَاهَا
 لِرَّسُوْلِهِ وَلَمْ يَجْعَلْهَا لَكُمْ يَوْمَ مَعْرِشٍ
 خُرَاعَةً اَرْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ عَنِ الْقَتْلِ
 اَفَلَقَدْ كَثُرَ الْقَتْلُ لَقَدْ قَتَلْتُمْ
 قَتِيْلًا لَا دِيْنََ فَمَنْ قَتَلَ بَعْدَ مَقَامِيْ
 هَذَا فَاَهْلَهُ بِخَيْرِ الْمَنْظَرِ اِنْ شَاءَ
 نَدَمٌ قَاتِلُهُ وَاِنْ شَاءَ وَافْعَلُهُ

جبرائیل اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ جائز نہیں
 کہ مکہ میں کوئی خون بہائے اور نہ کسی کے لئے کسی درخت
 کا کاٹنا جائز ہے، مگر نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال
 ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا اور میرے
 لئے بھی صحت اسی ساعت اور اسی گھڑی کے لئے حلال
 کیا گیا۔ اہل مکہ کی نافرمانی پر اور نارا راضی کی وجہ سے
 اور آگاہ ہو جاؤ کہ اس کی حرمت پھر وہی ہی ہو گئی
 جیسا کہ کل تھی۔ پس تم میں سے جو حاضر ہے وہ میرا یہ
 پیام ان لوگوں کو پہنچا دے کہ جو غائب ہیں پس تم میں سے
 جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں
 قتال کیا تو تم اس سے یہ کہہ دینا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ
 نے صحت اپنے رسول کے لئے مکہ کو کچھ وقت کے لئے
 حلال کر دیا اور تمہارے لئے حلال نہیں کیا اے گروہ خنزاع
 قتل سے اپنے اتھوں کو اٹھاؤ تم نے ایک شخص کو مار
 ڈالا جس کی ریت درختوں پر اور گلابوں پر آج کے بعد

کسی کو قتل کرے گا تو مقتول کے گھر والوں کو دہاتوں میں سے ایک بات کا اختیار ہوگا یا تو

خون کے ہبے قاتل کا خون لے لیں یا مقتول کی ریت درختوں پر لے لیں۔

بعد ازاں اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس سے ستواڑٹ اس شخص کی ریت اٹھا
 فراہی جس کو خنزاع نے قتل کیا تھا۔

مہاجرین کے متروکہ مکانات کی واپسی کا مسئلہ

کفار مکہ تمام مہاجرین کے مکانات اور جائداد اور املاک پر قبضہ کر چکے تھے جب آپ خطبہ سے فارغ ہو گئے، ہنوز باب کعبہ پر کھڑے ہوئے تھے کہ ابوالاحد بن جحش اُسٹھے اور اپنے اس مکان کی واپسی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہا جس کو ابوسفیان نے ان کی ہجرت کے بعد چار سو دنیا میں فروخت کر لیا تھا۔ آپ نے ان کو بلا کر کچھ آہستہ سے فرمایا، سنئے ہی ابوالاحد بن جحش خاموش ہو گئے اس کے بعد جب ابو جحش سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا تھا۔ ابوالاحد نے کہا آپ نے یہ فرمایا تھا اگر تو مبرک سے تو تیرے لئے بہتر ہوگا اور اس کے معاوضہ میں تجھ کو جنت میں ایک مکان مل جائے گا، میں نے عرض کیا میں مبرکوں کا

ان کے علاوہ اور بھی بعض مہاجرین نے چاہا کہ ان کے مکانات ان کو واپس آجائیں۔ آپ فرمایا تھا لا حول والہ اللہ کی ماہ میں جا چکا ہے میں اس کی واپسی پسند نہیں کرتا۔ یہ سنتے ہی تمام مہاجرین خاموش ہو گئے اور جو گھر اللہ اور اُس کے رسول کے لئے چھوڑ چکے تھے پھر اُس کی واپسی کا کوئی حرف نہ بولے۔ ابوالاحد بن جحش نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیاہمتے اور جس مکان میں حضرت خدیجہ طہ سے شادی ہوئی آپ نے اس کا ذکر تک نہیں فرمایا۔

عفو عام کے بعد مجربان خاص کے متعلق احکام

فتح مکہ کے دن آپ نے عفو عام کا اعلان کلا دیا۔ جنہوں نے آپ کے راستہ میں کٹے بچھائے تھے اور جنہوں نے آپ پر پتھر برساتے تھے اور جو ہمیشہ آپ سے برسرِ پیکار رہے اور جنہوں نے آپ کی ایڑیوں کو لہو لہان کیا تھا سب کو معافی دے دی گئی۔ مگر چند اشخاص جو بارگاہِ نبوی میں غایت درجہ گستاخ اور دیدہ و بہن تھے ان کے متعلق یہ حکم ہوا کہ جہاں کہیں ملیں قتل کر دئے

جائیں ایسے لوگوں کے متعلق خداوند ذوالجلال کا کیا حکم ہے۔

مَلْعُونِينَ اَيْنَمَا تَقِفُوا اُخِذُوا وَ قَتَلُوا
نَقِيلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلُ وَلَنْ يَّجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ بَدِيْلًا
یہ ملعون جہاں کہیں پائے جائیں پکڑے جائیں اور قتل
کئے جائیں جیسا کہ گزشتہ مفسدین کے بارے میں
اشکایا گیا ہے اور اللہ کے آئینہ اور عادت
میں کوئی تغیر و تبدل نہ پاوے گا۔

پیغمبر خدا کی توقیر و تعظیم اور اس کی نصرت و حمایت تمام امت پر فرض ہے ماس کی بے حرمتی
وہی الہی کی بے حرمتی ہے اِنَّا نَشَاطُكُ هُوَ اَكْبَرُ۔

وَقَالَ تَعَالٰی وَاَنْ تَكْفُرُوْا اَیْمَانُھُمْ مِنْ
بَعْدِ عٰھْدِھُمْ وَطَعْنُوْا فِیْ رِیْسِکُمْ
فَقَاتِلُوْا اَیْمَةً اَلْکُفْرِ اِنَّھُمْ لَا اَیْمَانَ
لَھُمْ لَعَلَّھُمْ یَنْتَھَوْنَ ؕ اَلَا تَتَّقِلُوْنَ
قَوْمًا فَاَکْفُرُوْا اَیْمَانُھُمْ وَھُمْ وَاٰخِرُ
الْمَرْسُوْلِ وَھُمْ یَبْذُرُوْکُمْ اَوَّلَ مَرْثَیَہٗ
اَمْخَشَوْکُمْ ھُمْ ؕ فَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ
اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝
اگر بعد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑیں اور تمہارے
وہی مہم کریں تو ان پر پشور این کفر سے قتل کر دینی
قسمیں کچھ نہیں بلکہ اس قسم کی شرارتوں سے اپنا جائیں
کیوں نہیں جگ کرتے تم ان لوگوں سے جنہوں نے
اپنی قسموں کو توڑا اور ان کی پیغمبر کے نکالنے کی اور
پیغمبر میں ابتداء کی۔ کیا ان لوگوں سے ڈرتے ہو
موت خداوند ذوالجلال سے تم کو ڈرنا چاہیے مگر
تم سچے مومن ہو۔

یعنی جن لوگوں نے پیغمبر کے نکالنے کا نعت راواہی و تصدی کیا ان کے قتال میں اہل ایمان
کو ذرہ برابر تاثر نہ ہونا چاہیے انکی ظاہری قوت و شوکت اور مادی ساز و سامان سے خائف نہ ہونا
صرف اللہ سے ڈریں اور اس کے رسول کی نصرت و حمایت میں جان و مال جو کچھ بھی درکار ہو
اس سے دریغ نہ کریں اور یہ امر اہل عقل پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ سب شتم و تہنزا اور

تسوغ گستاخی اور دیدہ دہنی کا جرم نکال دینے کے جرم سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ حکومت اپنے سخت سے سخت مجرم کو معافی دے سکتی ہے لیکن ملک معظم اور وسیع کے کی شان میں گستاخی اور دیدہ دہنی کرنے والے سے ایک لمحہ کے لئے اغماض نہیں کر سکتی۔ اس میں حکومت کی بے حرمتی اور بے وقوفی ہے۔

علاوہ ازیں پیغمبر کی توہین اور بے حرمتی ساری امت کی توہین اور بے حرمتی ہے۔ لہذا ہر امتی کا فرض ہے کہ جب آپ کی شان میں گستاخی سُنے تو فوراً اُس کی جان سے یا اپنی جان دیدے۔
 لَسْتُمْ اَیْدِیْنَا وَ مَجْلَمِ دَاۤیْمَا ۝ وَلَسْتُمْ بِالْاَعْمَالِ اِلَّا بِالْاَعْمَالِ
 ہمارے ہاتھ گالیاں دیتے ہیں اور ہماری رائے اور عقل علم اور بروہاری کرتا ہے۔ ہم عمل سے گالیاں دیتے زبان نہیں۔
 شفا قاضی عباس میں ہے کہ خلیفہ بارون رشید نے جب امام مالکؒ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کا حکم دریافت کیا تو بار بار فرمایا۔

مَابَقَاءُ الْاُمَّةِ بَعْدَ مَشْتَمِ نَبِیْہَا ۝ اس امت کی کیا زندگی ہے جس کے پیغمبر کو گالیاں دی جائیں
 شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حنفی مدرس اللہ رحمہ و نور فریحہ (رآمین) کے زمانہ میں ایک نفرانی نے اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی تو امام موصوف نے چھ سو صفحہ کی ایک ضخیم کتاب تھوڑی موشوع پر تصنیف فرمائی اور انصام المسئول علی شاتم الرسول اس کا نام رکھا جس میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ تابعین اور تعامل خلفاء راشدین اور عقلی دلائل و براہین سے شاتم رسول کا واجب القتل ہونا ثابت کیا ہے جزا اللہ تعالیٰ عن الاسلام المسلمین
 ختم آمین -

الحاصل

جن لوگوں کے متعلق اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن یہ حکم دیا تھا کہ جہاں میں قتل کر دیتے جائیں تقریباً وہ پندرہ سو تھے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ یکتا ب دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی ہے۔

اول: (عبداللہ بن خطل) یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامل بنا کر صدقات وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ ایک غلام اور ایک انصاری ساتھ تھے ایک منزل پر پہنچ کر ابن خطل نے غلام کو کھانا تیار کرنے کے لئے کہا، غلام کسی وجہ سے سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو ابن خطل نے دیکھا کہ اس نے ابھی تک کھانا تیار نہیں کیا غصہ میں آکر اس غلام کو قتل کر ڈالا بعد میں خیال آیا کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور مجھ کو اس کے قصاص میں قتل کریں گے مرتد ہو کر مکہ چلا آیا اور مشرکین میں جا ملا اور صدقات کے اونٹ بھی ساتھ لے گیا۔ آپ کی بھویں شعر کہتا تھا اور باندیوں کو ان اشعار کے گانے کا حکم دیتا، پس اس کے تین جرم تھے۔ ایک خون ناحق۔ دوسرا مرتد ہو جانا۔ تیسرا جرم یہ کہ آپ کی بھویں شعر کہتا۔ ابن خطل فتح مکہ کے دن غمانہ کعبہ کے پردوں سے جا کر لپٹ گیا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ابن خطل بیت اللہ کے پڑھ کو کچرے ہوئے ہے آپ نے فرمایا وہیں قتل کر ڈالو چنانچہ ابو بزرہ اسلمی اور سعد بن حریش نے وہیں جا کر قتل کیا۔ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی گردن اڑائی گئی۔

(الصمام الملول ۶۳۳ و زرقانی ۲۱ ج ۲)

دوم و سوم: قرطی اور قرنیہ یہ دونوں ابن خطل کی لونڈیاں تھیں شب در شب آپ کی بھوکاتی ربتی تھیں مشرکین مکہ کسی مجلس جمع ہوتے تو شراب کا دھڑپٹا اور یہ دونوں آپ کی بھویں اشعار پڑھتی اور گاتی اور بجاتی۔ ایک ان میں سے ماری گئی اور دوسری نے امن کی درخواست کی اس کو امن دے دیا گیا۔ حاضر ہو کر مسلمان ہو گئی۔ ۱۵

چہارم: رشاہہ ابی المطلب میں سے کسی کی باندی تھی۔ یہ بھی آپ کی بھوکایا کرتی تھی بعض کہتے ہیں کہ قتل کی گئی اور بعض کہتے ہیں کہ اسلام لے آئی اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت تک زندہ رہی اور یہی وہ عورت تھی کہ جو مالک بن ابی بلتعہ کا خط لے کر مکہ ما رہی تھی۔

پنجم: (خونیش بن نقید) یہ شاعر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھویں شعر کہتا تھا۔ اس نے اس کا خون بہا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو قتل کیا۔ ۱۵

ششم: (مقیس بن صباہ) یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ غزوہ ذی قعد میں ایک انصاری
 رہنے اُس کے بھائی ہشام کو دشمنوں میں سے سمجھ کر غلطی سے قتل کر دیا۔ اُس حضرت صلی علیہ وسلم نے
 دیت دلانے کا حکم دیا۔ مقیس نے دیت لینے کے بعد انصاری کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ چلا گیا۔
 فتح مکہ کے دن آپ نے اُس کا خون مُباح کیا۔ غیلہ عبداللہ لُثی نے اس کو قتل کیا۔
 مقیس بن صباہ۔ ہانڈ میں جاتا ہوا گرفتار ہوا مارا گیا۔

ہفتم: عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (یہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب الہی
 تھے، مرتد ہو کر کفار سے جا ملے۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے دن جان بچانے کی خاطر
 چھپ گئے۔ حضرت عثمان ان کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 اس وقت لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ، عبداللہ حاضر ہے، اُس سے
 بھی بیعت لے لیجئے۔ آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ بالآخر جب حضرت عثمان نے آپ سے کئی بار
 بار درخواست کی تو آپ نے ابن ابی سرح سے بیعت لے لی اور اسلام قبول فرمایا۔ اس طرح اُن کی
 جان بخشی ہوئی بعد میں صحابہ سے فرمایا کہ تم میں کوئی سمجھدار نہ تھا کہ جب میں نے عبداللہ کی بیعت سے
 ہاتھ رک لیا تھا، اُنھ کو اس کو قتل کر ڈالتا کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس وقت کوئی
 اشارہ کیوں نہ فرمایا۔ آپ نے کہا نبی کے لئے اشد بازی زیبا نہیں۔

اس مرتبہ عبداللہ بن ابی سرح نہایت سچائی کے ساتھ اسلام لائے اور کوئی بات بعد میں
 ظاہر نہیں ہوئی۔ حضرت عمرو اور حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں مصر وغیرہ کے والی ابھٹا کہ ہے
 اور حضرت عثمان غنی کے زمانہ خلافت ۲۷ھ یا ۲۸ھ میں افریقہ کی فتح کا سہرا انھیں کے سر ہوا اور
 مال غنیمت جب تقسیم ہوا تو ایک ایک شخص کے حصہ میں تین ہزار دینار آئے۔ حضرت عثمان کی شہادت
 کے بعد فتنوں سے پہلی علیحدہ رہے، حضرت علی اور حضرت معاویہ میں سے کسی کے ہاتھ پر بھی بیعت

نہیں کی حضرت معاویہ کی اخیر زمانہ امارت میں مستقلان میں وفات پائی وفات کا عجیب واقعو ہے
ایک روز صبح کو اٹھے اور یہ دعا مانگی۔

اللّٰهُمَّ اجعل آخر عملي الصّٰلِح اے اللہ میرا آخری عمل صبح کے وقت ہو۔

وضو کی اور نماز پڑھائی، دائیں جانب سلام پھیر کر بائیں جانب سلام پھیرنا چاہتے تھے کہ
موت عالم بالا کو پردہ از کر گئی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ سَاٰجِعُوْنَ۔ رضی اللہ عنہ وارضاه۔

ہشتم: عکرمہ بن ابی جہل ایہ بھی انھیں لوگوں میں سے تھے کہ جن کا خون فتح مکہ کے دن
آپ نے مباح کیا تھا۔ عکرمہ ابو جہل کے فرزند تھے، باپ کی طرح یہ بھی آپ کے خدیہ ترین دشمن
تھے۔ فتح مکہ کے بعد بھاگ کر مین چلے گئے، عکرمہ کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام اسلام
لے آئیں اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے شوہر کے لئے امن کی درخواست کی رحمت عالم اور
عفو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرزند ابی جہل کے لئے امن کی درخواست کو فوراً منظور فرمایا۔

عکرمہ بھاگ کر مین کے ساحل پر پہنچے کشتی پر سوار ہو گئے کشتی کا چلنا تھا کہ تندہواؤں نے
اگر کشتی کو گھیر لیا۔ عکرمہ نے لات اور عزی کو مدد کے لئے پکارا کشتی والوں نے کہا اس وقت
لات اور عزی کچھ کام نہ دیں گے۔ ایک خدا کو پکارو۔ عکرمہ نے کہا اگر خدا کی قسم اگر دریا میں کوئی چیز
خدا کے سوا کام نہیں کر سکتی تو مجھ کو خشکی میں بھی سوائے خدا کے کوئی چیز کام نہیں کر سکتی اسی وقت سچے
دل سے خدا کے ساتھ یہ عہد کر لیا۔

اللّٰهُمَّ لَكَ عہد ان عافیتنی مما
انا فیہ ان آتی محمد احتی اضع
یدی فی یدہ فلاجد نہ عفو
عقورا کریم۔

اے اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے اس
پریشانی سے نجات بخشی تو ضرور محمد رسول اللہ کی خدمت
میں حاضر ہو کر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں بیٹھوں گا
اور یقیناً ان کو بڑا معاف کرنے والا درگزر کرنے والا

ردادہ البراد ورواۃ النسائی اور مہربان پاؤں گا۔

اور عرسِ عکرمہ کی بیوی ام حکیم پہنچ گئیں اور کہا،

یا ابن عم جنتک من عند ابرائناں اسے ابن عم میں سے زیادہ نیکو کار اور سب سے زیادہ
و اوصل الناس وخیر الناس لاحتک صلہ رحمی کرنے والے اور سب میں بہتر شخص کے پاس
فصلک افی قد استأمنت لک رسول آئی ہوں تو اپنے آپ کو ہلاکت مت کو میں نے تیرے
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان حاصل کیا ہے۔

یہ سن کر عکرمہ ام حکیم کے ساتھ ہر لیا۔ راستہ میں مباشرت کا ارادہ کیا۔ ام حکیم نے کہا ابھی تو
کافر ہے اور میں مسلمان ہوں عکرمہ نے کہا کس بڑی شئی نے تجھ کو مذہب سے اور یہ کہہ کر مکہ کا قصد کیا اور
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے ہی صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا

یا تیکم عکرمہ مومنا فلا تسبوا عکرمہ مومن ہو کر آ رہا ہے لہذا اس کے باپ کو بُرا
اباہ فان سب المیت یؤذی الھی نہ کہنا مردہ کو برا کہنے سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے۔
عکرمہ آپ کی خدمت میں پہنچے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور بیوی ساتھ تھی وہ لفظاً
ڈاڑھے ہوئے ایک طرف کھڑی ہو گئی اور عرض کیا کہ یہ میری بیوی ماضی ہے اس نے مجھ کو خبر دی ہے
کہ آپ نے مجھ کو ان دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اُس نے سچ کہا تجھ کو ان ہے، عکرمہ نے کہا آپ کس چیز
کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس امر کی شہادت دو کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں
اور میں اللہ کا رسول ہوں اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اس کے علاوہ اور چند خصال اسلام کی
تلقین فرمائی۔ عکرمہ نے کہا:

قد كنت الا الى خیر و امر حسن جمیل بے شک آپ نے خیر اور حسن اور پسندیدہ امر کی طرف
قد كنت فینا یا رسول اللہ قبل ان دعوت دی ہے اور یا رسول اللہ اس دعوت حق سے
تدعوننا و انت اصدقنا حدیثا و ابرنا بیشیز بھی آپ ہم میں سے زیادہ سچے اور نیکو کار تھے۔
اور اس کے بعد کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
کلمہ شہادت کے بعد عکرمہ نے کہا کہ میں اللہ کو اور تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ میں مسلمان اور

جہاد اور جہاد جہاد

اور یا رسول اللہ آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ میرے لئے استغفار فرمائیں اپنے
عکرمہ کے لئے دعا و مغفرت فرمائی، عکرمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ قسم ہے خداوند ذوالجلال کی
جو خرچ میں نے خدا کی راہ سے روکنے کے لئے کیا اب میں خدا کی راہ میں بلانے کے لئے اس سے
دو چند خرچ کروں گا۔ اور حسن قدر قتال خدا اور اس کے رسول کے خلاف میں کیا ہے اُس سے دو چہ
قتال خداوند ذوالجلال کی راہ میں کروں گا اور جس جس مقام پر لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا ہے
اُس اُس مقام پر جا کر لوگوں کو اللہ کی طرف بلاؤں گا چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب
مرتدین کے مقابلہ کے لئے لشکر روانہ کئے تو ان میں ایک لشکر کے سردار عکرمہ تھے الغرض
باتی ساری غمخوار اُس کے رسول کے دشمنوں سے جہاد اور قتال میں گزارى۔ صدیق اکبر کے
زمانہ خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جسم پر تیر اور تلوار کے ستر سے زیادہ زخم تھے بلکہ
ام المؤمنین ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار یہ فرمایا کہ
میں نے خواب میں ابوجہل کے لئے جنت میں ایک خوشہ دیکھا۔ جب عکرمہ مسلمان ہوئے تو آپ نے
ام سلمہ سے فرمایا اُس خواب کی تعبیر ہے (اصابہ ترجمہ عکرمہ)

عکرمہ کے مسلمان ہونے کے بعد یہ حالت تھی کہ جب تلاوت کے لئے بیٹھے اور قرآن کریم
کو کھولتے تو روتے اور غشی کی کیفیت ہوتی اور بار بار یہ کہتے ہذا کلام ربی یہ میرے پروردگار
کا کلام ہے یہ میرے پروردگار کا کلام ہے۔ ۳۵

ایک روایت میں ہے کہ فتح مکہ میں عکرمہ کے ہاتھ سے ایک مسلمان شہید ہوا جب آپ کو یہ خبر
دی گئی تو مسکرائے اور فرمایا کہ قاتل اور مقتول دونوں ہی جنت میں ہیں ۳۶
اشارہ اس طرف تھا کہ عکرمہ فی الحال اگرچہ کافر ہیں لیکن عنقریب اسلام میں داخل ہوں گے۔

۳۵۔ ترمذی ج ۶، ص ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۳، ص ۱۸۸

۳۶۔ احوال علوم الدین، ج ۱، ص ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ مدارج النبوت، ج ۲، ص ۳۹۳

کیا تو ان میں دشمنی بھی تھی، جس حربہ سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا وہ ساتھ ساتھ تھا اسی حربہ سے سیلہ کذاب کو مائل جہنم اور یہ کہا کرتے تھے کہ اسی حربہ سے خیر الان اس کو قتل کیا ہے اور اسی حربہ سے خیر الان اس کو قتل کیا ہے۔ (استیعاب لابن عبد البر ترجمہ وحشی بن حرب ص ۱۵۷)

یا زوہم، (کعب بن زہیر) مشہور شاعر ہیں، آپ کی بجوں اشعار کہا کرتے تھے۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ بھی انھیں لوگوں میں سے ہیں جن کا خون آپؐ نے فتح مکہ کے دن ہدر کیا تھا یہ مکہ سے بھاگ گئے تھے، بعد میں مدینہ منورہ حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور آپؐ کی مدح میں قصیدہ کہا جو بابت سعاد کے نام سے مشہور ہے۔ ص ۱۵۷

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش ہوئے اور اپنی چادر عنایت فرمائی
ووازدوہم، (حارث بن ظالم) یہ شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوکا کرتا تھا۔
فتح مکہ کے دن حضرت علیؓ نے اس کو قتل کیا۔ ص ۱۵۷

سیز دوہم، (عبد اللہ بن زبیری) یہ بڑے زبردست شاعر تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوکا رفت میں شکر کہا کرتے تھے۔ سعد بن سبب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ابن زبیری کے قتل کا حکم دیا۔ یہ بھاگ کر بخران چلے گئے، بعد میں تائب ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور اسلام لائے اور معذرت میں اشعار کہے ص ۱۵۷

یا رسول الملک انت لسانی راتوق ما فتئت اذ انا نبوء

اے اللہ کے رسول میری زبان اس نقصان کا جبر کو گئی جو میں نے اپنی ہلاکت اور گمراہی کے زمانہ میں پہنچایا ہے۔

آمن اللحم والعظام بربی فہ قلبی الشہید انت الذیر

میرا گوشت اور میری ہڈیاں پروردگار پر ایمان لے آئیں، پھر میرا دل شہادت دیتا ہے کہ آپؐ خدا کے بشیر و نذیر ہیں۔

(سیرۃ ابن ہشام)

چہار دہم: دہیرہ بن ابی وہب مخزومی، یہ بھی انھیں شعراء میں سے تھا جو آپ کی نجوم میں شعر
کہا کرتے تھے فتح مکہ کے دن بخران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔ دسیرہ ابن ہشام
اصابہ ہر جبہ بند بنت ابی طالب حوام ہانی کے کینست سے مشہور ہیں ہنیرہ بن ابی وہب کی بیوی تھیں
پانزدہم: رہندہ بنت عقبہ زوجہ ابی سفیان، یہ وہی ہندہ ہے کہ جس نے معرکہ اُحد
میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جگر نکال کر چبا یا تھا۔ ہندہ کبھی انھیں عورتوں میں داخل ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جن کے قتل کا حکم دیا تھا۔ ہندہ اُن حضرت
کو بہت ایذا دیتی تھی۔ ہندہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی اور اسلام قبول کیا۔
اور گھر جا کر تمام بیویوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ کجا خدا کی قسم تمھاری ہی وجہ سے ہم دھوکہ
میں تھے۔

یہ پندرہ اشخاص ناقابلِ عفو مجرم تھے ان کا جرم نہایت سنگین تھا جس نے اپنے قصور کا
اعتراف کیا اور تائب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کو امن ملا۔ اور جو اپنی بغاوت اور
سرکشی پر قائم رہا وہ قتل ہوا۔

اب ہم اس کے بعد۔ اُن چند معززینِ قریش کا ذکر کرتے ہیں کہ جو فتح مکہ کے موقع پر شرف
باسلام ہوئے۔

اسلام ابی قحافہ

یعنی ابو بکر صدیق اکبر کے باپ کے مسلمان ہونے کا واقعہ

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے کہ ابو بکر صدیق اپنے بڑے
باپ کو لئے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے سامنے بٹھلا دیا آپ نے فرمایا:

۱۔ سیرۃ ابن ہشام، واصابہ، ج ۴، ص: ۴۲۵

۲۔ سیرۃ ابن ہشام، واصابہ، ج ۴، ص: ۴۲۵

ہلا ترک۔ الشیخ فی بیتہ حتی
 ا کون انا آمینہ فیہ
 ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔

یا رسول اللہؐ ہوا حق ان یمشی
 الیک من ان تمشی الیہ انت
 یا رسول اللہؐ بجائے اس کے کہ آپ چل کر میرے باپ
 کے پاس جائیں بہتر یہی ہے کہ میرا باپ خود پا پادہ
 چل کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔

بعد ازاں آپؐ نے ابو تمّاذہ کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور اسلام کی تلقین کی۔ ابو
 تمّاذہ نے اسلام قبول کیا۔ بڑھاپے کی وجہ سے تمام چہرہ اور سر سفید تھا آپؐ نے خطاب کیلئے
 ارشاد فرمایا اور یہ تاکید فرمادی کہ سیاہی سے بالکل دور رکھنا۔ یعنی سیاہ خضاب ہرگز استعمال نہ کرنا۔
 علامہ حلبی سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں کہ جب ابو تمّاذہ اسلام لے آئے تو ان حضرت علیؓ کی خدمت میں
 علیہ السلام نے ابوبکر صدیقؓ کو مبارک باد دی۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ قسم ہے اُس ذات
 پاک کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا۔ ابوطالب اگر اسلام لے آتے تو میری آنکھیں زیادہ ٹھنڈی نہیں۔

اسلام صفوان بن امیہ

صفوان بن امیہ سرداران قریش میں سے تھے جو در سخا میں مشہور تھے فیاض اور مہمان
 نوازی میں یہ گھرانہ ممتاز تھا۔ ان کا باپ امیہ بن خلف جنگ بدر میں مارا گیا۔ فتح مکہ کے دن
 صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گئے۔ ان کے چچا زاد بھائی عمر بن وہب نے بارگاہ نبویؐ میں حاضر
 ہو کر صفوان کے لئے امن کی درخواست کی آپؐ نے ان دیا اور بطور علامت اپنا عامہ یا چادر بھی
 عنایت فرمائی۔ عمر جا کر ان کو جدہ سے واپس لائے۔ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے محمدؐ۔

۱۔ - روض الالف ج ۱، ص ۲۶۰

۲۔ - سیرۃ حلبیہ، ج ۱، ص ۲۱۲ ۳۔ - ابن ہشام ص ۲۷۶

عمیرہ کہتا ہے کہ آپ نے مجھ کو امن دیا ہے آپ نے فرمایا ایں صفوان نے کہا مجھ کو سوچنے کے لئے
 وہاں کی مہلت دیکھئے آپ نے فرمایا مجھ کو چار مہینے کی مہلت ہے فی الحال مسلمان نہیں ہوتے۔
 مگر غزوہ حنین میں آپ کے ہمراہ رہے، آپ نے کچھ زریں ان سے بطور عاریت لیں۔ حنین
 میں پہنچ کر ان کی زبان سے یہ لفظ نکلے۔

حکات یروبنی رجل من قریش۔ قریش میں کا کوئی شخص میری تربیت کرے وہ میرے
 احب الی من ان یروبنی رجل نزدیک وہ محبوب ہے اس سے کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی
 من ہوازن آدمی میری تربیت کرے

حنین سے واپسی میں آپ نے صفوان کو بے شمار بکریاں عطا فرمائیں صفوان نے ان بکریوں کو
 دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم اتنی سخاوت سوائے نبی کے کوئی نہیں کر سکتا اور مسلمان ہو گئے۔ راستے میں اصابہ
 ترجمہ صفوان بن امیہ

اسلام سہیل بن عمرو

آپ مکہ کے اشرف اور سادات میں سے تھے خطیب قریش کے نام سے مشہور تھے۔
 صلح حدیبیہ میں انھیں کأتے دیکھ کر آپ نے فرمایا تھا۔

قد سهل من امرکم اب تھا اس معاملہ کچھ سہل ہو گیا۔
 فتح مکہ کے دن سہیل نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بارگاہ نبوت میں بھیجا کہ جاکر آپ سے میرے لئے
 امن حاصل کرے، آپ نے اس کو امن دیا اور صحابہ سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا۔

من لقی سہیل بن عمرو فلا یجدہ بر شخص سہیل سے ملے وہ اس کی طرف تیز نظروں سے
 الیہ النظر فلعمری ان سہیلا نہ دیکھے، قسم ہے میری زندگی کی تحقیق سہیل بڑا عاقل
 لہ عقل و شرف وما مثل سہیل اور نہایت سہیل جیسا شخص اسلام سے جاہل
 یجہل الا سلام بے فہم نہیں رہ سکتا۔

سہیل نے فی الحال اسلام قبول نہیں کیا۔ غزوہ خنین میں آپ کے ساتھ رہے اور حجاز میں مشرف باسلام ہوئے۔

اور قسم کھائی کہ جس قدر مشرکین کے ساتھ ہو کر جنگ کی ہے اسی قدر اب مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جنگ کروں گا اور جتنا مال مشرکین پر خرچ کیا ہے اتنا ہی مسلمانوں پر خرچ کروں گا۔

ایک دن حضرت عمرؓ کے دروازہ پر لوگوں کا مجمع تھا ملاقات کے منتظر تھے سہیل بن عمرو ابوسفیان بن حرب اور دیگر مشائخ قریش بھی موجود تھے۔ دربان نے جب اطلاع کی تو سبب اور بلال اور دیگر اہل بدر کو اندر بلا لیا گیا۔ اور سہیل اور ابوسفیان اور مشائخ قریش کو چھوڑ دیا گیا ابوسفیان نے کہا آج جیسا منظر تو میں نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ غلاموں کو تو بلایا جا رہا ہے اور ہماری طرف التفات بھی نہیں۔ اس موقع پر سہیل نے جو عاقلانہ اور دانشمندانہ جواب دیا وہ دلوں کی تختیوں پر کندہ کرانے کے قابل ہے۔ سہیل نے ابوسفیان اور دیگر مشائخ قریش کو مخاطب کر کے کہا۔

اے قوم خدا کی قسم ناگواری اور غصہ کے آثار تمہارے چہروں پر نمایاں دیکھ رہا ہوں بجائے اس کہ تم دوسروں پر غصہ کرو تم کو خود اپنے نفسوں پر غصہ کرنا چاہیے اس لئے کہ وہ بنی حنیث ان لوگوں کو بھی دی گئی اور تم کو بھی یہ لوگ سنتے ہی دوڑ پڑے اور تم نے پس و پیش کی اور بچھے رہے۔ خدا کی قسم جس شرف اور فضیلت کو یہ لوگ لے دوڑے تمہارا اس شرف سے محروم رہ جانا میرے نزدیک اس دروازہ کی محرومی سے کسی زیادہ سخت ہے جس پر تم آج رشک کر رہے ہو۔ اے قوم یہ لوگ تم سے سبقت لے گئے جو تمہاری نظروں کے سامنے ہیں۔ اور تمہارے لئے اس شرف اور فضیلت کے حامل ہونے کی اب کوئی سبیل نہیں۔ اس کھوئے ہوئے شرف کے تدارک اور تلافی کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف جہاد فی سبیل اللہ اور خدا کی راہ میں جان بازی اور سرفروشی ہے۔ اس کے لئے تیار ہو جاؤ عجب نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ تم کو شہادت کی دولت و نعمت سے لالا مال فرمائے۔ سہیل نے اپنی تقریر دلپذیر و خوشتم کیا اور دامن جہاد کو اسی وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے کھٹ

ہو گئے اور مع خاندان اور اہل و عیال کے رومیوں سے مقابلہ کے لئے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ طاعون عمواس میں وفات پائی بہر حال مقصد ہر صورت میں حاصل ہے، طاعون کی موت بھی شہادت ہے۔ راستیاب لابن عبدالبر حرجہ سہیل بن عمروؓ

اسلام عقبہ و معتب سپہران ابی لہب

حضرت عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ کو فتح کرنے کے لئے تشریف لائے تو نجد سے یہ فرمایا کہ تمہارے دونوں بھتیجے عقبہ و معتب سپہران ابی لہب کہاں ہیں وہ مجھے دکھائی نہیں دیئے آخر وہ دونوں کہاں ہیں میں نے عرض کیا کہ جو مشرکین قریش مد پوش ہو گئے ہیں انھیں کے ساتھ یہ دونوں بھی کہیں دور چلے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں آپؐ کے ارشاد کے مطابق سوار ہو کر مقام عرنہ گیا اور وہاں سے دونوں کو اپنے ساتھ لایا۔ آپؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا دونوں نے اسلام قبول کیا اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی، پھر آپؐ کھڑے ہو گئے اور دونوں کے ہاتھ کپڑے ہوئے ہاب کعبہ کے قریب ملنترم پر آئے اور دیر تک دعا مانگتے رہے پھر دہاں سے واپس ہوئے اور چہرۃ الزور پر مسرت کے آثار نمایاں تھے حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمیشہ مسرور رکھے آپؐ کے چہرہ کو مسرور دیکھ رہا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھ کو میرے چچا کے یہ دونوں بیٹے عقبہ اور معتب مجھ کو عطا کر دیئے جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ دونوں عطا کر دیئے اور میرے لئے ان دونوں کو میرا دیا۔ صلہ دلہ۔ انھما قص الکبریٰ، ۱: ۵، ص: ۲۶۴

اسلام معاویہ

بعض کہتے ہیں کہ معاویہؓ فتح مکہ میں اسلام لائے مگر صحیح یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام

لائے مگر اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور فتح مکہ میں اس کا اظہار کیا۔

ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابی سفیان حضرت معاویہ کی بہن تھیں اور ماں کا بھائی ماموں
ہوتا ہے اس نے حضرت معاویہ خمال المؤمنین ہوئے یعنی تمام مسلمانوں کے ماموں ہوئے اور جس
طرح ابی بیت اور ذوی القربیٰ سے محبت رکھنا مومن پر فرض اور لازم ہے اسی طرح حضور پُر
نور کے خسر اور برادر بستی اور سسرالی رشتہ داروں سے بھی محبت فرض اور لازم ہے۔

ابو سفیان بن حرب، آپ کی زوجہ ملکہ ام حبیبہ کے والد محترم ہیں اور معاویہ ام حبیبہ کے
بھائی ہیں، ان سے محبت رکھنا فرض ہے اور ان سے کینہ اور عداوت رکھنا حرام ہے اور اسلام سے
پہلے جو جو چکا وہ سب معاف ہے اور اسلام سے پہلے باتوں کا ذکر کرنا از روئے قرآن و حدیث
قطعاً منوع ہے۔

بیت خانوں کی تخریب کے لئے سرایا کی روانگی

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح کے بعد تقریباً پندرہ روز مکہ میں مقیم ہے جو بیت خانہ کعبہ
میں تھے ان کو منہدم کر لیا اور یہ منادی کرادی۔

من کان یؤمن بالله والیوم
الآخر فلا یدع فابیۃ صنما
جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ
اپنے گھر میں کوئی بت باقی نہ چھوڑے۔
جب مکہ کو مہجوروں سے پاک ہو گیا اور اس کے تمام بت گرا دیے گئے تو مکہ کے اطراف
و اکناف میں بتوں کے منہدم کرنے کے چھوٹی چھوٹی جماعتیں روانہ فرمائیں۔

صدم عزیزی۔ صدم سواع

۲۵ رمضان ۶۰۰ کو خالد بن ولید کو تیس سو اوروں کی جمعیت کے ساتھ عزیزی کو منہدم

کرنے کے لئے مقام نخدہ کی طرف روانہ فرمایا۔ اس مقام تک مکہ سے ایک شب کا راستہ ہے اور عمرو بن العاصؓ کو سَواغ کے منہدم کرنے کے لئے بھیجا یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ عمرو بن العاص جب وہاں پہنچے تو اُس بستی کے مجاور نے ان سے کہا تم کس ارادہ سے آئے عمرو بن العاص نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس بستی کو منہدم کرنے آیا ہوں عمرو کا یہ جواب سن کر مجاور نے کہا تم اس پر کبھی قادر نہ ہو سکو گے خداوند سَواغ تم کو خود روک دے گا عمرو بن العاص نے کہا افسوس تو ابھی تک اسی خیال باطل میں پھنسا ہوا ہے کیا یہ سننا اور دیکھنا ہے جو مجھ کو روک دے گا یہ کہہ کر اس پر ایک ضرب لگائی جس سے ان کا خداوند سَواغ پاش پاش ہو گیا اور مجاور سے مخاطب ہو کر کہا تو نے دیکھ لیا مجاور یہ دیکھتے ہی نوراً مسلمان ہو گیا اور کہا اُسلمت للہ میں اسلام لایا اللہ کے لئے۔

ہدم مناة

اور ۲۶ رمضان المبارک کو سعد بن زید اٹھلی کو مناة کے منہدم کرنے کے لئے مقام مُشَلَّل کی طرف روانہ کیا اور میں سوار آپ کے ہمراہ کیے۔
غرض یہ کہ رمضان کا تمام مبارک مہینہ اسی بستی ثنکلی یعنی ارض اللہ سے کفر و شرک کی نجاست کے دھلوانے میں صرف ہوا۔

ماہ شوال میں محض تبلیغ اسلام اور دعوت حق کے لئے ساڑھے تین سو مجاہدین و انصار کو خالد بن ولیدؓ کے زیرِ کمان بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ یطلم کے قریب ایک تالاب کے کنارہ جس کا نام غمیصا رہے وہاں رہتے تھے، خالد بن ولید نے جا کر ان کو اسلام کی دعوت دی گھبراہٹ میں اچھی طرح یہ تو نہ کہہ سکے کہ ہم مسلمان ہیں یہ کہنے لگے صَبَأْنَا صَبِئاً۔ ہم نے اپنا پہلا دین چھوڑ دیا۔ خالد بن ولید نے اس کو کافی نہ سمجھا بعض کو قتل کیا اور بعض کو گرفتار جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دم تہہ بیفرمایا:
 اللَّهُمَّ اِنِّ ابْرَأَ اِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ اے اللہ میں اس سے باطل بری ہوں جو
 خاالد - بخاری و مسند الباری ج ۲۵ خالد نے کیا۔

پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روپیہ دے کے جو چند عیر میں بھیجا تاکہ ان کا خون بہا ادا کر آئیں
 حضرت علی نے جا کر ان کا خون بہا ادا کیا۔ اور جب تحقیق اور دریافت کے بعد یہ اطمینان ہو گیا
 کہ اب کسی کا خون بہا باقی نہیں رہا تو جو روپیہ باقی بچ رہا تھا وہ بھی احتیاطاً انھیں تقسیم کر دیا۔
 واپس ہو کر جب بارگاہ نبوی میں سارا واقعہ بیان کیا تو آپ سجدہ سرور ہوئے اور یہ فرمایا،
 اَصْنَيْتَ وَاَحْسَنْتَ لَمْ

غزوہ حنین و اوطاس طائف

یومِ شنبہ ۶ شوال ۶۱۰ھ

حنین مکہ اور طائف کے درمیان ایک مقام کا نام ہے جہاں قبائل ہوازن و ثقیف
 آباد تھے۔ یہ قبائل نہایت جنگجو اور تہ تیغ انداز تھے فتح مکہ سے یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں آپ ہم پر
 حملہ نہ کریں، اس لئے مشورہ سے یہ طے پایا کہ قبل اس کے کہ آپ ہم پر حملہ آور ہوں ہمیں کو چل کر
 آپ پر حملہ کر دینا چاہیے، چنانچہ ان کا سردار مالک بن عوف نصری بیس ہزار آدمیوں کی جمعیت لیکر
 آپ پر حملہ کرنے کے لئے چلا۔

ویدین صمدہ سردار بنی حشم اگرچہ ہیرا ز سانی کی وجہ سے حس و حرکت بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن
 بوڑھے اور تجربہ کار اور جہاں دیدہ اور جنگ آزمودہ ہونے کی وجہ سے اس کو بھی ساتھ لے لیا
 تاکہ صلاح اور مشورہ میں اُس سے ملدے۔

مالک بن عوف نے ہم سپہ گروں کو یہ تاکید کر دی تھی کہ ہر شخص کے اہل و عیال اس کے

ساتھ رہیں تاکہ خوب جگہ مقابلہ کریں اور کوئی شخص اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر بھاگ نہ سکے جب
 وادی اوطاس میں پہنچے تو درید نے دیانت کیا یہ کونسا مقام ہے، لوگوں نے کہا یہ مقام اوطاس
 ہے، درید نے کہا۔ یہ مقام جنگ کے لئے نہایت موزوں اور مناسب ہے، یہاں کی زمین نہ
 بہت سخت ہے اور نہ بہت نرم کہ پاؤں و حنسن جائیں پھر کہا۔

مالی اسمع رُعاء البعیر و
 نہان الحسیر و یعار الشاء و
 بکاء الصغیر
 یہ کیا ہے کہ اونٹنوں کا بولنا اور گدھوں کا چمینا
 اور بکریوں کا آواز کرنا اور بچوں کا رونا اور بلبلانا
 سن رہا ہوں۔

لوگوں نے کہا یہ مالک بن عوف لوگوں کو مع اہل و عیال اور مع جان و مال لے کر آیا ہے تاکہ
 لوگ ان کے خیال سے سینہ سپر ہو کر لڑیں۔

درید نے کہا سخت غلطی کی کیا شکست کھانے والا کچھ واپس لے کر جاتا ہے۔ جنگ میں سنا
 نیزہ اور تلوار کے کوئی شئی کام نہیں آتی۔ اگر تجھ کو شکست اور ہزیمت ہوئی تو تمام اہل و عیال کی
 دولت و رسوائی کا باعث ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ تمام اہل و عیال کو لشکر کے پیچھے رکھا جائے۔ اگر فتح
 تو سب آپلیں گے اور اگر شکست ہوئی تو بچے اور عورتیں دشمن کی دستبرد سے محفوظ رہیں گے۔ بلوالمک
 بن عوف نے جو شہاب میں اس طرف التفات نہ کیا اور کہا خدا کی قسم میں ہرگز اپنی راسخے سے نہ ٹوٹوں گا
 بڑھاپے سے اس کی عقل خراب ہو چکی ہے۔ ہوا زن و تشیف اگر میری راسخے پر چلیں تو نہ ہمارا
 میں ابھی خود کشی کر لیتا ہوں سب نے کہا ہم تیسکے ساتھ ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حالات اور واقعات کی اطلاع پہنچی تو عبد اللہ بن
 المہدیہ داسلمی کو تحقیق و تفتیش کے لئے روانہ فرمایا۔ عبد اللہ نے ایک دو روزان میں رو کر تمام حالات
 معلوم کئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی جنگی تیاریوں کی اطلاع دی۔ تب آپ نے بھی
 مقابلے کا سامان شروع کیا صفوان نے امید سے ننو زریں مع سازد سلمان کے مستعالمیں۔
 ہفتوال شہ یوم شنبہ کو بارہ ہزار آدمیوں کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے اور حنین کا قصد فرمایا

دس ہزار جاں باز و جان نثار تو وہی تھے جو مدینہ سے آپ کے ہمراہ آئے تھے اور بعض غیر مسلم مدبریت ابن ہشتم

بارہ ہزار کا یہ شکر جہاں جب جنین کی طرت بڑھا تو ایک شخص کی زبان سے یہ لفظ نکلے

لن تغلب الیوم من قلتہ آج تم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔

جس میں شاہدہ فخر اور اعجاب (خود پسندی) کا نفا جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ عالم اسباب میں چونکہ قلت بھی باعث ہزیمت ہوتی ہے اس لئے اس کثرت کو دیکھ کر بعض صحابہ کی زبان پر یہ لفظ آگئے کہ آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے۔ یعنی اگر آج ہم مغلوب ہوئے تو یہ ہماری مغلوبی قلت کی وجہ سے نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی فتح و نصرت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن بارگاہِ احادیث میں یہ کلام ناپسند ہوا۔

اس لئے کہ اس میں یہ ایہام تھا کہ کامرانی اور کامیابی علیہ اور فتحیابی کا سبب کثرت ہے، خصوصاً وہ حضرات کہ جو توحید و تفرید کی منزلیں خالقانہ نبوت و رسالت میں رو کر طے کر چکے ہوں ان میں سے کسی ایک کی زبان سے بھی ایسا موہم لفظ نکلنا ان کے شایان شان نہیں۔ عجب نہیں کہ جو لوگ فتح و کرم میں مسلمان ہوئے تھے اور آپ کے ہمراہ تھے اور ہنوز اسلام ان کے دلوں میں راسخ نہ ہوا تھا یہ ان کی محبت کا اثر ہے

سنن نسائی میں ہے کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ رُوم پڑھنا شروع کی اُٹار قرأت میں آپ کو کچھ غلجبان اور التباس و اشتباہ پیش آیا، جب مانع سے تمام ہوئے تو یہ ارشاد فرمایا،

ما بال اقوام یصلون معنا

یحسنون الظہور و انما یلیس

علینا القرآن و اولئک

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر خاطر کی کدورت اور

التباسِ قرأت کی علت فقط ان لوگوں کی صحبت و معیت تھی کہ جو وضو رکے پھر سے آداب و مستحب بجا نہیں لائے تھے عیاذ باللہ ان میں کوئی بے وضو نہ تھا۔ سب با وضو تھے مگر بعض نمازیوں کی وضو میں وضارت یعنی صرف حسن اور جمال کی کمی تھی جس سے آپ کا قلب متور متاثر ہوا اب اس سے مشرکین اور متبدعین زنا و تم اور عین کے صحبت کے اثر اور ضرر کا اندازہ لگائیے۔ علامہ طیبی طیب اللہ شلاک وجعل الجنة مثواک اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ سنن اور آداب کے انوار و برکات دوسروں تک سراسیمہ کرتے ہیں اور ان کے ترک سے فتوحات غیبیہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس کا اثر دوسروں تک مستعدی ہوتا ہے کہ اس شخص کی وجہ سے دوسرا شخص خیرات و برکات اور انوار و تجلیات محروم ہو جاتا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و رضاعنہم پر جہرنگ تھا وہ سرور کائنات منبع الخیرات والبرکات علیہ افضل الصلوات والتحیات کی محبت کا اثر تھا۔ مگر اس وقت اس اجنبی صحبت کے اثرات سے بلا اختیار یہ کلمہ زبان سے نکل گیا۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزر وہ شوی در سخن بسیار است
 الغرض یہ کلمہ بارگاہِ خداوندی میں پسند نہ آیا۔ اور بجائے فتح کے پہلے ہی دبلہ میں شکست کا منہ دکھنا پڑا۔ کما قال تعالیٰ
 وَیَوْمَ حُنَیْنٍ ۚ اِذَا اَعْجَبَکُمْ کَثْرَتُکُمْ ۚ
 کَلِمَۃٌ تَعْنٰ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّصَاقَتْ
 عَلَیْکُمْ ۚ اِلَّا اَرْضُ مِیَا رَجَبٍ ۚ نَّحْمَدُ
 وَلَکُم مَّدَبَرِیْن ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ
 یَکِیْنُکُمْ عَلٰی رَسُوْلِہِ ۚ وَ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ
 وَاَنْزَلَ جُثُوۡدًا لِّمَنْ تَرَوُہَا ۚ وَ
 عَذَابُ الَّذِیْنَ کَفَرُوۡا وَ ذٰلِکَ

اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں ڈال دیا پس وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین با و جہود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پر نشت بھیج کر بھاگے اس کے بعد اللہ نے اپنی خاص تسکین اتاری اپنے رسول پر اور اہل ایمان کے تقویٰ پر اور اپنے لشکرِ تارے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو منراوی اور

جزاء الکفرین ۵ ۵۰ یہی سزا ہے کافروں کی۔

شکرا اسلام سہ شنبہ کی شام کے وقت داؤدی حنین میں پہنچا۔ قبائل ہوازن وثقیف دونوں جانب کمینگاہوں میں چھپے بیٹھے تھے۔ مالک بن عوف نے ان کو پہلے سے یہ ہدایت کر دی تھی کہ تلواروں کے نیام سب توڑ کر چھینک دو اور شکرا اسلام جب اُدھر سے آئے تو بیس ہزار تلواروں سے ایک دم ان پر بلہ بول دو چنانچہ صبح کی تاریکی میں جب شکرا اسلام اس درہ سے گزرنے لگا تو بیس ہزار تلواروں سے دفعۃً حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کا لشکر سراسیمہ اور منتشر ہو گیا اور صرف دس بارہ شیعہ ایمان نبوت اور جان بازان رسالت آپ کے پہلو میں رہ گئے اُس وقت آپ کے ہمراہ ابو بکر و عمر و علی و عباس و فضل بن عباس و اسامہ بن زید اور چند آدمی تھے۔ حضرت عباس آپ کے بچہ کی لگام تھامے ہوئے تھے اور ابوسفیان بن حارث رکاب بچہ سے ہوتے تھے جو لوگ مکہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے وہ اچانک ہزیمت سے آپس میں چرمی گریاں کرنے لگے۔ ابوسفیان بن حرب (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے باپ) نے کہا کہ اب یہ ہزیمت (ریا سے) ورے نہیں تھمتی اور کلدہ بن جہل نے خوشی میں جہا کر یہ کہا۔ آج سحر کا فاتحہ ہوا۔

صفوان بن امیہ نے کہا حالانکہ وہ اس وقت مشرک تھے۔ خاکشوش اللہ تیرے منہ کو بند کرے میرے نزدیک یہ زیادہ عزیز ہے کہ قریش کا کوئی آدمی میرا دالی اور مولیٰ ہو اس سے کہ قبیلہ ہوازن کا کوئی شخص میری تربیت کرے شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ نے کہا آج میں عمر سے اپنے باپ کا بدلہ لوں گا۔ اس کا باپ جنگِ اُحد میں مارا گیا تھا۔ جب آپ کی طرف بڑھا تو فوراً غشی طاری ہو گئی اور آپ تک نہ پہنچ سکا۔ سمجھ گیا کہ جبکہ من جانب اللہ آپ تک پہنچنے سے روکا گیا ہے بعد میں مشرقت باسلام ہوئے۔

انصر جب قبائل ہوازن وثقیف نے کمینگاہوں سے نکل کر ایک دم حملہ بول دیا اور مسلمانوں پر ہر طرف سے بارش کی طرح تیرے پھٹنے کو پیر اکھڑ گئے صرف رنقاء خاص آپ کے پاس رہ گئے۔

آپؐ نے تین بار پکار کے فرمایا اے لوگو! دھرو! میں اللہ کا رسول اور محمد بن عبد اللہ ہوں

انا التنبی کا کذب انا ابن عبد المطلب

میں سچا نبی ہوں اللہ نے مجھ سے جوتج و نصرت اور میری عصمت و حمایت کا وعدہ کیا ہے وہ بالکل حق ہے اس میں کذب کا امکان نہیں۔ اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباس بلند آواز تھے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آوازیں انھوں نے بآواز بلند یہ نعرہ لگایا۔

یا معشر! لا انصار اے گروہ انصار

یا اصحاب السحریۃ اے وہ لوگوں جنہوں نے کیکر کے درخت کے

نیچے بیعت رضوان کی تھی

آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ ایک دم سب ہلٹ پڑے اور منٹوں میں پرمانہ مار آ کر فتح نبوت کے گرد جمع ہو گئے۔ آپؐ نے مشرکین پر حاکم دیا۔ جب گھمسان لی لڑائی شروع ہو گئی اور میدان کارزار گرم ہو گیا تو آپؐ نے ایک مشت خاک لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور یہ فرمایا۔

شاہت الوجولہ (ردوہ سلم) برے ہوئے یہ چہرے

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے مشت خاک پھینکنے کے بعد یہ فرمایا:

انہزموا ورب محمد قسم ہے رب محمد کی انھولنے شکست کھائی۔

کوئی انسان ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ میں اس مشت خاک کا غبار نہ پہنچا ہو۔ اور ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے بہت سے بھاگ گئے اور بیت سے اسیر کر لئے گئے اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ

الْأَرْضُ بِمَا رَحَّبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُذَبِّرِينَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكُوتًا عَلَى
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودَ أَلَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَآوَدَّ إِلَيْكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔
۱۔ (ترجمہ قریب مگر ذرا)

ادھر آپ نے ایک مشت خاک پھینکی اور اُدھر بہادرانِ اسلام نے محض اللہ کی نصرت اور
اعانت پر پھر دسہ کر کے حملہ کیا۔ دم کے دم میں کایا پلٹ ہو گئی۔ بہادرانِ ہوازن کے ہا جو د قوت
اور شوکت کے پیر اکھر گئے اور مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ دشمن کے ستر آدمی معرکہ
میں کام آئے اور بہت سے گرفتار ہوئے اور بہت کچھ مال و اسباب ہاتھ آیا۔ ۱۔

جہیر بن مطعم راوی ہیں کہ ہوازن کی شکست اور ہسپانی سے کچھ ہی پہلے ایک سیاہ چادر میں نے
آسمان سے اترتی دیکھی۔ وہ چادر ہمارے اردو دشمن کے مابین آکر گری۔ دفعۃً اس میں سے سیاہ
چوہنیاں نکلیں اور تمام راوی میں پھیل گئیں۔ مجھ کو ان کے فرشتے ہونے میں ذرہ برابر شک نہ تھا
ان کا اُترنا تھا کہ دشمنوں کو شکست ہوتی ۱۔

شکست کے بعد ہوازن وثقیف کا سردار اور سچہ سالار مالک بن عوف نصری ایک جماعت
کے ساتھ بھاگا اور طائف میں جا کر دم لیا۔ اور درید بن صمہ اور کچھ لوگوں نے بھاگ کر مقام ادھاس
میں پناہ لی اور کچھ لوگ بھاگ کر مقام نخلہ میں پہنچے۔ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری
کے چچا ابو عامر اشعری کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ ادھاس کی طرف روانہ کیا۔ جب مقابلہ ہوا تو درید
بن صمہ۔ ربیعہ بن رفیع وغیرہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

سلمہ بن درید نے ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں ایک تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے
ابو موسیٰ اشعری نے بڑھ کر رائیت اسلام سنبھالا اور نہایت شجاعت اور بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنے
چچا کے قاتل کو قتل کیا۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی ۱۔

کے قلعہ میں داخل ہو کر دروازہ بند کر چکا تھا اور کئی سال کا غلہ اور خرد و نوش کا سامان قلعہ میں فروم کر لیا تھا۔ اُن حضرت علیؓ نے طائف پہنچ کر اُن کا محاصرہ کیا۔ اور تحقیق کے ذریعہ سے ان پر پتھر برسائے گئے۔ ان لوگوں نے قلعہ کی تفصیل پر تیر اندازوں کو بٹھلادیا، انھوں نے اسی سخت تیر باری کی کہ بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور بارہ آدمی شہید ہوئے، خالد بن ولید نے ان کو دست بدست مقابلہ کے لئے بلایا مگر جواب یہ ملا کہ ہمیں قلعہ سے اُترنے کی ضرورت نہیں۔ سالہا سال کا غلہ ہمارے پاس موجود ہے، جب یہ ختم ہو جائے گا تب ہم تلواریں لے کر اُتریں گے مسلمانوں نے دُوبائی میں بیٹھ کر قلعہ کی دیوار میں نقب دینے کی کوشش کی انھوں نے اوپر سے لوہے کی گرم سلاخیں برسائی شروع کیں جس سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے ہانت کے کٹوانے کا حکم دیا اہل قلعہ نے آپؐ کو اللہ کا اور قراتوں کا واسطہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا میں اللہ اور قراتوں کے لئے ان کو چھوڑ دیتا ہوں۔ بعد ازاں دیوار قلعہ کے قریب یہ آوازہ لگوایا کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہے۔ چنانچہ بارہ تیرہ غلام نکل کر ادھر آئے اسی اثناء میں آپؐ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک دودھ کا پیالہ آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا ایک مرغ نے اُکڑاُس میں چونچ ماری جس سے وہ دودھ گر گیا۔ آپؐ نے یہ خواب صدیق اکبرؓ سے بیان کیا، انھوں نے کہا غالباً یہ قلعہ ابھی فتح نہ ہوگا۔ اپنے نوف بن معاویہؓ کو بلا کر دریافت فرمایا تمھاری کیا رائے ہے نوفؓ نے کہا یا رسول اللہؐ تو میری اپنے بھٹ میں ہے اگر ٹھہرے رہیں تو کمزور لیں گے اور اگر چھوڑ دیں گے تو آپؐ کا کوئی نقصان نہیں۔ ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اُکڑ عرض کیا یا نبی اللہؐ ان کے حق میں بددعا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا اللہؐ نے مجھے اجازت نہیں دی حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر کم کو اس نے اُڑنے کی کیا ضرورت ہے، آپؐ نے کوچ کا علم دے دیا اور چلتے وقت یہ دعا دی۔

اللهم اهد ثقیفا واثت بهم اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے اور اُن کو مسلمان

کر کے میرے پاس پہنچا۔

چنانچہ بعد میں یہ قلعہ خود بخود فتح ہو گیا سب لوگ مسلمان ہو گئے اور مالک بن عوفؓ نصریؓ کا

سردار خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

تقسیم غنائم حنین

طائف سے چل کر آپ پانچ ذی القعدة الحرام کو حجاز پہنچے جہاں الی غنیمت جماتا تھا چھ ہزار قیدی اور چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی نخی یہاں پہنچ کر آپ نے دس دن سے زیادہ ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے عزیزوں بچوں اور عورتوں کو چھڑانے آئیں لیکن جب دس بارہ روز کے انتظار کے بعد بھی کوئی نہ آیا تب آپ نے الی غنیمت غامنین پر تقسیم کر دیا۔
 رفیع الباری ص ۳۲ عیون الاثر ص ۱۹ ج ۲۔

تقسیم غنائم کے بعد ہوازن کا وفد آپ کی میں حاضر ہوا جس میں نو آدمی تھے۔ اسلام قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعد ازاں اپنے اموال اور اہل و عیال کی داپسی کی درخواست کی آپ رضاعی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ اسی قبیلہ کی تھیں۔ اس قبیلہ کے خطیب زہیر بن عمرو نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ان امیروں میں آپ کی بھوپایاں اور خالائیں اور گودہ کھلانے والیاں نہیں اگر کسی بادشاہ یا امیر سے ہمارے اس قسم کے تعلقات ہوتے تو بہت کچھ مہربانی ہوتی اور آپ کی شان تمام سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ ہم پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ پر غمی نہیں آپ ہم پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا اور یہ شعر پڑھے۔

امن علینا رسول اللہ فی کوم فانک المرزجوبہ وند حند

الی آخر التئیدہ

انشار اللہ تعالیٰ پورا قصیدہ و فرد کے بیان میں آئے گا۔

آپ نے فرمایا میں نے تمہارا بہت انتظار کیا اور اب غنائم تقسیم ہو چکی ہیں دو چیزوں میں سے

ایک چیز اختیار کر لو قیدی یا مال۔ دفعہ نے کہا آپ نے ہم کو مال اور حسب میں اختیار دیا ہے ہم حسب نسب کو اختیار کرتے ہیں اونٹ اور بکری کے بارے آپ سے کچھ نہیں کہتے۔

آپ نے ارشاد فرمایا میرے اور خاندان نبی باٹھم دینی المطلب کے حصہ میں جو کچھ آیا ہے وہ سب تمہارا ہے لیکن مسلمانوں کے حصہ میں جو کچھ جا چکا ہے اس کی بابت ظہر کی ناز کے بعد کے تم لوگ کھڑے ہو کر کہنا میں تمہاری سفارش کروں گا چنانچہ ظہر کی ناز کے بعد وفد ہوازن کے خطاب نے فصیح و بلیغ تقریریں کیں اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے مسلمانوں سے درخواست کی۔ بعد ازاں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اول خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی اور پھر فرمایا تمہارے یہ بھائی ہوازن مسلمان ہو کر کہے ہیں میں نے اپنا اور اپنے خاندان کا حصہ ان کو دے دیا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں اور مسلمان بھی ان کے قیدی واپس کر دیں جو شخص خوشی اور طلب خاطر سے ایسا کر دے تو بہتر ہے ورنہ میں بعد میں اس کا معاوضہ دینے کے لئے تیار ہوں سب نے کہا کہ ہم طیب خاطر سے اس پر راضی اور خوش ہیں۔ اس طرح چھ ہزار قیدی دفعۃً آزاد کر دیے گئے انھیں اسیران جنگ میں آپ کی رضامتی میں حضرت شیمار بھی تھیں لوگوں نے جب ان کو گرفتار کیا تو انھوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں لوگ تصدیق کے لئے آپ کی خدمت میں لے کر آئے شیمار نے کہا اے محمد میں تمہاری بہن ہوں اور علامت بتلائی کہ لوگوں میں ایک مرتبہ تم نے دانت سے کاٹا تھا جس کا یہ نشان موجود ہے آپ نے پہچان لیا اور مر جا کہا اور بیٹھے کیئے ہمارے بھائی اور فطرطہ مستر سے کٹکھوں میں آنسو بھرتے اور فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت عزت و احترام کے ساتھ تم کو رکھوں گا اور اگر اپنے قبیلہ میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے شیمار نے کہا میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں اور مسلمان ہو گئی۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے دت ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا فرمائی۔ (اصابہ ترجمہ شیمار ص ۲۴۳ ج ۲)

فتح مکہ میں جو معزز قریش اسلام میں داخل ہوئے ہمنوز زینب الاعقلم تھے ایمان کے

دلوں میں راسخ نہ ہوا تھا جن کو اصطلاح قرآن میں مؤلفۃ القلوب کہا گیا ہے۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم غنائم کے وقت ان کو بیت انعامات دئے کسی کو سزا اور کسی کو دوسزا اور کسی کو تین سزا اور دس دئے۔ (جس کی تفصیل فتح الباری اور زرقانی میں مذکور ہے)

انفرض جو کچھ دیا گیا وہ اشرف قریش کو دیا گیا انصار کو کچھ نہیں دیا۔ اس لئے انصار کے بعض نوجوانوں کی زبان سے یہ لفظ نکلے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو تو دیا اور ہم کو چھوڑ دیا حالانکہ ہماری تلواریں اب تک اُن کے خون سے لگی ہیں بعض نے کہا کہ مشکلات اور شدائد میں تو ہم کو بلایا جاتا ہے اور مال غنیمت دوسروں پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انصار کو جمع کر کے فرمایا اے انصار یہ کیا بات ہے جو میں سن رہا ہوں، انصار نے کہا یا رسول اللہ ہم میں سے سربراہ آوردہ اور سبھدار اور اہل الرائے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا، البتہ بعض نوجوانوں نے ایسا کہا۔ آپ نے فرمایا اے گروہ انصار کیا تم گمراہ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے واسطے سے ہدایت دی۔ آپس میں تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے میرے ذریعے سے تمہارے دل ملا دیئے، تم فقیر اور کنگال تھے اللہ نے میرے ذریعے سے تم کو مال مال کیا۔ انصار نے کہا آپ جو فرماتے ہیں وہ بالکل بجا اور درست ہے، بے شک اللہ اور اُس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ آپ نے فرمایا تم میری تقریر کا یہ جواب دے سکتے ہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جب لوگوں نے جھگو جھٹلایا ہم نے تیری تصدیق کی۔ جب تو بے یار مددگار تھا اس وقت ہم نے تیری مدد کی۔ جب تو بے سہارا اور بے ٹھکانہ تھا تو ہم نے تجھ کو ٹھکانہ دیا جب تو مفلس تھا تو ہم نے تیری یاری اور نگرانی کی، اے گروہ انصار کیا تمہارے دل اس بات سے رنجیدہ ہوئے کہ میں نے اس دنیا نے دلوں میں سے جس کی حقیقت سراپ سے زیادہ نہیں کچھ متاع ظلیل اور دیرام معدودہ چند لوگوں کو تالیف قلوب کے لئے دے دیئے اور تمہارے اسلام و ایمان اور انقیاد و اطاعت پر بھروسہ کر کے تم کو چھوڑ دیا۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ قریش کو قتل و قید کی مصیبتیں پہنچی ہیں یعنی

مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کو جانی اور مالی طرح طرح کی آزمیتیں پہنچی ہیں، اس لئے اس داد و دہش سے اُن کے نقصان کے لئے کچھ کافی کرنا چاہتا ہوں اور ان کے دلوں کو اسلام سے مانوس کرنا چاہتا ہوں کہ غزوات میں ان کے بھائی بند قتل اور قید ہوئے اور طرح طرح کی ذلتیں اور مصیبتیں ان کو پہنچیں جن سے اللہ تعالیٰ نے تم کو محفوظ رکھا پس تالیف قلب کے لئے ایسے لوگوں کو الٰہی نیا ناسب ہے اور تم اہل ایمان ہو ایمان اور ایقان کی بے مثال اور لازوال دولت سے مالا مال ہو۔ لیا تم اس پر راضی نہیں کہ لوگ تو اونٹ اور بکری لئے کر اپنے گھرواپس ہوں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ قسم ہے اس فاسق پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر ہجرت امرتقدیری نہ ہوتا تو میں بھی انصار میں سے ہوتا۔ اگر لوگ ایک گھائی کو پھلے اور انصار دوسری گھائی کو قریم انصار کی کجائی کو اختیار کر دیں گا۔ اے اللہ تو انصار پر اور ان کی اولاد اور اولاد الاولاد پر رحم اصرہ رانی فرما۔

یہ فرمانا تھا کہ انصار جان نثار چیخ اٹھے اور روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں اور کہا ہم اس تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں کہ اللہ کا رسول ہمارے حصہ میں آیا۔ اس کے بعد مجمع برخواست ہو گیا۔ تاریخ ابن الاثیرؒ ج ۲۔

عمرہ جعرانہ

بعد ازاں ۸ ذی القعدة الحرام کو شب کے وقت آپ جعرانہ سے مکہ کی طرف عمرہ بجا رہے تھے وہاں پہنچ کر عتاب بن اسید کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور حاذ بن جبل کو تلویم دیں کی غرض سے ان کے پاس چھوڑا اور مدینہ اور سولہ دن کے بعد ۲۰ ذی القعدة الحرام ۸ ذی القعدة کے داخل مدینہ ہوئے۔

۱۔ آپ کی اصل تقریر کے اکثر اجزاء فتح الباری ص ۳۳ ج ۸ اور زرقانی ص ۳۳ ج ۳ میں بھی مذکور ہیں لیکن یہ ترتیب اور تسلسل تاریخ ابن الاثیر الجزی میں مذکور ہے۔

تحریم متعہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ادھاس سے عمرہ کرنے کے لئے تشریف لائے تو اب کعبہ پر کھڑے ہوئے اور کعبہ کے دونوں بازو دونوں ہاتھوں سے تھامے اور یہ فرمایا کہ متعہ قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام کیا گیا ہے چونکہ یہ اعلان رات کے وقت تھا۔ اور سامعین حاضرین کی تعداد تلیل تھی سب کو پوری طرح اس کی خبر نہ ہوئی، اس لئے بعض بے خبری میں اس کے بعد متعہ کے مرتکب ہوئے تو آپ نے غزوہ تبوک میں پھر اس کی حرمت کا اعلان فرمایا پھر حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں بعض لوگ اسی بے خبری کی وجہ سے نکاح متعہ کے مرتکب ہوئے یہ خبر نہ کر خلیفہ وقت منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ کو حرام فرمایا ہے اور گاہ گاہ آں حضرت کے وقت میں (بے خبری کی بنا پر متعہ ہوا ہے) اور آپ نے اس پر کوئی سزا نہیں فرمایا آخر کار متعہ کی حرمت ثابت ہو چکی ہے اب میرے اس اعلان کے بعد جو متعہ کرے گا میں اس پر حد نہ جاری کروں گا، حضرت عمر کے اس اعلان واجب الاذعان کے بعد متعہ قطعاً موقوف ہو گیا۔

واقعات متفرقہ

- (۱۱)۔ اس سال قتیبہ بن اسیدہ نے تمام مسلمانوں کو اسی طرح سے حج کرایا جیسے عرب کا طریق تھا۔
- (۱۲)۔ اسی سال ماہ ذی الحجہ میں ماریہ قبطیہ کے بطن سے ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔
- (۱۳)۔ اسی سال آپ نے عمر بن العاص کو عامل بنا کر صدقات وصول کرنے کے لئے عمان کی طرف بھیجا۔
- (۱۴)۔ اسی سال آپ نے کعب بن عزیہ کو فات اطلال کی طرف جو شام کا ایک علاقہ ہے دعو

اسلام کی غرض سے روانہ کیا۔ پندرہ آدمی ان کے ہمراہ گئے، وہاں کے لوگوں نے سب مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ صرف ایک آدمی بچ کر مدینہ واپس آیا۔ (تاریخ ابن الاثیر ص ۳۳۱)

لطائف و معارف

قبائل عرب فتح مکہ کے منتظر تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور اہل مکہ پر قابض آگے تو آپ سچے پنبہ ہیں چنانچہ مکہ فتح ہوتے ہی لوگ جوق در جوق اسلام کے حلقہ بگوش ہونے لگے۔ کما قال تعالیٰ۔

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ
إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا

جب اللہ کی نصرت اللہ فتح ظہور میں آئے اور لوگوں کو دین اسلام میں داخل ہوتا ہوا ہر فرقہ و فرقہ اور جوق در جوق آپ دیکھ لیں۔ پس اس وقت آپ تسبیح و تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جائے اس داریانی سے رحلت کا وقت قریب آگیا ہے، بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

لیکن قبائل ہوازن و ثقیف جو فزون جنگ سے نہایت باخبر اور آگاہ اور حکم تیرا ماز تھے۔ ٹکونی طور پر ان کے قلوب کو فی الحال رد رک لیا گیا۔ تاکہ جب پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان میں آجائیں حتیٰ کہ کوئی مرد اور عورت، بچہ اور بوڑھا۔ اونٹ اور بکری، کوئی جائز اور کوئی موسمی اور کسی قسم کا مال گھر میں نہ رہنے پائے اللہ کے شکر کے لئے تمام مال غنیمت یکجا جمع ہو جائے تاکہ حق جل و علا اس وقت اپنے دین متین کی فتح میں کا عجیب و غریب منظر دیکھ سکے۔

غزوات عرب کی ابتداء غزوہ بدر سے ہوئی جس نے ان کو مرعوب کر دیا تھا اور غزوہ خنین پر اس کی انتہا رہی جس نے عرب کی قوت و شوکت کا خاتمہ کر دیا کہ اب جزیرۃ العرب میں کسی کی مجال نہیں کہ حق کے مقابلہ میں سر اٹھائے مگر چونکہ بعض مسلمانوں کی زبان سے یہ لفظ

چنانچہ غزوہ بدر میں فتح اور غزوہ احد میں شکست کا یہی راز تھا۔ کہا قال تعالیٰ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ۔
تحقیق اللہ نے بدر کے موقع پر تمہارا مدد کی
اور آغا کیا تم اس وقت بالکل بے سرو سامان تھے۔

غزوہ احد حقیقت میں غزوہ بدر کا مکملہ اور تمہ تھا جیسا کہ واقعات سے ظاہر ہے گویا کہ غزوہ بدر اور غزوہ احد مل کر ایک ہی غزوہ تھا اور قبائل عرب کے ساتھ پہلا غزوہ تھا اور غزوہ خنین آخری غزوہ تھا۔ اس لئے پہلے غزوہ بدر میں اول فتح اور اس کے مکملہ (یعنی معرکہ احد) میں شکست ہوئی اور غزوہ خنین میں ابتداء میں شکست ہوئی اور بعد میں فتح تاکہ غزوات عرب کی ابتداء اور انتہاء فاتحہ اور خاتمہ دونوں فتح و نصرت پر ہوں اور جس طرح غزوہ بدر میں مسلمانوں کی امداد کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اسی طرح غزوہ خنین میں بھی فرشتوں کا نزول ہوا۔

د۱۲۔ اموال غنیمت میں سے زیادہ حصہ آپ نے ان لوگوں کو عطا کیا جن کے دلوں میں ایمان ابھی راسخ نہ ہوا تھا تاکہ اس احسان سے آپ کی محبت ان کے دلوں میں راسخ ہو جائے اس لئے کہ محسن کی محبت فطری اور جہتی امر ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے۔

وَاَحْسَنُ وَجْهًا فِي السُّورِ وَجْهٌ مَحْسَنٌ وَآيَمُنُ كَمَتْ فِيهِمْ كَمَتْ مَنَعَمُ
اور جب آپ کی محبت دلوں میں راسخ ہو جائے گی تو ان دلوں سے دنیا اور مایہ نیا کی محبت
خود ہی کرپ کر جائے گی۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک دل میں حب رسول اللہ اور حب دنیا و دلوں جمع
ہو سکیں۔

مَا حَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ
فِي حَوْضٍ .

اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل
نہیں بنائے۔

انصار کی شکایت کا انتشار عیاداً باللہ حسب ال نہ تھا۔ جن کی نسبت خود اللہ کا رسول یہ شہادت دے رہا ہو کہ میں نے تمہارے ایمان والیقان پر بھروسہ کر کے تم کو حصہ نہیں دیا۔ جہلاً ان کے پاک دلوں میں دنیا کی کہا جگہ ہو سکتی ہے۔ (طہ الاعراب، آیت ۴۱)

یہ منشاء یہ تھا کہ انصار اس ظاہری داد و بخش کو اکلام و احترام و عزت و سرفرازی کی دلیل سمجھے۔ اس لئے بمقتضائے غیرت دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس موقع پر آپ نے ہم جیسے جان نثاروں کی عزت افزائی سے کیوں اغماض فرمایا:

باسایہ ترانمی پسندم عشقست و ہزار بدگمانی

حالاںکہ یہ اغماض اس انعام سے کہ رزوں درجہ بہتر تھا۔ یہ اغماض انصار کے ایمان و اخلاص کی سند تھی اور وہ انعام ان کے تذبذب کی دلیل تھی جن کے ایمان اور ایقان پر اطمینان تھا ان کو چھوڑ دیا۔ یہ مضمون حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے کلام کی تفسیر و تشریح ہے۔
حضرات اہل علم زاد المعاد و رشتہ الباری ۳۹۰ ج ۱ کی مراجعت فرمائیں۔

تقررِ عمال

فتح مکہ کے بعد تقریباً تمام جزیرۃ العرب اسلام کے زیرِ نگیں تھا لہذا ضرورت داعی ہوئی کہ اسلامی قلمرو کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی جائے اس لئے آپ نے اسلام کی سطوت اور حکومت قائم رکھنے کے لئے مختلف ممالک میں جدا جدا والی اہل حاکم مقرر فرمائے باذان بن ساسان کو مین کا والی مقرر فرمایا۔ باذان کسری کی طرف سے مین کا والی تھا کسری کے ہلاک ہونے کے بعد باذان مسلمان ہو گیا۔ اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان کو بدستور مین کی ولایت اور حکومت پر قائم رکھا اور جب تک باذان زندہ رہا کسی کو انکار شریک اور سہم نہیں قرار دیا باذان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے شہر بن باذان کو صنعار کا والی مقرر کیا۔ شہر کے مرجانے کے بعد خالد بن سعید بن العاص اموی صنعار کے والی مقرر ہوئے اور زیاد بن ابید انصاری موت کے اور ابو موسیٰ اشعری زبید اور عدن کے اور حاذ بن جبل۔ علاقہ مین کے شہر جند کے کے اور ابو سفیان بن حرب نجران کے امدان کے بیٹے یزید بن ابی سفیان تیس کے اور عملا

بن اسید مکر کے والی اور حاکم مقرر ہوئے اور حضرت علیؓ میں سے قاضی مقرر ہوئے یہ

فہرست ہجری

اب شہرہ ختم ہوا اور محرم الحرام ۹۴ھ کا بلال نظر آیا۔ اسماہ میں آپؐ نے عاملین اور مصدقین کو اطراف و اکناف میں زکوٰۃ اور صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

نام عامل	کس قبیلہ کی طرف بھیجا گیا
علینہ بن حصن نساریؓ	بنی تمیم
بریدہ بن الحصیبؓ	اسلم و عقار
عباد بن بشر اشہلیؓ	سلیم و مزینہ
رافع بن کمیثؓ	جہینہ
عمرو بن العاصؓ	بنی نزارہ
ضحاک بن سفیان کلابیؓ	بنی کلاب
بسر بن سفیان کعبیؓ	بنی کعب
ابن اللہبہ ازویؓ	بنی ذبیان ۱۵
عمار بن الحضرمیؓ	بحرین
حضرت علیؓ	نجران
عدی بن حاتمؓ	طیؓ و بنی اسد
مالک بن نویرہؓ	بنی حنظلہ ۱۶

۱۵۔ زاد المعاد - ج : ۱ ص : ۳۱

۱۶۔ طبقات ابن سعد - ج : ۲ ص : ۱۱۵

۱۷۔ زاد المعاد - ج : ۲ ص : ۲۰۱

سریہ عیینہ بن حصن فزاری بسوئے نبی تمیم

محرم الحرام ۹۳ھ

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر بن سفیان عدوی کو تفصیل معذات کے لئے روانہ کیا لوگ زکوٰۃ دینے کے لئے تیار ہو گئے، مگر بنو تمیم اس میں مزام ہوئے اور کہا خدا کی قسم یہاں سے ایک اونٹ بھی نہ جانے گا اور تلواریں سونت کر لٹنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ بشریہ دیکھ کر واپس آ گئے۔ اس پر آپ نے عیینہ بن حصن فزاری کو کچاس سواروں پر سردار مقرر کر کے مقام سفیا کی طرف روانہ کیا جہاں بنو تمیم رہتے تھے۔ یہ مقام جھ سے سترہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ رات کو پہلے ان پر چھاپہ مارا، گیارہ مرد اکیس عورتیں اور تیس بچے گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ بنی تمیم نے مجبور ہو کر دس آدمیوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا، جن میں عطار بن حاجب اور زبیر بن قان اور قیس بن عامر اور اقرع بن حابس بھی تھے جب مدینہ پہنچے تو آپ کے حجرہ شریفہ کے کچھ کھڑے ہو کر آپ کو آواز دی، اسے محمد باہر آؤ تاکہ ہم آپ سے مفاخرہ ادشاعری میں مقابلہ کریں، ہماری مع زینت ہے اور ہماری مذمت عیب ہے آپ نے فرمایا یرش ان تو اللہ کی ہے باقی میں نہ شاعر ہوں اور نہ مجھ کو فقر کا حکم دیا گیا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْتُونَكَ مِنْ دُونِكَ مِنَ التَّجَارَاتِ أَكْثَرُ لَا يَعْصُونَكَ
لَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

تحقیق جو لوگ آپ کو عمروں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں اکثر بے عقل ہیں ادا اگر صبر کرتے یہاں تک آپ ان کی طرف برآمد ہوتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا

اللہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

فائدہ جلیلہ

عبد اللہ بن عباسؓ علوم قرآن کے حامل کرنے کے لئے سید القراء ابی بن کعبؓ کے مکان پر

ماضی ہوا کرتے تھے۔ ادب و جہ سے کبھی دروازہ نہیں کھٹکھٹاتے تھے۔ ابی بن کعب کے انتظار میں بیٹھے رہا کرتے، یہاں تک وہ خود باہر تشریف لاتے ایک بار ابی بن کعب نے کہا تم دروازہ کھٹکھٹا دیا کرو۔ اس پر عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جواب دیا العاصم فی قومہ کالنبیؐ فی اُمتہ و قد قال اللہ تعالیٰ فی حق نبیہما عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ - وَکُوۡا اَنْتَھُمْ صَبْرًا وَاحْتِجْ تَحْزِیۡجِ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا اَلْھُم عالم اپنی قوم میں منزل نبی کے ہے اپنی امت میں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے حق میں یہ ارشاد فرمایا اَنْتَھُمْ صَبْرًا وَاَنْتَھُمْ فَرَمَاتے ہیں۔ میں نے کسی عالم کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا۔ یہاں تک وہ خود اپنے وقت پر تشریف لے آئے علامہؒ اُن کوں فرماتے ہیں جب سے میں نے یہ واقعہ دیکھا ہے اسی وقت سے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ میرا یہی معمول ہے۔ والحمد للہ تعالیٰ علیٰ ذالک۔ ۱۵

بعد ازاں آپ باہر تشریف لائے اور ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ جماعت سے فداغ ہو کر صحن مسجد میں بیٹھ گئے۔ دندنے لگا کہ ہم مغاورہ کے لئے آئے ہیں۔ آپ ہمارے شاعر اور خطیب کو کچھ کہنے کی اجازت دیجئے آپ نے فرمایا اجازت ہے۔

خطبہ عطار بن حاجب تمیمی

خطیب بنی تمیم عطار بن حاجب کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ پڑھا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ عَلَیْنَا الْفَضْلُ
وَهُوَ اَھْدَ الَّذِیْ جَعَلَنَا مَلُوکًا
وَهَبَ لَنَا اَمْوَالَ عِظَمًا مَّا نَفْعَلُ فِیْہَا الْعُرُوۡ
وَجَعَلَنَا اَعْزَاہِلَ الْمَشْرِقِ وَاکْثَرُ عَدُوۡ
وَعَدَہٗ فَمَنْ مِّنَّا فِی السَّاسِ - السَّنَا
حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے ہم کو فضیلت دی
اور اہدٰ شاہ بنایا اور مال و دولت دی جسے ہم نیک
کاموں میں صرف کرتے ہیں اور ہم کو اہل مشرق میں
سب سے زیادہ عزت والا اور کثرت والا اور
قوت و شوکت والا بنایا، پس لوگوں میں ہم جیسا

پر دوس انسان و افضلہم من فاخرنا
 فلیعدد مثل ما عددنا وانا لوشنا
 لا کثرنا الکلام و لکن نستعی من
 الاکثار وانا نعرت بذال اقول
 هذا لان تا قوا بمثل قولنا
 و امر افضل من امرنا -

کون ہے کیا ہم لوگوں کے سر دار اور ان سے بالاتر
 نہیں پس جو ہم سے فخر میں مقابلہ کرنا چاہے تو اسکو
 چاہیے کہ ہمارے جیسے مفاخر اور مناقب شمار کرے
 جیسے ہم نے اپنی مفاخر بیان کئے ہیں اور اگر ہم
 چاہیں تو اپنے مفاخر کے بارہ میں طویل تقریر کر سکتے
 ہیں لیکن ہیں اپنے مفاخر بیان کرنے سے شرم

آلہ ہے میں نے یہ اس لئے کہا ہے کہ اگر کوئی اس کے مثل یا اس سے بہتر لاکے تو لائے۔
 عطار و خطبہ سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس
 بن شماس انصاری کو جواب کے لئے ارشاد فرمایا۔ ثابت بن قیس فوراً کھڑے ہوئے اور یہ
 خطبہ پڑھا۔

خطبہ ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الحمد لله الذي استموات والارض
 خلفته قضى فيهن امره ووسع
 كروسيه علمه ولهم يكن شيعي قط
 الا من فضله ثم كان من قدرته
 ان جعلنا ملوكا واصطفه خير خلقه
 رسولا اكرمنا نسبنا واصدقته
 حديثا وافضلنا حسبا وانزل عليه
 كتابا واشتمنه على خلقه فكان
 خيرة الله في العالمين ثم دعا الناس

حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے آسمانوں اور
 زمینوں کو پیدا کیا اور اپنا حکم اس میں جاری کیا
 اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے جو کچھ بھی ہے
 وہ اس کے فضل سے ہے پھر اس کی قدرت نے
 ہم کو بادشاہ بنادیا اور بہترین مخلوق کو رسول بنا کر
 بھیجا جو تمام مخلوق میں حسب و نسب میں سب سے
 بڑھ کر ہے اور خدا نے ان پر ایک کتاب نازل کی
 اور ان کو تمام مخلوق پر امین بنایا پس وہ تمام جہانوں
 میں سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندہ

اٰلِ الْاِيْمَانِ بِمَا فَا مِّنْ رَّسُوْلٍ اَللّٰهُ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الْمَاجِرُوْنَ
مِنْ قَوْمِهِ وَذُوِي رَحِمَةٍ اَكْرَمَ الْاِنْسَانِ
اِحْسَابًا وَّاحْسَنَ الْاِنْسَانِ وَجُوسًا
وَخَيْرَ الْاِنْسَانِ فَعَالًا ثُمَّ كُنَّا
اَوَّلَ الْخَلْقِ اِجَابَةً وَاسْتِجَابَةً
اَللّٰهُ حِيْنَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهُ فَنَحْنُ
اَنْصَارُ اللّٰهِ وَوَزَرَءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نَقَاتِلُ
الْاِنْسَانِ حَتّٰى يَوْمُنَا بِاللّٰهِ فَمَنْ
اُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ مَنَعَ مَالَهُ
وَدَمَهُ وَمَنْ كَفَرَ جَاهِدْنَا فِي
اَللّٰهِ اَبَدًا وَكَانَ قَتْلُهُ عَلَيْنَا
لَيْسَ اِنْ فَوَلَّ قَوْلُ هَذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالسَّلَامُ عَلَيَكُمْ

میں اُس اللہ کے رسول نے تمام لوگوں کو ایمان کی
دعوت دی کہ اس رسول پر سب سے پہلے جاہلین
ایمان لاتے جو آپ کے قوم کے لوگ ہیں اور
آپ کے رشتہ دار ہیں اور حسب و نسب اور وجہ
میں سب سے بڑھ کر ہیں اور باعتبار افعال و
اعمال کے بھی سب سے بہتر ہیں

پھر جاہلین

کے بعد ہم انصار بنی کی دعوت قبول کرنے میں اور
لوگوں سے مقدم ہیں ہم انصار۔ اللہ کے دین کے
دو گاریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
وزیر ہیں ہم لوگوں سے اس وقت تک جہاد
تمثال کرتے ہیں کہ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں
لیکن جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے
اس نے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لیا اور جس نے کفر
کیا اس سے ہم خدا کی راہ میں جہاد و قتال کریں گے

اور اس کا قتل ہم پر آسان ہے، یہ ہے جو مجھے کہنا تھا اور میں خدا تعالیٰ سے اپنے لئے

اور تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لئے مغفرت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

بعد ازاں زبیر بن عوف نے اپنے معاذ و مناقب میں ایک قصیدہ پڑھا۔ اُن حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا اس کا جواب دو حسانؓ نے فی البدیہہ اُس کے جواب میں
ایک قصیدہ پڑھا۔ اقرب بن عباس نے کہا خدا کی قسم آپ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور
آپ کا شاعر ہمارے شاعر سے بڑھ کر ہے اور سب مشرف باسلام ہو گئے۔ آپ نے ان کو انعام

دیا اور ان کے سب قیدی واپس کر دیئے۔ ۱۷

بعثتِ ولید بن عقبہ بن ابی معیط بسوئے بنی المصطلق

ولید بن عقبہ کو آپ نے صدقات وصول کرنے کے لئے بنی المصطلق کی طرف روانہ فرمایا۔ وہ لوگ ولید کی خبر سن کر نہایت شاداں و فرحاں ہتھیار لگا کر عسکری شان سے ولید کے استقبال کے لئے نکلے۔ زمانہ جاہلیت سے ولید کے خاندان اور بنی المصطلق میں عداوت چلی آتی تھی۔ ولید کو وہ سے دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ غالباً دیرینہ عداوت کی وجہ سے یہ لوگ مقابلہ کیلئے نکلے ہیں اس لئے ولید راستہ ہی سے واپس ہو گئے اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ بیان کر دیا کہ وہ لوگ دین اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔ انھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے آپ کو سن کر تعجب ہوا۔ آپ اسی ترمو میں تھے کہ یہ خبر بنی المصطلق کو پہنچی۔ ان لوگوں نے فوراً اپنا ایک وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا جس نے حاضر ہو کر بارگاہِ نبوی میں حقیقت حال کی اطلاع دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ جَاءَكُمْ فَاسِقُ
فَاسِقٌ مِّنْكُمْ فَتَبَيَّنُوا أَن يَصِيبُوا
بِمَا بَغَيْتُمْ أَن تَصِيبُوا مِمَّا
فَعَلْتُمْ نَادٍ مِّنْكُمْ - ۱۷

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر
لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو مبادا کہ بے خبری میں
کسی قوم کو کوئی ضرر پہنچا دو اور پھر اپنے کئے
ہوتے پریشان ہو۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اس آیت میں فسق سے لغوی معنی مراد نہیں۔ یعنی اطاعت سے خروج کرنا خواہ وہ کتنا ہی معمولی درجہ کا خروج ہو اس جگہ اصطلاحی اور شرعی فسق مراد نہیں۔ گناہ کبیرہ کا قصد اور ادا از کتاب اصطلاح شرعی میں فسق کہلاتا ہے۔ ولید نے جو کچھ آپ سے آکر بیان کیا اس کا نظار غلط نہیں تھا اس لئے آیت میں فسق سے لغوی فسق مراد ہے اور غیر

چونکہ خلافت واقع تھی اس لحاظ سے اُن کو فاسق کہا گیا۔ اور اس معنی کے صحابی کا فاسق ہونا اس کے شرعاً فاسق ہونے کو مستلزم نہیں فانہم فلک واستنقم۔ (زرقاتانی مستخرج ۱۳)

حدیث میں آیا ہے کہ ایمان کے منتشر شعبے ہیں اعلیٰ درجہ کا شعبہ شہادتہ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور دینی درجہ کا شعبہ راستہ سے کاٹنا وغیرہ ہونا یا ہے، ہائی شعبہ دین میں ہیں اور ہر شعبہ پر ایمان کا اطلاق آتا ہے۔ اسی طرح قرآن اور حدیث میں فسق اور معصیت اور ظلم کا اطلاق کفر سے لے کر گناہ صغیرہ تک پر آیا ہے جس طرح ایمان کے مراتب مختلف ہیں۔ اسی طرح کفر اور معصیت کے مراتب بھی مختلف ہیں۔ حضرت آدم کی لغزش پر بھی معصیت کا اطلاق آیا ہے وعصی آدم ربہ فغوی اور کفر پر معصیت کا اطلاق آیا ہے۔ وَمَنْ يُعِصِ اللّٰهُ وَرَسُولَهُ فَاِنَّ لَهٗ ثَوْرًا كَهَيْئَةِ الْجَبَلِ اِذَا فُتِحَا۔ مگر ظاہر ہے کہ دونوں معصیتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، لفظ اگرچہ ایک ہے مگر معنی مختلف ہیں۔

اسی طرح اس آیت میں جو فاسق کا لفظ آیا ہے۔ اس کو معنی لغوی پر محمول کریں شرعی فسق پر محمول نہ کریں اس لئے کہ صحابہ کرام سب عادل اور ثقہ ہیں رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ معاذا اللہ اگر وہ شرعی فاسق ہوتے تو اللہ ان سے راضی نہ ہوتا بقولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ کَاذِبٌ رَّجُلٌ عَنِ النَّقُومِ الْفَاسِقِیْنَ۔ اسی وجہ سے امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب رکھا ہے۔ باب کفران العقیلہ وکفر دون کفر۔ و باب ظلم دون ظلم

مسیرۃ عبد اللہ بن عمرؓ

ماہ صفر ۳۷۵ میں آپ نے عبد اللہ بن عمرؓ کو نبی عمر بن حارثہ کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے ایک والا نامہ لے کر روانہ فرمایا ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور آپ کے والا نامہ کو دھو کر ڈول کی تکی میں باندھ دیا۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے اگر جب آپ سے واقعہ بیان کیا تو یہ ارشاد فرمایا۔ کیا ان لوگوں کی عقل جاتی رہی اس وقت سے لے کر اس وقت تک اس قیدہ کے لوگ احمق اور نادان ہیں تقریباً فارتا العقل اور گونگے ہیں۔ اما واللہ سبحانہ

سرّیہ قطبہ بن عامر

اسی مہینہ میں آپ نے میں آدمی قطبہ بن عامر کے زیرِ کمان خشم کے مقابلہ کے لئے روانہ فرمائے قطبہ بن عامر نے جا کر ان کا مقابلہ کیا۔ یہاں تک ان کو شکست دی اور کچھ اونٹ اور بکری اور کچھ قیدی غنیمت میں لے کر واپس ہوئے، خمس نکالنے کے بعد چار چار اونٹ ہر شخص کے حصّہ میں آئے اور ایک اونٹ دس بکریوں کے معادل قرار دیا گیا۔ ۵۰

سرّیہ ضحاک بن سفیان

ماہ ربیع الاول میں بنی کلاب کو دعوت اسلام دینے کی غرض سے آپ نے ضحاک بن سفیان کلابی کو روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور اُن کو اولاً سلام کو گالیاں دی اور مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ بالآخر مقابلہ ہوا اُن لوگوں کو شکست ہوئی اور ضحاک بن سفیان شاواں و فرحان مظفر و منصور غنیمت لے کر مدینہ واپس ہوئے۔ ۵۱

سرّیہ علقمہ بن مجتر زمدجی لبسوئے حبشہ

اِس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ حبشی لوگ جدہ میں آئے ہیں تو آپ نے علقمہ بن مجتر زمدجی کو تین سو سواروں کے ساتھ اُن کے تعاقب کے لئے روانہ کیا یہ لوگ خبر پا کر بھاگ گئے اور حزیرہ میں جا کر رو پوش اور لاپتہ ہو گئے مسلمان جب وہاں سے لڑے تو فوج کے کچھ لوگوں نے غلبت کی اور یہ ارادہ کیا کہ باقی لشکر سے پہلے ہم گھڑ پہنچ جائیں۔ علقمہ نے آگ جلوائی اور غلبت کرنے والوں کو حکم دیا کہ اس آگ میں کود جائیں۔ کچھ لوگ اس پر آمادہ ہوئے علقمہ نے کہا تمھرو میں نے تم سے مذاق کیا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ

۵۰۔ طبقات ابن سعد۔ ج ۲، ص ۱۱۴۔ ۵۱۔ ایضاً

۵۲۔ راجع ابوالکلام ۵۳۔ سرّیہ عبد اللہ بن حذافہ السہمی و صاحب شرح المواہب ۵۴۔ ۳۵ روا المعاد و الباری ۵۵۔

علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تھیں معصیت کا حکم دے اس کا حکم نہ مالا اور صحیح بخاری اور مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سریرہ کے امیر عبداللہ بن خذافہ بھی تھے اور آگ میں کودنے کا حکم انھوں نے دیا تھا تعجب نہیں کہ اسی اختلاف کی بنا پر امام بخاری نے اس سریرہ کے بیان کے لئے ترجمہ رکھا ہے وہ یہ ہے باب سریرۃ عبداللہ خذافہؓ ابھی وعلقمۃ بن مجزز الدجی و لقیال انہا سریرۃ الانصاری تفصیل کے لئے فتح الباری ص ۲۶۲ فذر قانی ۴۹ ج ۳ کی مراجعت کریں۔

سریرۃ علی بن ابی طالب برائے بُت شکنی قبیلہ طہ و ذکر اسلام فرزندِ حاتم طائی و دخترِ اد

ماہ ربیع الآخر ۹ھ میں حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو یا دو سو آدمیوں کے ساتھ قبیلہ طہ کے بُتِ فلس منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا وہاں پہنچ کر ان پر غلبہ خون مارا کچھ آدمی اور کچھ مویشی گرفتار ہوئے بُت خانہ کو منہدم کر کے نذر آتش کیا اور دو تلواریں اس بُت خانے سے لوٹ لائے جو حادث بن ثمر نے چڑھائی تھیں ان قیدیوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی بیٹی سفادہ بھی تھی اور حاتم کے فرزند عدی بن حاتم لشکر اسلام کی خبر سنتے ہی شام بھاگ گئے تھے۔ اس لئے کہ شام میں اُس کے ہم مذہب و مشرب انصاری بکثرت تھے۔ قیدی گرفتار کر کے مدینہ لائے گئے اور مسجد کے قریب خلیہ میں اتار دیے گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ادھر سے گزے تو حاتم کی بیٹی نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ زوروت ہو گیا اور جو ہمارا خبر گیران تھا وہ فرار ہو گیا۔ آپ ہم پر احسان کیجئے اللہ آپ پر احسان کرے گا۔ آپ نے دریافت فرمایا وہ تیرا خبر گیران اور سرپرست کون تھا۔ سفادہ نے کہا میرا بھائی عدی بن حاتم آپ نے فرمایا وہی جو اللہ اور اس کے رسول سے بجا کا ہے۔ بہتر ہے میں تجھ پر احسان کرتا ہوں جانے میں غفلت مت کر وہی

یہ چاہتا ہوں کہ تمہاری قوم میں کا کوئی شخص قابل اطمینان مل جائے تو اس کے ہمراہ تم کو بھیج دوں
چنانچہ دو تین ہی روز کے بعد تبدیلی طے کے کچھ آدمی شام جانے والے مل گئے آپ نے ازراہ
لطف و کرم نادماہ اور سواری اور کچھ جوڑے دے کر ان کو رخصت کیا سفانہ مشرف باسلام
ہوئے اعلان الفاظ میں آپ کا شکریہ ادا کیا۔

شکرتک مد افتقرت بعد غف
ولا ملکک ید استغنت بعد
فقروا صاب الله بمعروفک
مواضعه ولا جعلک الی شیم
حاجة ولا سلب نعمة عن کریم
الا وجعلک سببا لردھا
علیہ۔

خدا کرے وہ ہاتھ تیرا ہمیشہ شکر گزار رہے جو خوشحالی
کے بعد فقیر اور خالی بہا ہوا اور وہ ہاتھ آپ پر
کبھی قابو نہ پائے جو فقر کے بعد امیر ہوا اور وہ
خدا کرے آپ کا احسان ہمیشہ بر محل فاق ہوا اور
خدا کرے آپ کو کبھی کسی کمینہ سے کوئی ضرورت نہ
پیش آئے اور خدا کی شریفین کی نعمت سلب نہ کرے
مگر آپ کو اس کی داپسی کا وسیلہ اور ذریعہ بنائے

سفانہ آپ سے رخصت ہو کر شام پہنچی اور اپنے بھائی عدی سے ملی اور تمام حالات بیان
کئے عدی نے بہن سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے۔ سفانہ نے جواب دیا۔

اری والله ان تلحق بہ سرعیا
فان یتبعیا فلا سابق الیہا فضیلة
وان یتلک فلن تزل فی عود
انت انت

خدا کی قسم میں یہ مناسب سمجھتی ہوں کہ تم جلد از
جلد جا کر ان سے ملو اگر وہ نبی میں تو ان کی طرف
دورنا اور سبقت کرنا باعث فضیلت ہے اور
اگر بادشاہ میں تو ہمیشہ کے لئے باعث عزت ہے
اور تو تو۔ تو یہی ہے۔

عدی نے سن کر کہا۔

خدا کی قسم رائے تو یہ ہے۔

والله ان هذا هو الراي

بعد ازاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ زرقانی ص ۵۳ و اصابع

ان کے اسلام کا مفصل واقعہ اصحاب میں مذکور ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

اسلام کعب بن زہیر

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کعب بن زہیر آپ کی ہجو میں شعر کہا کرتا تھا فتح مکہ کے دن کعب بن زہیر اور ان کا بھائی بجیر بن زہیر جان بچا کر مکہ سے فرار ہوئے اور مقام ابرق الغراف میں جا کر ٹھہرے بجیر نے کعب سے کہا تم یہاں ٹھہرو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کا کلام سنوں اور آپ کے دین کو معلوم کروں اگر آپ کی چائی معلوم ہو جائے تو آپ کا اتباع کروں ورنہ چھوڑ دوں۔ کعب وہیں رہے اور یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کا کلام سناستے ہی مشغون باسلام ہو گئے۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہو کر مدینہ پہنچے تو بجیر نے اپنے بھائی کعب بن زہیر کو اس مغنون کا ایک خط لکھا کہ جو لوگ آپ کی ہجو میں اشعار کہتے تھے وہ فتح مکہ کے دن قتل کر دئے گئے اور جرجان بچا کر بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے اگر تھکوا اپنی جان عزیز ہے تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جا جو شخص مسلمان اور تائب ہو آپ کے پاس آتا ہے آپ اس کو قتل نہیں کرتے اور اگر یہ نہیں کر سکتا تو کہیں قور و راز جگہ چلا جا جہاں تیری جان بچ جائے۔ کعب کو یہ ناگوار گزارا کہ بغیر میرے مشورہ کے مسلمان ہو گیا اور یہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

إِلَّا أَبْلَغَا عَنِّي مُجْبِئًا رِسَالَتَهُ قَهْلًا لَكَ فِيمَا قُلْتَ وَجِلْدًا لَكَ
اے دوستانہ جو میرے پیام پہنچا دو میں کچھ کہتا ہوں اس بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ انوس تو کیا کر گندا۔
فَبَيِّنْ لَنَا إِنْ كُنْتَ لَسْتَ بِفَاعِلٍ عَلَىٰ أَيْ شَيْءٍ غَيْرَ ذَلِكَ دَلَّكَ
تو بتلا کہ اگر تو اپنے باپ دادا کے دین پر قائم نہیں رہ سکتا تو پھر اس کے سوا تو نے اور کون سا راستہ اختیار کیا۔

عَلَى خُلُقٍ لَمْ تُلْعَبْ أُمًّا وَلَا أَبًا عَلَيْهِ وَتَلْعِي عَلَيْهِ أَخًا لَكَ

ترنے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ نہ اس کو اس پر پالا دے نہ باپ کو اس پر بچہ پر پائے گا۔
فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَلَسْتُ بِأَسَفٍ وَلَا قَائِلٍ إِمَّا عَثَرْتَ نَعًا لَكَ
ہں اگر تو نے میری بات پر عمل نہ کیا تو تجھ کو کچھ غم نہیں اور نہ میں تیری لغزش کے وقت تجھ کو دعا لگا کہوں گا یہ۔
کلمہ لغزش کے وقت کہا جاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ سنبھل جا اے کھڑ ہو جا۔

سَقَاكَ بِهَا الْمَأْمُونُونَ كَأَسَارٍ وَتِيَّةٍ فَأَنْهَكَ الْمَأْمُونُونَ مِنْهَا وَعَلَمَكَ

امون یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ قریش آپ کو امین و امون سمجھتے تھے نے تجھ کو چھلکا ہوا پال کر رہہ کر دیا۔
بجیرنے اس واقعہ کو آپ سے چھپانا پسند نہ کیا اس لئے یہ قصیدہ آپ کی خدمت میں پیش
کر دیا، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا بے شک میں بجانب اللہ امون اور امور ہوں اللہ علی خلق
لَمْ تُلْعَبْ أُمًّا وَلَا أَبًا۔ کون کر فرمایا یہ بھی درست ہے اس نے کہاں ماں باپ کو اس دین پر
دیکھا ہے۔

بجیرنے اس کے جواب میں یہ اشعار لکھ کر روانہ کئے۔

مَنْ مَبْلُغٌ كَيْهًا فَهَلْ لَكَ فِي الْيَتَى تَلَوْمٌ عَلَيْهَا بِإِطْلَا دِهِي أَحْزَمُ
ہے کوئی کہ جو کعب کو یہ پیام پہنچا دے کیا تجھ کو اس ملت و مذہب میں داخل ہونے کی غیبت ہے تو مجھ کو ناحق
لامتک کہ ہے حالانکہ وہ نہایت حکم اور صواب ہے۔

إِلَى اللَّهِ لَا الْعُزَّى وَلَا اللَّاتِ وَحْدَهُ فَتَنْجُوا إِذَا كَانَ الْبِغَاءُ وَنَسَلُمُ
رات اور عروسی کی طرف نہیں بلکہ ایک خلک طرف آ جا کہ جس وقت اہل توحید اللہ کے عذاب سے نجات
پائیں تو بھی نجات پائے اور اللہ کے عذاب سے سالم اور محفوظ رہے۔

لَدَى يَوْمٍ لَا يَنْجُو وَكَأَيُّ جُمْلَةٍ مِنَ النَّاسِ الْأَطَاهِرِ الْقَلْبِ مُسْلِمٍ
یعنی اُس دن کہ کوئی شخص نجات نہ پائے گا اور عذاب سے رہائی نہ پائے گا سوائے اس شخص کے کہ قلب اس

۱۷۔ بعض نسخوں میں سفاک بیا المأمون کے بجائے سفاک بہا الماں آیا ہے۔ ۱۷

کفر اور شرک کی بنیاستوں سے پاک ہمارا مسلمان ہو۔

فَدِينُ زُهَيْرٍ وَهُوَ لَا شَيْءَ دِينُهُ وَدِينُ أَبِي سُلَيْمٍ أَعْلَىٰ مُحَرَّمٌ

زہیر کا دین بلاشبہ بیچ ہے اور سیکر پاپ زہیر اور دادا ابوسلمی کا دین مجھ پر حرام ہے اس لئے کہ میں حق یعنی دین اسلام میں داخل ہو گیا ہوں۔

بمیر کے اس خط کا کعب بن زہیر پر خاص اثر ہوا اور اسی وقت ایک قصیدہ مدحیہ آپ کی شان اقدس میں لکھ کر مدینہ روانہ ہوا۔ مدنیہ پہنچا اور صبح کی نماز کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اجنبی بن کر یہ سوال کیا یا رسول اللہ اگر کعب بن زہیر تائب ہو کر حاضر خدمت ہو تو کیا آپ اس کو امان دے سکتے ہیں آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ نابکار اور گنہگار میں ہی ہوں، لایئے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھائیے، اس وقت ایک انصاری بول اٹھے یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں، آپ نے فرمایا چھوڑو تائب ہو کر آیا ہے۔ بعد ازاں کعب نے آپ کی شان میں وہ قصیدہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے۔

بانت سعاد فقلبي اليوم متبول متيم انزها الحريد مكبول
کعب بن زہیر جب اس شعر پر پہنچے۔

ان الرسول ل سيف يستحنا عبيد مهند من سيف الله مسلول
تو آپ نے اس وقت بردیائی جواڑ ڈھسے ہوئے تھے ان کا کعب کو مرحمت فرمائی۔ بعد ازاں
حضرت معاویہ نے اس چاد کو کعب بن زہیر کے وارثوں سے بیٹے ہزارہ دم میں خریدی۔
یہ چادو ایک عرصہ تک خلفاء اسلام کے پاس نبی عیدین کے موقع پر تبرکاً اس کو اڑھا
کرتے تھے۔ فتنہ تبار میں گم ہو گئی۔ درشرح مواہب قصہ کعب بن زہیر

۷۔ حاکم کی روایت میں ہے کہ کعب نے من سیوف الہند پڑھا۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہو من

غزوہ تبوک

یومِ پنجشنبہ ماہِ رجب ۹ھ

مجمع طبرانی میں عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ انصلائے عرب نے ہر قتل شاہِ روم کے پاس یہ لکھ کر بھیجا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور لوگ قحط اور فاقوں سے بھوکے مر رہے ہیں۔ عرب پر حملہ کے لئے یہ موقع نہایت مناسب ہے، ہر قتل نے فوراً تیاری کا حکم دے دیا۔ چالیس ہزار رومیوں کا لشکر جزائر آپ کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ ۱۵

شام کے غلی سوادگرز تین کاتیلِ فردخت کو نے مدینہ آیا کرتے تھے ان کے ذریعہ یہ خبر معلوم ہوئی کہ ہر قتل نے ایک عظیم الشان لشکر آپ کے مقابلہ کے لئے تیار کیا ہے جس کا مقدمہ الجیش ببقارناک پہنچ گیا ہے اور ہر قتل نے تہم فوج کو سال بھر کی تنخواہیں بھی تقسیم کر دی ہیں۔ ۱۶

اس پر آپؐ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ فوراً سفر کی تیاری کی جاتی تاکہ دشمنوں کی مسجد (تبوک) پہنچ اُن کا مقابلہ کریں۔ بعد مسافت اور موسمِ گراما زمانہ قحط اور گرانی فقر و فاقہ اور بے سوسامانی۔ ایسے نازک وقت میں جہاد کا حکم دینا تھا کتنا فقیہ جو اپنے کو مسلمان کہتے تھے گھبرا اٹھے کہ اب اُن کا پروہ فاش ہوا جاتا ہے خود بھی جان چرائی اور دوسروں کو بھی یہ کہہ کر بہکانے لگے۔

ایسی گرمی میں مت نکلو۔

لا تفرؤا فی الحر

ایک سفرے نے کہا لوگوں کو معلوم ہے کہ میں حسین جمیل عورتوں کو دیکھ کر بے تاب ہو جاتا ہوں مجھ کو اندیشہ ہے کہ رومیوں کی پری جہاں نازنیں کو دیکھ کر کس فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ ۱۷

مؤمنین مخلصین سماعت کبریاں دال سے تیاری میں معروف ہو گئے، سب سے پہلے صدیق اکبر نے کل مال لاکر آپ کے سامنے پیش کر دیا جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی آپ نے دریافت فرمایا کیا اہل ایمان کے لئے کچھ چھوڑا ہے، ابو بکر نے کہا صرف اللہ اور اس کے رسول کو ناریق اعظم نے نصف مال پیش کیا عبدالرحمن بن عوف نے دو سو دو قیر چاندی لاکر حاضر کی۔ عاصم بن عدی نے سنہ و سق کجوری پیش کیں۔ ۱۷

عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین سو اونٹ مع سارو سامان کے اور ایک ہزار دینار لاکر بارگاہ نبوی میں پیش کئے آپ نہایت مسرور ہوئے بار بار اُن کو پلٹتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا تو بھی اس سے راضی ہو۔ ۱۸

اکثر صحابہ نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس مہم میں امداد کی مگر پھر بھی سواری اور زاد راہ کا پورا سامان نہ ہو سکا چند صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم بالکل نادار ہیں اگر سواری کا کچھ تھوڑا بہت ہم کو سہارا ہو جائے تو ہم اس سعاد سے محروم نہ رہیں۔ آپ نے فرمایا میرے پاس کئی سواری نہیں اس پر وہ حضرات روتے ہوئے واپس ہوئے۔ انھیں کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْا لِيُخْبِلَهُمْ	اللہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ آپ کے
قُلْتُ لَا أَحَدٌ مَّا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ	پاس آئے کہ آپ ان کو جہاد میں جانے کے لئے کوئی
تَوَكَّلُوا وَاعْتَبِرْهُمْ تَفِيضُ مِنَ	سواری عطا فرمائیں تو آپ نے یہ فرمایا کہ اس وقت
الدَّمْعِ حَزَنًا أَنْ لَا يُجِدُوا	کوئی چیز نہیں پاتا کہ جس پر تم کو سوار کرو تو وہ لوگ
مَا يُنْفِقُونَ - ۱۷	اس حال میں رہیں جو نہ کمان کی آنکھیں آنسوؤں سے

بہری تھیں۔ اس غم میں کہ ان کو کوئی چیز میسر نہیں کہ جسے خرچ کر سکیں۔

عبداللہ مغفل اور ابولہی عبد الرحمن بن کعب جب آپ کے پاس سے روتے ہوئے واپس ہوئے تو راستہ میں یامین بن عمر رضی اللہ عنہما سے مل گئے، روئے کا سبب دریافت کیا انھوں نے کہا نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سواری ہے اور نہ ہم میں استطاعت ہے کہ سفر کا سامان مہیا کر سکیں اب انسوس اور حسرت اس چیز کی ہے کہ ہم اس غزوہ کی شرکت سے محروم رہے جاتے ہیں۔ سیکر یامین کا دل بھرا یا اسی وقت ایک اونٹ خرید اور نارا راہ کا انتظام کیا۔ لے

جب صحابہ چلنے کے لئے تیار ہو گئے تو آپ نے محمد بن مسلمہ انصاری کو اپنا قائم مقام اور مدینہ کا مالی مقرر کیا اور حضرت عکاب و عیال کی حفاظت اور خبر گیری کے لئے مدینہ میں چھوڑا۔ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھ کو بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہمدان کو موسیٰ کے ساتھ تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔
(بہکلی شریف)

حدیث انت مئی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کی شرح

اس حدیث سے شیعہ حضرات علی کی خلافت بلا فصل پر استدلال کرتے ہیں کہ حضور پُر نور کے بعد خلافت حضرت علی کا حق ہے، اہل سنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں جاتے وقت حضرت علی کو اپنے اہل و عیال کی نگہداری کے لئے چھوڑ دینا کہ میری داسپی تک ان کی نگہداری اور خبر گیری کرنا، اس سے حضرت علی کی امانت اور دیانت اور قرب اور اختصاص تو بے شک معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ اپنے اہل و عیال کی نگہداری اور خبر گیری اسی کے سپرد کرتے ہیں کہ جس کی امانت اور دیانت اور محبت اور اخلاص پر اطمینان ہو ورنہ اور داماد کو اس کام کے لئے مقرر کرتے ہیں لیکن یہ امر کہ میری وفات کے بعد تم ہی میرے خلیفہ ہو گے

حدیث کو اس مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔

پھر یہ کہ حضرت علی کی یہ قائم مقامی فقط اہل و عیال کے حد تک محدود تھی اس لئے
اُن حضرت نے اسی غرہ میں جاتے وقت محمد بن مسلمہ کو مدینہ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ ابراہیم بن عمر
کو مدینہ کا کوثر وال اور عبداللہ بن ام مکتوم کو اپنی مسجد کا امام مقرر کیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی کی
خلافت و نیابت مطلقہ تھی بلکہ اہل و عیال کے حد تک محدود تھی اور اگر بالغرض مطلق بھی
ہوتی تو غرہ سے واپسی تک محدود تھی جیسے کوئی بادشاہ سفر میں جاتے وقت کسی کو نائب
السلطنت مقرر کر جائے تو وہ نیابت واپسی تک محدود رہے گی۔ واپسی کے بعد خود بخود یہ
نیابت ختم ہو جائے گی اور یہی وقتی نیابت اور وقتی قائم مقامی اس امر کے دلیل نہیں کہ بادشاہ
کی وفات کے بعد یہی شخص بادشاہ کا خلیفہ ہوگا البتہ اس وقتی نیابت سے قائم مقام کی اہلیت
اور لیاقت ثابت ہوتی ہے سو میں اس سے انکار نہیں کہ حضرت علی میں خلافت کی اہلیت اور
لیاقت واقعی تمام اہل سنت و دل و جان سے حضرت علی کی اہلیت و لیاقت کے قائل ہیں لیکن
اس میں دیگر غفلت کی اہلیت اور لیاقت کا انکار نہیں اُن کی کمال اہلیت اور لیاقت دوسری
احادیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

پس جبکہ بادشاہ کا دار السلطنت سے نکلنے وقت تا واپسی کسی کو وقتی طور پر نائب السلطنت
مقرر کرنا اس امر کی دلیل نہیں کہ بادشاہ کی وفات کے بعد بھی شخص بادشاہ ہوگا تو خلافت اور نیابت
محض خانگی امور اور اہل و عیال کی نگہبانی سے متعلق ہو اس کو خلافت کبریٰ کی دلیل بنا لینا کمال
الہی ہے۔

اُن حضرت علیؑ علیہ السلام کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی غرہ میں تشریف لیا جاتے
تو کسی نہ کسی کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر ہاتھ اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو وہ ناظم
مقامی خود بخود ختم ہو جاتی، کسی فوج پر کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہیں گزری کہ وہ ان صحابہ کی وقتی
خلافت اور عارضی نیابت کو ان حضرات کی خلافت بالا فضل امامت کبریٰ کی دلیل سمجھتا رہا یہ

امریکہ کے اہل حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں حضرت علی کو حضرت ہادون علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے سو ہم یہ عرض کریں گے کہ اس تشبیہ سے بے شک ایک قسم کی تفصیلات ثابت ہوگی لیکن تشبیہ سے تمام امور میں مساوات لازم نہیں۔ اس حدیث میں اگر حضرت علی کو حضرت ہادون کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے تو اس سارے ہجر کے بارے میں جب آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو اس وقت آپ نے ابو بکر صدیق کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ کے ساتھ تشبیہ دی اور حضرت عمر کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ کے ساتھ تشبیہ دی جیسا کہ غزوہ بدر کے بیان میں مفصل گزرا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی کو نوح علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دینا انتہائی بمنزلہ ہادون من موسیٰ کہنے سے کہیں زیادہ بالا اور بزرگ ہے۔

الغرض آپ میں ہزار فرج کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے جس میں دس ہزار گھوڑے

تھے۔ (ذریعہ ترقی شرح مواہب) ۵

راستہ میں دو عبرت ناک مقام بھی پڑتا تھا جہاں قوم بنو مدیجہ اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو اس وجہ متاثر ہوئے کہ چیرہ الزہرہ پکڑ لیا اور ناقہ کو تیز کر دیا اور صحابہ کو تاکید فرمائی کہ کوئی شخص ان ظالموں کے مکانات میں داخل نہ ہو اور نہ یہاں کا پانی پیے اور نہ اس سے وضو کرے سرنگوں روتے ہوئے اس طرف سے گزر جائیں اور جن لوگوں نے غلطی اور لاعلمی سے پانی لے لیا تھا یا اس پانی سے آگاہو مذہب لیا تھا، ان کو حکم ہوا کہ وہ پانی گرا دیں اور وہ آٹا اور سنوں کو کھلا دیں (بخاری شریف، کتاب الانبیاء وفتح الباری ص ۲۶۸ ج ۶ وشرح مواہب ص ۳ ج ۳)

مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی جو کہ ہر وقت اللہ جل جلالہ کی طاعت اور بندگی سے معمور ہیں وہاں جانا وہاں ٹھہرنا وہاں رہنا عین قربت اور عبادت اور سراسر موجب خیر و برکت

اور باعث نزول رحمت ہے اس کے برعکس اُن مقامات میں قصد داخل ہونا جو ایک عرصہ تک اللہ جل شانہ کی نافرمانی کا مرکز رہے ہوں اور وہاں اللہ کا تہر اور عذاب نازل ہوا ہو نہایت خطرناک ہے جس طرح حرم الہی میں داخل ہونے والے کے لئے یہ حکم ہے (من دخله کان آمناً) اسی طرح مواقع عذاب میں داخل ہونے سے نزول عذاب کا اندیشہ ہے بہت الجھم خواہ کوئی اس کا طواف کرے یا نہ کرے وہ فی حد ذاتہ خیرات و برکات الزار و تجلیات کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اُس کے دیکھنے ہی سے دل کی ظلمتیں اور کدورتیں دور ہوتی ہیں۔ اس سرزمین کی آب و ہوا ای امراض روحانی کے لئے پیام شفا ہے۔ پس عجب نہیں کہ اطباء روحانی کی نظر میں مواقع عذاب کی آب و ہوا مسموم ہوا اور وہاں کے زہریلے جراثیم روح اور قلب کے لئے مضر ہوں۔ اس لئے آپ نے وہاں کے پانی استعمال کرنے کی قطعاً ممانعت کر دی اور جس کنویں سے صالح علیہ السلام کی نافرمانی پیا کرتی تھی اس کنویں سے پانی لینے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ وہ کنواں معصیت اور غضب خداوندی کے اثر سے پاک تھا۔ آپ زہر مچھڑا کر مبارک پانی ہے امراض ظاہری اور اور خصوصاً امراض باطنی کے لئے اکسیر ہے اس لئے اس کے پینے کی تاکید فرمائی کہ جس قدر پانی سکو پیو جو بد نصیب اللہ اور اس کے رسول کی معصیت اور نافرمانی پر مل گئے یہاں تک کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا وہ حقیقت میں جانور اور بھائم بلکہ ان سے بھی بدترین کمال قال تعالیٰ۔

أُولَٰئِكَ كَانُوا لِنَارٍ مُّسَلَّمِينَ

اس لئے آپ نے اُس آٹے کے متعلق جو قوم مشرک کے پانی سے گوندھا گیا تھا حکم دیا کہ اونٹوں کو کھلا دیا جائے ایسا پانی جانوروں کے مزاج کے مناسب ہے انسانوں کے مناسب نہیں۔ الغرض جس وقت آپ اس سرزمین عذاب سے گزرے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا اس مقام کی زہریلی آب و ہوا کا اثر صحابہ پر نہ ہو جائے اس لئے اُس سے حفاظت کے لئے ایک تریاق تجویز فرمایا وہ یہ کہ اس مقام سے سرنگوں اور روتے ہوئے گزر جائیں یعنی تھخ اور تضرع گریہ و زاری اور اپنے گناہوں پر ندامت اور شرمسار اس جیسے مقام کی زہریلی آب و ہوا

سے بچنے کے لئے تریاق اور اکیر کا حکم رکھتی ہے۔ انجکشن لینے کے بعد اگر طاعونی حملہ سے گزر جائے تو ازلہ نشیہ نہیں۔ اسے دوستو بارگاہ خداوندی میں گریہ و زاری تو بہ اور شرمساری گناہوں کا ایسا توری اور زبردست انجکشن سے ک سخت سے سخت زہر ملا دہ بھی اس کے بعد باقی نہیں رہ سکتا۔ سُبْحَنَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ قَالَ تَعَالَى وَلَا تَزِرُ كَيْفَ إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَسَكَنْتُمْ فِي مَسَاكِينِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ظالموں کی طرف میلان اور ظالموں کے مکانات میں سکونت بھی موجب عتاب ہے۔

حجر پہنچ کر آپ نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ کوئی شخص تہمانہ نکلے، اتفاق سے دو شخص تہمانہ نکل پڑے ایک کا دم گھٹ گیا جو آپ کے دم کرنے سے اچھا ہوا اور دوسرے شخص کو ہالے طے کسے ہاڑوں میں لے جا کر پھینک دیا۔ جو ایک مدت کے بعد مدینہ پہنچے یہ بیہقی اور ابن اسحاق کی روایت ہے۔ صحیح مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تبرک میں پیش آیا۔ ممکن ہے کہ دو واقع ہوں یا ابن اسحاق اور بیہقی کی روایت میں دادی کا وہیم ہو واللہ اعلم۔

آگے چل کر جب ایک منزل پر ٹھہرے تو پانی نہ تھا سخت پریشان تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے سیفہ برسا دیا جس سے سب سیراب ہو گئے وہاں سے چلے تو اٹنا راہ میں آپ کی ناقہ گر گیا ایک منافق نے کہا کہ آپ آسمان کی تو خیر بیان کرتے ہیں مگر اپنے ناقہ کی خیر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھ کو کسی چیز کا علم نہیں مگر وہ کہ جو اللہ نے مجھ کو بتلادیا ہے اور اب باہام الہی مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ ناقہ فلاں دادی میں ہے اور اس کی ہمارا ایک درخت سے لٹک گئی ہے جس سے وہ رُک رہی ہوئی ہے چنانچہ صحابہ جا کر اس اونٹنی کو لے آئے۔
(مداد البہقی والبنوعیم)

تبوک پہنچنے سے ایک روز پیشتر آپؐ صحابہ سے فرمایا کہ کل چاشت کے وقت تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے کوئی شخص اس چشمہ سے پانی نہ لے جب اُس چشمہ پر پہنچے تو پانی کا ایک ایک قطرہ اس میں سے بس رہا تھا، بدقت تمام کچھ پانی ایک برتن میں جمع کیا گیا۔ آپؐ نے اس پانی سے اپنا ہاتھ اور منہ دھو کر پھر اسی چشمہ میں ڈال دیا۔ اس پانی کا ڈالنا تھا کہ وہ چشمہ تُوڑ دینا بن گیا۔ جس سے تمام شکر سیراب ہوا۔ اور معاذ بن جبل کو مخاطب کر کے فرمایا اے معاذ اگر تو زندہ رہا تو اس خطہ کو باغات سے سرسبز اور شاداب دیکھے گا (رواہ مسلم، ابن اسحق کی روایت میں ہے کہ آج تک وہ فوارہ جاری ہے دوسرے اُس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ (خصائص کبریٰ ص ۲۶۳ ج ۱)

تبوک پہنچ کر آپؐ نے میں روز قیام فرمایا۔ مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا۔ لیکن آپؐ کا آنا بیکار نہیں گیا دشمن مرعوب ہو گئے اور اُس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر تسلیم خم کیا۔ اہل جزیرا اور اُدُرُج اور اَنَیْذ کے فرمانروائے حاضر خدمت ہو کر صلح کی اور جزیرہ دنیا منظور کیا آپؐ نے ان کو صلح نامہ لکھوا کر عطا فرمایا۔

اسی مقام سے آپؐ نے خالد بن ولید کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ اکیدہ کی طرف روانہ فرمایا جو ہرقل کی طرف سے دو مائے الجندل کا مالک اور فرمانروا تھا۔ آپؐ نے روانگی کے وقت خالد بن ولید سے یہ فرمایا کہ وہ تم کو شکار کھیلتا ہوا ملے گا اس کو قتل نہ کرنا گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا ہاں وہ اگر انکار کر دے تو قتل کر دینا، خالد چاندنی رات میں پہنچے، گرمی کا موسم تھا اکیدہ راوڑ اُس کی بیوی قلعہ کے فضیل پر بیٹھے ہوئے گانا سن رہے تھے۔ اچانک ایک نیل گائے نے قلعہ کے پھاٹک سے اکر نگر ماری۔ اکیدہ فوراً ہی مع اپنے بھائی اور چند عزیزوں کے شکار کے لئے اترا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اُس کے پیچھے دوڑے تھوڑی ہی دور نکلے تھے کہ خالد بن ولید آپؐ کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور اکیدہ جو شکار کرنے کے لئے

نکلا تھا، وہ خود خالد بن ولید کا شکار ہو گیا۔

خالد بن ولید نے کہا میں تم کو قتل سے پناہ دے سکتا ہوں بشرطیکہ تم میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہونا منظور کرو۔ اکیدر نے اس کو منظور کیا۔ خالد بن ولید اکیدر کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اکیدر نے دو ہزار اونٹ اور آٹھ سو گھوڑے اور چار سو زنبی اور چار سو نیزے دے کر صلح کی۔ ۱۵

مسجد ضرار

بینا روز قیام کے بعد آپ تبوک سے مدینہ منورہ واپس ہوئے، جب آپ مقام ذی آذان میں پہنچے جہاں سے مدینہ ایک گھنٹہ کے راستے پر رہ جاتا ہے تو آپ نے مالک بن خثم اور عیسیٰ بن عزی کو مسجد ضرار کے مہندم کرنے اور جلانے کے لئے آگے بھیجا۔ یہ مسجد منافقین نے اس لئے بنائی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس میں بیچ کر مشورے کریں جس وقت آپ تبوک جا رہے تھے اس وقت منافقین نے اگر آپ سے درخواست کی کہ ہم نے ہماروں اور معذروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے آپ چل کر اس میں ایک مرتبہ نماز پڑھا دیں تاکہ وہ مقبول اور متبرک ہو جائے آپ نے فرمایا اس وقت تو میں تبوک جا رہا ہوں واپسی کے بعد دیکھا جائے گا، واپسی کے بعد آپ نے ان دو حضرات کو حکم دیا کہ جا کر اس مسجد کو جلا دیں اور یہاں تک اسی کے بارے میں اُتری ہیں۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا
وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ
وَارْصَادًا لِّلْعَنَاءِ لَبِئْسَ مَا كَانُوا
فَعَلُوا ۚ لَئِنْ أَرَادْنَا لَأَ
اور جن لوگوں نے ایک مسجد بنائی مسلمانوں کو ضرر
پہنچانے کے لئے اور کفر کرنے کے لئے اہل ایمان میں
تفرقہ ڈالنے کے لئے اور تیار نگاہ بنانے کے لئے
اس شخص کے لئے کہ جہاں اللہ اس کے رسول سے

الْحُسْنَى وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ
لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا الْمَسْجِدُ أَزِيدُ
عَلَى الْمُتَّقِينَ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ
تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ
يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ -
پچھ ہی سے برسرِ پیکار ہے اور میں کھائیں گے کہ ہمارا
نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں اور اللہ کو ابھی
دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں جا کر
کبھی کھڑے بھی نہ ہوں۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے
ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی یعنی مسجد تبارہ واقعی
اس لائق ہے کہ آپ اس میں جا کر کھڑے ہوں اس

میں اچھے مرد ہیں کہ جہاں تک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پسند کرتا ہے پاک رہنے والوں کو۔
ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ نے رسولِ عظیمؐ یہودی کے مکان کے بھی جملانے کا حکم دیا،
جس میں منافقین جمع ہو کر آپ کے غلام مغور سے کیا کرتے تھے حضرت طلحہؓ نے چند آدمیوں کی پہلری
میں جا کر اس مکان کو نذرِ آتش کیا۔

جب آپ مدینہ کے قریب پہنچے تو مشتاقانِ جمالِ نبویؐ ماہتابِ نبوت و رسالت کے
استقبال کے لئے نکلے۔ یہاں تک کہ غلبۂ شوق میں پردہ نشینانِ حرم بھی نکل پڑیں لڑکیاں
اور بچے یہ اشعار گاتے تھے۔

طلع البدر علينا من شينات الوداع
وجب الشكر علينا ما دعانا الله داع
ايها المبعوث فينا جئت بالامر المطاع
جب مدینہ کے مکانات نظر آنے لگے تو یہ فرمایا: هذه طابطة بي مدينة طيبة ہے اور جبل
احد پر نظر پڑی تو فرمایا:

هذا جبل يحبنا ونحبه
یہ پہاڑ ہم کو محبوب کھلتا ہے اور ہم اس کو محبوب رکھتے ہیں۔

اخیر شعبان یا شروع رمضان میں مدینہ میں داخل ہوئے، اول مسجد نبوی میں جا کر ایک دوکانہ
ادافرمایا نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی ملاقات کے لئے کچھ دیر بیٹھے بعد ازاں آرام کے لئے گھر
تشریف لے گئے۔ (شرح مواہب)
یہ آخری غزوہ تھا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نفس نفیس شریک ہوئے۔

متخلفین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک روانہ ہوئے تو مؤمنین مخلصین بھی آپ کے
ہمراہ رہے منافقین کا ایک گروہ شرکت سے رہ گیا لیکن چند مؤمنین مخلصین نفاق کی وجہ
سے نہیں بلکہ بعض کسی غدر سے اور بعض بمقتضائے بشریت گرمی اور کوئی تکلیف سے گھبرا کر پیچھے
رہ گئے۔

ابوذر غفاریؓ کا اونٹ لاغر اور ڈبلا تھا اس لئے یہ خیال ہو گا دو چار روز میں یہ اونٹ
کھاپی کر چلنے کے قابل ہو جائے گا اس وقت میں آپ سے جا ملوں گا۔ جب اس اونٹ سے ناامید
ہوئے تو اپنا سامان اپنی پشت پر لاداد اور پاپیادہ روانہ ہوئے اسی طرح تنہا تبوک پہنچے اپنے
دیکھ کر فرمایا رحم فرمائے اللہ ابوذرؓ پر اکیلا چلا آ رہا ہے اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا، سبذہ میں تنہا وفات پائی کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہ تھا۔ اتفاقاً عبداللہ
بن مسعود کو فرسے واپس آ رہے تھے، انھوں نے تجہیز و تکفین کی تھی۔

معجم طبرانی میں ابو نعیمہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک روانہ ہوئے اور
میں مدینہ رہ گیا۔ شدت کی گرمی تھی۔ ایک دن دوپہر میں میرے اہل خانہ نے چھپر میں چھپر کاڑ کیا اور
ٹھنڈا پانی اور کھانا، کھارکھادیہ منظور دیکھ کر یکایک دل پر ایک چوٹ لگی کہ واللہ یہ میرا سر پر انسانی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو زور گرمی میں ہیں اور میں سایہ میں بیٹھا ہوا۔ اس طرح عیش

۴۔ ابن ہشام شرح مواہب، ۳۶، ص ۸۰۱۔ ۵۔ غزوہ تبوک میں کچھ رہنے والے۔ ۶۔ شرح مواہب ج ۳، ص ۳۰۰۔

آرام کر رہا ہوں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ کھجوریں ساتھ لیں اور اونٹ پر سوار ہوا اور نہایت تیز رفتاری کے ساتھ روانہ ہوا جب لشکر سامنے آگیا تو آپ نے دُور سے دیکھ کر فرمایا ابو خثیمہ اگر آپ ہے میں نے حاضر خدمت ہو کر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے میرے لئے دعائے خیر فرمائی۔ ۱۵
انھیں مومنین صالحین میں سے کعب بن مالک اور مرارة بن ربيع اور ہلال بن امیہ بھی تھے۔

صحیح بخاری میں کعب بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے اور میں سفر کی تیاری میں تھا یہ خیال تھا کہ ایک دو روز میں جب سامان ہو جائے گا تو آپ سے جا ملوں گا۔ اسی میں دیر ہو گئی اور قافلہ دُور نکل گیا اور مدینہ میں سوائے معذورین اور منافقین کے کوئی باقی نہ رہا۔ جب یہ منظر دیکھتا تو نہایت رنج ہوتا جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافقین نے جھوٹے غدر بیان کئے آپ نے ظاہری طور پر ان کے غدر قبول کئے اور دلوں کا حال اللہ کے سپرد کیا۔

دمنازی ابن عامر میں ہے کہ کعب بن مالک کہتے ہیں میں نے یہ عزم کر لیا کہ ایسا ہرگز نہ کر دوں گا کہ غزوہ سے پیچھے ہٹوں رہوں اور پھر اللہ کے رسول سے جھوٹ بھی بولوں چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا، آپ نے اعراض فرمایا، میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ مجھ سے کیوں اعراض فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نہ منافق ہوا اور نہ کھجور کا شک لاحق ہو ہے اور نہ میں دین اسلام سے بچا ہوں آپ نے فرمایا پیچھے کیوں رہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اگر کسی دنیا دار کے سامنے بیٹھا ہوتا تو باتیں بنکر اُس کے غصہ سے بھل جاتا، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اگر آج جھوٹ بول کر آپ کو راضی بھی کر لیا تو ممکن ہے کہ کل خداوند فدا بجلال آپ کو مجھ سے ناراض کر دے اور اگر آپ سے بچ بچ کہہ دیا جس سے آپ ناراض ہو جائیں تو کھجور اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ وہ معاف فرمائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس کوئی غدر نہیں میں قصوراء

ہو رہا آپ نے فرمایا اس شخص نے سچ سچ کہہ دیا ہے، اچھا اس وقت جاؤ یہاں تک اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں کوئی نازل فرمائے مابین طرح مرامہ بن ربیع اور طلال بن امیہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قصہ کا اعتراف کیا۔ آپ نے یہ حکم دیا کہ پچاس دن تک کوئی شخص ان تینوں آدمیوں سے بات نہ کرے، چنانچہ سب نے ہم سے سلام و کلام قطع کر دیا۔ خوشی و آثار ب دوست احباب سب بیگانے نظر آنے لگے کعب کہتے ہیں کہ میرے دونوں ساتھی تو ضعیفی کی وجہ سے خانہ نشین ہو گئے دن رات گریہ و زاری ہی کرتا، میں جو ان تھا میں جماعت میں حاضر ہوتا۔ غرض یہ کہ پچاس ای پریشانی میں گزرے یہاں تک کہ اللہ کی زمین ہم پر تنگ ہو گئی، سب سے زیادہ فکر اس کی تھی کہ اگر اس عرصہ میں موت آگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان میرے جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے۔ پچاس دن کے بعد کا ایک جبل سلح سے مرزہ جانفرا سنائی دیا۔

یا کعب بن مالک البشیر اے کعب بن مالک تم کو بشارت ہو۔
یہ سنتے ہی میں سجدہ میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ مشکل دور ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع فرمایا کہ ان لوگوں کی توبہ مقبول ہوئی۔ ہر طرف سے لوگ جھکوا میرے دونوں ساتھیوں کو خوشخبری اور مبارک باد دینے کے لئے دوڑے، ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ یہ کہتے تھے
لَتَهْمِلَنَّ تَوْبَةُ اللَّهِ عَلَيْنَا مَبَارَكٌ هُوَ تَجْهَوُا اللَّهُ كَاتِرِي تَوْبَةٍ كَاتِرٍ كَرْنَا جَوْشَعْنَ مِيرَ بَاسِ
خوشخبری لے کر آیا اس کو فوراً ہی میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر مینا دئے بعد ازاں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے مسجد میں قدم رکھا ہی تھا کہ طلحہ بن عبید اللہ دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، کعب کہتے ہیں حاضرین میں سے اور کوئی شخص نہیں اٹھا۔ خدا کی قسم طلحہ کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور چاند کی طرح چمک رہا تھا آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا۔

البشیر یوم مرت علیک مبارک ہو تجھ کو دن جو مقام دونوں سے بہتر ہے
معتد ولد تک املک جب سے تیرے ماں نے تجھ کو جنا ہے۔

کعب بن مالک جس دن اسلام میں داخل ہوئے بے شک وہ دن تمام دنوں سے بہتر تھا لیکن حقیقت میں یہ دن اس دن سے بھی بہتر تھا اس لئے کہ اس دن میں بارگاہ خداوندی سے اُن کی توبہ قبول ہوئی جس سے اُن کے ایمان و اخلاص پر ہمیشہ کے لئے مہر ہو گئی۔ اور یہ آیتیں ان کے بارے میں نازل ہوئیں۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَهُ فِي
سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَنِي مَاكَادَ
يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ
ثُمَّ نَبَّأَ عَلَيْهِمْ إِنَّكَ بِهِمْ
رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ ۚ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ
الَّذِينَ خَلَفُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ
عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا
أَنَّهُ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْنَا ۖ ثُمَّ تَابَ
عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ
التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا
مَعَ الصَّادِقِينَ ۝

تحقیق اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت اور غماز سے
متوہم ہوئے پیغمبر اور ہجیرین اور انصار پر جنہوں
تنگی اور دشواری کے وقت میں نبی کا ساتھ دیا
وقت تنگدستی آشنابگاہ می گردد
صریحی چون شونہ خالی جدا پیامدی گردد
بعد اس کے ایک گروہ کے دل قریب ترزل کے
تھے پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی اور اللہ بڑا شفیع
اور مہربان ہے اور توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان
تین شخصوں پر بھی جن کا معاملہ ملنزی اور تروت
تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادہ ہو
کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانب بھی ان پر
تنگ ہو گئیں اور انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ کی گرفت
سے کہیں پناہ نہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ
نے ان پر توجہ فرمائی اور ان کا قصور معاف کیا تاکہ

وہ اللہ کی طرف رجوع کریں بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے، اے

ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس توبہ کے شکریہ میں اپنا کل مال خیرات کو ناپا ہتا ہوں

آپ نے فرمایا کچھ رہنے دو اس لئے خیبر میں میرا جو حصہ تھا میں نے وہ رکھ لیا اور باقی سب خیرات کروا دی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ نے مجھ کو محض سچ کی وجہ سے نجات دی ہے میں اپنی تربتاً تکملاً اور تتمہ یہ سمجھتا ہوں کہ مرتے دم تک کبھی سوائے سچ کے کوئی بات نہ کروں۔ بخاری و فتح الباری مشیح ۸ حدیث کعب بن مالک .

صدیق اکبر کا امیر حج مقرر ہونا

ذی قعدة الحرام ۹۴ھ میں اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو امیر حج مقرر کر کے مکہ مکرمہ روانہ کیا تیس سو آدمی مدینہ منورہ سے ابو بکر صدیق کے ساتھ چلے اور میں اونٹ قربانی کے آپ کے ہمراہ گئے تاکہ لوگوں کو ٹھیک فہم رعیت کے مطابق حج کرائیں۔ اور سورۃ برأت کی چالیس آیتیں جو نقص عہد کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں ان کا اعلان کریں جن میں یہ تھا کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور بیت اللہ کا برہنہ ہو کر طواف نہ کریں اور جس سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور جن لوگوں کے ساتھ کوئی عہد نہیں کیا گیا ان کو دیم انحر سے لے کر چار مہینہ کی مہلت ہے صدیق اکبر کی روانگی کے بعد آپ کو یہ خیال ہوا کہ عہد اور نقص عہد کے متعلق اعلان کیا جائے مناسب یہ ہے کہ اس کا اعلان دجلہ راہیے شخص کی زبانی ہونا چاہیے کہ جو عہد کرنے والے کے خاندان اور اہل بیت سے ہوا اس لئے کہ عرب ایسے امور میں خاندان اور آثار ہی کی بات کو قبول کرتے ہیں اس لئے آپ نے حضرت علی کو بلایا اور اپنی نادرہ غضب آ رہی سوار کر کے ابو بکر صدیق کے پیچھے روانہ کیا کہ سورۃ برأت کی آیات موسم حج میں تم سناؤ اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیات برأت صدیق اکبر کے روانہ ہونے کے بعد نازل ہوئیں اس لئے بعد میں حضرت علی کو آیات برأت کا پیغام سننے کے لئے روانہ فرمایا۔ صدیق اکبر نے جب نادرہ کی آواز سنی تو یہ گمان ہوا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے آئے ٹھہر گئے دیکھا تو علی ہیں ابو جہا امیر اڈو ماموڑ یعنی امیر ہو کر آئے ہو یا تابع ہو کے، حضرت علی نے فرمایا۔ ماموڑ ہوں یعنی تابع ہو کے آیا ہوں اور فقط سورۃ برأت کی آیات سنانے کے لئے آیا ہوں چنانچہ لوگوں کو حج ابو بکر صدیق ہی نے کرایا اور موسم حج کے خطبے بھی انھوں ہی نے پڑھے اور حضرت علی نے صرف سورۃ برأت کی آیات اور ان کا مضمون حجرہ عقبہ کے قریب یوم النحر میں کھڑے ہو کر لوگوں کو سنایا، حضرت ابو بکر نے کچھ لوگ حضرت علی کی امداد کے لئے مقرر کر دیئے کہ باری باری سے منادی کریں۔

چنانچہ یوم النحر منیٰ میں یہ منادی کر دی گئی اور لوگوں کو سنا دیا گیا کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو سکے گا اور نہ سال آئندہ کوئی مشرک حج کرنے پائے گا اور نہ کوئی برہنہ بیت اللہ کا طواف کر سکے گا۔ اور جس کا جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے اور جس سے کوئی عہد نہیں یا عہد بلا معاوضہ کے ہے تو اس کو چار مہینہ کا امن ہے اگر اس مدت میں مسلمان نہ ہو تو چار ماہ کے بعد جہاں پایا جائے گا قتل کیا جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت علیؑ ذوالحلیفہ پہنچ کر ابو بکر صدیق سے ملے اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کے اعلان کے لئے بھیجا ہے تو ابو بکر صدیق کو یہ خیال ہوا کہ شاید میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہو گیا ہے اس لئے فوراً ہی مدینہ واپس ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے، آپ نے فرمایا نہیں تو تو میرا یا رب غدار ہے، غدار ٹور کا ساتھی ہے اور حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہو گا۔ لیکن برأت کا اعلان سولے میرے یا میرے خاندان کے کسی شخص کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا اس لئے آیات برأت سننے کیلئے میں نے علی کو بھیجا ہے۔

واقعات متفرقہ

(۱۱)۔ اسی سال ماہ ذی قعدۃ الحرام میں رأس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کا انتقال

ہوا جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَصَلُّوْا عَلٰی اَحَدٍ مِنْهُمْ مَّمَاتٍ
اَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہُمْ اِنَّہُمْ
کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ وَ مَا تُوۡا
وَهُمْ قَاسِقُوْنَ ۔ شرح ماہب ج ۹ ص ۱۵
اور آپ ان منافقین میں سے کسی کی بھی نماز جنازہ
نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو اس لئے کہ
ان لوگوں نے امتداد اس کے رسول کے ساتھ کفر
کیا اور خدا کے نافرمان مرے ہیں۔

مسئلہ: کافر کے جنازہ میں شرکت اور اس کی قبر پر جا کر کھڑا ہونا قطعاً ناجائز ہے خواہ
جنازہ ہندو کا ہو یا انگریز کا کفر میں دونوں شریک ہیں اور شرعاً مشرک اور بت پرست کافر کتابی
کے کفر سے اشد ہے۔

(۱۲)۔ اسی سال نجاشی شاہ حبشہ کا انتقال ہوا اور قبر لیجی وحی آپ کو اسی روز اس کے وفات
کی اطلاع دی گئی۔ آپ نے صحابہ کو جمع کر کے اس کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

(۱۳)۔ اسی سال سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا اور ایک سال بعد اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حجۃ الوداع میں اس کی حرمت کا عام اعلان فرمایا۔

(۱۴)۔ اسی سال عورتوں سے لعان کا حکم نازل ہوا جس کی مفصل کیفیت سورۃ نور میں مذکور ہے

(۱۵)۔ جو لوگ اسلام میں داخل نہیں ہوئے بلکہ محض اسلام کے زیر سایہ انھوں نے رہنا منظور کیا

ان کے حق میں ایسی جزیرہ کی آیت نازل ہوئی۔ قَالَ تَحٰلَسُوْا لَا تَبٰلُوْا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یَحٰجِرُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ
دِیْنََ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوْا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَدِیْہِ وَ
ہُمْ صَٰغِرُوْنَ ۔ ۱۵ جزیرہ جزاء سے مشتق ہے یعنی یہ جزا کفر ہے بطور ذلت

و حقارت کا نادعاقل بالغ مرد سے لیا جاتا ہے۔ جزیرہ سے مقصد یہ ہے کہ کفر کی شوکت اور اس کے

زور ٹوٹ جائے اور اسلام کی برتری اور حکمرانوں کے سامنے جھک جائے ایسے لوگوں کو اصطلاح شریعت میں ذمی کہتے ہیں۔ ذمہ شے متقی ہے یعنی جن کی اور مال اور ابر و اندان کے حقوق کا اللہ اور اس کا رسول مسلمانوں کی طرح ذمہ دار ہو مگر خوب یاد رکھو کہ قرآن وحدیث نے کافروں سے جزیہ لینے کا جو حکم دیا وہ دفاع اور حفاظت جان کا بدلہ نہیں یعنی جزیہ کا یہ سبب نہیں کہ ذمی خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے اور ہم دشمنوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں کیونکہ حفاظت تو اہل ذمہ کی عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں اور پاجوں اور مسکینوں کی بھی کی جاتی ہے مگر ان پر جزیہ نہیں صرف ان لوگوں سے لیا جاتا ہے جو جہاد میں مستحق قتل تھے۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جزیہ قتل کا بدلہ ہے صرف حر اور عاقل اور بالغ مردوں سے لیا جاتا ہے جو حق قتل کے تھے اور جن لوگوں سے اس بنیاد پر معاہدہ ہو کہ طرفین کی خود مختاری محفوظ اور محفوظ رہے تو شریعت کی اصطلاح میں ایسے لوگوں کو معاہدہ کہتے ہیں۔

سنتہ اور عام الوفود

عرب میں سب سے بڑا قبیلہ قریش کا تھا جس کی سرداری سلمہ بنی قریش کی حضرت اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہوئے کسی کو انکار نہ تھا، فہم و فراست بخادت و شجاعت میں مشہور تھے بیت اور جہد حرام کے مجاہد تھے۔ مگر اسلام کی مخالفت اور عداوت پر کمر بستہ تھے۔ قبائل عرب کی نظریں قریش پر لگی ہوئی تھیں کہ دیکھیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسے نبی ہے۔ قریش کے نوجوانوں نے تو ابتدا ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور کہتے رہے مگر بڑھے باقی تھے۔ جب مکہ فتح ہو گیا اور بوڑھوں نے بھی اسلام کی اطاعت قبول کر لی تو اُس وقت عرب کو معلوم ہو گیا کہ دین اسلام دین الہی ہے ضرور تمام عالم میں پھیل کر رہے گا اور کوئی قوت اس کی مخالفت میں کامیاب نہیں ہو سکتی اس لئے مکہ فتح ہوتے ہی ہر طرف سے سفارتیں آنے لگیں اور ہر قبیلہ کے دھار اور دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے لگے، اسلام کی حقیقت معلوم کرتے خود بھی مشرف باسلام ہوتے اور اپنی ساری قوم کے مملان

کرنے کا وعدہ کر کے واپس ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ
إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا۔

جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو
اللہ کے دین میں داخل ہوتا ہوا جوق در جوق دیکھ لیں
تو سبوح اور تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جائے اللہ
تعالیٰ بڑا توبہ فرمانے والا ہے۔

وفود کی ابتداء تو شہرہ کے اخیر ہی سے ہو گئی تھی لیکن زیادہ تسلسل شدہ اور سلسلہ میں رہا۔
اس لئے ان دونوں سنوں کو عام الوفود کہا جاتا ہے ابن سعد اور دمیاطی اور مغلطائی اور عراقی نے
وفود کی تعداد ساٹھ سے کچھ زیادہ بیان کی ہے مگر علامہ تہطاوی نے مواہب میں پینتیس وفود کا
ذکر کیا ہے۔

۱۱۔ وفد ہوازن

فتح مکہ کے بعد یہ پہلا وفد ہے کہ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس وقت آپ
جعرانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت ہوازن کے چودہ آدمیوں کا وفد اپنے مال اور قیدیوں
کے چھڑانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا مفصل قصہ غزوہ حنین کے بیان میں گزر
چکا ہے۔ اس وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا بھی تھے حضرت حلیمہ سعدیہ
اسی قبیلہ کی تھیں زبیر بن صوفی و سہمی و حبشی اس وفد کے رئیس تھے کھڑے ہوئے اور عرض
کیا یا رسول اللہ ان قیدیوں میں آپ کی خالائیں اور رضاعی چھو بیاں اور پالنے والیاں ہیں
جو کبھی آپ کو چھاتی سے لگاتی تھیں، اگر ہم نے حارث عسائی اور نعمان بن منذر کو دو دھڑ پلایا
ہو تو ایسی مصیبت کے وقت میں ہم اس سے ضرور امید رکھتے اور آپ تو سب سے بہتر اور
افضل کفول میں اور یہ شعر پڑھے۔

أَمْنُنْ عَلَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ فِي كَرَمٍ فَإِنَّكَ الْمَرْءُ نَزْجُوهُ وَتَنْتَظِرُ
یا رسول اللہ! آپ کے کرم اور مہربانی سے ہم پر احسان فرمائیے۔ بلاشبہ آپ ایسے شخص ہیں جس سے ہم
مہربانی اور کرم کے امیدوار اور منتظر ہیں۔

أَمْنُنْ عَلَى بَيْضَةٍ قَدْ عَاقَهَا قَدَرٌ مُمَرَّقٌ شَمْلَهَا فِي دَهْرِهَا غَيْرُ
اُس قبیلہ پر احسان فرمائیے کہ جس کی حاجتوں کو نفاذ و قدر نے روک دیا ہے۔ تیرا اُس زمانہ سے اُس کا شیرازہ
پر اگندہ ہو گیا ہے۔

يَا خَيْرَ طِفْلِ وَمَوْلُودٍ وَمُتَخَبٍ فِي الْعَالَمِينَ إِذَا مَا حَصَلَ الْبَشَرُ
اے بہترین مولود اور دنیا تر عالم کے انتخاب

إِنْ لَمْ تُدَارِكْهُمْ نِعْمَاءُ تَنْشُرْهَا يَا أَرْجَعَ النَّاسِ جِلْدًا حِينَ تُخْتَبَرُ
اگر آپ کا انعام و احسان اُن کی خبر گیری نہ کرے گا۔ ہلکے ہو جائیں گے اے وہ ذات کہ جس کا علم اور برادری
میں سب سے پہلے بیماری ہے اور امتحان اور آزمائش کئے وقت اس کا علم نمایاں اور ظاہر ہو جاتا ہے ہم پر احسان فرما
أَمْنُنْ عَلَى نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهَا إِذْ قُوكَ تَمْلُؤُكَ مِنْ مَخْضِهَا الْيَدِيمِ
ان عورتوں پر احسان فرمائے جن کا آپ دودھ پیتے تھے اور اُن کے خالص اور بہتے ہوئے دودھ سے آپ
اپنے منہ کو بھرتے تھے۔

لَا تَجْعَلُنَا حَكَمًا سَأَلْتَ نِعَامَتًا وَأَسْتَيْقُ مِنَّا فَإِنَّا مَعْشَرٌ زُهْرُ
ہم کو ان لوگوں کے مانند مت کیجیے کہ جن کے قدم اکٹھے گئے ہوں اور اپنے جوہر و کرم کے شکر و امتنان کو ہمیں کیئے
ہم میں باقی چھوڑے ہم شریف گردہ کسی کے احسان کو فراموش نہیں کرتے۔

إِنَّا لَنَشْكُرُ لِلنِّعَمَاءِ إِذْ كُفِّرَتْ وَعِنْدَ نَابَعْدَ هَذَا الْيَوْمِ مَذْخَرُ
تحقیق ہم انعام اور احسان کے بہت زیادہ مشکور ہوتے ہیں جبکہ لوگ اس کی ناشکری کریں۔

فَالَيْسَ الْعَفْوُ مَنْ قَدْ كُنْتَ تَرْضَعُهُ مِنْ أُمَّهَاتِكَ إِنَّ الْعَفْوَ مُشْتَهَرُ

پس آپ اُن اہل کربلا کا آپ نے دودھ پیا ہے، آپ نے جن عفو میں چھاپیں تحقیق آپ کا عفو مشہور ہے۔
 يَا حَيُّ مَنْ مَرَحَتْ كُمْتُ الْجِيَادِ بِهَا عِنْدَ الْهَيَاجِ اِذَا مَا اسْتَوْقَدَ الشَّرُّ
 اسے وہ ذات کہ جس کی سواری سے کیت گھوڑے نشاط اور طرب میں آجاتے ہیں جبکہ رات کی آگ دھال جائے
 اِنَّا نُوْمِلُ عَفْوًا مِنْكَ تَبَسُّدًا هَدِي الْبَرِّيَّةِ اِذَا تَعَفَّوْا وَتَنْتَصِرُ
 ہم آپ سے ایسے عفو کی امید رکھتے ہوئے ہیں جو ان سب کو اپنے اندر چھپائے۔
 فَاَعْفُ عَفَاَ اللَّهُ عَمَّا اَنْتَ رَاهِبٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِذْ يَهْدِي لَكَ الظُّفُرُ
 پس آپ ہم کو معاف کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیاست کے اندیشوں سے عفو فرما دے گا اور آپ کو کامیابی عطا فرمائے گا۔
 بعض روایات میں کچھ اشعار اور زیادہ ہیں تفصیل کے لئے الروض الافصح ج ۲۔
 اور عمرون الاثر ص ۱۹ ج ۲۔ اور زرقانی ص ۳۔ ج ۴۔ کی مراجعت کیجئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارا بہت انتظار کیا جب تم نہ آئے تب میں نے مال اور اسباب اور تمام قیدی غنائین پر تقسیم کر دیے، دو چیزوں میں سے ایک چیز کو اختیار کر لو۔ مال واسباب سے لو یا اپنے اہل و عیال کو حجر الوہد نے کہا اہل و عیال ہم کو زیادہ عزیز ہیں۔ آپ نے فرمایا امیرا اور میرے خاندان بنی عبدالمطلب کا جو حصہ ہے وہ تو میں نے تم کو دے دیا باقی جو حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا ہے سو اس بارے میں تمہاری سفارش کروں گا چنانچہ آپ نے سفارش کی سب نے طیب خاطر سے تمام قیدی آزاد کر دیئے دو چار شخصوں نے کچھ تامل کیا آپ نے اُن کا معاوضہ دے دیا اس طرح وفد۔ آپ نے چھ ہزار بچوں اور عورتوں کو لے کر واپس ہوا۔
 آپ کی سفارش کا مفصل واقعہ غزوہ حنین کے بیان میں گزر چکا ہے اس لئے یہاں اس کو مختصر کر دیا۔

(۲) وفد ثقیف

ماہ رمضان المبارک ۹ھ میں ثقیف کا وفد اسلام قبول کرنے اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا۔

یہ وہی ثقیف ہیں کہ جن سے آپ نے اور آپ کے صحابہ نے محاصرہ طائف میں شدید تکلیف اٹھائی اور طائف کے قلعہ کو غیر مفتوح چھوڑ کر شکستہ دل مدینہ واپس ہوئے۔

جس وقت آپ طائف کا محاصرہ چھوڑ کر روانہ ہونے لگے تو کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ان کے لئے بدعا کیجئے ان کے تیروں نے ہم کو جلا ڈالا۔ آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَهْدْ ثَقِيفًا وَاُتِ رَبِّهِمْ اے اللہ تعالیٰ ثقیف کو ہدایت دے اور مسلمان مسلمانین (رواہ الترمذی وحسنہ) کر کے ان کو مسیحہ پاس بھیج۔

آپ کی دعا قبول ہوئی اور غزوہ بن مسعود ثقیفی کی شہادت کے آٹھ مہینہ بعد جب آپ نبوک سے واپس ہوئے آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اسلام قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی چھ آدمیوں کا وفد عبدیایل کی سرکردگی میں مدینہ روانہ ہوا۔ یا تو وہ تھرو اور سرکشی تھی یا یہ جوشش اور دلولہ ہے کہ غزوہ بنو نہر رضار و رغبت اسلام کا حلقہ بگوش بننے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو رہے ہیں اس لئے مسلمانوں کو ان کی آمد سے بے حد مسرت ہوئی سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے ان لوگوں کو دیکھا دیکھتے ہی دوڑے کہ جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت سناؤں راستہ میں ابو بکر صدیق مل گئے ابو بکر صدیق کو جب علم ہوا تو مغیرہ کو خدا کی قسم دی اور کہا کہ مجھ کو اجازت دو کہ میں جاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت سناؤں مغیرہ نے اجازت دے دی ابو بکر صدیق نے جاکر اُن حضرت کو اس وفد کی آمد کا مشورہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ٹھہرنے کے لئے خاص مسجد نبوی میں ایک خیمہ نصب کرا دیا۔ تاکہ قرآن کو نصیب اور نمازوں کو دیکھیں (وفد کی جہانی

اور ان کی خبر گیری یہ سب خالد بن سعید بن العاص کے سپرد تھی، جب تک خالد بن سعید اس کھانہ میں سے نہ کھایتے تھے اس وقت تک وفد کے لوگ وہ کھانہ نہ کھاتے تھے اور وفد کو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا ہوتا تھا وہ انھیں کے واسطے سے کہتے تھے جہاں وفد نے خالد کے واسطے سے عجیب شرطیں پیش کیں۔

(۱۱)۔ نماز معاف کر دی جائے۔

(۱۲)۔ لات (جو ان کا بُرائت تھا) اس کو تین سال تک نہ ٹوڑا جائے۔ بچے اور عورتیں اس پر بہت مفتون ہیں۔

(۱۳)۔ ہمارے بُت خود ہمارے ہاتھوں سے نہ ٹڑوائے جائیں آپ نے اول کی دو شرطوں سے قطعاً انکار کر دیا اور یہ فرمایا:

لا خیر فی دین ولا صلاح فیہ اس دین میں کوئی بہتری نہیں جس میں نماز نہ ہو۔

تیسری شرط کی بابت فرمایا یہ ہو سکتا ہے سب نے اسلام قبول کیا اور وطن واپس ہوئے عثمان بن ابی العاص جو اس وفد میں سب سے کم سن تھے ان کو امیر اور حاکم مقرر فرمایا ان کو عالم اور قرآن اور اسلامی مسائل کے سیکھنے کا سب سے زیادہ شوق تھا اس لئے صدیق اکبر کے اشارہ سے آپ نے ان کو امیر مقرر کیا۔ اور انہی کے ہمراہ ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ کو لات کے منہدم کرنے کے لئے روانہ کیا ابوسفیان کسی وجہ سے پیچھے رہ گئے مغیرہ نے باکر بُت پر بھاد لا مارا ثقیف کی عورتیں برہنہ سر اور برہنہ پایہ اجڑا دیکھنے کے لئے گھروں سے نکل پڑیں مغیرہ نے بُت کو توڑ ڈالا اور بُت خانہ میں جوال دا سباب اور زیورات تھے وہ سب لے لئے۔ اول اس میں سے عروہ بن مسعود ثقفی کے بیٹے ابونلیح اور عروہ کے بھتیجے قارب بن الاسود کا قرض ادا کیا اور جو بچادہ آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے آپ نے اسی وقت اس کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور اللہ کا شکر کیا کہ اُس نے اپنے دین کی مدد فرمائی اور اپنے پیغمبر کو عزت دی۔ عروہ بن مسعود کی شہادت کے بعد جب اہل طائف مسلمان ہو گئے تو وفد ثقیف کی حاضری سے پہلے ابونلیح بن

عروہ اور قارب الاسود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ملات کے بت خانے سے ہمارے باپ یعنی عروہ اور اسود کا قرضہ ادا کر دیا جائے عروہ اور اسود دونوں حقیقی بھائی تھے، عروہ تو اسلام لائے اور شہید ہوئے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ابو فلج عروہ کے بیٹے ہیں اور اسود کا فرما۔ قارب اسود کے بیٹے ہیں۔ دونوں نے اپنے اپنے باپ کے قرضہ کی ادائیگی کی درخواست کی آپ نے فرمایا اسود تو مشرک مرا ہے قارب نے عرض کیا یا رسول اللہ بے شک وہ مشرک مرا ہے مگر قرضہ تو مجھ پر ہے، آپ نے ابوسفیانؓ کو حکم دیا کہ لات کے بت خانے سے جو مال برآمد اول اس سے ابو فلج اور قارب کا قرض ادا کرنا۔

(۳) وفد بنی عامر بن صعصعہ

تبوک کی واپسی کے بعد بنو عامر بن صعصعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں عامر بن طفیل اور ساربد بن قیس بھی تھے، سلسلہ کلام میں ان لوگوں نے آپ سے ان لفظوں میں خطاب کیا۔ انت سیدنا آپ ہمارے سردار ہیں، آپ نے فرمایا اپنی بات کہو شیطان تمہارے ساتھ منحرف بن نہ کرے۔ سردار صرف اللہ ہے ظاہر میں یہ تعلق اختیار کیا اور درپردہ عامر نے اربد کو یہ سمجھا دیا کہ میں جب آپ کو باتوں میں لگاؤں تو تم فوراً تلوار سے آپ کا کام تمام کر دینا عامر نے آپ سے گفتگو شروع کی، اے محمد مجھ کو آپ اپنا غلص دوست بنا لیجئے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں جب تک تو ایک خدا پر ایمان نہ لائے، عامر نے کہا اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو آپ مجھ کو کیا عطا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا اسلام لانے کے بعد تیرے دی حقوق اور احکام ہوں گے جو تمام مسلمانوں کے ہیں۔ عامر نے کہا آپ اپنے بعد حکومت اور خلافت مجھ کو عطا کر دیں۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں عامر نے کہا اچھا اہل بادیہ پر آپ حکومت کر دیں شہر اور آبادی کی حکومت میرے لئے چھوڑ دیں۔ درمیان غطفان کو لے کر آپ پر چڑھائی کر دیں گا۔ اور مدینہ کو سوار اور پیادوں سے بھر دوں گا

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قدرت نہیں دے گا۔ گفتگو ختم ہوئی جب دونوں اٹھ کھڑے ہوئے تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ عامر بن طفیل کے شر سے مجھ کو بچا۔ اور اس کی قوم کو ہدایت دے جب باہر آئے تو عامر نے اربد سے کہا افسوس میں تیرا منظر رہا مگر تیرے جنبش بھی نہ کی اربد نے کہا میں نے جب کبھی تم کو اسوئے کا ارادہ کیا تو کوئی نہ کوئی چیز درمیان میں حائل نظر آئی۔ ایک مرتبہ آجی دلیو از نظر آئی اور ایک مرتبہ ایک اونٹ نظر آیا جو میرے سر کو ٹھک جانا چاہتا ہے۔

جب یہ وفد آپ کے پاس سے واپس ہوا تو عامر بن طفیل تو راستہ میں بعارضہ طاعون ہلاک ہوا عرب میں چونکہ بستر پر مرنا عام سمجھا جاتا ہے، اس لئے عامر نے کہا مجھ کو گھوڑے پر بٹھلا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور نیزہ ہاتھ میں لیا۔ اور یہ الفاظ کہے یا ملک الموت اب زلی اے موت کے فرشتے میرے سامنے آئے کبتا کبتا گھوڑے سے گر پڑا، اسی مقام پر اس کو دفن کروایا گیا۔ جب وفد سمرزمین بنی عامر میں پہنچا تو لوگوں نے اربد سے حالات دریافت کئے۔ اربد نے کہا آپ کا دین بیچ ہے۔ خدا کی قسم وہ شخص (اشارہ سونے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اس وقت میرے سامنے ہو تو تیروں سے اس کو قتل کر کے چھوڑوں۔ وودن نہ گزرے تھے کہ اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ فوراً ہی آسمان سے اس پر ایک بجلی گری جس سے وہ فی النار داخل ہو گیا۔ عامر اور اربد یہ دونوں بد نصیب دولت اسلام سے محروم واپس ہوئے اور وفد کے باقی اکثر افراد دولت اسلام سے مالا مال ہو کر واپس ہوئے۔

(۴) وفد عبد القیس

یہ بہت بڑا قبیلہ تھا۔ بحرین کا باشندہ تھا اس قبیلہ کا وفد دو مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، پہلا وفد فتح مکہ سے بھی پہلے آیا پیش رفت سے بھی پہلے حاضر ہوا اس مرتبہ وفد میں تیرہ یا چودہ آدمی تھے آپ نے فرمایا۔

مرحبا بالقوم غیر جذایا ولا
مندامی

مرحبا ہے اس قوم کو جو نہ رسوا ہوئے اور نہ شرمندہ۔
یعنی خوشی سے مسلمان ہو گئے دیگر مسلمان نہیں ہوئے
جس سے ان کو ذلت یا ذلالت ہوئی۔

✽ ✽

دفعہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اور آپ کے مابین تبدیلی مضر کے مشابہت
حائل میں صورتِ اشہر حُرَّم میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں جن مہینوں میں عرب لوٹ
مار کو حرام جانتے ہیں اس لئے آپ ہم کو کوئی ایسا جامع اور مختصر عمل بتلا دیجئے کہ اس کے کرنے سے
ہم جنت میں داخل ہو سکیں اور اہل شہر کو بھی اسی کو دعوت دیں، آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لاؤ اور
گواہی دیکر اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور مال
غنیمت سے پانچواں حصہ اللہ کے لئے ادا کرو اور چار برتنوں میں بنید بھگونے سے منع فرماؤ یا
اور نفیر اور ختم اور مزفت۔

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے مسند احمد اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جب یہ وفد مدینہ
پہنچا تو دیدارِ نبوی کے شوق میں یہ لوگ سواریوں سے کود پڑے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور دستِ مبارک کو بوسہ دیا، اسی وفد میں اشج عبد القیس بھی تھے جن کا نام منذر ہے یہ سب
کم عمر تھے، انھوں نے اول تمام اور اونٹ بٹھلائے اور سب کا سامان ایک جگہ لگایا، پھر اپنے
بُتچہ میں سے دو سفید دھلے ہوئے کپڑے نکالے وہ پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا آپ نے فرمایا تجھ میں دو خصلتیں ہیں جن کو
اللہ اور اس کا رسول پسند کرتا ہے ایک علم اور دوسرے وقار و تمکنت، اشج نے عرض کیا یا رسول اللہ
یہ دو وزن خصلتیں مجھ میں بطور تصنع ہیں یا نظری اور حلی ہیں آپ نے فرمایا بلکہ اللہ نے تجھ کو پیدا
ہی ان خصلتوں پر کیا ہے اشج نے کہا۔ الحمد للہ الذی حببنا فی علی خلتین یحبہما اللہ
ورسولہ۔ حمد ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے ایسی دو خصلتوں پر پیدا کیا جن کو اللہ اور اس کا
رسول۔ ہا۔ کہہ دو کہ تو بنا نفیر کھدی ہوئی عکری کا برتن اور عظم سبز لکھی گھڑیا۔ اور مزفت روٹنی برتن۔

رسول پسند کرتا ہے۔

یہ پہلی مرتبہ کا بیان تھا دوسری مرتبہ وفد عبدالقیس ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں حاضر خدمت ہوا اس وقت وفد میں چالیس آدمی تھے۔ صحیح ابن حبان کی روایت میں ہے کہ آپ نے اس وقت یہ فرمایا۔

مالی اری الو انکم تغیرت کیا ہوا کہ تمہاری رنگتوں کو بدلا ہوا دیکھتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ پہلے بھی آئے تھے ۱۷ھ

(۵) وفد بنی حنیفہ ۳۹ھ

بنی حنیفہ کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس میں مشہور چالاک اور فتنہ پرداز مسیلہ کذاب بھی تھا یہ وفد ۳۹ھ میں آیا مگر مسیلہ مغرور تکبر کی وجہ حاضر بارگاہ نہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غور اس کے پاس تشریف لے گئے اور ثابت بن قیس بن شماس آپ کے ہمراہ تھے مسیلہ نے کہا اگر آپ مجھ کو اپنی خلافت عطا فرمائیں اور اپنے بعد مجھ کو اپنا نائب مقرر کریں تو میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں حضور پر نور کے دست مبارک میں اس وقت کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ آپ نے فرمایا اگر تو یہ چھڑی بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جو مفد فرمایا ہے تو اس سے سرمو تھا ورنہ نہیں کر سکے گا اور غالباً تو وہی ہے جو مجھ کو خواب میں دکھلایا گیا ہے اور یہ ثابت بن قیس ہیں تم مجھ کو جواب دیں گے یہ کہہ کر آپ واپس واپس تشریف لے آئے ابن عباس فرماتے ہیں میں نے ابو ہریرہ سے دریافت کیا کہ آپ کو کیا خواب دکھلایا گیا۔ ابو ہریرہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ

۱۵۔ فتح الباری - ج: ۸، ص: ۶۰، زبدتانی، ج: ۴، ص: ۱۳

۱۶۔ یہاں سے واپس جانے کے بعد مسیلہ نے بتوت کا دعویٰ کیا اور لوگوں سے یہ جھوٹ بولا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنا شریک کر لیا ہے ۱۲۔ ابن ہشام۔

میرے ہاتھوں میں سونے کے دو لنگن لاکر رکھے گئے جس سے گھبرا یا خواب ہی میں مجھ سے یہ کہا گیا کہ ان میں پھونک مار دی وہ فوراً اڑ گئے جس کی تعبیر یہ ہے کہ دو کذاب ظاہر ہوں گے چنانچہ ان دو میں سے ایک کذاب مسیلہ ہوا اور دوسرا اسود غنی اسود غنی آپ ہی کی زندگی میں قتل ہوا اور دوسرا کذاب یعنی مسیلہ صدیق اکبر کے عہد خلافت میں قتل ہوا۔
فَقَطَعَ دَايِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ رِخِ الْبَارِكِ بَابِ دَفْدِ
بنی حنیفہ صفحہ ۸۰ روزنامہ ۱۹۰۷ ج ۱۲

پھر صفحہ ۸۱ میں مسیلہ کذاب نے آپ کے پاس خط بھیجا جس کا یہ مضمون تھا۔
من مسیلتہ رسول اللہ الی محمد مسیلہ خدا کے رسول کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف
رسول اللہ اما بعد فانی قد اشکرت فیہ پس میں تیرے ساتھ کام میں شریک کر دیا گیا ہوں
معل فی الامر وان لنا نصیب الارض نصف زمین ہمارے لئے اور نصف قریش کیئے
ولقریش نصفہا ولكن قولی شاکا مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ اسلام۔

۱۔ اسود غنی سوارانہ وجہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو اپنے نزدیک فرزند علی کو مع چند سواروں کے اس کے قتل کے لئے روانہ فرمایا مرض الوفا تھا اس کے قتل کی خبر پہنچی۔ عبدالرحمن ثمالی نے اس بارہ میں یہ اشعار کہے۔
لَعَنُورِي وَمَا عَمِرُ عِي عَلَى بَهْلَيْنِ لَقَدْ جَرَعَتْ عَنَسٌ لَقَتْلِ الْأَسْوَدِ
تم میری زندگی کی (اور میری تم معمولی قسم نہیں) تیرا عیس اسود غنی کے قتل سے گھبرا اٹھا۔
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ سَيَرُّوْا الْقَتْلَ عَلَى خَيْرٍ مَوْعِدٍ وَأَسْعَدًا سَعْدُ ۱۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے قتل کے لئے جواز اللہ سیرین وعدہ اور غرض بغیبی کی بشارت دی۔
فَسَرْنَا إِلَيْهَا فِي فَوَارِسَ بُهْمَتِي عَلَى حِينِ أَمْرٍ مِنْ وَصَاةِ مُحَمَّدٍ
پس ہم چند سوار اس کے قتل کے لئے روانہ ہو گئے تاکہ آپ حکم اللہ و ہمت کی تعمیل ہو جس کی شرح اللہ العالی فی شرح اشعار الصحابہ ۳۱۳
عروہ کہتے ہیں کہ اسود غنی ان حضرات کی وفات سے ایک دن اور ایک رات قبل مارا گیا اس وقت آپ کا بزرگو
دی کے اس کی خبر دی گئی آپ نے صحابہ کو اس سے مطلع کیا۔ اس کے بعد جب ابو بکر صدیق تغلیف ہو گئے تب قاصد خبر لے کر
آیا اللہ بعض کہتے ہیں کہ آپ کے دفن کے روز قاصد خبر لے کر آیا رِخِ الْبَارِكِ ۱۵ ج ۱۲ قصۃ الاسود الغنی۔
۱۵۔ اسود الاول انفل انفسیل واثانی جیب سعد یعنی امین خدا انفس ۱۲

ان حضرت علیؑ علیہ السلام نے اس کا یہ جواب لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵
 من محمد رسول اللہ الی صلیمۃ
 الکذاب۔ اما بعد قال السلام
 علی من اتبع الهدی فان
 الارض لله یورثها من یشاء من
 عباده والعاقبة للمتقین
 بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رسول اللہ کی طرف
 سے میلہ کتاب کی طرف سلام موجود آت
 کا اتباع کرے تحقیق زمین اللہ کی ہے
 جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے
 عطا فرمائے اور اچھا انجام خدا سے ڈرنے
 والوں کو ہے۔

یہ واقعہ حجة الوداع سے واپسی کے بعد کا ہے۔

(۶) وفد طے

قبیلہ طے کا وفد جس میں پندرہ آدمی تھے۔ حاضر خدمت ہوا ان کا سردار زید الخیل
 تھا آپ نے اسلام پیش کیا سب نے طیب خاطر سے اسلام قبول کیا اور زید الخیل کا نام زید الخیر
 رکھا اور یہ فرمایا کہ عرب میں سے جس شخص کی میں نے تعریف نہی اس کو اُس سے کم ہی پایا سوائے
 تیرے۔ ۵

(۷) وفد کندہ

کندہ۔ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے سندھ میں انشی سواروں کا وفد آپ کی خدمت
 میں حاضر ہوا ان کا سردار اشعث بن قیس تھا جب یہ لوگ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو

۱۔ ابن اثیر ج ۲، ص ۱۴۵ - ۵۔ عیون الاثر ج ۲، ص ۲۳۶

۳۔ اشعث بن قیس آپ کی وفات کے بعد قندہ ہو گئے تھے عکروا بن کرم صدیق کے ہاتھ پر تائب ہوئے اور جنگ
 قادیسیہ اور لائن اور بنو لادن بنو مذہن شریک رہے سندھ عیون الاثر ج ۲، ص ۲۳۶

جے پیٹے ہوئے تھے جن کا سبب انشراحِ شریعت کا تھا، آپ نے فرمایا کیا تم مسلمان نہیں۔ انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں بلا شریعت تم مسلمان میں آپ نے فرمایا پھر تمھاری گردنوں میں یہ شریعت کیسا انھوں نے اسی وقت ان کیڑوں کو بچھا کر پھینک دیا۔

مسئلہ: سبب انشراح اگر تلیل مقدار میں ہو مثلاً چار انگشت تو اس کا استعمال جائز ہے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم سے اس کا پتہ ثابت ہے۔ غالباً اس مقام پر سبب انشراح کے حد سے متجاوز ہو گا اس لئے مخالفت فرمائی۔

(۸) وفد اشعریین رحمہ

اشعریین میں کا ایک مسز ز اور بہت بڑا قبیلہ ہے جو اپنے جدا جدا اشعر کی طرف منسوب ہے۔ اشعر کو اشعر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے بدن پر بال بکثرت تھے اور اشعر صغینہ صفت ہے اشعر بمعنی بال بکثرت ہے جس کے معنی کثیر الشعر کے ہیں ابو موسیٰ اشعرؓ اسی قبیلہ کے ہیں یہ لوگ نہایت ذوق و شوق کے ساتھ یہ رجز پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔

غدا نلقی الکاحبہ محمد اوحزبہ
کل دوستوں سے جا ملیں گے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گروہ سے

ادھر آپ نے صحابہ کو خبر دی کہ ایک جماعت آ رہی ہے جو نہایت رقیق القلب اور نرم دل ہے، چنانچہ اشعریین کا وفد آپ کی خدمت میں پہنچا آپ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اہل یمن آگئے جن کے دل نہایت رقیق اور نرم ہیں۔ (یعنی مساوت سے بالکلیہ پاک ہیں، نوراً حق کو قبول کرتے ہیں سنگ و خشت نہیں کہ کسی موعظت و حکمت کا ان پر اثر نہ ہو، یہی درجہ ہے کہ ایمان یمنی ہے اور حکمت بھی یمنی ہے۔) یعنی ان کی رقت قلب اور نرم ولی کا یہ ثمر ہے کہ ان کے قلوب ایمان و عرفان کے معدن اور علم و حکمت کے سرچشمہ میں نبی امی و انصاری و ابی امی صلی اللہ علیہ وسلم

و حضرت دکرم نے پچ فرمایا۔ رقت قلب ہی تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور سادست قلب ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ (نحوذ اللہ من انقوسۃ آمین)

چونکہ اہل یمن اکثر بکریاں رکھتے ہیں اس لئے آگے ارشاد فرمایا سکون اور اطمینان و قار اور تواضع بکریوں والوں میں ہے اور فرخندہ خیلا۔ یعنی اپنے کو بڑا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا یہ دونوں والوں میں ہیں اور مشرق کی جانب اشارہ فرمایا۔

و فد نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اس لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں کہ تفقہ فی الدین حاصل کریں اور تکوین عالم کی ابتداء اور آغاز کو دریافت کریں آپ نے فرمایا سب سے پہلے خدا تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا اور اُس کا عرش پانی پر تھا یعنی تکوین عالم کی ابتداء پانی اور عرش سے ہوئی اول پانی پیدا کیا اور پھر عرش (پھر آسمان و زمین کو پیدا کیا اور ہر چیز کو روح محفوظ میں لکھ دیا۔

نکتہ : ابن عساکر فرماتے ہیں۔ توحید اور اصول دین اور حدیث عالم میں کلام کرنا اور مسائل کلامی کی تحقیق و تدقیق خاندان اشعریین میں نسلاً بعد نسل جاری رہی حتیٰ کہ امام ابو الحسن اشعری دجرا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں) میں یہ چیز خوب ظاہر اور نمایاں ہوئی اور علم کلام میں اہل سنت والجماعۃ کے بلا کلام پیشوا اور امام مانے گئے۔

(۹) وفد ازد

قبیلہ ازد کے پندرہ آدمیوں کا وفد جس میں صرد بن عبداللہ ازدی بھی تھے حاضر بارگاہ رسالت ہو کر مشرف باسلام ہوئے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرد بن عبداللہ

۱۔ اس مسئلہ کی اگر مزید تفصیل دیکھنا چاہو تو بخاری اور فتح الباری باب بد الخلق اور البدایہ والنہایہ

بہما نظر ابھی کثیر کی پہلی جلد کی مراجعت کریں ۱۲ منہ عفا عنہ۔

۲۔ فتح الباری - ج : ۸ ، ص : ۵۵

کو ان پر امیر مقرر کیا اور گرد و نواح کے مشرکین سے جہاد کا حکم دیا۔ مرد نے مسلمانوں کی ایک جمیعت ساتھ لے کر شہر جرش کا محاصرہ کیا اسی حالت میں جب ایک مہینہ گزر گیا اور شہر فتح نہ ہوا تو ضرر دین عبد اللہ محاصرہ چھوڑ کر واپس ہوئے اہل جرش ان کی واپسی کو ہزیمت اور شکست خیال کر کے ان کے تعاقب میں نکلے۔ جب جبل شکز پر پہنچے تو مسلمانوں نے پلٹ کر ان پر حملہ کر دیا جس سے اہل جرش کو شکست ہوئی۔

اہل جرش اس سے پیشتر دشمن تحقیق حال کے لئے مدینہ بھیج چکے تھے آپ نے ان لوگوں کو جبل شکز کے واقعہ کے اسی بعد اطلاع دی جس روز یہ واقعہ پیش آیا تھا جب یہ لوگ آپس ہوئے اور اپنی قوم سے تمام واقعہ بیان کیا تو قوم جرش کا ایک وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہوئے۔ ۱۵

(۱۰) وفد بنی الحارث

بنی الحارث بنجران کا ایک معزز خاندان تھا ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ سنہ ۱۱ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو ان لوگوں کے پاس بھیجا کہ تین روز تک دعوت اسلام دیں اس کے بعد بھی اگر نہ مانیں تو مقابلہ کریں ان لوگوں نے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا خالد بن ولید نے اطراف و جوار میں بھی مبلغین اسلام بھیج دیئے ہر جگہ لوگوں نے بغیر کسی مزاحمت کے دعوت اسلام کو قبول کیا۔ خالد بن ولید نے یہ خوشخبری کھہ کر آپ کی خدمت میں روانہ کی۔ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو کھہو کر بھیجا کہ ان کا ایک وفد لے کر یہاں آؤ چنانچہ خالد بن ولید ان کا ایک وفد لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن میں قیس بن حصین اور زید بن مجل اور شداد بن عبد اللہ بھی تھے جب یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے یہ فرمایا:

من هؤلاء القوم الذین کانہم یہ کون لگ ہیں گویا کہ ہندوستان کے

مرض کیا جم بنوا محرت میں گرا ہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چونکہ یہ لوگ بڑے پیادہ تھے مقابل پر ہمیشہ غالب رہتے تھے، اس لئے آپ نے ان سے دریافت فرمایا تم کس بنار پر لوگوں پر غالب رہتے ہو، لوگ نے کہ ہم ہمیشہ متفق رہتے ہیں پس میں اختلاف نہیں کرتے اور نہ آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں اور کسی پر ابتدائے ظلم نہیں کرتے سخی اور تنگی کے وقت صبر کرتے ہیں، آپ نے فرمایا سچ کہتے ہو، اذقیس بن حصین کو ان پر امیر مقرر کیا۔ اور ان کے جانے کے بعد عمرو بن حزم کو تعلیم دی اور صدقات وصول کرنے کے لئے ان کی طرف روانہ کیا۔ اور کتاب الصدقات یعنی ایک تحریر جس میں صدقات و زکوٰۃ کے احکام تھے لکھوا کر ان کو مرحمت فرمائی۔

یہ وفد اہ شوال یا ذی قعدہ میں اپنی قوم کی طرف واپس ہوا واپسی کے بعد چار مہینے گزارے تھے کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے رحلت فرما گئے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون

(۱۱) وفد ہمدان

ہمدان مین کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے، اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول خالد بن ولید کو بغرض دعوت اسلام ان کی طرف بھیجا چھ ماہ ٹھہرے رہے مگر کسی نے اسلام قبول نہ کیا بعد ازاں آپ نے حضرت علی کو والا نامہ دے کر روانہ کیا اور یہ فرمایا کہ خالد کو واپس بھیج دینا حضرت علی نے جا کر سب کو جمع کیا اور آپ کا والا نامہ سنایا اور دعوت اسلام دی ایک ہی دن میں تمام لوگ مسلمان ہو گئے حضرت علی نے ہدیہ تحریر کے اس واقعہ کی آپ کو اطلاع دی اپنے سجدہ شکوہ ادا کیا اور جوش مسرت میں کہتی بار یہ فرمایا اسلام علی ہمدان (رواہ ابی نعیم عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہما) یہ مشہور واقعہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے اس کے

ایک سال بعد جب آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبرک سے واپس آئے تو عین اسی زمانہ میں ہمدان کا ایک وفد مدینہ منورہ پہنچا مین کی منقش چادریں اوڑھے ہوئے اور عدل کے علمے باندھے ہوئے اور مہری اونٹوں پر سوار اس شان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ آپ سے گفتگو کی آپ سے جو درخواست کی آپ نے اس کو منظور کیا اسی ایک تحریر لکھ کر دی اور مالک بن انطاکو جو اس وفد کے ارکان میں سے تھے ان کو دیا ان کے مسلمانوں پر امیر مقرر کیا۔ یہ ابن ہشام کی روایت ہے اور سند اس کی ضعیف ہے جن بن یعقوب ہمدانی نے ذکر کیا ہے کہ اس وفد میں ایک کلوئیس آدمی تھے واللہ اعلم

(۱۲) وفد مزینہ

۵ھ میں قبیلہ مزینہ کے چار سو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، چلتے وقت آپ سے درخواست کی کہ ہمارے پاس کھانے کا سامان نہیں کچھ زاد راہ ہم کو عطا فرمائیے آپ نے حضرت عمر سے فرمایا ان کو زاد راہ دے دو، عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے پاس بہت تھوڑی کھجوریں ہیں۔ ان کے لئے کافی نہیں ہو سکتیں، آپ نے فرمایا جان ان کو تو خرے دے۔ حضرت عمران کو کہنے لگے سب نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں لے لیں اور اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی (رداء احمد والطبرانی والبیہقی)

کثیر بن عبد اللہ المزنی اپنے باپ سے اور وہ ان کے جد سے راوی ہیں کہ سب سے پہلا وفد جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مزینہ کا وفد ہے کہ جس میں چار سو آدمی قبیلہ کے آئے حافظ عراقی اغیثا سیر میں فرماتے ہیں۔

أَدْلُ وَفْدٌ وَفْدٌ وَالْمَدِينَةُ سِتَّةَ خَمْسٍ وَفْدٌ وَمَزِينَةُ

سب سے پہلا وفد جو مدینہ آیا وہ قبیلہ مزینہ کا وفد ہے جو ۵ھ میں آیا

(۱۳) وفد دوس

سُتھ میں قبیلہ دوس کے ستر اسی آدمی فتح خیبر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے مفصل واقعہ طفیل بن عمرو دوس کے اسلام کے بیان میں گزر چکا ہے اور زرقانی ص ۳۷ ج ۴ مہجرت کی جائے۔

(۱۴) وفد نصارائے نجران

نجران - یمن میں ایک بہت بڑا شہر ہے مکہ مکرمہ سے سات منزل کے فاصلہ پر ہے تہتر قبیلہ اوگاؤں اس کے تابع اور ملحق ہیں سب سے پہلے نجران بن زید بن لیثج بن یعرب بن قحطان یہاں آکر آباد ہوا اس لئے اُس کے نام سے یہ شہر موسوم ہوا۔ وہ اُنحد و جس کا ذکر بروج میں ہے۔ وہ علاقہ نجران ہی کے کسی قبیلہ یا گاؤں میں تھی لے

سُتھ میں نصارائے نجران کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آیا جس میں میں سٹھ آدمی تھے ان میں سے چودہ آدمی ان کے اخراجات اور سریر اور وہ لوگوں میں سے تھے رئیس لونڈ اور امیر قافلہ عبد اللہ عاتق تھا اور سید انیم بنمنزلہ وزیر و مشیر و منظم قافلہ تھا اور ان کا پیر بادشاہ جس کو خبیر اور اسقف کہتے تھے وہ ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔ ابو حارثہ اصل میں عرب کا تھا قبیلہ بکر بن وائل سے تھا، عیسائی بن گیا تھا شاہان روم اس کے علم و فضل اور مذہبی عظمت اور دینی پختگی کی وجہ سے بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور بڑی بڑی جاگیریں دے دے کبھی تھیں اور

لے شرح مواہب - ج ۲، ص ۱۴ - ۱۵، کما ذکر ابن اسحاق ہم وفد دا علی بنی مملی اللہ علیہم السلام

تسع و ساءم - فتح الباری باب مناقب ابی عبیدہ بن الجراح ص ۷۴

(تنبیہ) - وفد نجران کا مفصل واقعہ حافظ ابن تیمیہ نے الجواب اللہ ص ۷۵ ج ۱ تا ۷۵ ج ۱ میں ذکر کیا ہے حضرت

ابن عمر اس کی مراجعت کریں ۱۲ - سہ عبد اللہ نام ہے اور عاتق لقب ہے ۱۳ - انیم نام ہے اور ب لقب ہے ۱۴ -

لے شرح مواہب - ج ۲، ص ۱۴ - ۱۵

گر جا کا امام مقرر کر رکھا تھا۔ یہ وفد بڑی آن بان کے ساتھ مدنیہ منورہ پہنچا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی میں اتارا عصر کی نماز ہو چکی تھی کچھ دیر بعد جب ان لوگوں کی نماز کا وقت آیا تو ان لوگوں نے اپنی نماز پڑھنی چاہی۔ صحابہ نے روکا مگر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑھتے دو چنانچہ مشرق کی طرف منہ کر کے ان لوگوں نے نماز پڑھی۔ دوران قیام میں مختلف مسائل پر گفتگو ہوئی۔ دنج البدری قصہ اہل بخران وچہ۔ وشرح الموابہ ص ۴۴ ج ۴

سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور انیت کے بارے میں مباحثہ اور مکالمہ شروع ہوا (نصارائے بخران) اگر حضرت مسیح علیہ السلام ابن اللہ تعالیٰ خدا کے بیٹے نہیں تو ان کا باپ کون ہے۔
 رآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم کو خوب معلوم ہے کہ مینا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔
 رنصارائے بخران۔ کیوں نہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔

نتیجہ نکلا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ تو خدا کے مثل اور شاربہ بنے چاہئیں ملا کر سب معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹے اور بے چران جگہ ہے۔ لیس کتلب شنی ولسد یکن لہ کفوا آحدہ
 رآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارا پروردگار رحیمی کا یحیٰی حضرت عیسیٰ زندہ ہو گئی اس پر موت نہیں کہتی ہے۔ وان عیسیٰ یاتی علیہ لفاء اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت اور فنا آنے والی ہے۔

(نصارائے بخران) بے شک صحیح ہے

تنبیہ : اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جواب سے کہ ران عیسیٰ یاتی علیہ الفناء صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہی مرے نہیں، زمانہ آئندہ میں ان پر موت اور فنا آنے کی حورہ نصاریٰ کے عقیدہ کے مطابق یہ الزامی جواب دیا جاسکتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمہارے زعم اور عقیدہ کے مطابق مقتول و مصلوب ہو چکے ہیں لہذا وہ خدا کیسے ہو گئے کیا خدا بھی مقتول و مصلوب ہو سکتا ہے مگر چونکہ حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے کوئی کلمہ اور کوئی حرف غلات حق اور غلات واقع نہیں نکل سکتا اس لئے جواب میں وہی ارشاد فرمایا جو بالکل حق اور واقعہ کے مطابق تھا کہ ران عیسیٰ یاتی علیہ الفناء کہ عیسیٰ علیہ السلام پر زمانہ

آئندہ میں موت آئے گی اور ابھی تک ان پر موت نہیں آئی بلکہ زندہ ہیں۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! تم کو معلوم ہے کہ ہمارے ہر چہرے کا قائم رکھنے والا تمام عالم کا محافظ اور نگہبان اور سب کا رازق ہے کیا عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے کسی چیز کے مالک ہیں۔
نصارائے نجران انہیں۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان اور زمین کی کوئی شئی پوشیدہ نہیں کیا عیسیٰ علیہ السلام کو اس سے کچھ نامعلوم ہے جو ان کو خدا تعالیٰ نے بتلادیا ہے۔
نصارائے نجران انہیں۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! تم کو خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو رحم مادر میں جس طرح پالنا بنایا اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اس کو بول و براز کی حاجت لاحق ہوتی ہے۔

نصارائے نجران بے شک۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! تم کو خوب معلوم ہے کہ حضرت مریم اور عورتوں کی طرح عیسیٰ علیہ السلام سے حاملہ ہوئی اور مریم صدیقہ نے ان کو اسی طرح جنا جس طرح عورتیں بچوں کو جنمتی ہیں اور پھر بچوں ہی کی طرح ان کو غذا بھی دی گئی۔ وہ کھاتے اور پیتے بھی تھے اور بول و براز بھی کرتے تھے۔

نصارائے نجران بے شک ایسا ہی تھا۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! پھر خدا کیسے ہوئے۔

یعنی جن کی تخلیق اور تصویر رحم مادر میں ہوئی ہو اور ولادت کے بعد وہ غذا کا محتاج ہو اور بول و براز کی حاجت اس کو لاحق ہوتی ہو وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے۔

نصارائے نجران پر حق واضح ہو گیا مگر ویدہ دانستہ اتباع حق سے انکار کیا۔ اللہ عزوجل نے اس بارہ میں یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

الْمَلَّةُ ۚ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْحَقُّ
 الْقَيُّومُ ۚ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ
 مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۚ وَأَنزَلَ
 التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ مِن قَبْلُ هُدًى
 لِّلنَّاسِ ۚ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ
 كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ
 ۚ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا
 يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا
 فِي السَّمَاءِ ۚ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ
 فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَهَ
 إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ ہے اور سب سے
 عالم کی حیات اور وجود کو قائم رکھنے والا اور تھکنے
 والا ہے اس نے آپ پر ایک کتاب حق کے ساتھ نازل
 کی جو تمام کتب سابقہ کی تصدیق کرنے والی ہے اور
 قرآن سے پہلے اس نے توریت اور انجیل لوگوں کی
 ہدایت کی تھی اُماری اور اس نے معجزات بھی اتارے
 تحقیق جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ان
 کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے
 اور بدلہ لینے والا ہے تحقیق اللہ پر آسمان اور زمین
 کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں وہی ہے کہ جو رحم مادر میں تمہاری
 صورتیں اور شکلیں بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں
 وہی غالب اور حکمت والا ہے

یہ تمام مباحثہ تفسیر و منشور ص ۲ ج ۲ بحوالہ ابن جریر و ابن ابی حاتم مفصل مذکور ہے
 آن حضرت ملی اللہ علیہ وسلم نے نصارائے نجران پر اسلام پیش کیا انھوں نے کہا ہم تو پہلے ہی
 سے مسلمان ہیں آپ نے فرمایا تمہارا اسلام کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ تم خدا کے لئے بیٹا تجویز کرتے
 ہو اور صلیب کی پرتش کرتے ہو اور خنزیر کھاتے ہو نصارائے نجران نے کہا آپ حضرت مسیح کو اللہ کا
 بندہ بتلاتے ہیں کیا آپ نے حضرت مسیح جیسا کسی کو دکھایا یا سنا بھی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
 إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ
 خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ
 فَيَكُونُ ۚ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ

تحقیق عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی
 طرح ہے کہ مٹی سے ان کو پیدا کیا پھر کہا کہ ہو جا سو ہو گیا
 یہ بات اللہ کی طرف سے حق ہے پس شک کرنا نا

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَمَنْ حَا جَلَّتْ فِيهِ
 مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ
 تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ
 وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا
 وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ
 لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝
 ۱۷
 میں سے مت ہونا پس اس علم اور حقیقت کے بعد
 بھی آپؐ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کوئی جھگڑا
 کرے تو یہ کہہ دیجئے کہ آؤ بلائیں اپنے بیٹوں کو اور
 تمہارے بیٹوں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں
 اور اپنی جائزوں کو اور تمہاری جائزوں کو اور مباہلہ کریں
 یعنی اللہ سے عجز و زاری کے ساتھ دعا مانگیں اور
 جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

مباہلہ

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپؐ مباہلہ کے لئے تیار ہو گئے اور اگلے روز امام
 حسن اور امام حسین اور حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء اور حضرت علیؑ کو اپنے ہمراہ لے کر باہر
 تشریف لے آئے نصارائے بخران مبارک اور نورانی چہروں کو دیکھ کر عجب ہو گئے اور آپؐ
 مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں اس کے بعد آپؐ کے پاس حاضر ہوں گے علیحدہ جا کر آپس
 میں مشورہ کرنے لگے۔ سیدایہم نے عاقب عبدالمسیح سے کہا خدا کی قسم تم کو خوب معلوم ہے کہ یہ
 شخص بنی مرسل ہے تم نے اگر اس سے مباہلہ کیا تو بالکل ہلاک اور برباد ہو جاؤ گے۔ خدا کی قسم
 میں ایسے چہروں کو دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ پہاڑ کے ٹٹنے کی بھی دعا مانگیں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے
 ٹل جائیں، خدا کی قسم تم نے ان کی نبوت اور سبزی کی کو خوب پہچان لیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام
 کے بارے میں آپؐ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل قول فیصل ہے خدا کی قسم کسی قوم نے کبھی کسی نبی
 سے مباہلہ نہیں کیا مگر ہلاک ہوئے لہذا تم مباہلہ کر کے اپنے کو ہلاک مت کرو تم اپنے ہی دین
 پر قائم رہنا چاہتے ہو تو صلح کر کے واپس ہو جاؤ۔ بالآخر انہوں نے مباہلہ سے گریز کیا اور سالانہ

جزیرہ دنیا منظور کیا۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، غضب اہل بخران کے سروں پر آگیا تھا، اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندہ اور سوراہا دیے جاتے اور تمام دادی آگ بن کر اُن پر سستی اور تمام اہل بخران ہلاک ہو جاتے۔ حتیٰ کہ درختوں پر کوئی پرندہ بھی باقی نہ رہتا۔ ۱۵

دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد نامہ تحریر کرایا۔ جس کا حاصل یہ تھا:
(۱)۔ اہل بخران کو سالانہ دو ہزار حملہ ادا کرنے ہوں گے، ایک ہزار راہِ حجاز میں اور ایک ہزار
ماہِ صفر میں اور ہر جگہ کی قیمت ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم ہوگی۔

(۲)۔ اہل بخران پر آپ کے قاعد کی ایک مہینہ تک جہانی لازم ہوگی۔
(۳)۔ یمن میں اگر کوئی شورش یا فتنہ پیش آجائے تو اہل بخران پر تیس زریں اور تیس گھوڑے
اور تیس اونٹ عاریتہً مانگے، دینے ہوں گے جو بعد میں واپس کر دیئے جائیں گے اور اگر
کوئی شئی گم یا ضائع ہوگی تو اس کا ضمان ہم پر ہوگا۔

(۴)۔ اللہ اور اس کا رسول ان کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ دار ہے، ان کے اموال و املاک
ان کی زمین و جاہ و اُن کے حقوق اُن کے مذہب اور ملت اور اُن کے تئیں اور راہب
اور ان کے خاندان اور اُن کے قبیعین کوئی تغیر اور تبدل نہ ہوگا جاہلیت کے کسی خون کا ان
سے مطالبہ نہ ہوگا۔ ان کی سرزمین میں کوئی لشکر داخل نہ ہوگا۔

(۵)۔ جو شخص ان سے حق کا مطالبہ کرے گا تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔

(۶)۔ جو شخص سود کھائے گا تو میرا ذمہ اس سے برہنہ ہے۔

(۷)۔ اگر کوئی شخص ظلم اور زیادتی کرے گا تو اس کے بدلہ میں دوسرا شخص مایوس نہ ہوگا۔

یہ اللہ اور اُس کے رسول کا ذمہ ہے جب تک وہ اس پر قائم رہیں ابو سفیان بن حرب
اور عبید اللہ بن عمرو اور مالک بن عوف اور قرظ بن حابس اور مغیرہ بن شعبہ نے اس عہد نامہ

پر دستخط کئے گئے

نصارائے بخران یہ عہد نامہ لے کر واپس ہوئے اور پچھتے وقت آپ سے یہ درخواست کی کہ کسی امانت دار شخص کو آپ ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ ہم سے مال صلح لے کر واپس آجائے آپ نے فرمایا میں نہایت امانت دار شخص کو تمہارے ساتھ کروں گا یہ کہہ کر ابو عبیدہ بن الجراح کو ساتھ جانے کا حکم دیا اور یہ اس امت کا امین ہے

یہ لوگ آپ کا فرمان لے کر بخران واپس ہوئے جب بخران ایک منزل رہ گیا تو وہاں کے پادری اور معترزین نے ان کا استقبال کیا۔ وفد نے آپ کی تحریر پادری کے حوصلے کی پادری اس کے پڑھنے میں مشغول ہو گیا، اسی اشارہ میں ابو حارثہ کے فخر نے جس پر وہ سوار تھا ٹھوکر کھائی اس کے چپازاد بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا تعس الابلعدہ کبخت ہلاک ہو یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعیا ذابا للہ ابو حارثہ نے برہم ہو کر کہا تو ہی کبخت ہے۔ خدا کی قسم وہ نبی مرسل ہے، یہ وہی نبی ہیں جن کی توریت اور انجیل میں بشارت دی گئی ہے، کرز نے کہا کہ پھر ایمان کیوں نہیں لے آتے۔ ابو حارثہ نے کہا ان بادشاہوں نے ہم کو جو کچھ مال و دولت دے رکھا ہے وہ سب واپس لے لیں گے۔ کرز نے کہا خدا کی قسم میں تو اپنی ناتہ کو مدینہ ہی جا کر کھولوں گا اور نہایت ذوق شوق کے ساتھ یا شاعر پڑھتا ہوا مدینہ روانہ ہوا۔

ایک تعدو قلنا وَ ضَیْنِہَا مُعْتَرِ کَافِی بَطْنُہَا جَیْنِہَا
مخالفادین النصاری دینہا

یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرت باسلام ہوئے اور وہیں رہ پڑے اور کسی معرکہ میں شہید ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۱۵۔ زالمعاد ص ۱۳۱ ج ۱۳ دہایت امیر کائنات و امیر ہر دو نصاریٰ ص ۱۳۱ میں یہ واقعہ اسی طرح مذکور ہے اور محمد بن اسحق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ بخران سے آٹھ دن پیش آیا اور اسے ص ۱۳۱ ج ۱۳۲ کرز بن علقمہ بخران میں بھی محمد اسحق کی روایت کے مطابق مذکور ہے۔ ۱۵ شرح مواہب ج ۱ ص ۲۰۰

چند روز بعد سید اہم اور عبدالمسیح مانتب بھی مدینہ منورہ حاضر خدمت ہوئے اور اسلام قبول کیا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ آپ نے دونوں کو ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر ٹھہرایا۔

ایک ضروری تنبیہ

نجران میں دو فریق تھے ایک اُمتین کا اور دوسرا انصاری کا فریق آدل نے اسلام قبول کر لیا تھا جیسا کہ وفد بنی الحارث کے بیان میں گزر چکا ہے اور فریق ثانی سے جزیہ پر صلح فرمائی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو نجران کی طرف فریق اول سے صدقات وصول کرنے کے لئے اور فریق ثانی سے جزیہ وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا یہ مطلب نہیں کہ ایک ہی فریق سے جزیہ اور صدقہ دونوں وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا تاکہ یہ اشکال ہو کہ ایک ہی فریق سے صدقہ اور جزیہ دونوں کیسے وصول کئے جاسکتے ہیں ۵

(۱۵) فروتہ بن عمرو بن جذامی کی سفارت کا ذکر

فروتہ بن عمرو بن جذامی۔ شاہ روم کی طرف سے معان اور ارض شام کا عامل اور والی تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کو دعوت اسلام کا خط بھیجا تو مسلمان ہو گیا اور ایک قاصد کو کچھ ہدایات دے کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ رومیوں کو جب فروتہ بن عمرو کے اسلام کی خبر ہوئی تو اُس کو پھانسی دے دی فروتہ کو جب پھانسی پر لٹکانے لگے تو یہ شعر پڑھا۔

بَلِّغْ سَرَّاءَ الْمُسْلِمِينَ بَانِيْهِ سَلَّمَ لِرَجِيْ عَظْمَى وَمَقَامِيْ

مسلمانوں کے سر راہوں کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں مسلمان ہوں اور میری ہڈیاں اور جائے قیام سب اللہ کی مطیع ہیں یتھ

۱۔ شرح مہاسب - ج ۴: ص ۳۱۴

۲۔ زاد المعاد - ج ۳: ص ۴۴

۳۔ " " " "

(۱۶) قدم ضمام بن ثعلبہ

بنو سعد کی طرف سے سلسلہ میں ضمام بن ثعلبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انٹ
کو مسجد کے دروازہ کے قریب باندھ دیا اور خود مسجد میں داخل ہوئے اور دریافت کیا کہ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم اکون ہیں آپ اس وقت مجلس میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے صحابہ نے جواب دیا
کہ یہ مرد مبارک جو تکیہ لگائے ہوئے ہے اس شخص نے کہا اے عبدالمطلب کے بیٹے آپ نے
فرمایا میں نے سن لیا ہے۔ اُس نے کہا میں آپ سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہوں اور سختی سے سوال کروں گا
آپ اپنے دل میں ناراض نہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو۔ اُس نے کہا میں آپ کو
خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا اللہ نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، آپ نے
فرمایا ہاں۔ اے اللہ تو گواہ ہے پھر اس نے علیحدہ علیحدہ دریافت کیا کہ کیا اللہ نے دن رات
میں پانچ نمازوں کا اور سال بھر میں ایک مہینہ کے روزوں کا اور مالداروں سے زکوٰۃ اور
صدقہ لے کر فقر اور یتیم کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں اے اللہ تو گواہ ہے
اس شخص نے کہا آپ جو کچھ اللہ کی طرف سے لاتے ہیں، میں اُس سب پر ایمان لایا اور میں
اپنی قوم کا قاصد اور فرستادہ ہوں اور میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے یہ صحیح بخاری کی روایت ہے صحیح مسلم
میں ہے کہ اس شخص نے یہ کہا قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا
مسئلہ ۱: اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ کسی عالم یا کسی صاحبِ وجاہت کیلئے
جلس میں تکیہ لگا کر بیٹھنا جائز ہے۔

ضمام بن ثعلبہ جب آپ سے رخصت ہو کر اپنی قوم میں پہنچے تو سب کو جمع کر کے ایک تقریر
کی سب سے پہلا جملہ یہ تحالات اور عزای بہت بُرے تھیں۔

لوگوں نے کہا اے ضام یہ نفل زبان سے مست نکالو کہیں تم مجبوز اور کوشی نہ ہو جاؤ۔
ضام نے کہا افسوس صد افسوس خدا کی قسم لات وعزی تم کو نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ ضرر۔
اللہ نے ایک رسول بھیجا اور اس پر ایک کتاب نازل کی جس نے تم کو ان خرافات سے چھڑایا۔
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور
میں آپ کے پاس سے یہ احکام سیکھ کر آیا ہوں۔ شام نہ ہونے پانی کو تعبید کا کوئی مرد اور عورت ایسا
باقی نہ رہا کہ جو مسلمان نہ ہو گیا ہو حضرت عمر اور ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے کسی قوم کے داند اور قاصد
کو ضام بن ثعلبیہ سے افضل اور سبیز نہیں پایا (رواہ ابن اسحق) لے

۱۷) وفد طارق بن عبد اللہ محارب بنی محارب

طارق بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں بازار ذی الجواز میں تھا کہ ایک سامنے سے یہ کہتا ہوا
نظر آیا۔

ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ
اے لوگو لا الہ الا اللہ کہو فلاں پاؤ
تفلیحوا
۱۔

اور ایک شخص اس کے پیچھے پیچھے ہے تجھ پر اتنا جاتا ہے اور یہ کہتا جاتا ہے
یا ایہا الناس انہ کذاب فلا تصدقوا اے لوگو یہ جھوٹ ہے اس کی تصدیق نہ کرنا۔
میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے، لوگوں نے کہا یہ بنی ہاشم میں کا ایک شخص ہے جو یہ
کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور یہ تجھ پر اتنے والا ان کا چچا ابولہب ہے۔

طارق بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جب لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور آپ مدینہ ہجرت
فرما گئے تو ہم مدینہ کی کھوپری لینے کے لئے زبدہ سے چلے مدینہ کے قریب پہنچ کر ایک باغ میں اترنے
کا ارادہ کر رہے تھے، ایک شخص دوہرائی چادر پہنا کر دھڑے ہوئے سامنے سے آیا اور ہم کو سلام کیا اور

دریافت کیا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ ہم نے کہا کہ زندہ سے، اس شخص نے کہا کہاں کا قصد ہے ہم نے کہا مدینہ کا، اس نے کہا کس لئے، ہم نے کہا کجوری خریدنے کے لئے، ہم لوگوں کے پاس ایک سرخ اونٹ تھا، اس شخص نے ہم سے دریافت کیا کہ کیا اس اونٹ کو اتنی کجوریوں کے معاوضہ میں فروخت کرتے ہو۔ ہم نے کہا ہاں اتنی کجوریوں اس کے معاوضہ میں لیں گے، اس شخص نے اسی قیمت میں منظور کر لیا اور قیمت گھٹانے کی بابت کچھ نہیں کہا۔ اور اونٹ لے کر چلا گیا۔ ہم آپس میں کہنے لگے کہ بغیر قیمت لئے اونٹ ایسے شخص کے حوالہ کر دیا کہ جسے ہم پہچانتے بھی نہیں۔ ان میں کی ایک ایک صورت نشین عورت نے کہا میں نے اس شخص کے چہرہ کو دیکھا ہے خدا کی قسم اس کا چہرہ چودھویں رات کا چاند کا ایک ٹکڑا تھا، یہ چہرہ کسی جھوٹے خدا کا نہیں تم گھبرائیں میں قیمت کی ذمہ دار ہوں۔

رد دل ہر امتی کو حق مزہ است رد آواز پیغمبر معجزہ است
یہ گفتگو ہمیں رہی تھی کہ ایک شخص آیا اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں
آپ نے یہ کجوری بھیجی ہیں ان کو کھاؤ اور ماپ لو، ہم نے وہ کجوریوں خوب سیر ہو کر کھاتیں اور
پھر اپنا تو بالکل پوری پائیں۔

اگلے روز مدینہ میں داخل ہوئے آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے (عالمیاً مجموعہ کا دن تھا)
یہ کلمات ہم نے سنے۔

نصد قوافن الید علیا خیر من صدقہ اند خیرات کرداد بچا ماتھ نیچے ماتھ سے
الید السفلی مک و ابانک و اختک بھر ہے، میں اور ماپ بن اور بھائی اور قسری
واختک و ادناک و ادناک رشتہ داروں کا زیادہ خیال رکھو۔
رداء البیعتی والحاکم وغیرہ کا۔ ۱۷

(۱۸) وَفْدِ شَجَبِ

شَجَبِ مین میں قبیلہ کندہ کی ایک شاخ ہے قبیلہ شَجَبِ کے تیزہ آدمی صدقات کا مال لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اس مال کو دو اسیں لے جاؤ اور وہیں کے فقر پر تقسیم کر دو، انھوں نے کہا ہم وہی مال لائے ہیں جو وہاں کے فقر پر تقسیم کرنے کے بعد بچ رہا ہے صدیق اکبر نے کہا یا رسول اللہ تجیب صیبا و فد اب تک کوئی نہیں آیا آپ نے فرمایا بے شک ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے، اس کا سینہ ایمان کے لئے کھول دیتا ہے ان لوگوں نے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مسائل دریافت کئے آپ نے ان کو جوابات مکھوادیئے اور حضرت بلال کو تاکید کی کہ اچھی طرح ان کی بھائی کی جگہ چند روز ٹھہر کر وہی کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا مجلت کیا ہے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ چاہتا ہے کہ آپ کے دیدار پُر انوار اور آپ کی صحبت سے جو فیوض اور برکات حاصل ہوئے ہیں اپنی قوم کو جا کر ان کی اطلاع دیں، آپ نے ان کو انعام و اکرام دے کر رخصت فرمایا۔ چلتے وقت پوچھا کہ تم میں سے کوئی باقی تو نہیں رہ گیا۔ انھوں نے کہا ایک نوجوان لڑکا رہ گیا ہے جس کو ہم نے سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ آپ نے فرمایا اس کو بلاؤ وہ حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے میرے قبیلہ کے لوگوں کی حاجتیں پوری فرمائیں ایک میری حاجت ہے، آپ نے فرمایا وہ کیا ہے۔ اُس نوجوان نے کہا کہ میں فقط اس لئے گھر سے نکلا ہوں کہ آپ میرے لئے خدا تعالیٰ سے یہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنا دے۔ آپ نے دعا فرمائی۔

اللھم اغفر لہ وارجعہ واجعل غناہ فی قلبہ لے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کے دل کو غنی بنا دے اور اس کے بعد اس نوجوان کے لئے بھی انعام و اکرام کا حکم دیا۔

سلسلہ میں جب اس قبیلہ کے لوگ حج کے لئے آئے اور منی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے ملے تو آپ نے اُس نوجوان کا حال دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اُس کے زہد اور قناعت کا عجب حال ہے، ہم نے اس سے بڑھ کر زاہد اور قانع نہیں دیکھا۔ کتنا ہی مال و دولت اس کے سامنے اُس کے سامنے تقسیم ہوتا ہو مگر وہ کبھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ وفات کے بعد جب اہل یمن اسلام سے پھرنے لگے تو اس نوجوان نے لوگوں میں وعظ کیا جس سے سب اسلام پر قائم رہے اور بحمد اللہ کوئی شخص اسلام سے نہیں پھرا۔ صدیق اکبرؓ نے جانے والوں سے ان کا حال دریافت کرتے رہتے تھے، یہاں تک کہ اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو زیاد بن ولید کو لکھ کر بھیجا کہ اس نوجوان کا خاص طور سے خیال رکھیں۔

(۱۹) وَفْدِ هَذِيمِ

قبیلہ ہذیم کا وفد جب مسجد نبویؐ میں پہنچا تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں مشغول تھے، یہ لوگ علمِ عربیہ گئے نماز سے فارغ ہو کر آپؐ نے ان کو بلایا اور پوچھا کیا تم مسلمان نہیں انھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں آپؐ نے فرمایا پھر اپنے بھائی کے نماز جنازہ میں کیوں شریک نہیں ہوئے انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے یہ گمان کیا کہ جب تک آپؐ بیعت نہ کر لیں اس وقت تک سے لئے جنازہ وغیرہ میں شرکت جائز نہیں، آپؐ نے فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ بھی ہو۔ بعد ازاں ان لوگوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور رخصت ہوئے ایک نوجوان جو سب سے کم عمر تھا اُس کو سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا، آپؐ نے ہم کو واپس بلایا وہ نوجوان آگے بڑھا اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ہم میں سب سے چھوٹا اور ہمارا خادم ہے آپؐ نے فرمایا:

اصغر القوم خادم محمد ﷺ
 قوم میں کا چھوٹا بچہ بزرگوں کا خادم ہوتا ہے اللہ
 علیہ -
 تمہاری برکتیں نازل فرمائے۔

چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے وہی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ قرآن کا عالم ہوا اور پھر آپ نے اسی کو ان پر امیر اور امام مقرر کیا اور آپ کے حکم سے چلتے وقت حضرت بلال نے ہم کو انعام و اکرام دیا جب وطن واپس ہوئے تو تمام قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا۔ ۱۷

(۲۰) وفد بنی فزارہ

غزوہ تبوک کی واپسی کے بعد بنی فزارہ کے تقریباً چودہ آدمی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے آپ نے ان کے بلاد کا حال دریافت کیا لوگوں نے کہا یا رسول اللہ قحط کی وجہ سے تباہ ہیں آپ نے بلالؓ کی رحمت کی دعا فرمائی۔ ۱۸

(۲۱) وفد بنی اسدؓ

وہی آدمی قبیلہ بنی اسد کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے، اول آپ کو سلام کیا بعد ازاں ان میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں بغیر آپ کے بلائے ہم خود بخود آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَسْمُحُونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا قَلِيْلًا
تَسْمُحُوا عَلٰى اِسْلَامِكُمْ بِلَا اللّٰهِ يَنْفَعُ
عَلَيْكُمْ اَنْ هٰدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ
كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔ ۱۹

آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جلتا ہے۔ آپ
کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت جلاؤ کہ
اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو ایمان کی توفیق
دی اگر تم سچے ہو۔

مقت منہ کہ خدمت سلطان بھی کنی
منت خناس از دو کہ بندت بدشت

بعد ازاں لوگوں نے کہانت اور مدلل کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے منع فرمایا۔^۱

(۲۲) وفدِ بہرِ آء

مین سے قبیلہ بہرہ کے تیرہ آدمی خدمت میں حاضر ہوئے مقداد بن اسودؓ کے مکان پر ٹھہرے حضرت مقداد نے ان کے آنے سے پہلے ایک بڑے پیالہ میں عیسٰی بنایا تھا جب یہ جہان آئے تو ان کے سامنے رکھ دیا سب نے خوب سیر ہو کر کھایا اُس کے بعد بھی بچ رہا حضرت مقداد نے اپنی باندی سدرہ کے ہاتھ یہ پیالہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا آپ نے خود بھی تناول فرمایا اور تمام اہل بیت کو کھلایا اور پیالہ واپس فرمادیا جب تک جہان مقیم ہے برابر اسی پیالہ سے دو وقت سیر ہو کر کھاتے رہے، ایک دن جہانوں نے بطور تعجب کہا اے مقداد ہم نے سنا ہے کہ اہل مدینہ کی خوراک تو نہایت معمولی ہے اور تم ہم کو روزانہ اس قدر لذیذ اور عمدہ کھانہ کھلاتے ہو جو ہم کو اپنے گھر روزانہ میسر نہیں آسکتا مقدادؓ نے کہا یہ سب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت ہے اور اُتار کی اطلاع دی، ان لوگوں کے ایمان و الیقان میں اور زیادتی ہوئی اور کچھ روزہ و نذرینہ ٹھہر کر مسائل و احکام سیکھے اور پھل چنے گھر واپس ہوئے چتے وقت آپ نے ان کو زوارہ اور انعام دیا۔^۲

(۲۳) وفدِ عذرة

عذرة مین کا ایک قبیلہ ہے ماہ صفر ۹ھ میں قبیلہ عذرة کے بارہ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اہل دارم جبا کہا، ان لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی طرف بلا تے ہیں، آپ نے فرمایا اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کرو اور اس امر کی شہادت دو کہ

۱۔ عین الاثر، ج ۱، ص: ۲۵۰، ۲۔ جیس ایک قسم کا کھانا ہے جو کھجوریں اور پیڑ کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔

میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف۔ بعد ازاں لوگوں نے فرائض اسلام دریافت کئے آپ نے فرائض اسلام سے ان کو خبر دی ان لوگوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے ہم کو دعوت دی، اس کو ہم نے قبول کیا ہم دل و جان سے آپ کے اعلان و افشاء اور یا مدعو گارہیں، یا رسول اللہ ہم تجارت کے لئے شام جاتے ہیں جہاں ہرق رقبہ ہے، کیا آپ پیراس بارے میں کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا شام عنقریب فتح ہو جائے گا اور ہر تہل ماں سے بھاگ جائے گا۔ اور کامنوں سے سوال کرنے سے اور ان کا ذبیحہ کھانے سے منع فرمایا اور کہا تم پر فقط قربانی ہے چند روزہ کرنا پس ہوئے، چلتے وقت آپ نے ان کو ہدایا اور تحائف عطا فرمائے لے

(۲۴) وفد بنی

۱۰ ربیع الاول ۶ میں وفد بنی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا آپ نے فرمایا، الحمد للہ الذی ہدانا لهذا لہدنا لہذا علی غید الاسلام فہو النبی النبی رئیس الوفد ابو الفضیب نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو ہماری کاشوق ہے کیا اس میں میرے لئے کوئی اجر ہے آپ نے فرمایا ہاں اس میں بھی اجر ہے غنی ہر مایہ فخر جس پر بھی ترا احسان کرے وہ صدقہ ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری کی مدت کتنی ہے، آپ نے فرمایا ہماری تین دن ہے، اس کے بعد صدقہ ہے، جہان کے لئے جائز نہیں کہ میزان کو تنگی میں ڈالے، تین روزہ ٹھہر کر یہ لوگ واپس ہوئے، اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت ان کو زادہ عطا فرمایا۔ لے

(۲۵) وفد بنی مرہ

تبوک کے بعد ۶ میں بنی مرہ کے تیرہ آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے عارث بن

عون سرور و مدد تھے، ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ ہی کے قوم کے ہیں تو ہی بن غالب کی اولاد سے ہیں، آپ مسئلے نے اور بلاؤ کا حال دریافت کیا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ قحط سال کی وجہ سے حالت تباہ ہے، آپ نے اسی وقت بارش کے لئے دعا فرمائی۔ جب لوگ اپنے گھر واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ جس مدد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اسی مدد پانی برسا اور تمام بلاؤں سے سب آزاد ہوا، آپ ہو گئے، چلتے وقت ہر ایک کو اپنے دس دس اوقیہ چاندی اور عارث بن عون کو بارہ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔ ۱۷

(۲۶) وَفْدُ خَوْلَانَ

ماہ شعبان ۳۱ھ میں یمن سے قبیلہ خولان کے دس آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ اور اُس کے رسول کا ہم پر بڑا احسان ہے، دور دراز سے سفر طے کر کے زیارت کے شوق میں حاضر ہوئے ہیں آپ نے فرمایا تمھارا یہ فرض نائع نہیں ہوا ہر قدم پر تمھارے لئے نیکی ہے جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ حاضر ہوا قیامت کے دن وہ میری پناہ اور امان میں ہوگا۔ بعد ازاں خولان کے بت جس کا نام انس تھا، کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیا ہوا، وفد نے عرض کیا اللہ آپ کی ہدایت و تعلیم اُس بت پرستی کا نعم البدل ہو گئی۔ سوائے چند بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کے کوئی پوچھنے والا نہیں رہا اور اللہ انشاء اللہ تعالیٰ اب دہائی کے بعد اس کا نام و نشان ہی باقی نہ چھوڑے گی۔

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دین کے فرائض سکھائے اور یہ نصیحت فرمائی کہ عہد کو پورا کرنا۔ امانت کو ادا کرنا، پس جوں کا توں رکھنا، کسی پر ظلم نہ کرنا اور رخصت کے وقت بارہ اوقیہ چاندی ان کو عطا فرمائی، دہائی کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اُس بت کو مہدم کیا۔ ۱۸

(۲۷) وفد محارب

اس قبیلہ کے لوگ نہایت تند خو اور درشت مزاج تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آیام حج میں لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے تھے تو یہ لوگ نہایت سختی سے آپ کے پیش آتے۔ اس قبیلہ کے دشمن آدمی اپنی قوم کے وکیل بن کر سنہ ۵ھ میں حاضر خدمت ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے ان میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ کے مقابلہ میں میرے ساتھیوں میں مجھ سے زیادہ کوئی سخت اور اسلام سے دور نہ تھا میرے ساتھی مر گئے اور صرف میں زندہ ہوں اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھ کو باقی رکھا تھا آنکھ میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی آپ نے فرمایا دل اللہ کے قبضہ میں ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا سے میرے لئے دعا اور استغفار فرمائیے کہ میں نے جو کچھ آپ کی شان میں گستاخی کی اللہ اس کو معاف فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ اسلام، کفر کو اور جو کچھ کفر کی حالت میں ہوا ہے سب کو ڈھا دیتا ہے۔ بعد ازاں یہ لوگ اپنے گھر واپس ہوئے۔

(۲۸) وفد صدائہ

سنہ ۶ھ میں جحرانہ سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاجر بن ابی امیہ کو صنعا کی طرف اور زیاد بن لبید کو حضرت موت کی جانب اور قیس بن سعد بن عبادۃ خزرجی کو جاکو سواروں کے ہمراہ قناتہ کی جانب روانہ فرمایا اور قیس بن سعد کو یہ بھی حکم دیا کہ یمن کے علاقہ صدائہ پر بھی ضرور گزریں زیاد بن حارث صدائی کو جب اس کا علم ہوا تو یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ لشکر کو واپس بلا لیں میں اپنی قوم کے اسلام کا فیصلہ اور ذمہ دار ہوں آپ نے قیس بن سعد کو واپس بلا لیا، زیاد بن حارث صدائی پندرہ آدمیوں کا وفد لے کر آپ کی

خدمت میں حاضر ہوئے، سب نے اسلام قبول کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، آپ نے زیادہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا، اے زیاد تیری قوم تیری بہت مطیع اور فرمانبردار ہے، زیاد نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ اس کے رسول کا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت دی، بیعت کر کے یہ لوگ واپس ہوئے تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔ نثار آدمی مجیدہ الرعاء میں شریک ہوئے۔ ۱۵

(۲۹) وفدِ غسان

ماہ رمضان المبارک ۱۱ھ میں غسان قبیلہ کے تین آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ ہماری قوم ہمارا اتباع کرے گی یا نہیں، آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت ان کو زوارہ اور جائزہ عطا فرمایا چونکہ ان کی قوم نے اسلام قبول نہ کیا تھا اس لئے ان لوگوں نے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا، یہاں تک کہ دو آدمی تو اسی حالت میں وفات پا گئے اور تیسرے شخص جنگ یرموک میں ابو عبیدہ سے جا ملے اور ان کو اپنے اسلام کی اطلاع دی ابو عبیدہ ان کا بہت اکرام و احترام کرتے تھے۔ ۱۶

(۳۰) وفدِ سَلَامَان

ماہ شوال ۱۱ھ میں قبیلہ سَلَامَان کے سات آدمیوں کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا تھوڑی سی شکایت کی، آپ نے اٹھ اٹھ کر دعا فرمائی، بعد ازاں زوارہ اور جائزہ دے کر آپ نے ان کو رخصت فرمایا گھر پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس وفد اور جس وقت آپ نے دعا فرمائی تھی اسی وقت یہاں پانی برساتا ہے

(۳۱) وَفْدِ بَنِي عُلَیْسَ

بنی عُلَیْسَ کے تین آدمی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اسلام بغیر ہجرت کے مقبول اور معتبر نہیں۔ ہمارے پاس کچھ مال اور مویشی ہیں جن پر ہمارا گزارا ہے۔ اگر اسلام بغیر ہجرت کے مقبول نہیں تو پھر ایسے مال میں کیا خیر و برکت ہو سکتی ہے ہم سب کو فروخت کر دیں اور ہجرت کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں آپ نے ارشاد فرمایا:

اتقوا الله حيث كنتم فلن يلينكم اللهُ سے ڈرو جہاں کہیں بھی رہو اللہ تمہارے
الله من اعمالكم شيئا اعمال کے اجر میں کمی نہ کرے گا۔ ۱۵

(۳۲) وَفْدِ عَمَادِ

غامدین کا ایک قبیلہ ہے صحیحہ میں وثن آدمیوں کا ایک وفد آیا اور قبیعہ میں اترا اور سامان پر ایک لڑکے کو چھوڑ کر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے، آپ نے دریافت فرمایا کہ سامان پر کس کو چھوڑا، وفد نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک کم عمر لڑکے کو چھوڑ آئے ہیں۔ فرمایا کہ ایک قبیلہ چوری ہو گیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص بولا یا رسول اللہ قبیلہ تو میرا تھا، آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں وہ مل گیا ہے یہ لوگ اپنے سامان کے پاس پہنچے معلوم ہوا کہ لڑکا سو گیا تھا جب بیدار ہوا اور دیکھا کہ قبیلہ نہیں تو اس کی تلاش میں نکلا، دُور سے ایک شخص میٹھا ہوا لہذا یہاں تک کہ اس طرف بڑھا تو وہ شخص اس کو دیکھ کر بھاگا۔ اس مقام پر پہنچ کر دیکھا کہ زمین کھدی ہوئی ہے اس میں سے وہ قبیلہ برآمد ہوا، ہم نے کہا بے شک آپ اللہ کے رسول برحق ہیں ابی بن کعب کو حکم دیا کہ ان کو قرآن کھلیا اور چلتے وقت شرائع اسلام لکھو اگر ان کو عطا فرمائے اور حسبِ معمول جائزہ دیا ۱۶

(۳۳) وَفْدِ اَزْدِ

قبیلۂ اَزْد کے سات آدمیوں کا وفد خدمت نبوی میں حاضر ہوا، آپ کو ان کی وضع اور ہیئت اور ان کا سکون و وقار پسند آیا۔ دریافت فرمایا کہ تم کون ہو۔ وفد نے عرض کیا ہم مومن ہیں آپ سکلارے اور فرمایا ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ وفد نے کہا وہ پندرہ خصلتیں ہیں جن میں سے پانچ وہ ہیں جن پر آپ کے قاصدوں نے ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے اور پانچ وہ ہیں جن پر آپ کے قاصدوں نے ہم کو عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور پانچ وہ ہیں جن پر ہم نہ نائے جاہلیت سے کاربند ہیں آپ نے ارشاد فرمایا وہ باتیں کونسی ہیں جن پر میرے مبلغین نے تم کو ایمان لانے کا حکم دیا ہے، وفد نے عرض کیا وہ یہ ہیں کہ (۱) ایمان لائیں اللہ پر۔ (۲) اور اس کے تمام فرشتوں پر۔ (۳) اور اس کی آماری ہوتی تمام کتابوں پر۔ (۴) اور اس کے تمام پیغمبروں پر۔ (۵) اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یعنی قیامت اور یوم آخرت پر آپ نے فرمایا وہ پانچ باتیں کونسی ہیں جن پر میرے قاصدوں نے تم کو عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ وفد نے عرض کیا وہ یہ ہیں (۱) لا الہ الا اللہ کہتے رہیں۔ (۲) نماز کو قائم رکھیں۔ (۳) زکوٰۃ ادا کریں۔ (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھیں۔ (۵) اور اگر استطاعت ہو تو حج بیت اللہ کریں۔

آپ نے فرمایا وہ پانچ خصلتیں کونسی ہیں جن پر ہم نہ نائے جاہلیت میں کاربند تھے۔ وفد نے عرض کیا وہ یہ ہیں۔

الشکر عند الرخاء والصبر عند	راحت اور فراخی کے وقت شکر اور مصیبت کے وقت صبر اور تنگ وقت صبر
البلاء والرّضا بـم القضاء والصّدق	صبر اور تنگ وقت صبر اور رضی رہنا اور بقا بـم کے وقت ثابت قدمی اور دشمنوں کی مصیبت پر خوشی نہ ہونا۔
فی مواطن اللقاء وترك الشّتمات بالاعداء	آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے حکیم اور عالم ہیں تفقہ اور سمجھ کی وجہ سے مقام نبوت سے بہت (دائیں نظر بغیر)
فقال صلی اللہ علیہ وسلم حکمنا علما	
کادوا من نفقہم ان یتکونوا انبیاء	

قَرِيبٌ بِي، پھر ارشاد فرمایا میں تم کو بارپنج خصلتیں اور بتاتا ہوں تاکہ میں خصلتیں پوری ہو جائیں (۱۱) جس چیز کو کھنا نہ ہو اس کو جمع نہ کرو (۱۲) جس میں رہنا ہو اس کو بنا کر نہیں (۱۳) اور جس چیز کو کل چھوڑ کر ہانے دے ہو اس میں ایک دو سے پرستہ نہ کرو (۱۴) اور اس خدا سے ڈرو کہ جس کی طرف تم کو لوٹنا اور اس کے سامنے پیش ہونا ہے (۱۵) اور اس چیز میں غفلت کرو جس میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے یعنی آخرت۔

یہ لوگ آپ کی وصیت کر کے گمراہ ہو گئے اور اس کو خوب یاد رکھا اور اس پر عمل کیا یہ

(۳۴) وَفَدْنِي الْمُنْتَقِقُ

یہ وفد بارگاہ نبوی میں صبح کی نماز کے بعد حاضر ہوا اتفاق سے اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جمع کر کے ایک طویل و عریض خطبہ دیا جس میں شہر و نشر و جنت و جہنم کے احوال بیان فرمائے خطبہ سے فارغ ہو کر ان لوگوں نے آپ کے اچھے پرہیزگیت کی اس دعا پس ہوئے مفصل خطبہ تقریباً دو ورق میں ہے جس کو حافظ ابن تیمیہ نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے۔

(۳۵) وَفَدْنِي مَخْجُوعٌ، مُحَرَّمُ الْحَرَامِ

مَخْجُوعٌ کا ایک قبیلہ ہے ماہ محرم الحرام ۱۱ھ کے درمیانی عشر میں اس قبیلے کے وفد کو آدمی

(یہ ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۱۳۷) حکمت ۱۱۷ آپ ارشاد فرماتے کہ حافظ حدیث تمام میری کتابیں ہیں جن کا فقہی مقام نبوت سے قریب اور نزدیک ہے، حافظ حدیث کی مثال اس عاشق کی ہے کہ جس نے محبوب کی افغانا بھینسا کر کے اور لقمہ کی مثال اس پیغمبر اہل بھلائی کا ہے جو اپنے محبوب کی اشارت اور کنایوں اور اس کے زمانہ و اسرار کو خوب سمجھتا ہے۔

۱۱۷ - زاد المعاد، ۲، ص: ۵۴ -

بارگاہ نبوی میں ایک شخص زرارۃ بن عمرو بھی تھے، انھوں نے اس سفر میں متعدد خواب دیکھے جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کئے اور آپ نے ان کی تعبیر دی مگر ان کے ایک یہ خواب دیکھا کہ زمین
سے ایک آگ نمودار ہوئی ہے جو میرے ادبیرے بیٹے کے درمیان حائل ہو گئی۔ اسودہ آگ یہ پکار رہی
نظی نظی بصیر و اعمی اطعمونی
میں آگ ہوں میں آگ ہوں کوئی بنیا اور کوئی نابینا
اکلکھا اھلکھا دما لکھا
مجھ کو کھانے کو دو میں تم کو کھانوں گی تم کو کھاؤں گی
تمہارے اہل کو ادرا ل کو۔

آپ نے فرمایا ایک فتنہ ہو گا جس میں لوگ اپنے امام اور خلیفہ کو قتل کر دیں گے بدکار اپنے کو نیکو کار
کچھ گامزن کا قتل پانی پینے سے زیادہ لذیذ ہو گا، اگر تیرا بیٹا پہلے مر گیا تو تو اس فتنہ کو پائے گا۔ اور
اگر تو پہلے مر گیا تو تیرا بیٹا اس فتنہ کو پائے گا۔ زرارہ نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا سے دعا کیجئے کہ میں
اس فتنہ کو نہ پاؤں۔ آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی، زرارۃ کا تو انتقال ہوا اور ان کے بعد حضرت
عثمان غنیؓ کی شہادت کا فتنہ پیش آیا، زرارہ کا بیٹا باغیوں کے ساتھ تھا اور اللہ اعلم رنا دالمعاد ص ۵۹
زرقانی ص ۶۷ ج ۴

سلسلہ میں میں تسلیم اسلام

سلسلہ یا سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو
میں کے لوگوں کو دین اسلام کی تعلیم دینے کی غرض سے مدائن فرمایا مگر دونوں کو ایک جگہ نہیں بھیجا۔
ابو موسیٰ کو یمن کی مشرقی سمت میں اور معاذ کو مغربی سمت یعنی عدن اور جبیل کی اطراف
دکنات میں تعلیم و تبلیغ کا حکم دیا۔

سریہ خالد بن ولید بسوئے نجران

سنہ ہجری کے ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو ایک سریہ کا سردار مقرر کر کے نجران اور اس کے اطراف و جوارب کی طرف روانہ فرمایا اور خالد کو یہ حکم دیا کہ قتال سے پہلے تین بار دعوت اسلام دینا اگر وہ اس دعوت کو قبول کریں تو تم بھی ان کے اسلام کو قبول کرنا اور اگر وہ دعوت اسلام کے قبول کرنے سے انکار کر دیں تب ان سے قتال کرنا لیکن خالد بن ولید جب نجران پہنچے اور ان کو اسلام کی دعوت دی تو سب نے بے چون و چرا اس معاہدہ اسلام قبول کیا، خالد بن ولید ٹھہر گئے اور ان کو اسلام کی تعلیم دینے لگے اور ایک خط کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی، آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ تحریر کیا کہ نجران کے قبیلہ بنی حارث بن کعب کا وفد ہمراہ لے کر مدینہ آئیں۔ آپ کی تحریر کے مطابق خالد بنی حارث کا وفد سکر مدینہ حاضر ہوئے آپ نے ان کو نہایت عزت و تعلیم کے ساتھ ٹھہرایا شروع ماہ ذی قعدہ سنہ ۱۱ میں جس وقت یہ لوگ مدینہ سے نجران واپس ہونے لگے تو آپ نے ان پر قیس بن حصن کو سردار مقرر کیا اور وفد کی روانگی اور واپسی کے بعد عربین حرم کو بغرض تعلیم و انکس و سنن و احکام اسلام و وصولی صدقات ان کا عامل بنا کر روانہ کیا اور ایک فرمان لکھ کر ان کو عنایت کیا، وہ ہوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے اے ایمان

هٰذَا اِنْ مِنْ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ یَا اَیُّهَا

والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو یہ عہد نامہ ہے محمد رسول

الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَوْفُوا بِالْعُقُودِ عَهْد

کا عمر بن حزم کے لئے جب ان کو مین کی طرف طاع

مِنْ مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِعُمُرِ بْنِ

مفکر کے بھیجا، ان کو حکم دیا کہ تمام امور میں تقویٰ اللہ

حَزْمٍ حِیْنَ بَعَثَ اِلَی الْیَمَنِیْنَ اَمْرًا

پر سب گاری کو غور رکھیں تحقیقی اللہ تعالیٰ پر سب گار

بِتَقْوٰی اللّٰهِ فِیْ اَمْرِهِ کَلِمَاتٍ اِنَّ اللّٰهَ

مع الذین اتقوا والذین هم محسنون و
 وامرہ ان یاخذ بالحق کما امرہ اللہ وان
 یبشر الناس بالخیر ویأمرهم بہ ویعلم
 الناس القرآن ویفقهہم فینہ ویبشہ
 الناس فلا یس القرآن انسان الا
 وهو طاهر ومجنبر الناس بالذی لہم
 والذی علیہم ولین للناس فی الحق
 ولیستد علیہم فی الظلم فان اللہ
 حکمہ الظلم ونہی عنہ فمال
 الا لعنة اللہ علی الظالمین ویبشر
 الناس بالجنہ ویعلمہا ویبذر الناس
 النار وعملہا ویسألف الناس حتی
 یفقهوا فی الدین ویعلم الناس
 معالم الحج وسنہ و فریضتہ وما
 امر اللہ بہ والحدج الا حکم الحج الا کبر
 والحدج الا صغرہ والعمرہ ویبھی الناس
 ان یصلی احدی ثوب صغیر الا ان
 یکون ثوباً یثنی طرفہ علی عاتقیہ
 ویبھی الناس ان یجتبی احدی ثوب
 واحد یفرضی بفرجہ الی السماء و
 یبھی ان یعقص احد شعر راسہ

کو اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے اور ان کو حکم دیا کہ حق
 کو مضبوط پکڑیں جیسا کہ اللہ کا حکم ہے اور لوگوں کو
 خیر کا حکم دیں اور خیر کی بشارت سنائیں۔
 اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور اس کے معانی
 سمجھنے کا طریقہ بتلائیں اور لوگوں کو منع کریں کہ کوئی
 شخص قرآن کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے اور
 لوگوں کو ان کے منافع اور مضار سے باخبر کریں۔
 حق اور راہِ راست پر چلنے میں لوگوں پر نرمی کرنا
 اور ظلم کرنے کی حانت میں ان پر سختی کرنا تحقیق اللہ
 جل شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اس سے منع کیا ہے
 جیسا کہ اس کا ارشاد ہے کہ لعنت ہر اللہ کی ظالموں پر
 اور لوگوں کو حبشہ کی بشارت دینا اور اعمال جن سے خیر
 و زیادہ جن سے بُرا ہے اور ان اعمال جن سے آگاہ کرنا اور لوگوں
 کو اپنے سے اوس بنانا تاکہ لوگ تم سے دین سمجھ سکیں۔
 اور لوگوں کو ذرائعِ امن و اس احکام صحت اور احکام
 عمرہ کی تعلیم دینا اور نماز کے متعلق لوگوں کو تیرہ بلا دینا
 کہ کوئی شخص چھوٹے کپڑے میں اس کو پشت پڑا کر
 نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ اس تکشادہ ہو کہ اس
 کے دونوں اس کے دونوں مونڈھوں کو ڈھانک
 لیں اور لوگوں کو اس طرح کپڑا پہننے سے منع کریں
 کہ آسمان کے نیچے اس کی شرم گاہ کھلی رہے اور

فی نقاه وینعی إذا کان یَبِینَ الناسَ جمیع
 عن الدُّعَا الی القبائلِ وَالشَّائِرِ و
 یکن دھواہم الہا شیع عز وجل وحده
 لَا شَرِیکَ لہ فمن لم یدع الی اللہ
 ودعا الی القبائلِ والعشائرِ فلیَقُطِّفُوا
 بالتسمین حتی تکنون دھواہم الی اللہ
 وَحدہ لَا شَرِیکَ لہ ویا مر الناس
 باسباغ الوضوء وجوہہم وایدھم
 الی السرافق وارجلہم الی الکعبین
 ویسحون برؤسہم کما امرہم
 اللہ رَا مر بالصلاة لوقتہا وایتمام
 السکوع والسمجود والخشوع وَ
 یغسل بالصبح وَ یُحْجَرُ بابہا جھرۃ
 حین تَمِیلُ الشمسُ و صلاۃ العصر
 وَالشَّمْسُ فی الارضِ مدبرۃً وَالْمَغْرِبُ
 حین یَقْبِلُ اللَّیْلُ لَا یُؤْخَرُ حَتّٰی تُبْدُو
 النجوم فی السَّمَاءِ وَالْعِشَاءُ اَوَّلُ اللَّیْلِ
 وَا مَرَّ بِالسَّعِیِ الی الْجَمْعَةِ اذ انودی
 لَهَا وَالْعِیَالُ عِنْدَ الرِّوَا حِ اِلَیْهَا
 وَا مَرَّ اِنْ یَا خِذْ مِنْ اَلْمَعَانِ خَمِیسَ
 اللہ و ما کتب علی المؤمنین فی

اس سے منع کر دیا کر کوئی شخص گروہ کی جانب میں
 ہاوں کا جوڑانہ باندھے اور اس سے منع کر دیا کہ
 جب آپس میں لڑائی ہو تو قبیلہ اور خاندان تو م اور
 وطن کے نام پر نفرت اور حمایت کے لئے کوئی نعرہ
 نہ لگائیں بلکہ ایک خدا کی طرف اور اس کے حکم کی طرف
 آنے کی لوگوں کو دعوت دیں اور جو شخص اللہ کی طرف
 دے جائے بلکہ قبیلہ اور خاندان یعنی قوم اور وطن کی طرف
 بلائے تو ان کی گردنوں کو تلوار سے پہلے یا جائے یہاں تک
 کہ ان کا نعروں اور اذان اللہ وحدہ لا شریک کے دین کی کھڑ
 ہو جائے یعنی قبیلہ اور خاندان اور قوم اور وطن کے
 نعرہ سے اڑ جائیں اور لوگوں کو وضو کو پورا کرنے کا
 اور نماز میں پہنچے وقت میں دعا کر کے حکم دیں اور نماز میں
 رکوع و سجود پوری طرح کر دیں اور خشوع و خضوع کے ساتھ
 نماز ادا کر دیں صبح کی نماز غس و تارکی میں پڑھیں اور عصر
 کی نماز زوال کے بعد پڑھیں یعنی زوال سے پہلے نہ پڑھیں
 اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں کہ جب آفتاب زمین پہنچی
 و صبح ٹال رہا ہو اور غروب کی طرف جا رہا ہو اور غروب
 کی نماز رات کے آتے ہی پڑھیں اور اس قدر تاخیر نہ کریں کہ
 ستارے نکل آئیں اور عشاء کی نماز رات کے نکلنے
 میں پڑھیں اور جب جمعہ کا افان ہو جائے تو روزہ کر
 مسجد پھنسیں اور جمعہ میں جلنے سے پہلے غسل کریں اور حکم

الصدقة من العتار عشر ما
 سقت العين وسقت السماء و
 على ما سقى الغرب نصف العشر
 وفي كل عشر من الابل شاتان وفي كل
 عشرين اربع شياه وفي كل ثلاثين
 من البقر تبيع جذع او جذعة و
 في كل اربعين من الغنم سائمة
 وحدها شاة فانها فريضة الله
 التي افترض على المؤمنين في
 الصدقة فمن زاد خير فهو خير
 له والله من اسلم من يهودى
 او نصرانى اسلاما خالصا من نفسه
 ودان بدين الاسلام فانه من
 المؤمنين له مثل ما لهم وعليه
 مثل ما عليهم ومن كان على نصرانية
 او يهودية فانه لا يرد عنها وعلى
 كل حاله ذكر وانثى حرا وعبد دينار
 وافر او موصدا ثيا باضمن ادعى
 ذلك فان له ذمته الله وذمة رسوله
 ومن منع ذلك فانه عدو لله ورسوله
 وللمؤمنين جميعا صلوات الله على

دیکر مال غنیمت میں سے اللہ کا حق ٹمن نکال لیں اور مال کو
 زمین کی پیداوار میں سے صدقہ وصول کریں جس میں کوثر
 کے پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر
 پیداوار اور کا وصول حصہ واجب اور جس زمین کو کنوئیں کے
 پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف عشر ہے یعنی
 پیداوار کا پچیسواں حصہ واجب اور ویش اور ویش اور ویش میں دو
 بکریاں واجب ہیں اور بیٹیں اور ویش اور ویش میں چار بکریاں
 واجب ہیں اور تین گائیوں میں ایک گلے اور چار تین
 بکریوں میں ایک بکری زکوة واجب ہے یہ اللہ کا فرض ہے
 جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر فرض کیا ہے اور جو فرض ہے
 زیادہ وید سے تو وہ اس کے لئے اور ستر ہے اور جو بڑھو
 یا نصرانی تھے دل سے دین اسلام کو قبول کرے تو وہ اہل
 ایمان میں سے ہے اور اس کے حقوق اہل احکام ادبی میں
 جو مسلمانوں کے ہیں اور جو نبی مہریت یا نصرانیت پر قائم
 رہے اور اسلامی حکومت کا رعایا ہیں کریمہ منظور
 ہو۔ مرد و عورت آزاد و مہربان غلام و مہربان پانچ
 جزیرہ کا دین یا اس کے عوض کپڑے دنیا اس پر لازم
 ہو گا۔ پس جو شخص جزیرہ ادا کرے وہ اللہ اور اس
 کے رسول کی ذمہ داری میں رہے گا۔ یعنی اس
 کی جان اور مال اور آبرو سب محفوظ ہے گی۔
 اور جو شخص جزیرہ دینے سے انکار کرے وہ اللہ

علی محمد والسلام علیہ ورحمۃ
اللہ و برکاتہ
اور اس کے رسول اور تمام مومنین کا دشمن ہے اللہ کی
صلوٰۃ و سلام اور حقین اور بڑیوں ہوں محمد رسول اللہ
پر علی اللہ علیہ وسلم۔

سریہ علی کرم اللہ وجہہ لسوئے یمن

اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے پہلے ماہ رمضان سنہ ۳ میں حضرت علیؓ کو تین سو آدمیوں پر سردار مقرر کر کے یمن کی جانب روانہ فرمایا اور خود اپنے دست مبارک سے حضرت علیؓ کے سر پر عمامہ باندھا جس کے تین پیچ تھے علامہ کا ایک کنارہ بقدر ایک ہاتھ کے سامنے لٹکایا۔ اور بقدر ایک باشت کچھے چھوڑا اور یہ فرمایا کہ سید سے چلے جاؤ کسی اور جانب توجہ مت کرنا اور وہاں پہنچ ابتداً بالقتال نہ کرنا۔ اول ان کو اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر ان سے کوئی تعرض نہ کرنا۔ خدا کی قسم تیرے ہاتھ سے ایک شخص ہدایت پا جائے تو یہ دُنیا و ما فیہا سے بہتر ہے حضرت علیؓ تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور مقام تنافہ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور اسی جگہ سے صحابہ کی مختلف ٹولیاں، مختلف جرائب میں روانہ کیں لشکر اسلام کے سوا سب سے پہلے علاؤ مذبح میں داخل ہوئے اور بہت سے بچے اور عورتیں اور اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لائے ان تمام غنائم کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا بعد ازاں ایک دوسری جماعت سے مقابلہ ہوا حضرت علیؓ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر تیرا اور پتھر برسائے تب حضرت علیؓ نے ان پر حملہ کیا جس میں ان کے بیس آدمی مارے گئے اور یہ لوگ منتشر ہو گئے حضرت علیؓ نے کچھ وقفہ کے بعد پھر ان کا تعاقب کیا اور دوبارہ ان کو اسلام کی دعوت دی، ان لوگوں نے اسلام کی دعوت کو اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے بھی قبول کیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم صفات جرائد کا حق ہے وہ ادا کریں گے۔

بعد ازاں حضرت علی نے مال غنیمت کو جمع کیا اور خمس نکال کر باقی چار خمس غانمین پر تقسیم فرما دیئے اور اپنے بچائے کسی کو لٹکا کر امیر مقرر کر کے غلٹ کے ساتھ اپنے رفقاء سے پہلے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے، کیونکہ حضرت علی کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہو گئے ہیں اس لئے حضرت علی مین سے ہد سے مکہ مکرمہ پہنچے اور اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے یہ

حجۃ الوداع

اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد پا چکی کہ فتح ہو گیا۔ لوگ فوج و رفوج دین اسلام میں داخل ہو چکے کفر و شرک کی بیخ کنی ہو چکی و نود و اتر قبا لی دود و راز سے آکر کفر و شرک سے تائب اور توحید و رسالت کا صدق دل سے اقرار کر چکے فرض نبوت ادا ہو چکے احکام اسلام کی تعلیم قرآن اور علماء مکمل ہو گئی برس ۶ میں ہجری صدیق کو بھیج کر خانہ کعبہ کو مراجم جاہلیت سے باطل کیا گیا۔ اب وقت آگیا کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے فریضہ کو خود علی طور پر انجام دیں تاکہ امت کو ہمیشہ کے لئے معلوم ہو جائے کہ حج کس شان سے ہونا چاہئے اور حضرت اہل ایم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام و اسلام کا کیا طریقہ تھا۔ مناسک حج میں اول سے آخر تک توحید و تفرید تھا اور کلمات شریکہ اور رسوم جاہلیت سے باطل کیا گیا اور منزہ تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلبیۃ لا شریک لک کا لفظ خاص طور پر کہتے تاکہ شرک کا یہام بھی باقی نہ رہے۔ اس طرح تلبیۃ کہتے تَبَّيْكَ اللَّهُمَّ قَبْلَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ - اِنِّ الْحَمْدُ وَالْتَعْمَدَةُ لَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ ہجرت سے پیشتر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد حج فرمائے ہیں جامع ترمذی میں جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل دو حج کئے، ابن اثیر نے ہجرت سے پہلے آپ ہر سال حج کیا کرتے تھے ابن جوزی کہتے ہیں کہ اس امر کا صحیح

علم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کشف کئے بہر حال یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ ہجرت کے بعد ایک ہی مکان پر
 ۹۷ھ میں حج کی فرضیت نازل ہوئی اُس سال آپ نے صدیق اکبر کو امیر الحج بنا کر مکہ روانہ
 فرمایا اس سال مسلمانوں نے صدیق اکبر کی زیر امارت حج ادا کیا۔ ۱۰۰ھ ذی القعدة الحرام ۱۰۰ھ میں آپ نے
 خود بنفس نفیس حج کا ارادہ فرمایا اور اطراف و اکناف میں اعلان کو دیا گیا کہ اس سال اُس حضرت علیؑ اللہ
 علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جانے والے ہیں چنانچہ ۲۵ ذی القعدة الحرام ۱۰۰ھ شنبہ ۱۰۰ھ ظہر
 اور عصر کے درمیان میں آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے مہاجرین و انصار اور اصحاب جہاں نثار
 بے شمار گردہ آپ کے ہمراہ تھا شمع نبوت کے ارد گرد نوسٹے ہزار اور ایک لاکھ چودہ ہزار یا اس سے
 بھی زائد پیدائوں کا مجمع تھا ۱۰۰ ذی الحجۃ الحرام یکشنبہ کے دن آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔
 (شرح المواہب ص ۱۵۵ ج ۳)

انواع مطہرات و تبرکیات اور حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراءؑ آپ کے ہمراہ تھیں
 اور دیگر خواص اور خدام خاص بھی ہمراہ تھے، حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ جن کو جن کو آپ نے ۱۰۰ھ
 رمضان المبارک میں صدقات وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا تھا وہ مکہ میں آپ سے آئے۔
 بعد ازاں آپ نے مناسک اور ارکان حج ادا فرمائے اور میدان عرفات میں ایک طویل خطبہ پڑھا۔
 اول خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کی بعد ازاں یہ ارشاد فرمایا۔

اے لوگو جو میں کہتا ہوں وہ سنو غالباً سال آئندہ تم سے ملنا نہ ہوگا۔ اے لوگو تمہاری جائیں
 اور اُبر و اور اموال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں جیسا کہ یہ دن اور یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔
 جاہلیت کے تمام امور میں کدوؤں کے نیچے پامال ہیں اور جاہلیت کے تمام خرن معات اور ساقط
 ہیں۔ سب سے پہلے میں ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کا خون جو بنی ہذیل پر ہے معاف کرتا
 ہوں جاہلیت کے تمام سودا و ساقط اور لغو میں تمہارے لئے صرف راس المال ہے۔

سب سے پہلے میں بنی اسد بن عبد المطلب کا ربا و ساقط اور باطل کرتا ہوں، بعد ازاں زوہیر
 کے باہمی حقوق بیان فرمائے پھر فرمایا تم میں ایسی حکم چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی کے

ساتھ بچنے رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ قیامت کے دن تم سے میرے بارے میں سوال ہو گا بتلاؤ کیا جواب دو گے ہمارے نے عرض کیا ہم یہ گواہی دیں گے کہ آپ نے ہم تک اللہ کا پیام ہم کو پہنچایا اور خدا کی امانت ادا کی اور اُمت کی خیر خواہی کی اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار انگشت شہادت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا،
 اَللّٰهُمَّ اشْهَد اے اللہ تو گواہ رہو۔

آپ خطبہ سے فارغ ہوئے اور حضرت بلال نے ظہر کی اذان دی۔ ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں ادا کی گئیں۔ بعد ازاں آپ خداوند فاعل مجلال کی حمد و ثناء ذکر اور شکر استغفار اور دعا میں مشغول ہو گئے اُسی اشارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ
 وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ
 رَضِيتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا
 آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل
 کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔
 ہمیشہ کے لئے دین اسلام کو تمہارے
 لئے پسند کیا۔
 رفتح الباری و شرح المواہب

۱۰ ذی الحجۃ الحرام کو منیٰ میں پہنچ کر اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲۳ ہجری بمقدّر عمر شریف کے خود اپنے دست مبارک سے نحر فرمائے اور ۱۳ دن اور ۱۳ رات حضرت علی نے آپ کی طرف قربانی کئے اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں تقریباً اسی مضمون کا خطبہ دیا۔ جو عرفات میں دیا تھا اخیر میں طواف الوداع کر کے اخیر ذی الحجۃ میں عازم مدینہ ہوئے اور منیٰ میں سر مبارک منڈانے کے بعد مرنے مبارک کو صحابہ میں تقسیم فرمایا تاکہ حضرت صحابہ کرام بطور تبرک ان کو اپنے پاس رکھیں چنانچہ آپ کو اس حج کے بعد حج کی تربت نہیں آئی اور منیٰ اور عرفات کے خطبوں میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ غالباً سال آئندہ تم سے ملنا نہ ہو گا۔ اس وجہ سے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت سے رخصت ہوئے۔ اور اس حج کو حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں، اس لئے کہ حج فرض

ہونے کے بعد اسلام میں یہ پہلا حج تھا۔

حجۃ الوداع کے واقعات اگر تفصیل سے بیان کئے جائیں تو اس کے حے ایک ضخیم جلد کا ہے اس لئے اس مقام پر انتہائی اجمال سے کام لیا گیا۔ حضرات اہل علم زاد المعاد اور شیعہ المصابیح کی طرف رجوع فرمائیں۔

خطبہ غدیر خم

جب آپ ج سے واپس ہوئے تو راستہ میں حضرت بریدہؓ اسلمی نے حضرت علیؓ کی کچھ شکایت کی۔ آپ نے غدیر خم پر رجو کہہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے ایک خطبہ دیا جس میں یہ ارشاد فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں مکن ہے کہ عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے کوئی قاصد مجھے بلانے کیلئے آجائے اور میں اس دعوت کو قبول کروں، اشارہ اس طرف تھا کہ وفات کا زمانہ قریب آگیا ہے بعد از اہل بیت کی محبت کی تاکید فرمائی اور حضرت علیؓ کی نسبت فرمایا من کنت مولاه فعلی مولاه جس کا میں دوست ہوں علیؓ بھی اس کا دوست ہے۔ خطبہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو مبارکباد دی اور حضرت بریدہؓ کا قلب بھی آپ سے صاف ہو گیا اور جو کدورت تھی وہ زائل ہوئی اس خطبہ اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ بتانا تھا کہ حضرت علیؓ اللہ کے محبوب ہیں مقرب بندہ ہیں ان سے اور میرے اہل بیت محبت رکھنا مستحقانے ایمان ہے اور ان سے بغض اور عداوت یا نفرت اور کدورت مسلمان مستحقانے ایمان کے خلاف ہے حدیث کا مقصد فقط حضرت علیؓ کی محبت کا وجوب اور اس کی فرضیت بیان کرنا ہے۔

اور خلافت سے کوئی تعلق نہیں اور معمولی قتل والا کچھ سکتا ہے کہ محبت اور خلافت میں زمین و آسمان کا فرق ہے، محبت اور خلافت میں تلازم نہیں کہ جس سے محبت ہو وہ غلیفہ بلا فصل بھی ہو بخت تو والدین اور اولاد اور بیویوں اور سب دوستوں سب ہی سے ہوتی ہے کیا سب غلیفہ ہو جائیں گے حضرت عباسؓ اور حضرت فاطمہؓ اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ سب ہی آپ کے محبوب نظر اور نور لب ہونے کے علاوہ

حضور پر نور کے محبت جگر بھی تھے اگر محبت، دلیل خلافت ہے تو امام حسن پہلے خلیفہ ہونے چاہئیں بلکہ اگر قرب قرابت پر نظر کی جائے اور یہ کہا جائے کہ خلافت کا دار و مدار قرب قرابت پر ہے تو اس لحاظ سے مقدم حضرت فاطمہ الزہراء میں اور پھر امام حسن اور پھر امام حسین اور پھر وجہ چہارم میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ حضرات شیعہ کے مسلک پر بھی حضرت علی خلیفہ چہارم ہی بنتے ہیں اگر اہل سنت ان کو خلیفہ چہارم بنایا تو شکوہ کیوں ہے۔ نیز جس وقت غدیر خم پر آپ نے یہ خطبہ دیا، اس وقت صحابہ کرام اور اہل بیت بھی موجود تھے کسی نے بھی اس کا یہ مطلب نہیں سمجھا کہ حضور کے بعد حضرت علی خلیفہ بلا فصل ہوں گے اور پھر دوبارہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور ستیفہ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت زیر بحث آیا جس میں وہ صحابہ بھی شریک تھے کہ جو غدیر خم کے اس خطبہ میں حاضر تھے۔ کسی نے بھی اس حدیث کو امامت علی کے لئے استدلال میں پیش نہیں کیا اور نہ حضرت علی نے اور نہ حضرت عباس نے اور نہ بنی ہاشم میں سے کسی شخص نے کسی وقت بھی حضرت علی کے استحقاق خلافت کے لئے اس حدیث کو پیش کیا۔

فرض یہ کہ غدیر خم کے خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور اہل بیت اور عزت کی محبت کا حکم دیا ہے اور ان کی دشمنی سے منع فرمایا۔ سوا الحمد للہ تمام اہل سنت والجماعت یہ ہزار دل و جان اہل بیت کی محبت اور تعظیم کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں مگر شیعوں کی طرح بے عقل نہیں کہ محبت کو دلیل امامت سمجھنے لگیں، محبت تو اہل بیت کی ہر فرد سے لازم ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور پر نور کے تمام قریبی رشتہ داروں کو امام اور خلیفہ بنانے لگیں۔

حجۃ الوداع سے واپسی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر اخیر ذی الحجہ میں مدینہ منورہ پہنچے چند ہی روز گزرے تھے کہ سالہ ختم ہو کر سالہ شروع ہو گیا۔

جبریل امین کی آمد

حجۃ الوداع سے واپسی کے کچھ روز بعد جبریل امین ایک غیر معروف شکل میں سفید

کپڑے پہنے ہوئے ہارگاہ نبوت میں تشریف لائے اور آپ کے قریب نہایت ادب کے ساتھ
 مدد فرما کر بیٹھ گئے اور ایمان اور اسلام اور احسان اور قیامت اور علامات قیامت کے متعلق سوالات
 کیے اور آپ نے جوابات دیتے جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو آپ نے جوابات دیتے جب وہ اٹھ کر
 چلے گئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا دیکھو کہ یہ کون شخص تھا صحابہ دیکھنے کے لئے نکلے مگر کوئی نشان
 نہ پایا آپ نے فرمایا کہ یہ جبریل امین تھے جو تم کو دین کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے اور میں ان کو
 ہمیشہ پہچان لیتا تھا لیکن آج نہیں پہچانا۔

نکتہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو سدرۃ المنتہی اور اُفقِ مبین پر اہل شکل
 میں بھی دیکھا ہے۔ کما قال تَعْلَمُ وَلَقَدْ رَأَىٰ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ. وَلَقَدْ رَأَىٰ نَزْلَةَ
 أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ اور اس کے علاوہ بے شمار مرتبہ آپ کی خدمت میں آئے۔
 جبرائیل جس لباس اور جس صورت میں بھی آپ کے پاس آتے تو آپ پہچان لیتے کہ یہ حقیقت جبرائیل
 ہے جو اس صورت میں جلوہ افروز ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش من اند از قدرت رامی شناسم
 تو خواہی جامہ خواہی قبہ پوش بہر رنگے ترا من می شناسم
 مگر اس مرتبہ ایک اعرابی اور بدوی کی صورت میں سائل بن کر مسائل پوچھنے آئے سفیر
 خداوندی ہونے کی حیثیت سے کوئی پیغام خداوندی لے کر نہیں آئے اس لئے آپ نے ابتداءً
 جبریل امین کو نہ پہچانا جبریل امین کے مجلس سے اٹھنے کے بعد آپ نے ان کو پہچانا اس لئے کہ سائل
 کی صورت میں نمودار ہوئے تھے۔ سفیر خداوندی ہونے کی حیثیت دی اور پیغام الہی لے کر نہیں
 آئے تھے ورنہ ضرور پہچانتے،
 شیخ عطار فرماتے ہیں:

جبریل از دست او شد خرقہ دار
 در لباس وجہ شد زان آشکار

آخری فوج طفر فوج

سمریہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

۲۶ صفر مظفریہ دو شنبہ ۱۱ کو آپ نے رومیوں کے مقابلہ کے لئے مقام اُجّی کی طرف لشکر کشی کا حکم دیا، یہ وہ مقام ہے جہاں غزوہ موتہ واقع ہوا اور جس میں حضرت اسامہ کے والد، حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر طیار اور عبداللہ بن رواحہ وغیرہم شہید ہوئے۔ یہ آخری سر پہ تھا اور آپ کی فرستادہ فوجوں کی آخری فوج تھی اسامہ بن زید بن حارثہ کو آپ نے اس لشکر کا امیر اور سردار مقرر کیا اور اس لشکر میں مہاجرین اولین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کو روانگی کا حکم دیا۔

چار شنبہ سے آپ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا، پنج شنبہ کے روز باوجود علالت کی آپ نے خود اپنے دست مبارک سے نشان بنا کر اسامہ کو دیا اور یہ فرمایا ۔

اغز با سمد اللہ و فی سبیل اللہ اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اللہ سے کفر فقاتل من کفر باللہ ۔ کرنے والوں سے مقابلہ اور مقابلہ کرو۔

حضرت اسامہ نشان لے کر بابر تشریف لائے اور بریدہ اسلمی کے سپرد کیا اور فوج کو مقام جُزف میں جمع کیا اور تمام جلیل القدر مہاجرین و انصار بسعرت و ہاں آکر جمع ہو گئے۔ حضرت عباس اور حضرت علی تو آپ کی تیمارداری کی غرض سے مدینہ واپس آ گئے اور ابو بکر و عمر، اسامہ سے اجازت لیکر آپ کو دیکھنے کے لئے آتے تھے۔ جمعرات کے روز جب مرض میں شدت ہوئی اور آپ عشاء کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف نہ لاسکے تو ابو بکر صدیق کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اپنی جگہ ان کو امام مقرر کیا فوج مقام جُزف میں جمع تھی جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر ہے۔ دو شنبہ کی صبح کو جب آپ کو سکون ہوا اور صحابہ بیکھنے کہ حضور پُر نور اچھے ہو گئے تو حضرت اسامہ نے روانگی کا قصد کیا اسی تیاری

میں تھے کہ حضرت اسامہ کی والدہ ام امین نے آدمی بھیجا کہ آپ حالت نزع میں ہیں کچھ دیر نہ گزری تھی کہ یہ خبر قیامتِ آخر کا نوں میں پہنچی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تمام مدینہ میں تہلکہ مچ گئی اور سب اقامت و خیراں مدینہ واپس آئے بریدۃ نے نشان لاکر حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر نصب کر دیا آپ کی وفات کے بعد جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو پہلا کام یہ کیا کہ باوجود مخالفت کے حبش اسامہ کو روانہ کیا اور حیرت تک خود مشالعت کے لئے گئے۔ اس طرح حبش اسامہ روانہ ہوا اور چالیس دن کے بعد منظر و منصور واپس آیا۔ معرکہ میں جو بھی مقابلہ پر آیا اس کو تہ تیغ کیا اور اپنے باپ زید بن حارثہ کے قاتل کو قتل کیا اور چلتے وقت ان کے مکانات اور باغات کو ذرا تسخیر کیا۔ صدیق اکبر نے مدینہ سے باہر جا کر ان کا استقبال کیا، جب مدینہ میں داخل ہوئے تو مسجد نبوی میں شکر کا دو گانہ ادا کیا اور پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

سفر آخرت کی تیاری

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت کی تیاری شروع فرمادی اور زیح و تمیذ اور توبہ اور استغفار میں مشغول ہو گئے۔ سب سے پہلے جس سے آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا قریب آجانا منکشف ہوا وہ حق علی شانہ کا یہ ارشاد ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ
جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے اور آپ لوگوں کو دیکھیں	النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا
کہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو	فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ
اب اللہ کی تسبیح و تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جائے	اِنَّكَ كَانَ تَوَّابًا
تحقیق اللہ بڑا رقبہ فرمانے والا ہے	

یعنی جب فتح و نصرت آپ کی جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا اور کفر و شرک کا سرکھڑا دیا گیا اور توحید کا علم سر بلند ہوا، اور حق کو باطل کے مقابلہ میں فتح یسین حاصل ہوئی اور لوگ فوج کی فوج دین دین میں داخل ہو گئے اور دنیا کو اللہ کا پیغام پہنچ گیا اور دین کی تکمیل ہو گئی تو آپ کے دنیا میں بھیجے سے جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا اور آپ کا جو کام تھا وہ کر چکے، اب ہمارے پاس آنے کی تیاری کیجئے۔ بیت اللہ کا حج (زہارت) کر چکے، اب رب البیت کے حج (زہارت) کی تیاری کیجئے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو جس کام کے لئے دنیا میں بھیجا تھا وہ کام ختم ہو گیا جس نے آپ کو دنیا میں بھیجا تھا اب اس کے پاس واپس ہو جائے اور اس کے پاس جانے کی تیاری کیجئے یہ عالم خالی آپ کے رہنے کی جگہ نہیں آپ جیسی ارواح مقدسہ کے لئے ملازمتی اور رفیقی اعلیٰ کا حقوق اور اتصال مناسب ہے۔

چنانچہ آپ اٹھتے اور بیٹھتے اور آتے جاتے یہ پڑھتے تھے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ اور کبھی سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ پڑھتے اور کبھی یہ پڑھتے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔

یہ تمام روایتیں تفسیر درمثور ج ۶ میں مذکور ہیں۔ (سورتہ النصر)

اُن حضرت علی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے ایک بار فرمایا کہ جبریل امین ہر رمضان میں میرے ساتھ قرآن کریم کا صرف ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے لیکن اس رمضان میں دو مرتبہ دور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ میری روانگی کا وقت قریب آگیا ہے، ہر سال آپ رمضان المبارک میں ایک عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔

حجۃ الوداع میں جب یہ آیت آئی یَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ اَمْ تَاْمَلُ

ہوئی تو آپ اشارۃ خداوندی کو سمجھ گئے۔

منہجائے کمال نقصان است گل یزد و بوقت سیرابی
اس لئے حجۃ الوداع کے خطبہ میں اعلان فرمایا کہ شاید اب اس کے بعد تم سے ملنا نہ ہو اور شاید

پھر تھکے ساتھ حج نہ کر سکوں اور پھر غدرِ غم کے خطبہ میں فرمایا کہ میں بشر ہوں۔ راوی بشر کے لئے غلو د
و دہم نہیں۔ وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخَالِدِينَ، شاید عنقریب میرے رب کا قاصد
مجھے بلائے اور لینے کے لئے آجائے اسی بنا پر حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد ایک دن آپ جنت
البتیق میں تشریف لے گئے اور آٹھ سال کے بعد شہدارِ احد پر نمازِ جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمایا
فرمائی جیسا کوئی کسی سے رخصت ہوتا ہو البتق سے واپس آکر مسجد میں منبر پر جلوۂ افروز ہوئے اور خطبہ
دیا کہ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں تاکہ تمہارے لئے حوض وغیرہ کا انتظام کروں اور میلہ تم سے حوض کوثر پر
لٹنے کا وعدہ ہے اس میں اپنے اسی مقام پر حوض کوثر کو رکھ دیا ہوں اور تحقیق مجھ کو زمین کے خزانوں کی
کنجیاں دے دی گئی ہیں اور مجھ کو اپنے بعد اس کا اندیشہ نہیں کہ تم مجموعی طور پر سب کے سب مشرک میں مبتلا
ہو جتلا ہو جاؤ گے۔ یعنی پہلے کی طرح پوری قوم مشرک بن جائے، یہ اندیشہ نہیں البتہ خوف یہ ہے کہ
تم دنیا کی حرص اور باہمی منافس میں مبتلا ہو جاؤ گے اور آپس میں لڑو گے اور ہلاک ہو گے۔

علائقہ کی ابتداء

ماہِ صفر کے اخیر عشرہ میں آپ ایک بار شب کو اٹھے اور اپنے غلام ابو موسیٰ کو جگایا اور
فرمایا کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ اہل بیت کے لئے استغفار کروں، وہاں سے واپس تشریف لائے تو دفعۃً
مزاج نامساں ہو گیا، سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہو گئی۔

یہ ام المؤمنین میمونہؓ کی باری کا دن تھا اور بدھ کا روز تھا، اسی حالت میں آپ ہمدی باری
ازواجِ مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے رہے، جب مرض میں شدت ہوئی تو ازواجِ مطہرات
سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ کے یہاں تشریف لے آئے۔ دو شنبہ کے روز حضرت عائشہ
کے حجرہ میں منتقل ہوئے اور آئندہ دو شنبہ کو حضرت عائشہؓ ہی کے حجرہ میں رحلت فرمائے عالمِ آخرت
ہوئے۔ تیرہ یا چودہ روز آپ علیل رہے جس میں سے آخری ہفتہ کی تیمارداری عائشہ صدیقہؓ کے حصہ

میں آئی ہے

ایک روایت میں ہے کہ جب جبریل امین سورۃ نصر یعنی اذجا نصر اللہ الخ کے کرنازل ہوئے تو نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اے جبریل اس سورۃ میں مجھ اپنی موت کی اطلاع دی گئی ہے، جبریل امین نے کہا **وَلَا خَيْرَ تُحْيِيَنَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ**، سرور الطبرانی من حدیث جابر رضی اللہ

انصار علالت میں آپ کو اسود عمنی اور سید کذاب اور طلحہ اسدی مدعیان نبوت اور لوگوں کے مرتد ہونے کی خبر معلوم ہوئی آپ نے مرتدین سے جہاد کی وصیت اور تاکید فرمائی اور اسود عمنی کی سرزنش کے لئے انصار کی ایک جماعت روانہ فرمائی۔ آپ کی وفات سے ایک روز پیشتر اسود عمنی قتل کیا گیا۔

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ آپ مرض الوفا میں یہ فرماتے تھے کہ یہی زہر کا اثر ہے جو میں نے خیر میں کھلایا تھا، بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آپ عادت شریفیہ یہ تھی کہ جب بیمار ہوتے تو معوذات یعنی سورۃ اخلاص اور سورۃ فلق اور سورۃ ناس پڑھ کر اپنے ٹوپہ دم کرتے اور پھر اپنا ہاتھ تمام بدن پر پھیر لیتے۔ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کی آخری علالت میں معوذات پڑھ کر آپ پر دم کرتی، مگر برکت کے لئے آپ ہا کا دست مبارک آپ کے بدن پر پھیر دیتی۔

حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ کا رحنا اور منسا

اسی بیماری میں آپ نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور سرگوشی کی حضرت فاطمہ روٹھیں اس کے بعد کچھ اور سرگوشی کی تو ہنس پڑیں، عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ ہم نے آپ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ سے اس کا سبب دریافت کیا تو یہ کہہ کر اول آپ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ جبریل مجھ سے ہر سال رمضان

میں قرآن کا ایک مرتبہ قور کیا کرتے تھے اس سال قور مرتبہ قور کیا میرا خیال ہے کہ اسی بیماری میں میری وفات ہوگئی یہ سن کر میں رو پڑی بعد ازاں آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے گھر والوں میں تو سب سے پہلے مجھ سے آئے گی۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی۔ چنانچہ چھ ماہ بعد ہی حضرت سیدہ اس عالم سے رحلت فرما گئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دوسری بار یہ فرمایا کہ تو بہشت کی تمام عورتوں کی سردار ہوگی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بقیع سے تشریف لائے تو میرے سر میں درد تھا تو اس حالت میں میری زبان سے یہ لفظ نکلا۔ وار آساہ۔ ہائے میرے سر۔ کہ تو اب چلا یعنی شاید اس تکلیف میں موت آجائے۔ آپ نے فرمایا۔ بل انا قول وار آساہ، بلکہ میں کہتا ہوں کہ ہائے میرا سر۔ مطلب یہ تھا کہ میرے سر میں شدید درد ہے شاید یہی درد میری موت کا پیش خیمہ ہو اور اس کے بعد فرمایا اسے عائشہ اگر تو مجھ سے پہلے مر جائے تو میرا کیا نقصان ہے۔ میں تیرے کفن اور دفن کا انتظام کروں گا اور تیری نماز جنازہ پڑھوں گا اور تیرے لئے دعا و مغفرت کروں گا عائشہ صدیقہ نے (بطور ناز) فرمایا گو یا کہ آپ میری موت چاہتے ہیں کہ اگر میں اس جہاں سے رخصت ہوگئی تو آپ اکیس روز میرے ہی گھر میں کسی اور زوجہ کے ساتھ آرام کرنے والے ہوں گے مطلب یہ تھا کہ میرے مرنے کے بعد آپ مجھے بھول جائیں گے اور دوسری بیبیوں میں مشغول ہو جائیں گے، آپ یہ سن کر مسکرائے کہ یہ غافلات المؤمنات میں سے ہے، اسے خبر نہیں کہ میں ہی دنیا سے جا رہا ہوں اور یہ میرے بعد زندہ رہے گی۔ ۱۷

واقعہ قرطاس

وفات سے چار یوم پیشتر بروز پنجشنبہ جب مرض میں شدت ہوئی تو جو لوگ حجرہ نبوی میں حاضر تھے، ان سے فرمایا کاغذ قلم و دوات لے آؤ تاکہ تمہارے لئے ایک وصیت نامہ لکھوا دوں

۱۷۔ فتح الباری، ج : ۸، ص : ۱۰۳۔

۱۸۔ البدایہ والنہایہ - ج : ۵، ص : ۲۲۴

اس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے، یہ سن کر اہل مجلس اختلاف کرنے لگے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ بیمار ہیں۔
 قدس کی شدت ہے ایسی حالت میں تکلیف دنیا مناسب نہیں۔ کتاب اللہ ہمارے پاس ہے (جو ہم کو
 گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے، بعض نے حضرت عمرؓ کی تائید کی اور بعض نے کہا کہ روایت قلم لاکر
 لکھوا لینا چاہیے۔ اور یہ کہا، اَھْجَرَ اسْتَفْهَمُوْا۔ کیا آپ نے بیماری کی شدت اور غفلت
 اور بیہوشی کی حالت میں معاذ اللہ کوئی لغو اور ہڈیان کی بات کہی ہے خود آپ سے دریافت کر لو
 یعنی آپ اللہ کے نبی و رسول ہیں، آپ کی زبان اور دل خطا اور غلط سے معصوم اور مومن ہے معاذ اللہ
 اوروں کی طرح نہیں کہ جو بیماری کی حالت میں راہی تباہی بولنے لگتے ہیں، حدیث میں ہے کہ آپؐ نے
 ایک مرتبہ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں
 میری جان ہے، اس زبان سے (کسی حالت میں) سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

یہ جملہ راہجرا استفہموہ) حضرت عمرؓ کا مقولہ نہیں بلکہ ان لوگوں کا ہے جن کی رائے حضرت عمرؓ
 کے خلاف تھی، حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ حضورؐ پر نذر کو نکلنے کی تکلیف نہ دی جائے اور بعض لوگ
 جن کی رائے یہ تھی کہ ذوات قلم لاکر لکھوا لیا جائے ان لوگوں نے حضرت عمرؓ کے جواب میں یہ کہا
 اہجرا استفہموہ۔ اور مطلب یہ تھا کہ جب حضورؐ پر نذر حکم دے رہے ہیں تو کیوں نہ لکھوا لیا جائے
 معاذ اللہ حضورؐ پر نذر کی زبان مبارک سے کسی ہڈیان یا لغویات کا نکلنا ناممکن ہے اسی وجہ سے
 ان لوگوں نے اہجرا بطور استفہام انکار ہی الزام کیا۔ خود اس کے قائل نہ تھے اور جن روایتوں میں یہ
 جملہ بدون حرف استفہام آیا ہے وہ بھی استفہام پر محمول ہیں اور حرف استفہام و اب مقدر ہے۔
 مجلس میں جب اختلاف زیادہ ہوا اور شور و شغب ہونے لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا میرے پاس سے اٹھ جاؤ مجھ کو میسر حال پر چھوڑ دو۔ میں جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے
 اس سے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلا رہے ہو، بعد ازاں باوجود اس تکلیف کے آپؐ نے لوگوں کو تین
 چیزوں کی زبانی وصیت فرمائی۔

(۱)۔ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو یعنی جزیرہ عرب میں کوئی مشرک رہنے نہ پائے۔

(۱۲)۔ وفود کو رخصت کے وقت جائزہ یعنی ہدیہ و تحفہ دیا کرو جس طرح میں ان کو جائزہ دیکر لاتا تھا۔

(۱۳)۔ تیسری بات سے آپ نے سکوت فرمایا یا راوی مجھوں گے۔ (بخاری و مسلم)

بعض کہتے ہیں کہ تیسری بات یہ تھی کہ قرآن پر عمل کرنا یا حبش اسامہ کو روانہ کرنا۔ یا میرے بعد میری قبر کو سبت اور سجدہ گاہ نہ بنانا۔ یا یہ کہ نماز کی پابندی کرنا اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

ف : معلوم نہیں کہ جن باتوں کی آپ نے زبانی وصیت فرمائی انہی کے لکھوانے کے لئے کاغذ قلم و دوات منگرتے تھے یا ان کے علاوہ تھیں، واللہ اعلم۔

بخاری اور مسلم میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری کی حالت میں، یہ فرمایا کہ میرا ارادہ ہوا تھا ابو بکر اور ان کے فرزند (عبدالرحمن) کو جتانے کے لئے کسی کو بھیج دوں اور ان کو وصیت کر دوں اور ان کو اپنا ولیعہد بنا دوں تاکہ کہنے والے کچھ کہہ نہ سکیں اور تمنا کرنے والے کچھ تمنا نہ کر سکیں لیکن پھر میں نے اپنا یہ ارادہ نسخ کر دیا اور یہ کہا کہ وصیت کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ انکار کرے گا کہ سوائے ابو بکر کے کوئی اور خلیفہ ہو اور اہل ایمان بھی سوائے ابو بکر کے اور کسی کے خلافت کو قبول نہیں کریں گے اور ایک روایت میں یہ الفاظ آتے۔

معاذ اللہ ان یختلف الناس علی
ابی بکر
اللہ کی پناہ۔ کہ لوگ ابو بکر کی خلافت میں
اختلاف کریں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ ان حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کا دلی منشا یہ تھا کہ آپ کے بعد ابو بکر خلیفہ ہوں لیکن آپ نے تقاضا و قدر اور اجماع پر چھوڑ دیا کہ تقاضا و قدر سے یہی ہو گا کہ ابو بکر ہی خلیفہ ہوں گے اور مسلمانوں کے اہل حل و عقد کے اجماع اور اتفاق سے ان کی خلافت منعقد ہوگی اور سب مسلمان انہی کی خلافت پر متفق ہوں گے۔ امام بخاریؒ کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ اس حدیث سے ندیق اکبر کی خلافت لکھوانا مراد ہے، اس لئے کہ امام بخاری نے کتاب الاحکام میں اس حدیث پر جو ترجمہ رکھا وہ یہ ہے، باب الاختلاف معلوم ہوا کہ اس حدیث سے

اشارہ خلافت کی طرف ہے، دیکھو زندقانی ص ۲۵۷ و قسطلانی ص ۲۶ ج ۱۰ و فتح الباری ص ۱۳۷ ج ۱۳

جس مجلس میں قرطاس کا واقعہ پیش آیا اور لوگوں کے اختلاف اور شور کی وجہ سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ پیغمبر خدا کے سامنے اختلاف اور شور مناسب نہیں لوگ اٹھ کر چلے گئے۔

لوگوں کے چلے جانے کے بعد آپ نے آرام فرمایا ظہر کی نماز کے وقت جب طبیعت کو کچھ سکون ہوا اور مرض کی شدت میں کچھ افادہ ہوا تو یہ ارشاد فرمایا کہ سات مشکیں پانی کی میرے سر پر ڈالو شاید کچھ سکون ہو۔ اور میں لوگوں کو وصیت کر سکوں، چنانچہ حسب الحکم آپ پر پانی کی سات مشکیں ڈالی گئیں اسی طرح غسل سے آپ کو ایک گونہ سکون ہوا اور آپ حضرت عباس اور حضرت علی کے سہارہ سے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی، یہ ظہر کی نماز تھی اور بعد ازاں آپ نے خطبہ دیا اور یہ آپ کا آخری خطبہ تھا۔ یہ صحیح بخاری کی روایت ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ یہ خطبہ وفات پانچ شب یعنی چار روز پہلے تھا۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں اس حساب سے یہ خطبہ مبعرات کے روز ارشاد فرمایا۔

۱۷۔ داری کی روایت میں ہے کہ یہ سات مشکیں دینیہ کے سات غلت کنوڑوں میں بھی گئی تھیں، کذا فی الامتحان شرح الاحیاء ص ۲۸۷ ج ۶
 ۱۸۔ قال کانظاہن کثیر۔ وقد خطب علیہ الصلوۃ والسلام فی یوم الخمیس قبل ان یقبض علیہ السلام بخمیس آیام خطبۃ عظیمتین فیہا فضل الصدیق من ساثر الصحابة مع ما کان قد نصر علیہ ان یوم الصحابة اجمعین کما سمیاتی بیانہ مع حضورہم علیہم ولعل خطبۃ ہذا کانت عوضاً عما اراد ان یتکب فی الکتاب وقد اغتسل علیہ الصلوۃ والسلام ین یدعی ہذا الخطبۃ الکریمۃ فصوا علیہ سن سبع قرب لہ تحلل او کیتھن و ہذا من باب الاستشفاء بالسبع کما وردت بہا الاحادیث فی غیر ہذا الموضع

آخری خطبہ

الغرض آپ نماز سے فارغ ہو کر منبر پر رونق افروز ہوئے حق جل شانہ کی حمد و ثناء کے بعد سب سے پہلے اصحاب احد کا ذکر فرمایا اور اُن کے لئے دعا و مغفرت کی۔ پھر مہاجرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم زیادہ ہو گئے اور انصار کم ہوں گے، دیکھو انصار نے مجھ کو ٹھکانہ دیا، ان میں کا جو محسن اور نیکو کار ہو اس کے ساتھ احسان کو اور ان میں سے جو غلطی کر گزرے تم اس سے درگزر کرنا۔

پھر فرمایا۔ اے لوگو! اللہ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ دنیا کی نعمتوں کو اختیار کرے یا خدا کے پاس نعمتوں یعنی آخرت کو اختیار کرے لیکن اُس بندہ نے خدا کے پاس کی نعمتوں کو یعنی آخرت کو اختیار کر لیا۔ ابوبکر چونکہ سب سے زیادہ علم والے تھے اس لئے سمجھ گئے کہ اُس بندہ سے حضور پروردہی مراد ہیں سنتے ہی رو پڑے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے فرمایا اے ابوبکر ٹھہر وادہ قرار نہ لے۔ پھر مسجد کی طرف لوگوں کے جتنے دروازے کھلے ہوئے تھے، اُن کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ سب دروازے بند کر دیئے جائیں صرف ایک ابوبکر کا دروازہ کھلا رہنے دیا جائے جان و مال صحبت و رفاقت کے اعتبار سے سب سے زیادہ احسان کرنے والا مجھ پر، ابوبکر ہیں۔ ابوبکر سے بڑھ کر میرا کوئی محسن نہیں جس جس نے میرے ساتھ کوئی احسان کیا میں نے اس کی مکافات کر دی سوائے ابوبکر کے کہ اس کے احسانات کا بدلہ اور صلہ اللہ ہی اس کو قیامت کے دن دے گا۔ اگر میں اپنے پیر و گار کے سوا کسی کو اپنا جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن اُن سے اسلامی اخوت اور مودت ہے جس میں وہ سب سے افضل اور برتر ہیں اور اخوت اور

۱۔ اور سعد بن ابی وقاصؓ کی ایک وصایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد کی طرف جتنے دروازے ہیں بند کر دئے جائیں مگر علی کا دروازہ کھلا رہے رواہ احمد و نسائی۔ سو جانا چاہیے کہ یہ حکم اس وقت تھا کہ جب مسجد نبویؐ کی تعمیر ہو رہی تھی یعنی ابتداء ہجرت کا واقعہ ہے اور بعد ہی اکبر کے دروازہ کے سوا سب دروازوں کے بند کرنے کا حکم مرض الوفا کا واقعہ ہے جو آخری حکم ہے اور آخری حکم پہلے حکم کے لئے ناسخ ہوتا ہے ۱۲ اور غنائہ

موت ہے جس میں وہ سب سے افضل اور برتر ہیں اور اس اخوت اور مودت میں کوئی دوسرا ان کا
ہمسرا نہیں لے

الغرض آپ نے اس خطبہ میں صدیق اکبر کے وہ فضائل و کمالات بیان کئے جس میں کوئی دوسرا
ان کا شریک و ہم نہ تھا تاکہ لوگوں کے سامنے ان کی فضیلت اور برتری عیاں ہو جائے اور آپ کے
بعد ان کی خلافت میں کوئی اختلاف نہ کر سکے اور اسی کی تاکید کے لئے افضل العبادات یعنی نماز
کی امامت اُن کے سپرد کی، چنانچہ صحابہ نے بلو بکر سے بیعت کرتے وقت یہی کہا کہ اللہ کے رسول
نے جس شخص کو ہمارے دین (نماز) کے لئے پسند فرمایا ہم کو اپنی دنیا و خلافت و امارت کے لئے کیوں
نہ منتخب اور پسند کریں گے

پھر اسی خطبہ میں یہ فرمایا کہ بیش اسامہ کو طہری روانہ کرو اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ
راہن سعد کہتے ہیں کہ یہ منافقین تھے، اسامہ کی امارت اور سرداری پر معترض ہیں کہ بوڑھوں کے
ہوتے ہوئے فوجوں کو یہ منصب کیوں عطا کیا گیا؟ گاہ ہو جاوے کہ انہی لوگوں نے اس سے پہلے اس
کے باپ زید کی امامت اور اس کی سرداری بھی اعتراض کیا تھا خدا کی قسم اس کا باپ زید بھی
امامت اور سرداری کا اہل تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اسامہ بھی امارت کا اہل ہے اور میرے
نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہے۔

اور یہ فرمایا کہ لعنت ہو اللہ کی یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو بجد گاہ
بنایا، مقصود آپ کا (پیغمبر) امت کا گاہ اور غبار گاہ تھا کہ تم یہود و نصاریٰ کی طرح میری قبر کو بجد گاہ
بنانا۔

اور فرمایا، اے لوگو مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے خوف زدہ ہو گیا کوئی نبی مجھ

طہ۔ ابدایۃ والہایۃ - ج ۵، ص ۲۲۹، فتح الباری، ج ۴، ص ۱۰، احکام شریع

اجار علوم الدین، ج ۱۰، ص ۲۸۴

طہ۔ رد قلی، ج ۸، ص ۲۵۴

پہلے اپنی امت میں ہمیشہ رہا ہے جو میں تم میں ہمیشہ رہوں (کما قال تعالیٰ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْغُلْدَ . وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) آگاہ ہو جاؤ کہ میں خدا سے ملنے والا ہوں اور آگاہ ہو جاؤ کہ تم بھی خدا سے ملنے والے ہو، میں تمام مسلمانوں کو وصیت کرتا ہوں کہ جہا جہا بن آدمین کے ساتھ خیر اور بھلائی کا معاملہ کریں۔ اور جہا جہا بن آدمین کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ اور عمل صالح پر قائم رہیں کیونکہ حق کا ارشاد ہے . وَالْعَصْرَاتِ الْإِنْسَانُ لَفِيْ خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ادرائے مسلمانوں۔ میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ خیر اور حسن سلوک کا معاملہ کرنا۔ انصار نے اسلام اور ایمان کو ٹھکانہ دیا اور مکانوں اور زمینوں اور باغوں اور پھلوں میں تم کو اپنا شریک بنایا اور بارہم و فقر و فاقہ کے تم کو اپنے نفسوں پر ترجیح دی۔ (کما قال تعالیٰ وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ) اور فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ میں تم سے پہلے جا رہا ہوں اور تم بھی مجھ سے آکر ملو گے حوض کوثر پر ملنے کا وعدہ ہے۔

اس کے بعد منبر سے اتر آئے اور حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نمازِ جماعت

اور صدیق اکبر کو نماز پڑھانے حکم

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جب تک طاقت رہی اُس وقت تک آپ برابر مسجد میں تشریف لاتے رہے اور نماز پڑھاتے رہے، سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ پنجشنبہ کی مغرب کی نماز تھی جس کے چار روز بعد، بروز دو شنبہ آپ کا وصال ہو گیا صبح بخاری میں ام فضلؓ سے مروی ہے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مغرب کی نماز پڑھائی جس میں دالہ و ملامت

پڑھی اس کے بعد آپ نے ہم کو کوئی نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی، جب عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ لوگ آپ کے منتظر ہیں آپ نے کئی بار اٹھنے کا قصد فرمایا مگر شدت مرض کی وجہ سے بے ہوش ہو ہو جاتے تھے اخیر میں فرمایا کہ ابو بکر کو میری طرف سے حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ عائشہ صدیقہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ابو بکر بہت رفیق القلب ہیں یعنی نرم دل ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روانہ پر ایسی رقت طاری ہوگی کہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے لہذا گریہ و زاری کی وجہ سے لوگوں کو اپنی قرأت نہیں سنا سکیں گے لہذا آپ عمر کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ دیں حضرت عائشہ نے ظہر تو یہ کیا کر دل میں یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس کو منحوس سمجھیں گے اس لئے اپنے خفا ہو کر فرمایا کہ تم یہ سب کے ساتھ دایاں ہو کہ زبان پر کچھ ہے اور دل میں کچھ ہے ابو بکر کو حکم دو کہ وہی نماز پڑھائیں، صبح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے کے بعد عائشہ صدیقہ نے تین بار انکار کیا مگر آپ نے ہر بار تاکید اور اصرار کے ساتھ یہی فرمایا کہ ابو بکر کو حکم دو کہ وہی نماز پڑھائیں، چنانچہ ابو بکر نماز پڑھانے لگے۔

امام غزالی قدس اللہ سرہ نے احیاء العلوم میں عائشہ صدیقہ کا کلام معرفت الایام سے نقل کیا ہے جس میں عائشہ صدیقہ نے اپنے دلی فشار کو ظاہر فرمایا ہے کہ وہ اپنے جلیل القدر باپ کی امت کو کیوں ناپسند کرتی تھیں۔

قالت عائشة رضي الله عنها ما قلت ذلك ولا صرفت عن ابى بكر الا سر غيبة عن المخطورة والمهلكة الا ما سلم الله وخشيت ايضا ان لا يكون الناس رجلا صلى في مقام النبي صلى الله عليه وسلم وهو حي

عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ میں اپنے باپ کی امت سے اس لئے انکار کرتی تھی کہ میرا باپ دنیا سے بالکل عہدہ در ہے اس لئے کہ عزت و جانت فخر سے خالی نہیں ہوتی، اس میں ہلاکت اندیشہ ہے مگر جس کو اللہ صحیح و سالم رکھے وہی دنیا کے تشہ سے بچ سکتا ہے اور نیز یہ بھی اندیشہ تھا کہ جو شخص آنحضرت

اَلَا اِنْ يَشَاءَ اللّٰهُ يُجْعَلُوْنَ اَبْنَاءً وَّيَتٰمٰىنَ
 عَلَيْهِ وَيَتٰمٰىمُوْنَ بِدَفَاۤءِ الْاَمْرِ
 اَمْرًا لِلّٰهِ وَالتَّقْوٰى قِصَاصًا وَّعَصْمًا
 اللّٰهُ مِنْ كُلِّ مَا تَخَوَّفْتَ عَلَيْهِ مِنْ
 اَمْرِ الدُّنْيَا وَالدِّينِ -

صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں آپ کی جگہ پرکھڑا
 ہو گا۔ تو لوگ اس پر حسد کریں گے اور عجب نہیں
 کہ حسد میں اس پر کوئی زیادتی بھی کریں اور ان کو
 منحوس بھی سمجھیں پس جب اللہ کا حکم اور اس کی
 قضا و قدر یہی ہے کہ میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا قائم مقام بنے اور ان کی جگہ پر امامت کرے تو پھر دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے
 باپ کو دنیا اور دین کی ہر خوفناک امر سے محفوظ اور مامون رکھے۔

سبحان اللہ یہ ہے صدیقہ بنت صدیق کی فہم و فراست کہ وہ اس امامت و نیابت کو
 آئندہ خلافت اور امارت کا پیش خیمہ سمجھے ہوئے ہیں اور دل و جان سے اس کوشش میں ہیں کہ میرا
 باپ نہ امام بنے اور نہ امیر یہ امامت صغریٰ اور امامت کبریٰ میرے باپ سے ہٹ کر کسی اور
 کے پاس چلی جائے تاکہ میرا باپ دین و دنیا کے فتنے سے بالکل محفوظ ہو جائے۔ یہ تو بڑی کا حال
 تھا اور باپ یعنی ابو بکر صدیق کا حال بیعت کے وقت کے خطبہ سے معلوم کرو۔
 فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے اس امارت و خلافت کی نہ کبھی دل سے تمنا کی اور نہ کبھی زبان سے
 وعار مانگی مسلمانوں پر فتنے کے خوف سے اسے قبول کر لیا۔

صدیق اور صدیقہ کی یہی شان ہوتی ہے کہ ان کا دل مال و جاہ کی طمع سے بالکل پاک اور
 منزہ ہو رہا ہے۔ مگر کچھ لینا چاہیے کہ اللہ کا نبی اور اس کا رسول جس کے امام بنانے پر مصر ہو وہ باسحقین
 امام المستحقین ہو گا اور اس کا ظاہر و باطن امارت اور خلافت کی طمع سے بالکل منزہ ہو گا اور کسی فتنہ
 کی مجاز نہ ہو گی کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اللہ کے رسول نے جس شخص کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دیا سمجھ لو کہ جو عنایات ربانی اور تائید آسمانی
 نبی کے ساتھ تھیں وہ اس کے قائم مقام کی بھی ضرور معین اور دستگیر ہوں گی، اس لئے کہ اللہ کا رسول
 بدون حکم خداوندی اپنا نائب اور قائم مقام نہیں مقرر کر سکتا۔

جس طرح کسی بادشاہ کا اپنی زندگی میں کسی کو اپنا تخت اور چتر سپرد کر دیا اس کو ولی عہد بنانے کے مرادف ہے۔

اسی طرح امام المتقین کا کسی کو اپنے مصلحت پر امامت کے لئے کھڑا کر دیا یہ اس کے مرادف ہے کہ یہ شخص اللہ کے رسول کا ولی عہد اور اس کا جانشین ہے۔

شنبہ یا یکشنبہ کو مزاج مبارک کچھ ہلکا ہوا تو حضرت عباس اور حضرت علی کے سہارے آپ مسجد میں تشریف لائے ابو بکرؓ اُس وقت ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے، آپ ابو بکر کی باتیں جان بجا کر بیٹھ گئے اور ہاتھ نماز لوگوں کو آپ نے بڑھائی اس پر آپ امام تھے اور ابو بکر آپ کو اقتدا کرنے لگے اور ہاتھ نمازی ابو بکر کی تکبیروں پر نماز ادا کرنے لگے۔ (بخاری شریف)

یہ ظہر کی نماز تھی اور حضورؐ پر نور کی یہ امامت آخری امامت تھی اس کے بعد مسجد کی حاضری سے ہاسکلیہ انقطاع ہو گیا اور امام فضل کی روایت میں جو یہ گزرا ہے کہ حضورؐ کی آخری نماز مغرب کی نماز تھی، اس سے مستقل امامت کی نفی مراد ہے کہ از اول تا آخر جس نماز میں امامت اور قرأت فرمائی ہو وہ مغرب کی نماز ہے۔ ہفتہ کے روز حضرت اسامہ اور دیگر صحابہ جن کو جیسا و پر مامور فرمایا تھا آپ سے ملنے کے لئے آئے اور آپ سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے مدینہ سے ایک کو کسی چل کر مقام جثوث میں پڑاؤ ڈالا، تعمیل ارشاد کے لئے روانہ ہو گئے مگر آپ کی علامت کی وجہ سے کسی کا قدم نہیں اٹھاتا تھا۔ یکشنبہ کو پھر مرض میں شدت ہو گئی حضرت اسامہ یہ خبر سننے ہی پھر فٹاں و خیزاں آپ کو دیکھنے کے لئے مدینہ واپس آئے دیکھا تو مرض کی شدت ہے آپ بات نہیں کر سکتے حضرت اسامہ نے جھک کر پیشانی مبارک پر بوسہ دیا، اُن حضرت علیؓ علیہ السلام نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے پھر اسامہ پر رکھ دیئے، اسامہ کہتے ہیں میں سمجھا کہ آپ میرے حقے دعا فرما رہے ہیں بعد ازاں اسامہ جثوث میں واپس آ گئے جہاں پڑاؤ تھا۔

ابن سعد طبقات میں اور زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اسی روز یعنی یکشنبہ کے دن

لہو و کا دا قلعہ پیش آیا۔

صبح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ مرض کی شدت میں ذات الجنب سمجھ کر آپ کے منہ میں دوا ڈالی، آپ اشارہ سے منع بھی فرماتے رہے، مگر ہم یہ سمجھے کہ غالباً یہ طبعی ناگواری ہے صبا کہ مریض عموماً دوا کو ناپسند کرتا ہے، بعد میں جب آپ کو افاقہ ہوا تو فرمایا کیا میں تم کو منع نہیں کیا تھا، تمہاری منہ پر ہے کہ سب کے منہ میں دوا ڈال جائے سوائے عباس کے کہ وہ اس میں شریک نہ تھے یہ

یوم الوصال

یہ دو شنبہ کا روز ہے جس میں آپ نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ اسی دو شنبہ کی صبح کو آپ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا دیکھا کہ لوگ صف باندھے ہوئے صبح کی نماز میں مشغول ہیں صحابہ کو دیکھ کر آپ مسکرائے چہرہ انور کا یہ حال کہ گویا مصحف شریف کا ایک ورق ہے یعنی سپید ہو گیا ہے ادھر صحابہ کی فرط مسرت سے یہ حالت کہیں نماز نہ توڑ ڈالیں۔

صدیق اکبر نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹیں آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پوری کرو ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے آپ زیادہ کھڑے نہ ہو سکے حجرہ کا پردہ ڈال دیا اور اندر واپس تشریف لیگے (رُزّاء البخاری) اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ اٹھا کر نمازیوں کی طرف دیکھنا یہ چہرہ انور کی آخری جلوہ افروزی تھی اور صحابہ کرام کے لئے جمال نبوت کی آخری زیارت کا آخری موقع تھا۔ عشاق کی زبان حال اس وقت یہ شعر پڑھ رہی تھی

و کنت اری کالموت من بین ساعۃ فکیف ببین کان موعیدہ الحشر

میں تو ایک گھڑی ہی کی جدائی کو موت سمجھتا تھا پس اس جدائی کا کیا پوچھنا کہ جہاں لقاء کا وعدہ حشر کے بعد ہو۔

صدیق اکبر جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو سیدہ حجرہ مبارک میں گئے اور آپ کو دیکھ کر

عائشہ صدیقہ سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ علیہ وسلم کو اب سکون ہے جو کرب اور بے چینی پہلے تھی وہ اب جاتی رہی اور چونکہ یہ دن صدیق اکبر کی دو بیبیوں میں اسس بیوی کی نسبت کا دن تھا جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر رستی تھیں۔ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر وہاں چلے گئے۔

اور ابن السخنی کی روایت میں ہے کہ صدیق اکبر نے عرض کیا۔

يَا سُبْحَانَ اللَّهِ إِنْ أَرَانِ قَدَاصْبَحْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ مِنْ دَيْكُتَا هَوْنٍ كَمَا كُنْتَ
بِنِعْمَةِ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لِمَا نَحْبُ الْيَوْمَ اَجْتَمِعَ حَالَتِي فِي سَجَةٍ هِيَ أَسَاجِيرُ يَوْمِي وَجَبِيه
يَوْمَ بِنْتُ خَارِجَةَ آفَاتِيهَا قَالِ نِعْمَ بِنْتُ خَارِجَةَ كِي نَوْتُكَ أَدْنَى هِيَ أَلَا جَانَتْ هَوْنُ دَمَانٍ
ہر آؤں آپ نے فرمایا اے چلے جاؤ۔

اور دوسرے لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسے سکون ہے تو وہ بھی اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

حضرت علی عجلو مبارک سے باہر آئے لوگوں نے آپ کے مزاج دریافت کئے حضرت علی نے کہا بھلا اللہ آپ اچھے ہیں لوگ مطمئن ہو کر منتشر ہو گئے، حضرت عباس نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کے کہا۔ اے علی خدا کی قسم تین دن کے بعد تو عبدالعصار لاکھٹی کا غلام ہو گا یعنی اسے کوئی حاکم ہو گا۔ اور تم اس کے محکوم ہو گے، خدا کی قسم میں یہ سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں وفات پائیں بہتر ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ میں دریافت کر لیں کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہو گا۔ اگر ہم میں سے ہو گا تو معلوم ہو جائے گا۔ ورنہ آپ اس کو ہمارے بارے میں وصیت فرماویں گے۔ حضرت علی نے کہا ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے متعلق انکار فرما دیں تو پھر ہم ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو جائیں گے، خدا کی قسم میں آپ سے اس بارہ میں ایک حرف بھی نہ کہوں گا۔

عالم نزع

لوگ تو یہ سمجھ کر آپ کو افاقہ اور سکون ہے منتشر ہو گئے کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عالم نزع شروع ہو گیا۔ عائشہ صدیقہ کے آغوش میں سر رکھ کر لیٹ گئے، اتنے میں حضرت عائشہ کے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر ماتھ میں مسواک لیے آ گئے۔ آپ ان کی طرف دیکھنے لگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کے لئے مسواک لے لوں، آپ نے اشارہ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا اس کو نرم کروں آپ نے اشارہ سے فرمایا ہاں، میں نے جب کہ وہ مسواک آپ کو دی، اسی وجہ سے عائشہ صدیقہ بطور فخر اور بلور تحفہ پیش بلوغت یہ لہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر وقت میں میرا آپ دین آپ کے آپ دین کے ساتھ ملا دیا اور آپ کی وفات میرے حجرہ میں اور میری نوبت کے دن میں اور میرے سینہ اور منہسلی کے درمیان ہوئی۔

فائدہ: ملا علی قاری نے مشائخ طریقت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص مسواک پر مواظبت کرے تو مرتے وقت اس کی زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو جاتا ہے اور افسوس کہ ان کے دامن کی زبان پر جاری نہ ہوگا۔

آپ کے پاس پانی کا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا درو سے بیاب ہو کر بار بار ماتھ اُس پیالہ میں ڈالتے اور منہ پر پھیر لیتے اور یہ کہتے جاتے تھے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** ان للموت، سکرات اللہ مسواک کوئی معبود نہیں، بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں، پھر حسرت کی طرف دیکھا اور ماتھ اٹھا کر یہ فرمایا **فی الرفیق الاعلیٰ**۔ اے اللہ میں رفیق الاعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں یعنی حلیۃ القدس جو انبیاء و مرسلین کا مسکن ہے وہاں جانا چاہتا ہوں۔

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں بار بار آپ سے سن چکی تھی کہ کسی پیغمبر کی روح اُس وقت تک قبض نہیں کی جاتی کہ جب تک اس کا مقام جنت میں اس کو دکھلا نہ دیا جائے اور اس کو اختیار نہ دیا جائے کہ دنیا و آخرت میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔

جس وقت آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلے میں اسی وقت کچھ گئی کہ اب آپ ہم میں نہ رہیں گے

آپ نے ملا علی اور قرب خداوندی کو اختیار کر لیا ہے، الغرض آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات نکلے
 اللَّهُمَّ فِي الشَّرَفِ وَالْإِعْلَافِ وَالرُّوحِ الْمُبَارِكِ عَالَمٌ بِالْأَكْثَرِ وَكَرَّ كُنَّيٍّ أَوْ رُسْتِ مَبَارَكِ يَنْجُو
 رُكِّيَا. رُبَّكَ شَرِيفٌ، إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ
 إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ.

تاریخ وفات

یہ جان گلدنا مدد روح فرسا واقعہ جس نے دنیا کو نبوت و رسالت کے فیوض و برکات اور
 روحی رہائی کے انوار و تجلیات سے محروم کر دیا بروز دوشنبہ دوپہر کے وقت ۱۲ ربیع الاول کو
 پیش آیا۔

اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ کی وفات ماہ ربیع الاول میں بروز دوشنبہ کو ہوئی
 اختلاف دو امر میں ہے ایک یہ کہ کس وقت وفات ہوئی دوسرے اس امر میں کہ ربیع الاول
 کی کونسی تاریخ تھی۔

مغازی ابن الحنفی میں ہے کہ چاشت کے وقت آپ کا وصال ہوا اور مغازی موسیٰ بن عقبہ
 میں زہری اور عروۃ بن زبیر سے مروی ہے کہ زوال کے وقت وصال ہوا یہی روایت زیادہ صحیح اور یہ
 اختلاف معمول اختلاف ہے چاشت اور زوال میں کچھ زیادہ فصل نہیں، البتہ تاریخ وفات میں
 اختلاف شدید ہے، مشہور قول کی بنا پر ۱۲ ربیع الاول کو وفات ہوئی۔ موسیٰ بن عقبہ اور لیث
 بن سعد اور خوارزمی نے کم ربیع الاول کو تاریخ وفات بتلایا ہے اور کلبی اور ابو مخنف نے دوم
 ربیع الاول تاریخ وصال قرار دی ہے۔ علامہ سہیلی نے روض الانف میں اور حافظ عسقلانی نے
 شرح بخاری میں اسی قول کو مرجح قرار دیا ہے۔

عمر شریف

انتقال کے وقت آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی۔ یہی جہود کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور بعض پینیسٹھ اور بعض ساٹھ بتلاتے ہیں لے

صحابہ کا اضطراب

اس خبر قیامت اثر کا کانوں میں پہنچا تھا کہ قیامت آگئی سستے ہی صحابہ کے ہوش اڑ گئے تمام مدینہ میں تہلکہ مچ گیا جو اس جاں گداز واقعہ کو سنتا تھا ششدر و حیران رہ جاتا تھا۔ ذی النورین عثمان غنی ایک سکتہ کے عالم میں تھے، دیوار سے ٹپٹ لگاتے بیٹھے تھے، شدت غم کی وجہ سے بات تک نہیں کر سکتے تھے، حضرت علی کا یہ حال تھا کہ زار و قطار روتے تھے، روتے روتے بے ہوش ہو گئے عائشہ صدیقہ اس ازدواجِ مطہرات پر جو صدرِ اولم کا پہاڑ گرا اس کا پوچھنا ہی کیا۔ حضرت عباس بھی پریشانی میں سخت بے حواس تھے، حضرت عمر کی پریشانی اور حیرانی سب ہی سے بڑھی ہوئی تھی۔ وہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور آبادِ مدینہ کہنے لگے کہ منافقین کا گمان ہے کہ حضور پر نور انتقال کر گئے، آپ ہرگز نہیں مرے بلکہ آپ تو اپنے پروردگار کے پاس گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر خدا تعالیٰ کے پاس گئے اور پھر واپس آ گئے، خدا کی قسم آپ بھی اسی طرح ضرور واپس آئیں گے اور منافقوں کا قلع قمع کریں گے، حضرت عمر جو شش میں تھے تلوارِ نیام سے نکالے ہوئے تھے کسی کی بھل نہ تھی کہ یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ابو بکر صدیق وصال کے وقت موجود نہ تھے، دو شنبہ کی صبح کو جب دیکھا کہ آپ کو سکون ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ بھدا اللہ اب آپ کو سکون ہے اگر اجازت ہو تو گھر ہواؤں، آپ نے فرمایا اجازت ہے۔ صدیق اکبر آپ سے اجازت لے کر گھر

۱۔ فتح ابوابی - ج : ۸ ، ص : ۱۱۴

۲۔ اتحاف شریعہ احوالِ اسلام - ج : ۱۰ ، ص : ۲۹۴

چلے گئے جو مدینہ سے ایک کوس کے فاصلہ پر تھا، صدیق اکبرؓ کو گھر چلے گئے اور زوال کے وقت حضورؐ
 پُر نور کا وصال ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب اس جانگداز حادثہ کی خبر پہنچی تو فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر
 مدینہ پہنچے۔ مسجد نبوی کے دروازہ پر گھوڑے سے اترے اور حنین و غلین جبرہ مبارکہ کی طرف
 بڑھے اور عائشہ صدیقہ سے اجازت لے کر اندر داخل ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بستر مبارک
 پر تھے اور تمام ازدواج مطہرات آپ کے گرد بیٹھی ہوئی تھیں۔ ابوبکر صدیق کی آمد کی وجہ سے
 سوائے عائشہ صدیقہ کے سب نے منہ ڈھکا لیا اور پردہ کر لیا۔ صدیق اکبرؓ نے چہرہ انور سے
 چادر کو ہٹایا اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور روئے اور یہ کہا و ابیہا و اخیلا و العقیبا تین
 مرتبہ ایسا کیا کہ ارادہ احمد وغیرہ رکمانی الامتات شرح الاحیاء ص ۱۱۱

اور کہا کہ میرے ابا باپ آپ پر خدا ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو دوسرے مرتبہ موت کا مزہ
 نہیں چکھائے گا جو موت آپ کے لئے لکھی گئی تھی وہ آپ کی یہ کہہ کر حجرہ شریفہ سے باہر آئے
 دیکھا کہ عمرؓ جوش میں بھرے ہوئے ہیں، صدیق اکبرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال
 کر گئے ہیں۔ اے عمر کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ

لہ صدیق اکبرؓ کا مقصود ان لوگوں کا رد کرنا تھا جو یہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ پھر زندہ ہوں گے
 اور منافقین سے ہاتھ پر کاٹیں گے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کی وفات اور موت دوبارہ ہو جائے گی اس لئے ابوبکرؓ
 صدیق نے کہا کہ جو موت آپ کے لئے لکھی ہوئی تھی وہ آپ کی اب دنیا میں دوبارہ موت نہیں آئے گی اور اللہ تعالیٰ
 آپ پر دوسری جمعہ بکرے کا جیسا کہ پہلی امت میں نبی اسوئیل کے لوگ موت کے لیے اپنے گھوڑے کے اور ایک
 منزل میں بیچ کر غضبِ الہی سے مر گئے پہلے پہنچنے کی دعا سے زندہ ہوئے اور پھر اپنے وقت پر مرے تو ان لوگوں کو اللہ
 تعالیٰ نے دنیا میں موت کا دوسرے مرتبہ چکھایا جن کا تقدہ اَلَّذِیْنَ اَخْرَجُوا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اَلْوَنٌ
 حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مَوْتُكُمْ اَنْتُمْ اَحْيَا هُمْ میں مذکور ہے اسی لیے کہ اس شخص نے موت کا دوسرے
 مرتبہ چکھا کہ جس کا ایک مرتبہ یہ گزر ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال کے لئے مردہ بنادیا اور پھر اس کو زندہ کر کے اَقْتَدَ اَوْ کَلْدَیْ
 مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ میں مذکور ہے غلامِ کلام کہ جس نے ان لوگوں کو دنیا میں
 دوسرے مرتبہ چکھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پر دروٹوں کو جسے نکال دیا اس حدیث کی شرح میں اس کی احوال میں تفصیل کیے قیوم الباری
 ص ۹۱ کتاب الجنائزہ و زندہ تالی شریعت مواہب ص ۱۱۲ اور مدارج النبوة ص ۲۴۵ تفصیل خرد یوں کہ شرح قسطانی ص ۱۱۲

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ

اب تمام لوگ حضرت عمر کو چھوڑ کر صدیق اکبر کے پاس جمع ہو گئے۔

صدیق اکبر کا خطبہ

صدیق اکبر منبر نبوی کی جانب بڑھے اور بآواز بلند لوگوں سے کہا کہ خاموش ہو کر بیٹھ جائیں

سب لوگ بیٹھ گئے صدیق اکبر نے حمد و ثناء کے بعد یہ خطبہ پڑھا۔

اَتَمَّا بَعْدَ . مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللَّهَ

اب بعد جو شخص تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا سو جان

فَانِ اللَّهَ حَىٰ لَا يَمُوتُ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

لے کہ تحقیق اللہ زندہ ہے اور اس پر موت نہیں آ سکتی اور

يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اگر باغیر من کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا

فَانِ مُحَمَّدًا قَدَمَاتِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ

تھا تو جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ

نہیں ہیں محمد گلا اللہ کے ایک رسول ہیں جن سے پہلے اور بھی

مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

بیت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ انتقال ہو جائے

أَفَارِئِنْ مَاتَ أَوْ

یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم دین اسلام سے واپس ہو جاؤ

تَبَدَّلَ الْقُلُوبُ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ

اور جو شخص دین اسلام سے واپس ہو گا تو وہ اللہ کو نورہ برابر

يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَئِنْ يَفْضُرَ اللَّهُ

بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو

شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝

انعام دے گا۔

وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب بنا کر یہ کہا ہے کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ

پہے شام آپ مرنے والے ہیں اور یہ سب لوگ بھی

مَيِّتُونَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ كُلُّ شَيْءٍ

مرنے والے ہیں سب چیز فنا ہونے والی ہے صرف

هَآلِكَ إِلَّا وَجْهَهُ لَّهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ

خداوند احوال والاکرم کی ذات بابرکات باقی

رُجْعُونَ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ كُلُّ مَنْ

رہے گی، ہر نفس موت کا مزہ چکھے والا ہے۔

عَلَيْهَا قَائِمٌ وَيَبْقَى وَجْهَهُ رَبِّكَ
 ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَقَالَ تَعَالَى
 كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ
 أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَقَالَ إِنَّ
 اللَّهَ عَمَّرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَابْقَاهُ حَتَّى أَقَامَ دِينَ اللَّهِ وَآظَهَرَ
 اللَّهُ وَبَلَّغَ رَسُولَهُ اللَّهُ وَجَاهِدَ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ ثُمَّ تَوَفَّاهُ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ وَقَدْ
 تَرَكَكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ فَلَن يَهْلِكَ هَالِكُ
 الْأَمِينِ بَعْدَ الْبَيْئَةِ وَالشَّفَاءُ فَمَنْ كَانَ
 اللَّهُ رَبِّهِ فَإِنَّ اللَّهَ حَى لَا يَمُوتُ وَمَنْ
 كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا وَيَنْزِلُهُ الْهَانِقِدُ
 هَذَا إِلَهُهُ فَاتَّقُوا اللَّهَ أَيُّهَا النَّاسُ
 وَاعْتَصِمُوا بِدِينِكُمْ وَتَوَكَّلُوا عَلَى رَبِّكُمْ
 فَإِنَّ دِينَ اللَّهِ قَائِمٌ وَإِنْ كَلِمَةُ اللَّهِ
 تَامَّةٌ وَإِنَّ اللَّهَ نَاصِرٌ مِنْ نَصْرِهِ
 وَمُعَزِّدٌ مِنْدٍ وَإِنْ كِتَابُ اللَّهِ بَيِّنٌ
 أَظْهَرَ نَافِهُ النُّورِ وَالشَّفَاعَةُ وَبِهِدَى
 اللَّهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ
 حِلَالُ اللَّهِ وَحَرَامُهُ وَاللَّهُ لَا نَبِيَّ
 مِنْ أَجْلِ عَلَيْنَا مِنْ خَلْقِ اللَّهِ إِنَّ

قیامت کے دن سب کو اعمال کا پورا پورا اجر ملے گا۔
 اور ابو بکر صدیق نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی
 کی عمر دلائے کی اور ان کو باقی رکھا، یہاں تک کہ اللہ
 کے دین کو قائم کر دیا اور اللہ کے حکم کو ظاہر کر دیا اور
 اللہ کے پیغام کو سچا دیا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا
 پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا، اور
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو ایک سیدھے اور
 اور صاف راستہ پر چھوڑ کر دیلتے گئے ہیں۔ اب
 جو ہلک اور گمراہ ہو گا وہ حق واضح ہونے کے بعد
 گمراہ ہو گا، پس اللہ تعالیٰ جس کا رب ہو تو مجھ
 لیجئے کہ اللہ تعالیٰ تو زنده ہے اس کو کبھی نہیں
 نہیں آسکتی اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت
 کرتا تھا اور ان کو خدا جانتا تھا تو جان سکے اس کا
 اس کا معبود تو ہلک ہو گیا۔ اسے لوگو اللہ سے
 ڈرو اور اللہ کے دین کو مضبوط پکڑو اور اپنے
 ہمدردگار پر بھروسہ رکھو تحقیق اللہ کا دین قائم
 اور دائم رہے گا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا
 اور اللہ اس شخص کا مددگار رہے جو اس کے دین کی مدد
 کرے اور اللہ اپنے دین کو عزت اور غلبہ دینے والا ہے
 اور اللہ کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے اور یہی
 نور ہدایت اور شفا و دل ہے اکی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے

سَيُوتُ اللَّهُ لِمَسْئَلَةٍ مَا وَضَعْنَا
 هَا بَعْدَ وَلِجَاهِدِنَا خَالِفْنَا كَمَا جَاءَنَا
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَلَا يَبْغِينَ أَحَدًا إِلَّا عَلَى نَفْسِهِ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو راستہ بتلایا اور اس میں اللہ کے
 حلال و حرام کو وہ چیزوں کا ذکر ہے جو خدا کی قسم ہیں ہر شخص
 کی ذمہ داری ہے کہ وہ انہیں جو ہم پر فوج کشی کرے یہ باغی نہ
 اور مرتدین کی طرف اشارہ تھا تحقیق اللہ کی تعویذ جو
 ہمارے ہاتھوں میں ہیں وہ اس کے دشمنوں پر ہی ہوتی ہیں

وہ تعویذ ہم نے ابھی تک ہاتھ سے رکھی نہیں اور خدا کی قسم ہم اپنے مخالف سے اب بھی اسی طرح
 جہاد کریں گے جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں کیا کرتے ہیں مخالف خوب سمجھنے اور اپنی جان
 پر غم نہ کرے۔

صدیق اکبر کا ان آیات کی تلاوت کرنا تھا کہ حکمت حیرت کا عالم دور ہو گیا اور غفلت کا پردہ
 آنکھوں سے اٹھ گیا اور سب کو یقین ہو گیا کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصول ہو گیا اس وقت حالت
 یہ تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ لوگوں نے اس سے پہلے یہ آیت سنی ہی نہ تھی جسے دیکھو وہ انہی آیتوں کی
 تلاوت کر رہا تھا۔ (زر قانی و طبقات ابن سعد)

حضرت عمر فرماتے ہیں میری حالت بھی یہی ہوئی کہ گویا کہ میں نے آج ان آیتوں کو پڑھا ہے اور
 اپنے خیال سے رجوع کیا ہے

شاہد اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم خرب جانتے تھے کہ آپ پر ایک دن ضرور
 موت آنے والی ہے لیکن ان کا گمان یہ تھا کہ جو صورت حل پیش آئی ہے وہ موت نہیں بلکہ کسی باطنی مشغول
 کی بنا پر فقط خواص ظاہری کا متعلق ہے جیسا کہ حضور پُر نور کو اشارہ وحی میں واقع ہوا تھا صدیق اکبر کے
 خطبہ سے فاروق اعظم کا یہ خیال جاتا رہا اور حقیقت حال ان پر نکشف ہو گئی اور اپنے خیال سے رجوع
 فرمایا، دیکھو قرۃ العینین رضی اللہ عنہما ایسے نازک وقت اور جان کا عہدہ میں ایسی ثابت قدمی اور ایسا استقلال

صدیق اکبر کا کمال تھا

ہم ان کے دور کے قائل ہیں یہی ہی شریف جو عشق میں دل مضطر کو تھام لیتے ہیں
 اور ایک روایت ہے کہ صدیق اکبر کو جب اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو
 فوراً اپنے مسکن سے جو شمع میں ستارہ روانہ ہو گئے اور کیفیت یہ تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ہچکیاں
 بندھی ہوئی تھیں اور سینہ سانس سے پانی کے گھڑے کی طرح بل رہا تھا اسی حالت میں صلاۃ و سلام
 پڑھتے ہوئے حجرہ مبارکہ میں داخل ہوئے مگر باوجود اس بے مثال حزن و ملال کے عقل اور گویائی
 میں قدرہ برابر اختلال نہ تھا۔

آپ کے چہرہ انور کو کھولا اور پیشانی مبارک پر ہاتھ دیا اور زار و قطار روتے جلتے تھے اور یہ
 کہتے جاتے تھے کہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں آپ حیات اور موت دونوں حالتوں میں پاکیزہ
 رہے آپ کی وفات سے نبوت اور وحی منقطع ہو گئی جو کسی اور نبی کی وفات سے منقطع نہیں ہوتی تھی آپ
 توصیف سے بالا اور برتر ہیں اور گریہ و زاری سے مستغنی ہیں آپ کی ذات بابرکات اس اعتبار سے خاص
 اور مخصوص ہے کہ آپ کی وفات سے لوگ تسلی حاصل کریں گے اور آپ عالم بھی ہیں کہ ہم سب آپ کے

وفی روایۃ ان ابا بکر رضی اللہ عنہ لما بلغہ اخبر وهو بالسبح جاء وعیناه تملان
 وزفراتہ تردد فی صدرہ وغصصہ ترتفع کقطع الجبرۃ وهو فی ذالک رضوان
 اللہ علیہ جلد العقل والمقالۃ رای ثابت العقل والقول حق دخل علی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فاکب علیہ وکشف وجہہ ومسحہ رقبتہ وجعل یبکی و
 یقول یا ابی انت وامی طبت حیا ومیتا وانت قطع لموتک ما لم یقطع لموت احد من الانبیاء
 من النبوة فغطت عن الصفة وجللت عن البکاء وخصصت حتی صرت صلاۃ وعمت
 حتی صرنا فیک سواء ولو لا ان موتک کان اختیاراً منک لجدنا موتک بالنفوس و
 لو لا انک مھیت عن البکاء لانفدنا علیک ما بالشئ فاما ما لانست طبع نفیہ فکندوا
 دنانہ یتحالفان لا یدرجان اللهم ابلغہ عنا واذ کرنا یا محمد عند ربک ونسکن من باب
 کذا فی السروض الالف مہم وکذا ذکرہ الغزالی فی الاحیاء وقال الزمبیدی قال العزازی
 رواہ ابن ابی اریطاف کتاب الضراء من حدیث ابن عمر بسند ضعیف کذا فی لا تھا

رنج و الم میں برابر ہیں اگر آپ کی موت خود آپ کی خود اختیار کردہ نہ ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو اختیار دیا تھا مگر آپ نے خود آخرت کو اختیار کیا تو ہم آپ کی موت کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے اور اگر آپ ہم کو زیادہ رونے سے منع فرماتے تو ہم آپ اپنی آنکھوں کا پانی غم کر ڈالتے البتہ وہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ہٹانا اور مٹانا ہمارے اختیار میں نہیں ایک غم فراق - اور دوسرے غم میں جسم کا لاغر و نحیف ہو جانا یہ دونوں چیزیں باہم ایک دوسرے کی حلیف ہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں اسے اللہ ہمارے یہ حال ہمارے نبی کو پہنچا دے اور اے محمد صلی اللہ علیک وسلم ہم عاشقوں کو یا گاہِ خداوندی میں یاد رکھنا امید ہے کہ ہم ملحوظ خاطر رہیں گے۔

ماگر آپ اپنے فیضِ صحبت سے ہمارے دلوں میں سکینت و طماننت نہ چھوڑ کر جاتے تو ہم اس وحشتِ فراق کا کہ جو آپ ہم میں چھوڑ کر چلے گئے ہرگز ہرگز تحمل نہ کر سکے۔
پھر ابو بکر حجرہ سے ہمارے اور لوگوں کی تسلی کے لئے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جس کا ایک کثیر حصہ صلاۃ و سلام پر مشتمل تھا اور آپ نے خطبہ میں یہ فرمایا۔

بقیہ خطبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ
وَصَدَقَ وَعْدُهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَ
غَلَبَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ كَمَا فِي اللَّهِ
الْحَمْدُ وَحْدَهُ۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ
نے اپنے نبی سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اس نے
اپنے برگزیدہ بندہ کی مدد کی اور کافروں کی جماعتوں
کو شکست دی پس حمد و شکر ہے اس وحدہ لا شریک کا۔

یہ اس گزشتہ روایت کا بقیہ ہے جو مہرِ روض الانف میں مذکور ہے اور ما قبل کا حصہ روض الانف اور حیار
العلوم دونوں میں مذکور تھا اس لئے اس حصہ کے ختم پر دونوں کتابوں کا حوالہ دیدیا اب روایت کا وہ بقیہ حصہ
ذکر کرتے ہیں کہ جو مہرِ روض الانف میں مذکور ہے وہی ہذہ فلولا ما خلفت من الشکینۃ لسم
نقم من الوحشہ اللہم ابلغ نبیک عنا واحفظہ فینا ثم اخرج رباتی لکے منورہ پیکر

واشهد ان محمداً عبداً ورسولاً
وخاتم النبیین
والکتاب کما نزل وان الدین
کما مشرع وان المحدث
کما حدث وان القول کما قال
وان الله هو الحق المبين .

اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ
کے بندے اور رسول اور آخری نبی ہیں اور میں گواہی
دیتا ہوں کہ کتاب الہی یعنی قرآن کریم اسی طرح موحی
ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا اور دین اسی طرح ہے
جس طرح مشروع ہوا تھا اور حدیث اسی طرح ہے
جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے
عادت اور ظاہر ہوئی تھی اور قول اسی طرح سے ہے

جس طرح آپ نے فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق کو واضح کرنے والا ہے۔

اللهم فصل على محمد عبدك
ورسولك ونبيك وحبيبك و
امينك وخيرتك وصفوتك بافضل
ما صليت به على احد من خلقك
اللهم واجعل صلواتك ومعا

اے اللہ پس تو اپنی خاص رحمتیں اور عنایتیں نازل فرما
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے خاص برگزیدہ بندہ
اور رسول اور نبی اور حبیب اور امین اور سترین خلائق
اور ظللہ عالم ہیں ان پر ایسا بہترین صلاۃ و سلام
نازل فرما کہ جو تو نے اپنے کسی خاص بندہ پر نازل

ربیعہ پچھلے صفحے) لما قضی الناس عن ائمتهم وقام خطيباً فيهم بخطبته جلها الصلاة على
النبي محمد صلى الله عليه وسلم وقال فيها اشهد ان لا اله الا الله وحده لا
شريك له الى الخطبة - الروض الاوفى ج ۲ ص ۲۰۱

یہاں سے آخر تک جو خطبہ ہے وہ اٹھان شرح احیاء العلوم میں مذکور ہے، علامہ زبیدی اس خطبہ کو نقل کر کے
لکھے ہیں۔ رواہ بطولہ سیف بن عمر التیمی فی کتاب الفتوح عن عمرو بن تمام
من ابیہ عن القعقاع قال ابن ابی حاتم سیف بن عمر التیمی متروک واخرجه
ابن السکن من طریق ابراہیم بن سعد عن سیف بن عمر عن عمرو عن ابیہ
وقال سیف بن عمر ضعيف قلت هو من رجال الترمذی وهو وان كان ضعيفاً
فی الحديث فهو عمدة فی التاريخ مقبول النقل کذا فی الا نبحان ص ۳ ج ۱۰

فَاتَكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى
 سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ
 النَّبِيِّينَ وَامَامِ الْمُتَّقِينَ مُحَمَّدٍ
 قَائِدِ الْخَيْرِ وَامَامِ الْخَيْرِ وَ
 رَسُولِ الرَّحْمَةِ اللَّهُمَّ قَرِّبْ
 زَلْفَةَ وَعَظْمَ بَرَهَانِهِ وَكُودِ
 مَقَامِ وَابْعَثْ مَقَامًا مَحْمُودًا
 يَغِيظُ بِهِ الدَّوْلُونَ وَالْآخِرُونَ
 وَانْفَعْنَا بِمَقَامِهِ الْمَحْمُودِ يَوْمَ
 الْقِيَامَةِ وَاخْلُفْ فِيْنَا فِي الدُّنْيَا
 وَالْآخِرَةِ وَبَلِّغْهُ الدَّرَجَةَ وَالْوَسِيلَةَ
 مِنَ الْجَنَّةِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
 آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
 وَبَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ
 ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْْبُدُ
 مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا أَقْدَمَاتُ مَنْ كَانَ
 يَعْْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَمْ يَمُوتْ

فرمائی ہو اور اسے اللہ اپنی صلوات اور عافیت اور
 رحمت اور برکت نازل فرما سید المرسلین اور خاتم
 النبیین اور امام المتقین اور قائد الخیر اور امام خیر اور
 رسول رحمت پر اسے اللہ ان کے قرب کو اور زیادہ
 فرما اور ان کی دلیل اور برہان کو عظیم فرما اور ان کے
 مقام کو مکرم فرما اور ان کو مقام محمود و مقام شرفیات
 میں کھڑا کر کہ جس پر تمام آدمین اور آخرین شریک کریں گے
 اور قیامت کے دن ہم کو ان کے مقام محمود سے
 نفع دے اور دنیا و آخرت میں آپ ہمارے لئے
 ان کے عوض اپنی رحمت فرمائے اور آپ کو جنت میں
 درجات عالیہ نصیب فرما اسے اللہ محمد اور آل محمد پر
 اپنی خاص انعام رحمتیں اور برکتیں نازل فرما جیسے خاص رحمتیں
 اور برکتیں تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر نازل کیں
 انکے حمید مجید

پھر ابو بکر صدیق نے یہ کہا کہ اسے لوگو جو تم میں محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا سو جانے
 کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے اور جبرائیل کی عبادت

۱۔ یہاں تک جو خطبہ نقل کیا گیا وہ امتحان شرح احیاء العلوم ص ۳۴۲ سے نقل کیا گیا ہے لیکن سوائے درود شریف
 کے خطبہ کے کچھ اجزاء الروض الالف ص ۳۴۳ ج ۲ میں بھی مذکور ہیں اس کے بعد یعنی ثم قال ایہا الناس
 من کان یعبد محمدًا ۱۱ الخ سے لے کر ولا تستنظروا فیما حق بکم تک خطبہ امتحان شرح
 احیاء اور روض الالف دونوں کتابوں میں مذکور ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

ان الله قد تقدم لكم في امره فلا
تدعوا جزءاً وان الله تبارك و
تعالى قد اخار لنبیہ علیہ السلام
ما عنده علی ما عندكم وتبضعه الی
ثوابہ و خلف فیكم کتابہ وسنة نبیہ
فمن اخذ بهما عرف ومن فرق
بینهما انکر۔ یایہا الذین امنوا
کونوا قوامین بالقسط ولا
یشغلکم الشیطان بموت نبیکم
ولا یفتنکم عن دینکم وعاجلوا الشیطان
بالحیرة وتجزؤہ ولا تستنظروہ فیلحق بکم یفتنکم

کرتا تھا سو اللہ تعالیٰ ہی لا موت اس پر موت نہیں آسکتی
وہ زندہ ہے مرا نہیں اور حق تعالیٰ نے آپ کی وفات
کے متعلق پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا لہذا گھبرانے کی ضرورت
نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے بجائے تمھارے
اپنے قرب و جوار کو پسند کیا اور وار کرامت کی طرف ان کو
بلایا اور ان کے بعد تمھاری ہدایت کے لئے اپنی کتاب
اور اپنے نبی کی سنت کو تم میں باقی چھوڑا پس جس نے
کتاب اور سنت دونوں کو مضبوط پکڑا اُس نے حق کو
پہچانا اور جس نے کتاب و سنت میں تفریق کی رشتہ قرار
کو تو مانا اور سنت کو نہ مانا تو اُس نے حق کو نہر پہچانا
اے ایمان والو حق اور انصاف کے قائم کرنے والے ہو جاؤ

اور شیطان بعین تم کو نبی کی موت کی وجہ سے دین سے نہ ہٹا دے شیطان کے فتنہ میں ڈالنے سے
پہلے خیر کو جلد لے لو اور خیر میں سبقت کر کے شیطان کو عاجز اور لاچار بنا دو اور شیطان کو اتنی جلدت
نہ دو کہ وہ تم سے آکر ملے اور تم کو کسی فتنہ میں مبتلا کرے۔

فلما فرغ من خطبہ قال یا عمر انت
الذی بلغنی عنک انک تقول علی
باب نبی اللہ والذی نفس عمر بیدہ
ما مات نبی اللہ اما علمت ان

صدیق اکبر جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو عمر کو مخاطب بنا کر
کہا اے عمر تو ہی وہ شخص ہے کہ جس کے متعلق مجھے یہ خبر
پہنچی ہے کہ تو پیغمبر کے دروازہ پر یہ کہتا ہے کہ پیغمبر خدا
نہیں مرے کیا، تجھے معلوم نہیں کہ پیغمبر خدا نے اپنی وفات

۱۔ ثم قال ایھا الناس من کان یعبد محمد افان محمد اقد مات سے لے کر یہاں تک یعنی فلینتی
بکم تک خطبہ کا یہ حصہ احکامات شرح احیاء اور روض الانف دونوں کتابوں میں مذکور ہے اور اس کے بعد کا حصہ
یعنی فلما فرغ من خطبہ سے لے کر اخیر تک یہ حصہ فقط الروض الانف میں مذکور ہے، منہ عفا اللہ عنہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَ إِنَّهُمْ مَيِّتُونَ فَقَالَ عَمْرُو اللَّهِ مَكَانِي لِمَا سَمِعَ بِهَا فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى قَبْلَ الْآنَ لِمَا نَزَلَ بِنَا أَشْهَدُ أَنَّ الْكِتَابَ كَمَا نَزَلَ وَأَنَّ الْحَدِيثَ كَمَا حَدَّثَ وَ أَنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى حَيٌّ لَا يَمُوتُ أَنَا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَا جِعُونَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ وَعِنْدَ اللَّهِ نَحْتَسِبُ لَهُ رَسُولَهُ -

کے متعلق فلاں فلاں دن یہ فرمایا اور خدا تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے انکے میت و انہم میتوں حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میرا حال ایسا ہوا کہ گویا کہ میں نے کتاب اللہ کی یہ آیت اس سے پہلے سنی ہی نہ تھی میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن اسی طرح ہے جس طرح وہ نازل ہوا اور حدیث اسی طرح ہے جس طرح وہ حادث اور صادر ہوئی اور اللہ تبارک و تعالیٰ لامیوت ہے۔ انا لله وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اُس کے رسول پر اور ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ ہم کو اس مصیبت پر اجر ملے گا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کا اجتماع

اور تو یہ حادثہ جاں گداز پیش آیا۔ اور کچھ دیر بعد یہ خبر ملی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور آپ کی جانشینی کا مسئلہ پیش ہے مہاجرین نے صدیق اکبر سے کہا کہ آپ بھی سقیفہ میں تشریف لے جائیں ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ ابو بکر اور عمر مع مہاجرین کے سقیفہ میں تشریف لے گئے و مفصل واقعہ انشاء اللہ عنقریب ذکر کریں گے)

ابو بکر و عمر کو یہ اندیشہ ہوا کہ مبادا عجلت میں کسی کے ہاتھ پر سعیت کر بیٹھیں اور بعد میں وہ فتنہ کا سبب ہے اور مسلمانوں کے لئے مصیبت بن جائے۔ جب اس مسئلہ کا تصفیہ ہو گیا اور بالاتفاق صدیق اکبر آپ کے خلیفہ اور جانشین مان لئے گئے تب اگلے روز آپ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے، سقیفہ میں اجتماع

واقعہ دو شنبہ کی شام کو پیش آیا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات و شنبہ کے
کے روز زوال کے قریب ہوئی اس کے بعد صدیق اکبر شیخ سے تشریف لائے اور خطبہ دیا۔ وغیرہ وغیرہ اس
کے بعد کہیں شام کو سقیفہ میں اجتماع کا واقعہ پیش آیا۔

حضرات اہل بیت حجرہ نبوی جمع تھے اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم انصار کے جمع ہونے کی
خبر سن کر سقیفہ میں پہلے گئے، ان حضرات کو یہ فکر تھی کہ اُن حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو گیا
اور آسمان سے وحی کا اُترنا ختم ہوا اور حضور پر نور ہم کو آنے والے فتنوں سے ڈراتے رہے ہیں مبادا
اس وقت امت میں تشنّت اور افتراق کا کوئی فتنہ نہ قائم ہو جائے جس سے اسلام کا تمام نظام
درہم و برہم نہ ہو جائے اور تیس سالہ نبوت میں جو اسلام کا نظام قائم ہوا ہے خدا نخواستہ وہ باہمی افتراق
کی نذر نہ ہو جائے اور امت کا شیرازہ منتشر ہو جائے جس کا جوڑ بھڑ مشکل ہو۔

اگر کسی بادشاہ کا انتقال ہو جائے تو جب تک اس کا کوئی جانشین نہ ہو جائے اس وقت تک
اس کی تجیز و تکفین کا انتظام نہیں کیا جاتا، ایسے وقت میں تجیز و تکفین کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہوتا جتنا کہ جانشینی
کا مسئلہ اہم ہوتا ہے، خیر خرمانی حکومت کو یہ سکر ہوتی ہے کہ انتظام مملکت میں خلل نہ آنے پائے غنیم
موقع پاکر بے خبری میں عمل نہ کر بیٹھے جس میں تمام ملک کی تباہی اور بربادی کا اندیشہ ہے بلکہ بسا اوقات
بمنظر مملکت بادشاہ کی وفات کو بھی چھپا لیتے ہیں اور جانشینی کے بعد اس کا اعلان کرتے اور شیعہ حکومتوں
میں بھی یہی قاعدہ ہے۔

اور اگر بادشاہ کے انتقال کے بعد سلطنت میں دو امیر ہو جائیں تو وہ سلطنت ضرور برباد ہو جائیگی
ایک سلطنت میں دو خلیفہ کا ہونا موجب خرابی اور باعث بربادی ہے اور آپ کی وفات کے بعد منافقین
اور کفار کی طرف سے غدار اور شور شرکا احتمال اور اندیشہ تھا ایسے وقت میں شیرازہ اسلام کی حفاظت
اولین کام تھا باین نظر شیخین صدیق اکبر اور فاروق اعظم نے یہ گمان کیا کہ تجیز و تکفین کوئی مشکل کام نہیں
اور اہل بیت (گھر والوں) سے متعلق ہے سب صحابہ کا اس میں شریک ہونا ضروری نہیں غار اہل غلامان
اہل بیت بھی یہ خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تیس سالہ مدت میں جو مصیبتیں اسلام کے سر بلند کرنے اور کفر کے سرنگوں کرنے میں اٹھائیں اب ان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور اس وقت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے ہیں اب اگر آپ کے ان بہت کے لئے کوئی صحیح جانشین مقرر نہ ہوا تو اندیشہ ہے کہ طرفۃ العین میں ریاست اسلام کا کارخانہ درہم و برہم ہو جائے اور سالہا سال کی محنت و مشقت اور عزرات اور سرایا اور تبلیغ اور دعوت میں جو تکلیفیں اٹھائیں وہ یکھنت سب لالگاں ہو جائیں اور سرے سے پتھر کفر کا جھنڈا کھڑا ہو جائے اور شیطان علیہ اللعنة حسب سابق لوگوں کو اپنی راہ پر لگائے اور نبوت آپ پر ختم ہو چکی ہے تو اگر پھر ویسی ہی تاریکی دنیا میں پھیل جائے تو پھر کہاں سے آفتاب ہدایت نکلے۔

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ چارہ نبود در مقاش از چراغ
اس لئے ابو بکر و عمر کو یہ سکر ہوئی کہ مجروحانِ آن حضرت کوئی آپ کا جانشین مقرر ہو جائے تاکہ اسلام کی ریاست اور سیاست کا کام بدستور جاری رہے اور اسلام کی بات جوں کی توں بنی رہے اور کوئی منافق اور دشمن اسلام (جو اسی تاک میں ہیں) سر نہ اٹھائے اسی میں تمام امت کی صلاح اور فلاح مضمر ہے ابو بکر و عمر کو تو یہ فکر تھی اور تجہیز و تکفین کی طرف سے بسبب اہل بیت کے بے فکر تھے نیز تمام صحابہ کرام کو یہ معلوم تھا کہ وفات سے انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ میں کوئی تغیر نہیں آتا، اس لئے تاخیر دفن کا کوئی اندیشہ نہ کیا اور کمال دانشمندی سے فتنہ اور فساد کا دروازہ بند کر دیا اور مسلمانوں کو افتراق سے بچایا۔ تجہیز و تکفین میں اگر کچھ تاخیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں اگر اسلام کی ریاست کا انتظام نہ ہوا تو نہ معلوم کہ دم کے دم میں کیا کیا خرابیاں برپا ہو جائیں اور پھر تجہیز و تکفین بھی علالت سے نہ ہو سکے۔

سدا دور دوراں دکھاتا نہیں گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

چنانچہ انصار اس بات پر آمادہ تھے کہ ایک سرداران میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے ہو یہ ایک عظیم فتنہ تھا، ایک سلطنت میں دو امیروں کا ہونا یہی سلطنت کی بربادی کا باعث ہے اس لئے

ابوبکر و عمر نے اس طرف خاص توجہ کی اور جب جانشینی کا مسئلہ طے ہو گیا تب اطمینان کے ساتھ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے رضی اللہ عنہم و جزاہم من الاسلام و المسلمین خیرا خیرا آمین۔

چشم بداندیش کہ برکنہ باد عیب نماید ہر شس و نظر
ابوبکر صدیق تو سقیفہ میں رفع فتنہ کے لئے گئے تھے مگر تقدیر کی کسی کو کیا خبر لوگوں نے ابوبکر ہی کو گھیر لیا۔ اور زبردستی خلیفہ بنالیا، تباہ اس میں ابوبکر کا کیا قصور ہے وہ بیچارے تو بہت کچھ ٹٹاتے رہے مگر ان کے ہوتے ہوئے لوگوں کی نظر میں کوئی بچا ہی نہیں ابوبکر صدیق کو تو اپنی خلافت کا وہم و گمان بھی نہ تھا فقط رفع فتنہ بد نظر تھا ان کو کیا خبر تھی کہ خلافت میرے ہی سر پر چلتے گی۔ وَ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ۔

تجہیز و تکفین اور غسل

صدیق اکبر کی بیعت سے فارغ ہونے کے بعد لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے۔ جب غسل کا ارادہ کیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ کپڑے اتارے جائیں یا نہیں، ہنوز ابھی کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ یکلخت سب پر ایک غنودگی طاری ہو گئی اور غیبی طور پر یہ آواز سنائی دی کہ اللہ کے رسول کو برہنہ نہ کرو کپڑوں ہی میں غسل دو چنانچہ پیرا بن مبارک ہی میں آپ کو نہلا یا گیا۔ اور بعد میں وہ نکال لیا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دے رہے تھے اور حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحبزادے فضل اور قثم کرٹیں بدلتے تھے اور اسامہ اور شقران پانی ڈال رہے تھے اسے غسل کے بعد غسل کے بنے ہوئے تین کپڑوں میں آپ کو کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ اور وہ پیرا بن جس میں آپ کو غسل دیا گیا وہ اتار لیا گیا اسے تجہیز و تکفین کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کہاں دفن ہوں، صدیق اکبر نے کہا میں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ پیغمبر اسی جگہ دفن ہوتے ہیں جہاں ان کی رُوح قبض ہوتی ہے۔ (رد الواعظی و ابن ماجہ)

چنانچہ اسی جگہ آپ کا بستر اٹھا کر قبر کھودنا تجویز ہوا۔ لیکن اس میں باہم اختلاف ہوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے، مہاجرین نے کہا کہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودی جائے انصار نے کہا مدینہ کے طریقہ پر محد تیار کی جائے ابو عبیدہ بغلی قبر اور ابو طلحہ محد کھودنے میں ماہر تھے یہ طے پایا کہ دونوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیج دیا جائے جو سنا شخص پہلے آجائے وہ اپنا کام کرے۔ چنانچہ ابو طلحہ پہلے آ پہنچے اور آپ کے لئے محد تیار کی لے

اور قبر کو وہاں کی شکل پر بنا دیا گیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

(فائدہ)۔ ہر نبی کا دفن۔ اُن کے محل دفنات ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ محل دفن میں اُن کو دفن کیا جائے اور اگر کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن ہوں تو یہ اور بات ہے۔

منار جنازہ

سن ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ منگل کے روز جب آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو جنازہ شریف کو قبر کے کنارہ پر رکھ دیا گیا ایک ایک گروہ مجرہ شریفہ میں آتا تھا اور تنہا نماز پڑھ کر باہر واپس آ جاتا تھا کوئی کسی کی امامت نہیں کرتا تھا الگ الگ بغیر امام کے نماز پڑھ کے واپس آ جاتے تھے۔

شمائل ترمذی میں روایت ہے کہ لوگوں نے صدیق اکبر سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے، آپ نے فرمایا ہاں جنازہ پڑھو لوگوں نے کہا کس طرح۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ لوگوں کا ایک ایک گروہ مجرہ میں جائے اور تکبیر کہے پھر درود اور دُعا پڑھے اور باہر آجائے پھر دوسرا گروہ داخل ہو اور اسی طرح تکبیر کہیں اور پھر درود اور دُعا کے بعد واپس آجائیں اسی طرح سب لوگ

نماز پڑھیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ آپ پر حقیقہ نماز جنازہ پڑھی گئی اور یہی جمہور کا مسلک ہے انتہی کلام اور اسی کو امام شافعیؒ نے کتاب الام میں جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آپ پر نماز جنازہ پڑھی گئی۔

بعض کہتے ہیں کہ آپ پر نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی بلکہ لوگ حجرہ شریفہ میں فوج داخل ہوتے تھے اور صلاۃ و سلام اور درود و دعا پڑھ کر واپس آ جاتے تھے۔

چنانچہ ابن سعد کی ایک روایت میں ہے کہ ابو بکر اور عمرؓ ایک گروہ کے ساتھ حجرہ نبوی میں داخل ہوئے اور جنازہ نبوی کے سامنے کھڑے ہو کر یہ پڑھا۔

السلام علیہا ایہا النبی رحمۃ اللہ
اللہم انا نشہد انہ قد بلغ ما
انزل الیہ ونصح لامۃ و جاہد
فی سبیل اللہ حتی اعز اللہ دینہ
و ثبت کلمۃ فاجعلنا یا اللہنا من
یتبع القول للذی انزل معہ
واجمع بیننا و بینہ حتی یعرفنا
ونعرفہ فانہ کان بالمومنین
روفا رحیما لا ینبتغی بالایمان
مدا ولا یشتری بہ شئنا۔

سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور اس کی رحمتیں اور
برکتیں ہو آپ پر اے اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول
اللہ نے وہ سب کچھ پہنچا دیا جو اس پر آتا مانگ
اس آپ نے امت کی خیر خواہی کی اور اللہ کی راہ
میں جہاد کیا یہاں تک اللہ نے اپنے اپنے دین کو
غالب کیا اور اس کا بول بالا ہوا اے اللہ ہم کو ان
لوگوں میں سے بنا جنہوں نے آپ کی وحی کو اتنا مانگ
اور ہم کو آپ کے ساتھ جمع کر آپ ہم کو اور ہم آپ کو
پہنچائیں آپ مسلمانوں پر بڑے مہربان تھے ہم اپنے ایمان
کا کوئی معاوضہ اور قیمت نہیں چاہتے۔

لوگوں نے آمین کہی جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتوں نے اور عورتوں کے بعد بچوں نے اسی

طرح کیا اے

تنبیہ: اس روایت میں صراحتاً ابو بکر و عمر کا نماز جنازہ پڑھنا مذکور ہے اور یہ امر متواتر اور قطعی ہے لہذا حضرات شیعہ کا یہ کہنا کہ خلفاء ثلاثہ جنازہ رسول میں شریک نہیں ہوئے۔ سپید جھوٹ ہے اور غلات عقل ہے کہ خلفاء آپ کے جنازہ میں شریک نہوں۔

سند بزار اور مستدرک حاکم میں ہے کہ آپ نے ایک روز مرض الوفا میں اہل بیت کو حضرت عائشہ کے گھر میں بلایا۔ اہل بیت نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کے جنازہ کی نماز کون پڑھائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو تھوڑی دیر کے لئے حجرہ سے باہر چلے جانا سب سے پہلے مجھ پر جبرطیہ نماز پڑھیں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت پھر باقی فرشتے اس کے بعد تم ایک ایک گروہ کر کے اندر آنا اور مجھ پر صلاۃ و سلام پڑھنا۔ علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ حق جل شانہ نے آپ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔
اس آیت میں ہر مسلمان کو صلاۃ و سلام کا فرواً فرما حکم ہے جس طرح آپ کی حیات میں صلاۃ و سلام بغیر امام اور بغیر جماعت کے فرض تھا۔ اسی طرح آپ کی وفات کے بعد بھی بغیر کسی جماعت اور امام کے صلاۃ و سلام کا فرضیہ فرواً ادا کیا گیا ہے۔

فائدہ: ابن وحیہ فرماتے ہیں کہ تین ہزار آدمیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

مدفن

دوشنبہ کو دہر کے وقت آپ کا وصال ہوا یہ وہی دن اور وہی وقت تھا کہ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ میں داخل ہوئے تھے چہا شنبہ شب میں آپ دفن ہوئے، جمہور کا یہی قول ہے اور بعض روایات اس لئے میں صریح ہیں جن میں تاویل کی گنجائش نہیں بعض کہتے ہیں کہ شنبہ کو مدفون ہوئے۔

حضرت علی اور حضرت عباس اور ان کے دونوں صاحب زادے فضل اور قثم نے آپ کو قبر میں اتارا۔

جب دفن سے فارغ ہوئے تو کورمان کی شکل آپ کی تربت تیار کی اور پانی چھڑکا لیا۔
حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دفن سے فارغ ہو کر کف افسوس ملتے ہوئے اور خون کے
آنسو بہاتے ہوئے اور اس مصیبت کبریٰ پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے گھروں
کو واپس ہوئے۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنہ	فیہ العفاف و فیہ الجود والکرم
الا یا ضریحاً ضم نفساً زکیّة	علیک سلام اللہ فی القربا بعد
علیک سلام اللہ ما هبت الصبا	و ما ناح قمری علی البان والرند
و ما سجت ورق وغنت حمامة	و ما اشتاق ذو وجدالی ساکنی نجد
ومالی سوی حبی لکمال احمد	امرغ من شوقی علی بابکم خدی

لطائف و معارف

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان قارئین کرام نے پڑھ لیا اب ہم اس کے
متعلق کچھ لطائف و معارف ہدیہ ناظرین کرتے ہیں سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا بِمَا عَلَّمْتَنَا
اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔

(۱)

سفر آخرت کی تیاری حضرات انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی سنت ہے حضرات انبیاء
کو اپنے زمانہ وفات کے قریب ہونے کا علم وحی خداوندی اور اشارات غیبیہ سے ہوتا ہے۔
میاں عاشق و معشوق مزیست کراما کا تبین راہم خیر نیست

اور عباد صالحین کو بذریعہ الہام اور روایے صالحہ کے بعض اوقات اپنی وفات کی آمد کی اطلاع ہوتی
ہے نبوت ختم ہو گئی مگر روایہ صالحہ اور روایے عمادہ ہنوز امت میں باقی ہے کہ جس کے ذریعہ

بعض اوقات آئندہ پیش آنے واقعات کبھی صراحتہ اور کبھی بطور رمز اور اشارات بتلا دئے جاتے ہیں مگر یہ امر ضرور ملحوظ خاطر رہے کہ خواب دیکھنا کسی کے اختیار میں نہیں خواب دکھانا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس کو چاہیں اور جس وقت چاہیں اور جتنا چاہیں اور جس طرح چاہیں دکھلائیں اور نہ چاہیں تو نہ دکھلائیں اور کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں۔ ع۔

کس نکشو وونکشاید بحکمت ایں معمارا

اور عامۂ مومنین کو کبھی بذریعہ خواب اور کبھی بتقاضائے عمر اور کبھی بابتلار بیماری تنبیہ ہو جاتا ہے کہ وقت قریب آگیا ہے اور کبھی اپنے مہموروں اور مہمروں کے انتقال کو دیکھ کر خیال آ جاتا ہے کہ میرے ہم عمر اب دنیا سے جا رہے ہیں، مجھے بھی تیاری کرنی چاہیے اور موت کی آمد آمد کی خبر اور اطلاع کا سب سے واضح اور روشن ذریعہ سائنٹس کی عمر کو پہنچ جانا اور بڑھاپے کا آ جانا ہے کہ جس کے بعد حجت ختم ہو جاتی ہے۔ کما قال تعالیٰ اَوَلَمْ نَعْبَدْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرُ وَفِيْهِ مَنْ تَذَكَّرُ وَجَاءَكُمْ السَّيْذِیُّ۔

بہر حال تنبیہ کا فقط ایک ذریعہ نہیں بیت سے ذرائع سے موت کی تیاری کر سکتا ہے۔ پھر یہ خیال کرنا چاہیے کہ حضرات انبیاء کرام اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں معصوم ہیں ان کی مغفرت قطعی اور یقینی ہے اور ہم گنہگار و ناجار و نالائق و ناجہار تو سراپا جرم و قصور ہیں تو تیاری میں کوئی کسر ہی نہ چھوڑنی چاہئے جس قدر ممکن ہو توبہ اور استغفار کریں اور یہ دعا رکھ لیں۔
فَاِطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيٌّ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوْفِیْیْ
مُسْلِمًا وَ الْحَقِّیْ بِالْمَلٰٓئِکِیْنَ اٰمِیْنْ یٰ اَرْبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(۲) واقعہ قرطاس

واقعہ قرطاس کے متعلق حضرات شیعہ فاروق اعظم پر طعن کرتے ہیں کہ آخری وقت میں پیغمبر خدا کو وصیت کرنے سے منع کیا اور کاغذ نہ لکھنے دیا اس طرح آپ کی نافرمانی اور حکم عدلی کی

جواب

یہ ہے کہ اس حکم مخاطب خاص حضرت عمرؓ تھے بلکہ تمام حاضرین حجرہ سے کاغذ قلم دوات لانے کو فرمایا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ حجرہ نبوی کے حاضرین اکثر حضرات اہل بیت ہی تھے جن میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی تھے اگر حضرت عمرؓ کاغذ اور قلم دوات نہیں لائے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کو کس نے منع کیا تھا، جب حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی کاغذ و قلم دوات نہ لائے تو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ کی بھی یہی رائے تھی کہ جو حضرت عمرؓ کی تھی کہ اسی تکلیف اور بیماری کی شدت میں حضورؐ پر نور کو تکلیف نہ دی جائے، پس اگر یہ حکم و جواب اور فریضیت کے لئے تھا تو تمام حاضرین گنہگار اور فرمان نبوی کے مخالف ہوئے حضرت عمرؓ کی کیا خصوصیت کہ جو خاص انہی کو مورد طعن بنایا جائے۔

نیز اس گفتگو کے بعد۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانچ روز اس عالم میں تشریف فرما ہے نہ تو حضورؐ نے دوبارہ کاغذ قلم دوات حاضر کرنے کا حکم دیا اور نہ حضرات اہل بیت اور دیگر اصحاب میں سے کسی نے اس بارہ میں کچھ عرض کیا، معلوم ہوا کہ یہ کوئی امر واجب نہ تھا در نہ حضورؐ پر نور خود ضرور کھواتے بقولہ تعالیٰ۔ **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ**۔ اور حضرت امیر بھی ان پانچ دن میں کسی نہ کسی وقت کاغذ قلم دوات لاکر اس امر و جوابی کی تعمیل کر لیتے اور نافرمانوں کے زمرہ میں نہ رہتے۔ حضرت عمرؓ حجرہ نبوی کے دربان پاسبان تو نہ تھے کہ کوئی شخص بغیر حضرت عمرؓ کی اجازت کے کاغذ و قلم لاکر لکھوانہ سکے حضرت عمرؓ کی یہ گزارش اسی تھی جیسے حضرت علیؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ میں صلح نامہ میں سے لفظ رسول اللہؐ ماننے کو کہا مگر حضرت علیؓ نے نہ مانا پس حضرت علیؓ کا یہ حکم نہ ماننا صورتہ اگرچہ عصیت ہو مگر درحقیقت کمال محبت اور کمال عظمت ہے جس پر ہزاروں طاعتیں قربان ہیں۔

اور حضرت عمرؓ کا یہ فرمان کہ **خُذْنَا كِتَابَ اللَّهِ**۔ ہمیں قرآن کافی ہے اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ ہمیں حدیث کی حاجت نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے جس میں تمام ضروری امور

بتلا دیئے گئے ہیں، اب دین کا کوئی تازہ حکم باقی نہیں رہا غالباً آپ کو بمقتضائے شفقت یہ اندیشہ ہے کہ ہم آپ کے بعد گمراہی میں نہ مبتلا ہو جائیں یعنی ہمارے دین میں غلط نہ واقع ہو جائے حضرت عمرؓ نے ازراہ محبت و شفقت عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ اس بیماری میں تکلیف نہ برداشت فرمائیے کتاب اللہ ہم کو گمراہی سے بچانے کے لئے کافی ہے پس حضرت عمرؓ کی یہ گزارش عین محبت اور عین خیر خواہی ہے معاذ اللہ نافرمانی اور حکم عدوی نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے متعلق کوئی تحریر لکھوانا چاہتے تھے تو ہم یہ عرض کریں گے کہ دو مال سے خالی نہیں یا تو ابو بکرؓ کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے یا حضرت امیرؓ کی بصورت اول تو خود ہی اُن حضرت نے اس کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا اور یہ فرمایا کہ یا بی اللہ والو! منون الا ابابکر۔ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان سوائے ابو بکرؓ کے کسی خلافت کو قبول ہی نہیں کریں گے، اس معاملہ کو آپ نے حق تعالیٰ پر اور پھر مسلمانوں کی اجماع اور اتفاق پر چھوڑ دیا اور اگر حضرت علیؓ کی خلافت لکھوانا منظور تھی تو حضرات شیعہ کے نزدیک اس کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ اس واقعہ سے پہلے ہزاروں ہزار لوگوں کی موجودگی میں غدیر خم کے میدان میں حضرت علیؓ کی ولایت کا خطبہ فرمادیا تھا اور حضرت امیرؓ کو ہر مؤمن اور مؤمنہ کا مولا بنا دیا تھا۔ اور یہ قصہ تمام دنیا میں مشہور ہو گیا تھا پس اس شہرت اور تواتر اور اعلان عام کے بعد ایک خانگی نوشتہ کی جو ایک مختصر سے حجرہ میں چند اہل بیت کے سامنے ہو کیا ضرورت ہے۔

(۳) امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

مرض الوفا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبرؓ کو نماز کا امام مقرر کرنا احادیث صحیحہ ثابت ہے اور شیخ بلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت علیؓ اور عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم نے علیہ علیہ روایت کیا ہے۔ آھ

صحیح بخاری میں ہے کہ عائشہ صدیقہ نے تین بار اٹھ کر کیا مگر باوجود اس کے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے کہ ابو بکر کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں اور بے شمار احادیث سے ثابت ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس امر کی تاکید و تاکید فرمائی کہ نماز کا امام ایسے شخص کو مقرر کریں کہ جو علم اور قرأت اور ورع اور تقویٰ میں سب سے فائق ہو اور حضرات شیعہ کے نزدیک تو سوائے افضل اور اشرف کے کسی کو امام بنانا جائز ہی نہیں۔

اب ان ارشادات کے بعد یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی جگہ ابو بکر کو امام مقرر کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ حضور کی نظر میں ابو بکر ہی سب سے زیادہ اَعْلَمُ اور اَتْقٰی تھے، جیسا کہ تمام مفسرین کا اجماع ہے سورہ لیل کی یہ آیتیں وَسَيَجْزِيهَا
الْأَتْقٰی اِنَّمَا ابُو بَكْرٍ صَدِيقِي کے بارے میں نازل ہوئی اور اس آیت میں اتقی سب سے زیادہ اتقی اور پرہیزگار ہے ابو بکر مراد ہیں اور قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ
اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ حضرات شیعہ تبلا میں کہ اگر حضرت ابو بکر کا فرقہ یا فاسق تھے یا منافق تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کیوں امام بنایا اور بعض نمازوں میں کیوں ان کی اقتدار کی اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت امیر مومنین اور حضرت عثمان کے پیچھے کیوں

نمازیں پڑھتے رہے، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں،

وَالْمَقْصُودُ اَنْ رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ اَبَا بَكْرًا مَّا

لِلصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ فِي الصَّلَاةِ اَتَى هِيَ

اَكْبَرُ اَرْكَانِ الْاِسْلَامِ الْعَمَلِيَّةِ قَالَ

الْشَّيْخُ ابُو الْحَسَنِ الْاَشْعَرِيُّ وَتَقْدِيمُهُ

لِدَا اَمْرٍ مَعْلُومٍ بِالضَّرُورَةِ مِنْ دِيْنِ الْاِسْلَامِ

قَالَ وَتَقْدِيمُهُ لِدَا دَلِيلٍ عَلَى اَنْهُ عِلْمٌ

مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صدیق اکبر کو تمام صحابہ کا امام مقرر کیا کہ ان کو

نماز پڑھائیں اور ظاہر ہے کہ اسلام کے ارکان عملیہ

میں سب سے بڑا رکن نماز ہے امام ابو الحسن اشعری

فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ میں ابو بکر امامت کیلئے

مقدم کرنا اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ابو بکر تمام

صحابہ سے علم اور فضل میں بڑھے ہوئے ہیں یعنی

الصحابۃ و اقراہم لما ثبت فی
الخبر المتفق علی صحۃ بین العلماء
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال یوم القوم اقراہم الكتاب للہ
فان كانوا فی القراءۃ سواء فاعلمهم
بالسنۃ سواء فاکبرہم سنا فان كانوا
فی السن سواء فاقدّمہم مسلماً (اسلاماً)
قلت وهذا من کلام الاشعری رحمہ اللہ
متا یبغی ان یتکتب ببناء الذہب
ثم قد اجتمعت ہذا الصفات کلہا
فی الصدیق رضی اللہ عنہ وارضاه
۵

سب سے افضل ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ قوم کی امت
وہی شخص کرے جو کتاب اللہ کا سب سے زیادہ
عالم ہو اور اگر کتاب اللہ کے علم میں سب برابر ہوں
تو پھر وہ شخص امامت کرے کہ جو سنت نبوی
کا سب سے زیادہ عالم ہو اور اگر علم سنت میں سب برابر ہوں
تو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ
مسلمان بوڑھے سے شرف مانتا ہے اور اگر عمر میں بھی برابر
ہوں تو جو اسلام لانے میں مقدم ہو وہ امامت کرے
اور اس حدیث کی صحت پر تمام علماء کا اتفاق ہے جانظ
ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام اشعری کا یہ کلام آب زرعے کھنے
کے قابل ہے اور ابو کبیر صدیق تو ان تمام صفات کے جامع تھے

حضرت شیعہ کو اس امر کا اقرار ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
حجرہ مبارکہ میں برابر آمد و رفت رکھتے تھے مگر آپ نے سوائے ابو بکر کے کسی اور شخص کو امامت
کا حکم نہیں دیا۔

صحابہ کرام نے اس امامت سے صدیق اکبر کی خلافت پر استدلال کیا اور ابن عساکر نے علی کرم
اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضور پر نور نے ابو بکر کو امامت کا حکم دیا اور ہم موجود
تھے۔ غائب نہ تھے اور تندرست تھے اور بیمار نہ تھے پس جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے دین کے بارے میں ہمارا امام بنانا پسند کیا ہم اس کو دنیا کے معاملہ میں اپنا امام بنانا کیوں پسند کریں
نیز ان حضرات کا اپنے آخری خطبہ میں صدیق اکبر کے درجے کے سوا تمام درجوں کے بند کرنے

کام دنیا وغیرہ وغیرہ یہ سب ابو بکر صدیق کی انصافیت اور ان کی خلافت کے اثرات تھے جو اہل نظر کے نزدیک عبارات اور تصریحات کے قائم مقام ہیں۔

(۴) ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شبہ یہ ہے کہ مسند احمد میں سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے
 امر رسول اللہ ﷺ علیہ
 وسلم لبسہ الابواب الشارعة فی
 المسجد وترك باب علی مسند ص ۱۴۵
 مرفوع حضرت علی کا دروازہ چھوڑ دیا۔
 مسند کی یہ روایت صحیحین کی روایت کے معارض ہے کہ جس میں یہ تصریح ہے کہ سوائے
 ابو بکر کے تمام دروازے اور دریکے بند کر دئے جائیں۔

جواب یہ ہے

کہ مسند احمد کی روایت صحیحین کی روایت کے ہم تہ نہیں اور اگر بالفرض مسند احمد کی روایت
 صحیح بھی ہو تو صحیحین کے حدیث سے منسوخ ہوگی اس لئے کہ وہ مرض الوفا کے زمانہ کا حکم ہے
 جو آخری حکم ہے اور حضرت علی کے متعلق جو حکم ہے وہ سابق حکم ہے یہ اس وقت کا حکم ہے کہ جب مسجد
 تعمیر ہو رہی تھی اور حضرت علی مسجد کی طرف کے دروازہ سے آتے اور جاتے اور نکلتے تھے اور یہ کلمہ کہ
 سوائے ابو بکر کے مسجد کی طرف کے تمام دریکے بند کر دئے جائیں یہ حکم وفات سے تین روز پہلے
 کا ہے اور آخری حکم سابق حکم کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔

(۵) مدت امامت ابی بکر رضی

امام زہری ابو بکر بن ابی سبرہ سے راوی ہیں کہ صدیق اکبر نے لوگوں کو سترہ نمازیں پڑھائیں اور
 بعض کا قول یہ ہے کہ بیس نمازیں پڑھائیں واللہ اعلم لہ
 (عاشیہ گلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے)

علامہ سہلی فرماتے ہیں کہ حسن بصری کی ایک مرسل روایت میں یہ آیا ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس دن بیمار رہے جن میں سے نو دن ابو بکر نے لوگوں کو نماز پڑھائی پھر اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دسویں دن اسامہ اور فضل بن عباس کے ہمارہ سے مسجد میں تشریف لے گئے اور ابو بکر کے پیچھے نماز ادا کی اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث غریب ہے ۵۲۔

(۶) تاریخ وفات

اس پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دو شنبہ کے دن ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی لیکن اختلاف اس میں ہے کہ جس دن حضور پر نور روحی فدا کی وفات ہوئی اس دن کو کنسی تاریخ تھی مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی لیکن اس میں اشکال یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں آپ کا وقت عرفات بالاتفاق جمعہ کے دن تھا جس سے معلوم ہوا کہ ذی الحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کے دن تھی اور ذی الحجہ کی پہلی تاریخ غشبہ کو تھی تو ایسی صورت میں سال آئندہ میں دو شنبہ کو بارہویں ربیع الاول نہیں ہو سکتی خواہ تینوں مہینے یعنی ذی الحجہ اور محرم اور صفر تیس تیس دن کے مانے جائیں یا انیس انیس کے یا بعض تیس کے اور بعض انیس کے اسی اشکال کی بنا پر بعض علمائے تاریخ وفات تیرہویں ربیع الاول مانی ہے اور بعض نے چودھویں اور بعض نے پندرہویں اور بعض نے سکوت کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن رجب نے لطائف المعارف میں لکھا ہے اور بعض علمائے یہ کہا ہے

۱۔ مدیحا شیعہ (پچھلے کا ہے) اہل عبارت یہ ہے۔ قال الزہری عن ابی بکر بن ابی سبرۃ ان ابابکر صلی بہم سبع عشرة صلاة وقال غیر عشرين صلاة واللہ۔ کذا فی البدایہ والنہایہ ص ۲۳۵
۲۔ مدیحا شیعہ ہذا روایت کی اہل عبارت یہ ہے۔ وفی مراسیل الحسن البصری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض عشراً ایاماً ابوبکر بالناس تسعة ایام منها ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم العاشر نہابہادی مہین رحلین اسامہ والفضل بن عباس حتی صلی خلف ابی بکر رواہ الدارقطنی فی هذا الحديث انما مرض عشراً ایاماً وهو غریب کذا فی الروض اللات

کہ ممکن ہے کہ مکہ اور مدینہ کی تاریخوں میں اختلاف مطلع کی وجہ اختلاف ہو اور مدینہ منورہ میں صبح الاول کی پہلی تاریخ پچھنبہ کو ہوتی ہو تو دو شنبہ کو بارہویں صبح الاول ہوگی واللہ اعلم مزید تفصیل اگر درکار ہو تو فتاویٰ مولانا عبدالحی کھنوی قدس اللہ سرہ کی جلد سوم ملاحظہ کریں۔

فائدہ علمیہ (۱)

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بخاری کی یہ روایت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ کے دن صبح کی نماز میں شریک نہیں ہو سکے اور قدرت سزا ہونے کے باعث آپ واپس ہو گئے اس لئے کہ بخاری کے لفظ یہ ہیں وارضی البنی صلی اللہ علیہ وسلم الحجاب فلم یقدر علیہ حتی مات امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں شریک ہوئے۔ مگر یہ راوی کا وہم ہے، اس لئے کہ بخاری و مسلم کی روایتوں میں اس کی تصریح ہے کہ آپ صبح کی نماز میں شریک نہیں ہوئے، راوی کو گزشتہ نماز ظہر کی شرکت کا القباس ہو گیا۔ آخری نماز جو آپ نے مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی وہ جمعرات کے دن ظہر کی نماز تھی جس کے بعد آپ نے خطبہ دیا تھا اور اس کے بعد جمعہ اور ہفتہ اور اتوار تین دن گزرے کہ آپ مسجد میں تشریف نہیں لاسکے، دو شنبہ کے روز صبح کے وقت حجرہ شریفہ سے سیر آدھ ہوئے مگر قدرت نہولی اور واپس ہو گئے۔

اور حسن بصری کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس روز بیمار رہے اور ابو بکر نے نو دن لوگوں کی امامت کی۔

فائدہ (۲)

دنیا سے رخصت ہوتے وقت پیغمبر خدا کا کسی کو اپنی جگہ امام مقرر کرنا اپنے مصالے پر اس کو کھڑا کر دینا ایسا ہے جیسا کہ کوئی بادشاہ کسی کو اپنے تخت پر ٹھیل کر کہیں چلا جھٹے۔ پیغمبر خدا کی نماز

کا بوریا تحت شاہی سے کہیں بالا اور برتر ہے، اس لئے آپ کی وفات کے بعد صحابہ نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی دین و دنیا کا اُن کو امام اور مادی اور ملجا بنایا۔ کیونکہ جس طرح نبی کا امت سے افضل ہونا ضروری ہے، اسی طرح نبی کا خلیفہ اور جانشین وہی ہو سکتا ہے جو سب سے افضل ہو، فضلیت اور خلافت نبوت میں تلازم ہے خلافت راشدہ۔ نبی کی جانشینی ہے کوئی دنیاوی ولی عہدی نہیں اس لئے صحابہ نے جس کو سب سے افضل سمجھا اس کو اُن حضرت کا خلیفہ بنایا۔

فائدہ (۳)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق اکبر حضور پر نور کی اخیر حیات تک امام رہے اور شیعوں کا یہ کہنا کہ حضور نے ان کو امامت سے معزول کر دیا تھا بالکل غلط ہے۔

(۴) سقیفہ بنی ساعدہ اور بیعت خلافت

دوشنبہ کے روز دوپہر کے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی سنتے ہی تمام صحابہ کے ہوش اُڑ گئے اور تہلکہ عظیم برپا ہو گیا بعضوں کو تو یہ خیال ہو گیا کہ حضور پر نور نے ابھی انتقال ہی نہیں فرمایا، یہ خیال فرط محبت کے سبب سے تھا نہ کہ نا فہمی کی وجہ سے صدیق اکبر یہ خبر قیامت اثر سنتے ہی انتہاؤں و خیزان و نالان و گریاں پہنچے اور صحابہ کو تسلی دی۔

شام کے وقت ایک شخص نے ابو بکر کو اگر یہ خبر دی کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں مجتمع ہیں۔ اور سعد بن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں اور بعض انصار یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر قریش میں سے، انصار کا گمان یہ تھا کہ استحقاق خلافت انصار کو ہے اس لئے کہ انصار نے دین کی مدد کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں ٹھہرایا اور آپ کے ساتھ ہر کرا عدا اللہ سے جہاد و قتال کیا بعضوں نے اس کی مخالفت کی باہم بحث و تکرار

ہونے لگی۔

رفتہ رفتہ اس امر کی اطلاع ابو بکر و عمر کو پہنچی یہ دونوں بزرگ مع ابو عبیدہ بن الجراح اس اختلاف کی روک تھام کے لئے سقیفہ کی طرف چلے مبادا کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے عامم بن عدی اور عویم بن ساعدہ سے ملاقات ہو گئی۔ عامم اور عویم نے ان کو وہاں جانے سے روکنے کا قصد کیا۔ لیکن یہ نہ رُکے اور جس قدر جلد ممکن ہو سکا سقیفہ میں جہاں انصار مجتمع تھے جا پہنچے اور باہم مباحثہ ہونے لگا۔

جب حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سقیفہ میں پہنچے تو حضرت سعد بن عبادہ وہاں موجود تھے کبیل اور رھے ہوئے بیٹھے تھے۔ مرثیہ تھے انصار اُن کو اُن کے مکان سے نکال کر لائے تھے تاکہ اُن کو امیر بنائیں۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تقریر

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء کے بعد یہ فرمایا:

اما بعد۔ ہم انصار یعنی دین اسلام کے مددگار ہیں اللہ شکر	اما بعد۔ فمحن الانصار و کتیبۃ
اسلام ہیں اور تم اے گروہ ہاجرین تم ہم میں ایک	الاسلام و انتما یا معشر
قلیل جماعت ہو یعنی تم اقلیت ہو اور ہم اکثریت	قریش رہط بینا و قد دفت
میں ہیں) اللہ تحقیق تمہاری قوم کی ایک قلیل جماعت ہمارے	الینا دافۃ من قومکم فاذا ہم
میں پناہ گیر ہوئی اور اب وہ ہم سے ہمارا حق خلافت	یریدون ان یغصبونا الاصر
	ہم سے غصب کرنا چاہتے ہیں۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ سعد بن عبادہ نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا:

یا معشر الانصار لکم سابقۃ و فضیلۃ اے معشر انصار۔ تم کو دین اسلام کے بارے میں ایسی
لیست لاحد من العرب ان محمداً سبقت اور فضیلت حاصل ہے جو عرب میں سوائے

صلی اللہ علیہ وسلم لبث فی قومه
بعض عشرة سنة يدعوهم فبا امن
بہ الا لقلیل ما کانوا یقدرون علی
منعه ولا علی اعزاز دینهم ولا
علی دفع ضیم حتی اذا اراد اللہ
بکم الفضیلة ساق الیکم الکرامة
ورزقکم الا یمان بہ وبرسولہ
والمنع لہ ولا صحابہ ولا عزار لہ
ولدینہ والجهاد لا عداۃ فکنتم
اشد الناس علی عدوہ حتی استقامت
العرب لا مرانہ طوعاً وکرہاً واعطی
البعید المقادۃ صاعراً فدانتم
لرسولہ باسیافکم العرب
وتوفاه اللہ وهو عنکم راض
قریر العین۔ استبدوا بهذا الامر
دون الناس فانه لکم دونہم
۱۵

تمہارے کسی کو حاصل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم انہی قوم میں تیرہ برس اسلام کی دعوت دیتے رہے
مگر اس مدت میں بہت تمہارے لوگ آپ پر ایمان لائے
جن میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہ آپ کی حفاظت کر سکتے اور
ندان میں آپ کے دین کو عزت دینے اور سر بلند کرنے
کی طاقت تھی ایمان تک ان میں یہ بھی طاقت نہ تھی
کہ کسی دشمن کے ظلم کو اپنے سے ہٹا سکیں حق جل و علا
نے جب تم کو فضیلت دینا چاہی تو عزت و کرامت
کا سامان تم تک پہنچایا اور تم کو ایمان لانے کی توفیق
دی اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اور آپ کے اصحاب
کی حفاظت تم سے کرائی اور اپنے دین کی عزت تم سے
کرائی اور خدا کے دشمنوں سے تم نے جہاد کیا اور خدا کے
دشمنوں پر تم سب سے زیادہ سخت ثابت ہوئے یہاں
تک کہ تمام عرب حکم خداوندی کے سامنے جھک گیا اور
درد والوں نے بھی مجبور و مقہور ہو کر گردن ڈال دی اور
تمہارے تلواروں سے تمام عرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا فرمانبردار بنا اور پھر اللہ نے اپنے نبی کو وفات دی

اور حضور پر پور نے جس وقت دنیا سے رحلت کی تو وہ تم سے راضی تھے اور آپ کی آنکھیں تم سے ٹھنڈی

تھیں پس تم ہی اس منصب خلافت کو حاصل کرو یہ تمہارے حق ہے اور ان کا نہیں۔

عاصرین نے اس تقریر کو بہت پسند کیا اور ہر طرف سے تحسین کی صدا بلند ہوئی۔ تقریر ختم ہونے

کے بعد پھر اس مسئلہ پر بحث شروع ہوئی اور مہاجرین نے اس پر اعتراض کیا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین اصحاب ہیں کہ آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے اور آپ کا قبیلہ اور گروہ ہیں اور آپ کے ساتھ ہجرت کی یعنی خویش اور اقارب اور وطن سب کو خیر باد کہہ کے یہاں آئے اس پر بعض انصار نے یہ کہا کہ بہتر یہ ہے کہ دو امیر ہوں ایک مہاجرین میں سے اور ایک انصار میں سے اور دونوں امیر باہم صلاح و مشورہ سے خلافت کا کام انجام دیں سعد بن عبادہ نے سنتے ہی کہا کہ یہ پہلی کمزوری ہے

حضرت عمرؓ نے چاہا کہ کچھ بولیں مگر صدیق اکبرؓ نے ان کو یہ کہہ کر رکھی رسلک۔ اے عمرؓ ہر خاموش کر دیا حضرت عمرؓ کو کہ صدیق اکبرؓ کو ناراض کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے بیٹھ گئے اور صدیق اکبرؓ نے تفسیر یہ شروع فرمائی۔

صدیق اکبر کی تقریر

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد یہ فرمایا۔

ان الله قد بعث فينا رسولا شهيدا
على امة ليعبدوه و يوحدوه
وهم يعبدون من دونه الهة
مشتى من حجر و خشب فعظم على
العرب ان يتركوا دين اباؤهم
فخص الله المهاجرين الاولين من
قومه بتصديقهم و المواساة لهم
و الصبر معهم على شدة اذى
قومهم و يكذبهم اياه و كلانا
لهم مخالف زار عليهم فلم يستوحشوا

تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا کہ جو امت
کی نگرانی کرے تاکہ لوگ ایک اللہ کی عبادت کریں اللہ
یہ لوگ آپ کی بعثت سے پہلے پتھر اور لکڑی کے بنائے
ہوئے بتوں کی پرستش کرتے تھے عرب کو اپنے آبائی
دین کا چھوڑنا بہت شاق اور گراں ہوا پس حق جل
شانه نے آپ کی قوم میں سے مہاجرین اولین کو توفیق
خاص عطا فرمائی کہ سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی
اور سب سے پہلے آپ کی خدمت کی اور آپ کے عملگزار بنے
اور قوم کی طرف سے جو سختی سے سخت اندامیں پہنچیں
پہنچیں ان پر صبر کیا حالانکہ اس وقت تمام لوگ ان کے

لقلۃ عددہم وشنفت الناس لہم
فہم اول من عبد اللہ فی ہذا
الارض وامن باللہ وبالرسل
وہم اولیاءک وعشیرتک و احق
الناس بہذا الامر من بعدک لا
ینازعہم الا ظالم وانتم یا معشر
الانصار من لا ینکر فضلہم فی
الدین ولا سابقتہم فی الاسلام
رضیکم اللہ انصار الدین ورسولہ
وجعل الیکم ہجرة فلیس بعد المہاجرین
الا ولین عندنا بمنزلتکم
فنحن الامراء و انتم الوزراء
لا تقاؤنون بمشورۃ ولا تقضی
دونکم الامور

مخالف تھے مگر باوجود قلت تعداد کے لوگوں کی دشمنی
سے گھبراتے نہیں اور اس حالت میں آپ کا ساتھ نہیں
چھوڑا پس مہاجرین اولین۔ تمام لوگوں میں سب سے
اول ہیں جنہوں نے روئے زمین پر اللہ کی عبادت
کی واللہ اور اس کے رسول پر سب سے پہلے ایمان لائے
اور یہی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء اور
عشیرہ ہیں یعنی آپ کے قرابت دار اور کنبہ دار ہیں اور
یہی لوگ آپ کے بعد امر خلافت کے سب سے زیادہ
مقدار میں اس معاملہ میں سوائے ظالم کے کوئی ان
سے نہیں جھگڑ سکتا اور اے گروہ انصار۔ تمہاری
نفیلت اور دین اسلام میں سبقت کا کسی کو انکار نہیں
اللہ تعالیٰ نے تم کو پسند کیا کہ اپنے رسول کا اور اپنے
دین کا انصار یعنی معین و مددگار بنائے اور اپنے
رسول کو تمہاری طرف ہجرت کرائی پس مہاجرین اولین

کے بعد ہمارے نزدیک تمہارا ہی مرتبہ ہے کسی اور شخص کا نہیں پس ہم امیر ہیں اور تم ہمارے وزیر
ہو بغیر تمہارے مشورہ کے امور انجام نہیں دیئے جائیں گے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ صدیق اکبر نے انصار کے جواب میں یہ فرمایا:

ما ذکرتم من خیر فانتم اهل
وما تعرف العرب هذا الامرا لا
لهذا الحی من قریش ہم اوسط العرب

اے گروہ انصار تم نے جو اپنے محبان اور فضائل بیان
کئے بے شک تم اس کے اہل ہو لیکن اہل عرب اس امر
خلافت کو سوائے قبیلہ قریش کے کسی اور کے لئے قبول

نسباً و دارا بخاری شریف ص ۱۱۱ نہیں کریں گے کیونکہ قبیلہ قریش۔ باعتبار حسب و نسب
کتاب المحاربین۔ کے اور باعتبار مکان کے سب سے افضل اور برتر ہے۔

صدیق اکبر کا مطلب یہ تھا کہ خلیفہ اسی قوم سے ہونا چاہیے کہ جن کی سرداری اور شرفیت حبشی و
نسبی لوگوں میں مسلم ہوتا کہ لوگ اس کی امارت پر متفق ہو سکیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری سے
عذر محسوس کریں کیونکہ جب تک کسی قسم کی شرافت اور برتری اور نزرگی مسلم نہ ہو، اس وقت تک لوگ
اطاعت پر آمادہ نہیں ہوتے بلکہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں صدیق اکبر کا منشاء یہ تھا کہ قریش کی فضیلت
اور برتری تمام عرب میں مسلم ہے اور اس اور خنجر راج کو خاص عزت و وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے
اس لیے اگر انصار میں سے کسی کو امیر بنایا گیا تو قبائل عرب اس کی اطاعت پر آمادہ نہیں ہوں گے اور ملک
کے عام باشندے ان کی امارت پر متفق نہ ہوں گے اور خلافت اور امارت کے لئے سب سے اہم اور
ضروری امر یہ ہے کہ لوگ امیر سے راضی ہوں اور اس کی امارت پر مجتہد اور متفق ہوں۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ صدیق اکبر نے انصار کو مخاطب بنکر یہ کہا :

یا معشر الانصار انا والله ما ننکر
فضلکم ولا بلائکم فی اسلام ولا حکم
الواجب علیا ولكن قد عرفتم ان
هذا الی من قریش بمنزلۃ من
العرب فلیس بها غیرہم وان العرب
لن یجتمع الا علی رجل منهم فنحن
الامراء وانتم الوزراء فانقوا الله
ولا تصدوا الا لاسلام ولا تكونوا
اول من احدث فی الاسلام الا
وقدر ضیبت لکمما حدھذین

اے گروہ انصار خدا کی قسم ہم تمہاری فضیلت اور
اسلام کی خدمت اور اعانت اور تمہارے حق واجب کے
منکر نہیں بلکہ تم خوب جانتے اور پہچانتے ہو کہ قبیلہ
قریش کو عزت و وجاہت کا جو مرتبہ ملک عرب میں
حاصل ہے وہ کسی دوسرے قبیلہ کو حاصل نہیں اور عرب
کے باشندے سوائے قبیلہ قریش کے کسی اور شخص کی
امارت پر متفق نہیں ہو سکتے اور بخیر ملک کے اتفاق کے
کارخانہ حکومت کا نہیں چل سکتا، اس لئے قریش امرا
ہوں گے اور انصار وزراء ہوں گے پس اے انصار
اللہ سے ڈرو اور اسلام میں سب سے پہلے بدعت جاری

الوجلین لی۔ ای عمرو ولا بی عبیدۃ
 فلیہما با یعتم فہو لکم ثقۃ الحدیث

کرنے والے تم نہ بنو اور میری رائے یہ ہے کہ خلافت
 اس امارت کے لئے یہ دو آدمی پسندیدہ ہیں ایک عمر اور

ایک ابو عبیدہ۔ ان میں سے جس کے ہاتھ پر

بھی بیعت کر لو گے وہ تمہارا قابل وثوق اور قابل اطمینان امیر ہوگا۔

صدیق اکبر کی اس تقریر دل پذیر کے بعد جناب بن المنذر بن الجموح کھڑے ہوئے اور کہا کہ
 مناسب یہ ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے صدیق اکبر نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ الایمۃ من قریش ہے خلفاء اور امراء قریش میں ہوں گے۔

علامہ قاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور چالیس صحابہ سے مروی ہے، کذا فی شرح
 شامی للعلامة القاری - ۷۲

محمد بن اسحق راوی ہیں کہ صدیق اکبر نے اس وقت یہ فرمایا:

انہ لا یجل ان یکون للمسلمین
 میدان فاند، مہمایکن ذلکم
 یختلف امرہم واحکامہم و
 تتفرق جماعتہم ویتنازعون فیما
 بینہم ہنالک تتقرول السنۃ و
 تظهر البدعۃ وتعظم الفتنة و لیس
 لاحد علی ذالک صلاح وان هذا لا
 فی قریش ما اطاعوا اللہ واستقاموا
 علی امرہ قد بلغ کم ذالک وسمعوا
 عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تحقیق یہ امر بالکل ردائیں کہ مسلمانوں کے دو امیر ہوں
 اس سے مسلمانوں کے امور اور احکام میں اختلاف پیدا
 ہوگا اور جماعت میں تفرقہ پڑ جائے گا اور آپس میں جھگڑے
 کھڑے ہو جائیں گے اور اس وقت سنت تو متروک
 ہو جائے گی اور بدعت ظاہر ہو جائے گی اور ایک عظیم
 فتنہ برپا ہوگا۔ اس میں مسلمانوں کی خیر نہیں اور یہ امر خلافت
 قریش میں رہے گا جب تک قریش اللہ کی اطاعت
 کریں اور اس کے حکم پر قائم رہیں اور یہ حدیث تم کو پہنچ
 چکی ہے یا تم خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سن
 چکے ہو آپس میں نزاع نہ کرو ورنہ بدل ہو جائے گا اور تمہاری

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رَیْجُکُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ
 ہوا خیر ہی ہوگی صبر کرو اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں
 کے ساتھ ہے پس ہم امیر ہیں اور تم ہمارے ذریعہ ہو
 فَمَنْ اَکْثَرَ مِنَ الْاَمْرِ دَانَتْهُمُ الْوِزْرُ اِخْوَانَا
 دینی بھائی ہو اور دین میں ہمارے معین اور
 فِی الدِّیْنِ وَالْاَنْصَارِ مَا عَلَیْہِمْ شَیْءٌ مَّدَدًا گارہو۔

فاروق اعظم بوسے افسوس۔ دو ملواریں ایک نیام میں نہیں سہا تیں اور ایک عورت کے دو شوہر
 نہیں ہوتے یعنی ایک سلطنت کے دو امیر کیسے ہو سکتے ہیں۔ فاروق اعظم کا جواب عقلی تھا اور مصدق
 اکبر کا جواب نقلی تھا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صریح ارشاد نقل کر دیا اور بشیر بن سعد انصاری نے کہا
 کہ میں نے بھی یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور دیگر انصار اور مہاجرین نے بھی اس حدیث کی
 تصدیق کی۔ جناب بن منذر وغیرہ جو انصار کی خلافت پر مصر تھے۔ اس حدیث کے سنتے ہی ان کا بھی
 خیال بدل گیا اور مجمع میں جو مارت کی بابت شوہر غل برپا تھا وہ پلچخت دفع ہو گیا سب کے سب
 ایک خاموشی کے حالت میں ہو گئے۔

زید بن ثابت کاتب الوحی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اس لئے
 آپ کا خلیفہ مہاجرین میں سے ہو گا جس طرح ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخوان و انصار رہے اسی طرح ہم
 خلیفہ رسول کے انصار اور مددگار بن کر رہیں گے اور پھل پوکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ یہ تھا کہ خلیفہ ہیں ان سے بیعت کرو۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا اعتراف

قال الامام احمد حدثنا عفان ثنا امام احمد بن حنبل ابی مسند میں راوی ہیں کہ جب آنحضرت
 ابو عوانہ عن داود بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوا ہو گیا تو ابو بکر صدیق اس وقت

۱۔ بکنر اعمال ج ۳، ص ۱۳۱ - ۱۳۲۔ فاروق اعظم کا یہ کلام سیرت حلبیہ میں مذکور ہے، اہل عبارت یہ ہے وہی
 روایت (امی عن عمر) قلت سیفان فی عمد واحد لا یكونان ہیہات لا یجتمع فخلان
 فی مغرس کذا فی السیرۃ الحلیبہ ص ۲۵۵ وقع فی حدیث سالم بن عبید عند البزار
 وغیرہ فی قصۃ الوفات فقالت الانصار منا امیر ومنکم امیر فقال عمر و اخذ
 بید ابی بکر۔ اسیفان فی عمد واحد لا یصلحان الخ کذا فی سنن الباری ج ۲،
 مناقب ابی بکر

عن حمید بن عبد الرحمن قال توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر فی صائفة من المدینة قال فجاء فکشف عن وجهه فقبله وقال فذاک ابی وای ما اطیل حیا و میتا مات محمد و رب الکعبین فند کر الحدیث قال فانطلق ابو بکر و عمر یعاد ان حتی اتوهم فتکلم ابو بکر فلم یترک شیئا نزل فی الانصار الا ذکرہ قال ولقد علمتم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو سلك الناس وادی سلكت الانصار وادی سلكت وادی الانصار لقد علمت یا سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال - وانت قاعد قریش ولایة هذا الامر خیر الناس تبع لبرهم و فاجرهم تبع لفاجرهم فقال له سعد صدقت یحیی الوزراء و انتم الامراء -

اپنے گھر تھے فوراً آئے اور آپ کے چہرہ نور سے چادر مبارک اٹھائی اور بوسہ دیا اور صحابہ کرام کو تسلی دی، بعد میں جب یہ خبر ملی کہ انصار سقیفہ میں جمع ہیں تو ابو بکر و عمر نیزی کے ساتھ انصار کے مجمع میں پہنچے اور ابو بکر نے کلام کیا۔ انصار کے فضائل و مناقب میں جو کچھ بھی نازل ہوا تھا ابو بکر نے ان میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس کا اس مجلس میں ذکر اور بیان نہ کیا ہو اور یہ کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اگر لوگ ایک وادی سے چلیں اور انصار دوسری وادی سے چلیں تو میں انصار کی وادی سے چلوں گا اور خدا کی قسم اسے سعد تم کو خوب معلوم ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ تم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے یہ فرمایا کہ قریش ہی اس امر خلافت کے والی اور متولی ہوں گے، ان میں سے اچھے اچھوں کے تابع ہیں اور برے برے کے تابع ہیں سعد بن عبادہ نے ابو بکر سے کہا کہ تم نے سچ کہا۔ ہم ذرہ ہاں ہیں اقلیم ہی امراء ہو۔ روایت ختم ہوئی۔

۱۔ سیرۃ طیبہ - ج ۳، ص ۳۵۸
 ۲۔ البدایۃ والنہایۃ - ج ۵، ص ۲۴۷
 ۳۔ لقد علمت میں لام موقوفہ لا تقسم ہے، اس نے اس کا ترجمہ خدا کی قسم سے کیا گیا۔ (منہ عفا اللہ عنہ)

اس روایت میں صراحتہ موجود ہے کہ ابو بکر صدیق نے سعد بن عبادہ کو قسم دے کر کہا کہ تمہاری موجودگی میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے کہا کہ امر خلافت کے والی قریش ہوں گے۔ سعد قے نقد صدقت کہہ کر صدیق اکبر کی تصدیق کی اسی وجہ سے حافظ ابن کثیر نے اس روایت کے لئے ایک خاص عنوان قائم فرمایا وہ ہوا۔ ذکر اعتراف سعد بن عبادۃ بصحة ما قال للصدیق یوم السقیفة ۱۵
عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جب انصار نے یہ کہا کہ مٹا امیر و منکم امیر ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے تو حضرت عمر نے یہ کہا اے معشر انصار تم کو معلوم ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم حکم دیا کہ ابو بکر لوگوں کی امامت کریں پس تم میں سے کون شخص ہے کہ جو ابو بکر پر پیش قدمی کرنا پسند کرے، انصار نے کہا اللہ کی پناہ کہ ہم ابو بکر پر پیش قدمی کریں رواہ النسائی و ابویعلیٰ و الحاکم و صحیحہ عن ابن مسعود۔
دکنانی شرح الشافل للعلامة القاری ص ۱۹ ج ۱۲

مطلب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص طور پر تاکید اور اہل ر کے ساتھ ابو بکر کو امام بنانا اور اپنا قائم مقام مقرر کرنا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کی نظر میں سب سے افضل اور مقدم ابو بکر ہیں۔

اور شافعی ترمذی کی روایت میں ہے کہ جب انصار نے یہ کہا مٹا امیر و منکم امیر تو فاروق اعظم نے حضرت ابو بکر کی تین خصوصیتیں بیان کی اور علی الاعلان فرمایا کہ تبلاؤ کہ یہ تین خصوصیتیں سوائے ابو بکر کے کسی اور شخص میں بھی پائی جاتی ہیں۔

اول: یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کو قرآن میں ثانی الشہین اذہما فی الغار فرمایا۔ ابو بکر کو نبی کریم

۱۵۔ ابداً و النہایتہ۔ ج : ۵۔ ص : ۲۴۷

۱۶۔ فی روایت النسائی و ابی یعلیٰ و الحاکم و صحیحہ عن ابن مسعود انہ قال لما قال
الانصار مٹا امیر و منکم امیر فاتھم عمر بن الخطاب فقال یا معشر الانصار انکم
تعلّمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد امر ابابکر ان یوم ۲ فناس فایکم
یطیب نساء ان یتقدم علی ابی بکر فقال لا انصار نعوذ باللہ ان نتقدم علی ابی (باقی اگلے صفحہ پر)

کاشانی بتلایا اور آپ کا یار غارتبایا۔ (دوم) یہ کہ ابو بکر کو آپ کا صاحب خاص اور محب با اختصاص فرمایا اذ یقول لصاحبہ لاتحزن۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اپنی معیت خاصہ کو ذکر فرمایا۔ اِنَّ اللہَ مَعَنَا فرمایا۔ ورنہ علم اور احاطہ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی معیت عام ہے اور سب کو شامل اور متناول ہے وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَکُنْتُمْ۔ یہ تین فضیلتیں ابو بکر کے لئے نص قرآن سے ثابت ہیں جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ابو بکر ہی سب سے افضل ہیں اور وہی سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں و کذا فی شرح الشمائل للعلامة القاری والشیخ المناذکی ص ۲۲ ج ۲) فاروق اعظم نے صدیق اکبر کی فضیلت کے دلائل میں فقط تین فضائل کے ذکر پر اکتفا فرمایا کہ جو روز روشن کی طرح بالکل واضح تھے ورنہ آیت کے سیاق و سباق میں صدیق اکبر کی افضلیت کے اور بھی دلائل موجود ہیں۔ فاروق اعظم نے صرف تین پر اکتفا فرمایا اور سنئے (۱)۔ ان کا تنصیر کا فقد نصرتک اللہ۔ اذ اخذ حجة الذین کفروا اس آیت میں ابو بکر صدیق کے سوا

(بقیہ صفحہ ۲۱۰ پر) بکر۔ کذا فی شرح الشمائل۔

فقالت الانصار منا امیر و منکم امیر فقال عمر من له مثل هذه الثلاث (۱) ای الفضائل الثلاث التي لا بی بکر (۱) ثانی اشنین اذ هما فی الغار (۲) اذ یقول لصاحبہ لاتحزن (۳) ان الله معنا۔ الحديث فثبت الله تعالى في هذه الآية ثلاثة فضائل لا بی بکر الاولى ثانی اشنین۔ والثانية اثبات الصحبة له في قوله تعالى اذ یقول لصاحبہ لاتحزن۔ والثالثة اثبات المعية في قوله تعالى ان الله معنا فثبت الله تعالى تلك الفضائل الثلاث تبين القرآن يؤكّد باحقية للخلافة كذا فی شرح الشمائل للشيخ عبدالرؤن المنادی والعلامة القاری فیج ۲ وقال المحافظ العسقلانی فی الفتح ج ۲ ووقع فی حدیث سالم بن عبید عند البزار وغيره فی قصة الوفاة فقالت الانصار منا امیر و منکم امیر فقال عمر اخذ بيد ابی بکر اسيفان فی غمده و احدا يصطليحان و اخذ بيد ابی بکر فقال من له هذه الثلاثة اذ هما فی الغار من هما۔ اذ یقول لصاحبہ من صاحبہ تحزن ان الله معنا۔ مع من۔ ثم بسط بيده فبايعه ثم قال بايعوه فبايعه اناس فبع ابی بکر

سب کو ترک نصرت پر عتاب اور تہدید ہے اس لئے کہ ابو بکر صدیق تو آپ کے ساتھ تھے مگر آپ کے ناصر و مددگار تھے ابو بکر عتاب سے مستثنیٰ ہیں۔

دوم یہ کہ من جانب اللہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی نصرت ابو بکر صدیق کی نصرت کو متضمن ہے کیونکہ ابو بکر صدیق آپ کے ساتھ تھے پس حضور پر نور کی طرح ابو بکر منصور اور مؤید من اللہ تھے وہی احق بالخلافت ہوں گے۔

سوم یہ کہ فَاَنْذَرْنَا لِلَّذِي سَكِنَتْ عَلَيْهِ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِثْلَ مَا سَكِنَتْ فِي يَوْمِ الْاَمَلِ میں صحیح قول کی بنا پر علیہ کی ضمیر ابو بکر صدیق کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت و طمانیت ابو بکر پر نازل کی اس لئے کہ ابو بکر صدیق ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غایت درجہ حزن و مضطرب تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی غائے سکینت و طمانیت سے سرفراز فرمایا۔

چہارم یہ کہ اس آیت میں ابو بکر کو ثانی اثنین بتلایا گیا ہے جس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ابو بکر صدیق کمالات علمیہ اور کمالات عملیہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی اور قائم مقام ہیں اور مقام و قرب اور غار انوار و تجلیات میں آپ کے رفیق اور یار غار ہیں۔

پنجم یہ کہ اذ یقول لصاحبه میں صاحب سے ہا جماع مفسرین ابو بکر صدیق مراد ہیں۔ حق بل شانہ نے قرآن کریم میں خاص طور پر ابو بکر صدیق کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب یعنی رفیق خاص اور صاحب با اختصاص اور محب صادق و سراپا خلاص بتلایا اشارہ اس طرف ہے کہ ابو بکر صدیق کی صحبت اور معیت اور رفاقت دائم اور مستمر ہے حیات و نبویہ میں آپ کے ساتھی اور رفیق ہیں اور عالم برزخ اور عالم آخرت اور میدان حشر و جوش کوثر پر بھی آپ کے ساتھ ہوں گے اور جنت میں بھی آپ کے رفیق ہوں گے اسی وجہ سے بعض علمائے کھلم کھلا کہ جو شخص ابو بکر کے صحابی ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے اس قولہ لصاحبه کا منکر ہے۔

ششم یہ کہ ابو بکر کے متعلق یہ فرمایا لا تحزن اسے ابو بکر تم غمگین اللہ بخیرہ بنو، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ابو بکر صدیق آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق جاں نثار اور غمگین و غمگسار تھے۔

ہم تم یہ کہ لا محزون کے بعد ان اللہ معنا فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی خاص انعام معیت کی بشارت دی جس کی تفصیل ہجرت کے بیان میں گزر چکی ہذا کلمہ توضیح ما افادہ العلامة القاری فی شرح الشامل ۵۔

بعد ان اہل صدیق اکبر نے کہا کہ یہ عمر اور ابو عبیدہ دونوں یہاں موجود ہیں تم لوگ ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرو عمر اور ابو عبیدہ نے کہا۔ خدا کی قسم یہ ناممکن ہے کہ آپ کے ہوتے ہوئے ہم امر خلافت کے والی بنیں آپ تمام ہاجرین میں افضل ہیں اور نماز جو دین کا ستون ہے اور دین اسلام کا سب سے اعلیٰ اور افضل رکن ہے اس میں آپ رسول اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور قائم مقام ہوئے اسے ابو بکر آپ اپنا دست مبارک بڑھائیے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ابو بکر نے عمر سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کروں عمر نے ابو بکر سے کہا کہ تم افضل ہو۔ ابو بکر نے جواب دیا انت اقوی منی تم مجھ سے زیادہ قوی ہو اسی پر تکرار ہوتا رہا۔ آخر میں عمر نے کہا ان قوتی ملک مع فضلک یعنی میری قوت آپ کی فضیلت کے ساتھ مل کر کام کرنے کی یعنی افضل تو امیر ہوگا اور اقوی اس کا ذریعہ ہوتا ہے ہر گاہ کہ کافی شرح الشامل للعلامہ القاری ص ۲۳ ج ۲ اس کے بعد پھر حضرت عمر نے صدیق اکبر سے کہا کہ لاؤ ہاتھ اور بیعت کے لئے بڑھاؤ پس جب ان دونوں حضرات عمر اور ابو عبیدہ نے چاہا کہ آگے بڑھ کر ابو بکر سے بیعت کریں تو بشیر بن سعد انصاری نے بیعت کی اور اٹھ کر سب سے پہلے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی پھر حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ نے بیعت کی۔

جب جناب بن منذر نے دیکھا کہ بشیر بن سعد نے ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو چلا کر یہ کہا کہ تو نے قرابت کا لحاظ نہ رکھا اور اپنے ابن عم (سعد بن عبادہ) کی امارت کو پسند نہ کیا اور اس پر رشک اٹھ کر بشیر بن سعد نے جواب دیا کہ خدا کی قسم یہ بات نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں ہاجرین سے ان کا ان چھینا پسند نہیں کرتا۔ پھر قبیلہ اوس کے لوگ قبیلہ خزرج کی امارت کو پسند نہیں کرتے تھے ان کو بشیر یہ تھا کہ اگر ایک مرتبہ سعد بن عبادہ کو امیر بنالیا اور امارت خزرج میں چلی گئی تو پھر قبیلہ اوس

کو اس نفیلت میں سے کبھی حصہ نہیں ملے گا۔ اسید بن حنفیہ قبیلہ لوس کے فقیہ اور سردار وہاں موجود تھے انہوں نے قبیلہ اوس کے لوگوں کو مشورہ دیا کہ انھوں اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرو، یہ لوگ اٹھے اور ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی ان کا بیعت کرنا تھا کہ حضرت سعد بن خنزعہ کا ارادہ درہم دیرہم ہو گیا۔ بعد ازاں چاروں طرف سے لوگ ابوبکر کی بیعت کے لئے امنڈ پڑے اور کہیں تل رکھنے کو جگہ نہ رہی سعد بن عبادہ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے کہا کہ دیکھو کہیں سعد و کبریت مہر جائے۔ حضرت عمر نے کہا اللہ اس کو مارے سعد اٹھ کر گھر چلے گئے اور لوگ بیعت کر کے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

بیعت خاصہ کے بعد بیعت عامہ

غرض یہ کہ ابوبکر صدیق باجماع مہاجرین و انصار خلیفہ منتخب ہو گئے اور بیعت کے بعد جلسہ ختم ہو گیا یہ بیعت دو شنبہ کی شام کو ہوئی جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دس سال ہوا یعنی ۱۲ ربیع الاول ۳ھ۔ بوقت شام دو شنبہ کے دن یہ بیعت خاصہ تھی اور بیعت عامہ وفات کے دوسرے دن بروز سنبھہ مسجد نبوی میں منبر پر ہوئی۔

بیعت سقیفہ کے دوسرے دن یعنی بروز منگل عامۃ الناس مسجد نبوی میں جمع ہوئے، تمام اصحاب کبار اور مہاجرین و انصار موجود تھے پہلے حضرت عمر نے منبر پر بیٹھ کر ایک مختصر اور جامع تقریر کی اور حضرت ابوبکر خاتوش بیٹھے رہے۔

بیعت عامہ سے پہلے مسجد نبوی میں حضرت عمر کا خطبہ

حضرت عمرؓ نے کہا مجھے امید تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہم سب کے بعد لگی پس اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے (نواشار اللہ دین میں کوئی خلل نہیں آئے گا) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایک توبہ ہدایت (قرآن) باقی رکھا ہے جو تمہاری ہدایت کا ذریعہ ہے اور حضور

۱۔ قال الحافظ ابن کثیر قلت کان هذا (ای امر البیعت فی السقیفۃ) فی بقیۃ یوم الاثنين فلما کان الغد صبحا یوم الثلاثاء اجتمع الناس فی المسجد فتمت البیعة من المهاجرین والانصار قاطبة کان ذلك قبل تجهیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما (یعنی یہ خطبہ اس وقت ہوا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پا کر اپنے گھر میں تشریف لے گئے تھے)

پُر نور کے بعد ابو بکر صدیق تم میں موجود ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار ثانی اثنین دومی کے دوسرے ہیں اور آپ کے صاحب خاص اور رفیق بااختصاص ہیں تمام مسلمانوں میں زیادہ دہی تمام مملکت کے ولی اور حقدار ہیں پس اے مسلمانوں اٹھو اہل ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔

ایک روایت میں ہے کہ فداوق اعظم نے فرمایا اے مسلمانو تبتہ سوائے ابوبکر کے کون ہے کہ جس نے ثانی اثنین اذہانی الغار فرمایا ہو۔ اور کون ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا صاحب خاص فرمایا ہو۔ اذ یقول لصاحبه اور کون ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص طور پر اس کے ساتھ ہو۔ ان اللہ معنا مطلب یہ تھا کہ یہ وہ صفات فاضلہ ہیں کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی فرد بشر ایسا نہیں کہ جو ان صفات فاضلہ میں ابوبکر کا شریک اور ہم پیر ہو پھر استحقاق خلافت میں کیسے کوئی ان کا شریک اور ہم پیر ہو سکتا ہے خوب سمجھ لو کہ جس کو حق جل شانہ ثانی اثنین فرمائیں وہ بلاشبہ ثانی ہے لہذا اے مسلمانو۔ تم اس ثانی کی طرف بڑھو اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرو رسول اللہ کے ہاتھ کے بعد یہ دوسرا ہاتھ ہے۔

شیخ فرید الدین عطار منطق الطیر میں فرماتے ہیں:

خواجه اول کہ اول یار دوست	ثانی اثنین اذہانی الغار دست
صدر دین صدیق اکبر قطب حق	در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہر چہ حق از ہار گاہ کبریا	ریخت در صدر شریف مصطفیٰ

بقیۃ ما شیخ محمد کذا فی البدایہ والنہایۃ ج ۵۔

۱۔ قال البخاری انبأنا ابراهیم بن موسیٰ ثنا هشام بن عمرو عن الزہری عن ابن عمر بن مالک انہ سمع خطبۃ عمر الاخیرۃ۔ حین جلس علی المنبر ذالک الغد من یوم نونی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر صامت لا یتکلم قال کنت ارجو ان یش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق ید بئنا یرید بذالک ان یکون اخرہ

۲۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۵ : ص ۶۳۸

فان یک محمد قدمات فان اللہ عز وجل قد جعل بین اظهر کم نور تہتدین بہ ھدی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وان ابابکر صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ثانی اثنین وانہ

او مجتہد و رسینہ صدیق رنجیت لاجسرم تا بود از تحقیق رنجیت

چوں تو کردی ثانی تینیش قبول ثانی اشین او بود بعد از رسول

صدیق اکبر سے بیعت لینے کی درخواست

حضرت عمر جب اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکر سے عرض کیا اِضْعِدِ الْمَنْبِرَ

منبر پر چڑھیے صدیق اکبر نے تامل کیا مگر حضرت عمر برابر اصرار کرتے رہے تب صدیق اکبر منبر پر

باکر بیٹھے اور عامتہ الناس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی یہ

بیعت عامۃ کے بعد صدیق اکبر کا پہلا خطبہ

صدیق اکبر حضرت عمر کے اصرار سے منبر پر بیٹھے مگر جس درجہ پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بیٹھا کرتے تھے اُس کو چھوڑ کر ایک درجہ نیچے بیٹھے اور عامۃ مسلمین سے بیعت عامۃ لی۔ بیعت

سے فراغت کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا:

اے لوگو! میں تمھارا والی اور امیر بنا دیا گیا ہوں

اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں

تو تم میری مدد کرنا اور اگر کوئی بُرا کام کروں تو

مجھ کو ٹھیک کر دینا سداقت۔ امانت ہے اور

کذب خیانت ہے اور جو شخص تم میں ضعیف ہے

وہ میرے نزدیک قوی ہے تاکہ اس کی

مخلیفت کو دور نہ کروں معنی اس کا حق نہ

دلاؤں انشاء اللہ تعالیٰ اور جو تم میں قوی ہے

وہ میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک میں اُس سے

اما بعد۔ ایہا الناس فانی قد ولیت

علیکم ولست بغیرکم فان احسن

فاعینونی وان اسألت فقومونی

الصدق امانة والكذب خیانة

والضعیف فیکم قوی عندی حتی

ازیح علتم ان لشاء اللہ تعالیٰ

والقوی فیکم ضعیف حتی آخذ

منہ الحق ان شاء اللہ تعالیٰ لا

یدع قوم الجہاد فی سبیل اللہ

۱۵۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ قال الزہری عن النس بن مالک سمعت عمر یقول یومئذ لالی

بکرا صعد المنبر فلم یزل بہ حتی صعد المنبر فبايع الناس علمة كذا فی البدایة والنہایة ص ۲۴۸

الاضر بھما اللہ بالذل ولا تشیع
فی قوم قط الفاحشۃ لا عثمہم
اللہ بالبلاء اطیعونی ما اطعت
اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ و
رسولہ فلا طاعة علیکم قوما
اے صلاتکم یرحمکم اللہ
وہذا اسناد صحیح کذا
۱۵

حق وصول نہ کر لوں جو قوم جہاد کی سبیل اللہ میں
کرتی ہے اللہ اس قوم کو ذلیل کرتا ہے، اور
جس قوم میں بے حیائی اور بدکاری شائع ہو جاتی ہے
تو اس کی قوم پرکئی بلا اور مصیبت آتی ہے تم میری
اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت
کروں اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں
تو تم پر میری اطاعت نہیں اب ناکلیے اللہ اللہ تم پر رحم
فرمائے آمین۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور حاکم نے مستدرک میں عبد الرحمن بن عوف سے روایت کیا
ہے اور حاکم نے اس کو صحیح بتایا ہے۔

خطب ابو بکر فقال واللہ ما کنت
حریصا علی الامارۃ یوما ولیلۃ
قط ولا کنت راغباً ولا سألتمہا
اللہ فی سر وعلانیۃ ولکننی اشفقت
من الفتنۃ ومالی من الامارۃ
من راحۃ لقد قلت امرأ عظیما
مالی بہ من طاقتہ ولا ید الا
بتدویۃ اذلہ کذا فی شرح الشائل
للعلاصۃ القاری ۱۵

صدیق اکبر نے خطبہ کیا اور یہ کہا خدا کی قسم میں امارت
اور خلافت کا کبھی خواہشمند نہیں ہوا نہ دن میں نہ رات
میں اور نہ کبھی اس کی طرفائل ہوا اور نہ حق تعالیٰ
سے علانیہ یا پوشیدہ طور پر میں نے کبھی امارت کی دعا
مانگی البتہ مجھے یہ ڈر ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے
اس لئے بادل ناخواستہ میں نے امارت کو قبول کر لیا
اور مجھے امارت میں کوئی راحت نہیں میری گردن پر ایک
عظیم بوجھ ڈالا گیا جس کے اٹھانے کی اپنے اندر طاقت
نہیں پاتا مگر یہ کہ اللہ میری مدد فرمائے۔

۱۵۔ البدایۃ والنہایۃ۔ ج ۵، ص ۲۴۸۔ شرح الشائل، ۲۱۵، ص ۲۲۱۔ کنز العمال۔ ج ۳، ص ۱۲۹۔

۱۶۔ شرح الشائل۔ ج ۲، ص ۲۲۲۔

اور کنز العمال کی کتاب الخلافت پر صدیق اکبر کا خطبہ بایں الفاظ منقول ہے۔

عن ابی بکر انہ قال یا ایہا الناس
ان کنتم ظننتم انی اخذت خلافتکم
رغبۃ فیہا وارادۃ (استیثار علیکم
وعلی المسلمین فلا والذی نفسی
بیدۃ ما اخذتھا رغبۃ فیہا ولا
استیثار علیکم ولا علی احد من
المسلمین ولا حرصت علیہا لیلۃ
ولا علانیۃ ولقد امر عظیم لا
طاقۃ لی بہ الا ان یرحم اللہ تعالیٰ
ولوردت انہا الی اہی اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ان یرد
فیہا فہی الیکم رد ولا بیعة لکم
عنہی فادفعوا لمن احببتہم فانما
انا رجل منکم۔ رواہ ابو نعیم
فی فضائل الصحابة

صدیق اکبر نے خطبہ دیا اور یہ کہا اے لوگو اگر تمھارا
یہ گمان ہے کہ میں نے یہ خلافت اس لئے قبول کی
ہے کہ میں خلافت اور امارت میں راجب تھا یا
میں مسلمانوں پر اپنی برتری اور قوقیت چاہتا
تو قسم ہے اُس خداوندِ بجلال کی جس سے قبضہ
میں میری جان ہے میں نے اس ارادہ سے خلافت کو
قبول نہیں کیا۔ خدا کی قسم میں نے امارت اور خلافت
کے دن اور رات کی کسی ساعت میں کبھی حرص نہیں
کی اور نہ ظاہر و باطن میں خدا ہی سے اس کی دعا
مانگی میری تمنا تو یہ تھی کہ میرے سوا کسی اور
صحابی کو یہ منصب سونپ دیا جاتا جو مسلمانوں میں
عدل کرتا۔ اور اب میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ یہ
تمھاری خلافت اور امارت تم کو دالیں ہے اور جو
بیعت تم میرے ہاتھ پر کر چکے ہو وہ سب فتم
ہے، اب جس کو چاہو یہ امارت اور خلافت شہرہ
کر دو تم میں کا ایک فرد میں بھی ہوں والسلام۔

۸) حضرت علیؑ کی بیعت

جب سب لوگ بیعت کر چکے تو صدیق اکبر نے مجمع پر ایک نظر ڈالی تو لوگوں میں حضرت
علی اور حضرت زبیرؓ کو پایا فرمایا کہ میں اس مجمع میں علی اور زبیر کو نہیں دیکھتا ان کو بھی بلا لو۔ انصار

میں سے کچھ لوگ اٹھے اور حضرت علی اور حضرت زبیر کو بلا کر لائے۔ (کنز العمال ص ۳۱۳) کتاب الخلافۃ
 صدیق اکبر نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور آپ کے داماد کیا تم
 مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہو اور یہی حضرت علی اور حضرت زبیر سے کہا حضرت علی اور حضرت زبیر نے کہا کہ
 اے خلیفہ رسول اللہ آپ ہمیں علامت نہ کریں ہم مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا نہیں چاہتے اور عرض کیا۔

قال علی والزبیر ما غضبنا الا لانا
 اخرنا عن المشورة وانا نرى ابا
 بكر احق الناس بهما انه لصاحب الغد
 وانا لنعرف شرفه وخيره ولقد
 امره رسول الله صلى الله عليه وسلم
 ان يصلي بالناس وهو حي - اسناد جيد
 والله الحمد والمنة له

حضرت علی اور حضرت زبیر نے کہا کہ ہمیں کسی چیز کا
 رنج نہیں خیال صرف اس بات کا ہے کہ خلافت
 کے مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا باقی ہم یقین کے
 ساتھ جانتے ہیں کہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار
 ابو بکر ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غامض ہیں اور
 ہمیں ان کا نفل اور شرف اور ان کی بھلائی بخوبی معلوم
 ہے اور تحقیق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اپنی

زندگی میں امام مقرر کیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں یہ بھی ان کے افضل ہونے کی دلیل ہے اس

روایت کی سند نہایت کھری ہے۔ البدایۃ والنہایۃ وازالۃ الخلفاء۔

وفي رواية انه رضي لدیننا
 افلا من رضا لدیننا

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو ہمارے دین کے لئے پسند

فرمایا پس کیا ہم ابو بکر کو اپنی دنیا کے دلوں کے لئے پسند نہ کریں۔

اور یہ کہہ کر ان دونوں حضرات نے ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر سعیت کی اور جبہ الحاکم انامہ الخلفاء
 صدیق اکبر نے حضرت علی اور حضرت زبیر سے معذرت کی اور یہ کہا کہ خدا کی قسم مجھے امارت کی
 ذرہ برابر حرص نہ تھی نہ کبھی دل میں اس کی رغبت ہوئی اور نہ کبھی حق تعالیٰ سے ظاہراً اور پوشیدہ امارت

کی دعائنگی مگر مجھ کو فتنہ کا اندیشہ ہوا یعنی یہ اندیشہ ہوا کہ اگر معاملہ کو تمھاری آمد تک مؤخر رکھوں تو مبادا کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے یہ

حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کو نہ کسی نے پوچھا اور نہ بلایا تو حضرات شیعہ بتلائیں کہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو کس نے پوچھا اور کس نے بلایا تھا خود ہی فتنہ کے خون سے چلے گئے تھے، نیز خلافت کا کام ان کی نظریں کوئی بڑا کام نہ تھا کہ جس کے واسطے یہ انتظار کرتے کہ فلاں کو آجانے دو اور فلاں کو تشریف لانے دو۔

بہر حال حضرت علی اور حضرت زبیر نے ابتداء ہی میں صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

وقد صحیح ابن حبان وغیرہ من حدیث ابن حبان وغیرہ نے ابوسعید خدری کی اس روایت کو ابی سعید الخدری وغیرہ ان علیا صحیح بتایا ہے جس میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے بایع ابابکر فی اول الامر شروع ہی میں ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صحیح اور حق یہی ہے کہ حضرت علی نے شروع ہی میں ابوبکر کے ہاتھ

عہ قال الامام احمد حدیثنا علی بن عباس ثنا الولید بن مسلم اخبرنی یزید بن سعید عن عبد الملك بن عمير عن رافع الطائي رفيق ابی بكر الصديق فی غزوة ذات السلاسل قالت وسأله عما قيل فی بيعتهم فقال وهو يحدثه عما قاولت به الانصار وما كلمهم به وما كلمهم به عمر بن الخطاب وما ذكرهم به من امامتي اياهم يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فی مرضه فبايعوني لذلك وقبلته ما منتم وتخوفت ان تكون فتنه بعد عارضة وهذا اسناد جيد قوى ومعنى هذا انه رضى الله عنه انما قبل الامامة تخوفات تقع فتنه اولى من تركه قبولها رضى الله عنه ما وارضاه كذا فی البدایة والنهاية ج ۲ ص ۲۴۲ اور ایک روایت میں ہے۔ فقال راى ابوبكر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قبض والناس حديث عهد بكفر فخنفت عليهم ان يرتدوا وان يختلفوا فدخلت فيها وانا كاره ولم يزل لي اصحابي فلم يزل يعتذر حتى عذرتهم رواه ابن مراهويه والعدني والبخاري وابن خزيمة كذا فی كنز العمال

۳۶ - ازالۃ الخفاء ج ۲، ص ۲۴، سیرت طیبہ ج ۳، ص ۳۶۰

۳۷ - فتح الباری ج ۱، ص ۳۶۹

پر بیعت کر لی تھی، حضرت علی کسی وقت بھی صدیق اکبر سے جدا نہیں ہوئے تمام نمازیں ابو بکر ہی کے پیچھے پڑھتے تھے یہ

نیز ابو سعید خدریؓ کے علاوہ دیگر صحابہ سے بھی منقول ہے کہ حضرت علی نے شروع ہی میں ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی جس کو حاکم کے علاوہ ابو داؤد و طیالسی اور ابن سعد اور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے یہ

اور صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضرت علی نے چھ ماہ بعد جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تب ابو بکر صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی بعض علماء نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے اور امام بیہقی نے ابن حبان کی روایت کو ترجیح دی ہے اور بعض علماء نے دونوں روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ حضرت علی نے ایک بیعت تو شروع ہی میں کر لی تھی لیکن جب بعد میں فدک کا واقعہ پیش آیا اور بخیر اور طلال کی فوت آئی اور پھر حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے حضرت علی کا حضرت ابو بکر کے پاس آنا جانا بھی کم ہو گیا تو لوگوں کو یہ دہم ہو گیا کہ حضرت علی صدیق اکبر کی خلافت سے راضی نہیں تو اس دہم کے دور کرنے کے لئے حضرت علی نے مجمع عام میں دوبارہ بیعت کی تو یہ دوسری بیعت درحقیقت پہلی بیعت کی تجدید تھی یہ

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراء کی وفات کے بعد حضرت علی نے حضرت ابو بکر کے پاس پیغام بھیجا کہ میرے گھر تشریف لائیں لیکن کوئی دوسرا شخص آپ کے ہمراہ نہ ہو۔ اشارہ حضرت عمر کی طرف تھا کہ وہ سخت ہیں اور ابو بکر نرم ہیں) حضرت عمر نے سنا تو کہا کہ خدا کی قسم آپ تنہا نہ جائیں۔ ابو بکر صدیق نے کہا خدا کی قسم میں ضرور جاؤں گا، مجھے یہ توقع نہیں کہ وہ میرے ساتھ کچھ کریں گے، چنانچہ حضرت ابو بکر تشریف لے گئے تو حضرت علی نے حمد و ثناء کے بعد کہا:

انا قد عرنا فضلك وما اعطا الله رنم تنفس اے ابو بکر تم آپ کے فضل اور شرف کو خوب جانتے اور پہچانتے

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج: ۵، ص: ۲۴۹ - ۲۔ کنز العمال، ج: ۳، ص: ۱۳۱

۳۔ فتح الباری، ج: ۴، ص: ۳۴۹ -

میں اور جو خیر اور عزت یعنی خلافت اللہ تعالیٰ آپ کی
طرف کشاں کشاں لایا ہے ہیں اس پر زور بلا ہڑت
اور حسد نہیں لیکن میں شکوہ اس کا ہے کہ خلافت کا
معاہدہ ہم سے بغیر مشورہ کئے اکیلے ہی طے کر لیا اور
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کی وجہ سے
مشورہ میں ہمارا بھی حق ہے حضرت علی اکی تم کے
گئے اور شکوے کی باتیں کرتے رہے بیان مکہ البرکۃ
صدقہ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے ابو بکر صدیق
برے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری
جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابتوں کی
پاس داری مجھے اپنی قرابتوں کی پاس داری سے کہیں
زیادہ محبوب ہے اور ان اموال مذکورہ ذیل بغیر کے
بارہ میں باہم جہاں اختلاف پیش آیا سوان میں نے
غیر اور بہتری میں کوئی کمی نہیں کی اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو ترک نہیں کیا جس طرح آپ ان اموال
کا انتظام کرتے تھے اسی طرح میں نے بھی کیا حضرت علی

علیک خیرا سابقا لله الیک ولکنک استبددت
علونا بالامرو کنا نرک لحرابتنا من
رسول الله صلی الله علیه وسلم نصیبا
حقى فاضت عینا الی بکر فلما حکلم ابو بکر
قال والذی نفسی بیدہ لقرابة رسول
الله صلی الله علیه وسلم احب الی ان اصل
قرابتی واما الذی شجر بینی وبیکو من
هذه الاموال فلما آل فیہما عن الخیر
ولما ترک امر اس آیت رسول الله صلی الله
علیه وسلم یمنع فیہا الا صنعہ فقال
علی ابی بکر موعدک العشیة للبیعة فلما
صلی ابو بکر الظہر فی المنبر فتشهد و
ذکر شأن علی وتخلع عن البیعة وعذره
بالذی اعتذر الیہ ثم استغفر وتشهد
علی فغظم علی ابی بکر وحدث انه لم
یمجد علی الذی منع ففاسد علی ابی بکر ولا

عنه قوله ولکنک استبددت بالامر قال المازری ولعل علیا اشار الی ان ابابکر استبدد علیہ بالمرور
عظما کات مثله علیہ ان یحضر فیہا ویشاوہ او انہ اشار الی انہ لم یستشر فی عقد الخلافة
له او لا - والعذر لابی بکر انہ خشی من التأخر عن البیعة الاختلاف لما کان وقع من الا
نصار کما تقدم فی حدیث السقیفة فلم نستظہر - فتح الباری ص ۲۹ ج ۲

۱۵۔ البدایہ والنہایہ ج ۵ : ص ۲۴۹ ۱۶۔ کنز العمال ج ۳ : ص ۱۳۱

۱۷۔ فتح الباری ج ۴ : ص ۳۶۹

اشکار للذی فضلہ اللہ بہ ولکننا کناسری
لنا فی ہذا الامور نصیباً فاستبد علینا
فوجدنا فی الفسنا فسر بذلک المسلمون
وقالوا اصیت۔

۱۷

۱۸

۱۹

۲۰

۲۱

۲۲

۲۳

۲۴

۲۵

۲۶

۲۷

۲۸

۲۹

۳۰

۳۱

۳۲

۳۳

۳۴

۳۵

۳۶

۳۷

۳۸

۳۹

۴۰

۴۱

۴۲

۴۳

۴۴

۴۵

۴۶

۴۷

۴۸

۴۹

۵۰

۵۱

۵۲

۵۳

۵۴

۵۵

۵۶

۵۷

۵۸

۵۹

۶۰

۶۱

۶۲

۶۳

۶۴

۶۵

۶۶

۶۷

۶۸

۶۹

۷۰

۷۱

۷۲

۷۳

۷۴

۷۵

۷۶

۷۷

۷۸

۷۹

۸۰

۸۱

۸۲

۸۳

۸۴

۸۵

۸۶

۸۷

۸۸

۸۹

۹۰

۹۱

۹۲

۹۳

۹۴

۹۵

۹۶

۹۷

۹۸

۹۹

۱۰۰

بیعت نہ کرنے کے کہ اور ان کی تاخیر کے عذر کو بیان فرمایا اور استغفار کے بعد منبر سے اتر آئے
ان کے بعد حضرت علی نے ہشک کی حمد و ثنا کی اور پھر حضرت ابو بکر کے فضائل اور حقوق بیان کیے
اور ابو بکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ کہا کہ مجھ سے جو کچھ تاخیر ہوئی اس کی وجہ معاذ اللہ
یہ نہ تھی کہ مجھے صدیق اکبر کی خلافت پر کچھ شک تھا اور نہ یہ وجہ تھی کہ مجھے ان کی فضیلت اور
برتری سے کوئی انکار تھا بلکہ صرف اتنی بات تھی کہ اس معاملہ میں ہمارا بھی کچھ حق تھا کہ ہم سے
کچھ دئے جیسے لیکن ابو بکر نے استبداد سے کلم لیا اور ہمارے بلا مشورہ یہ معاملہ طے کر لیا۔
اس لئے ہم اپنے دل میں رنجیدہ ہوئے مسلمان حضرت علی کی یہ گفتگو سن کر خوش ہو گئے اور
سب نے اصیت اور احسنیت کہا۔

ان تمام روایات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علی کو صدیق اکبر کی فضیلت
اور اہمیت خلافت میں ذرہ برابر شک نہ تھا اور نہ ذرہ برابر خلافت صدیقی پر کوئی حسد یا رشک تھا اور
بصد رضا و رغبت ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور جو شکوہ و شکایت تھی وہ با بر محبت تھی غیروں سے
شکایت نہیں ہوتی، بلکہ اس روایت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کا دل حضرت ابو بکر کی مجتمع
سے لبریز تھا اور ان کی فضیلت میں کوئی شک و شبہ نہ تھا، بیعت سے محمدی کا سبب معاذ اللہ کوئی
رشک و حسد نہ تھا بلکہ ایک عجبانہ و منکھانہ شکوہ تھا اور بطور ناز تھا، حقیقت اس کی کچھ نہ تھی۔ ابو بکر
صدیق سقیفہ میں اپنی بیعت لینے نہیں گئے تھے بلکہ مہاجرین و انصار کے باہمی نزاع کو رفع کرنے گئے
اور وہاں جانے کے بعد خود اپنی بیعت کی درخواست نہیں کی، بلکہ حاضرین نے بالاتفاق خود ان کے

اتھ پر بیعت کی ایسی حالت میں اگر بیعت نہ لیتے تو فتنہ اور فساد کا اندیشہ تھا اور خطرہ تھا کہ ہاتھ اختیار سے باہر نہ ہو جائے، ایسے نازک اور ناگہانی حالت میں یہ کہنا کہ فلاں کو نہیں بلایا اور فلاں سے مشورہ نہیں کیا مناسب نہیں صدیق اکبر نے حضرت علی کو جب یہ باتیں بتلائی سارا گلہ اور شکوہ دم کے دم میں دُور ہو گیا اور دل دھماکا سے بالوکر سے بیعت کی۔

علامہ طبری سیرت حلبیہ میں فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین اور انصار جمع ہو گئے تو صدیق اکبر نے حضرت علی کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا جب حضرت علی آگئے تو یہ فرمایا:

ما خلفك يا علي من امر الناس قال
خلفني عظيم المعبية ورايتكم استقلتم
برأيكم فاعتذرا لي به ابو بكر رضي الله عنه
بغوف الفتنة لو اخرتكم اشرف على
الناس وقال ايها الناس هذا علي بن
ابي طالب لا ببيعة لي في عنقه وهو بالخيار
عن امر لا وانتوا بالخيار جميعا في
بيعتكم فان رأيتم لها غيري فاننا اول
من يابعه فلما سمع ذلك علي كرم الله
وجهه زال ما كان قد دخله فقال اجل
لا نرى لها غيرك امد يدك فبايعه
هو والنفر الذين كانوا معه الخ
لہ

اے علی تو کس بیعت کے معاملہ سے کسی چیز نے مؤخر رکھا حضرت علی نے کہا ایک بڑے شکوہ اور رنج سے ہم کو مؤخر رکھا کہ تم نے ہم سے بغیر مشورہ کئے یہ معاملہ طے کر لیا، ابو بکر صدیق نے معذرت کی کہ وہ وقت نہایت پریشانی اور اضطراب کا تھا اگر اس امر کو ملتوی رکھا جاتا تو اندیشہ فتنہ کا تھا اور پھر صدیق اکبر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے لوگو یہ علی بن ابی طالب تھا اے سامنے میرا بھی ملک میری بیعت کا فکروہ اُن کی گردن میں نہیں اُن کو پورا اختیار ہے کہ چاہے میرے ہاتھ پر بیعت کریں یا نہ کریں اور اے مسلمانو تم اگرچہ میرے ہاتھ پر بیعت کو چکے ہو لیکن تم کو بھی پورا اختیار ہے کہ اپنی بیعت کو واپس لے لو اور اگر میرے سوا کسی اور کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے

ابو تو تم کو اختیار ہے جس کو چاہو دوبارہ اپنا امیر بنا لو۔ اس دوسرے امیر کے ہاتھ پر بیعت

پہر بیعت کرنے والا میں ہوں گا۔ صدیق اکبر کا یہ کلام سنئے ہی حضرت علیؓ کے تمام شکوے اور شکایات بیکھوت دل سے دھو ہو گئے اور یہ کہا کہ ابوبکر تم سے زیادہ کسی خلافت کا اہل نہیں سمجھتے۔ اپنا ہاتھ بڑھا دسفرت علیؓ نے اور اُن کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب نے صدیق اکبر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

سعد بن عبادہؓ کی بیعت

سقیفہ بنی ساعدہ میں سب لوگوں نے ابوبکر صدیق کے ہاتھ پر بیعت کی مگر سعد بن عبادہ نے بیعت سے انکار کر دیا اور گھر چلے گئے کچھ روز تک صدیق اکبر نے اُن سے کوئی تعرض نہیں کیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ سعد سے ضرور بیعت لینی چاہیے۔ بشیر بن سعد نے کہا تنہا آدمی ہے اس سے درگزر کرو اور ان کی حالت پر رہنے دو ایک دفعہ انکار کر چکے ہیں دوبارہ چھڑنے سے اندیشہ ہے کہ اُن کا کنبہ اور قبیلہ اُن کی حمایت کے لئے کھڑا ہو جائے اور کشت و خون کی نوبت آجائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ مگر سعد اس واقعہ کے بعد نہ تو ابوبکر کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوتے تھے کسی اور مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور نہ اُن سے بات کرتے تھے یہاں تک کہ ابوبکر کا انتقال ہو گیا۔ ابوبکر کے انتقال کے بعد سعد شام چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ امام طبری فرماتے ہیں کہ سعد نے بھی تھوڑی دیر کے بعد اسی دن ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کرا لی تھی واللہ اعلم۔

صدیق اکبر کا خلافت سے دستبرداری کا ارادہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فتنہ اور اختلاف کے اندیشہ سے اور پھر لوگوں کے اصرار سے خلافت کو قبول تو فرمایا مگر دل پر صدمہ گزرا کہ تو نے اس بار امانت یعنی خلافت کو کیوں اپنے سر رکھا اور مجھ پر عہدہ اور غلین اپنے گھر میں بیٹھ گئے فاروق اعظم۔ جب صدیق اکبر کے پاس گئے تو صدیق اکبر

علہ روایت کے اصل الفاظ یہ ہیں عن موسیٰ بن ابراہیم عن رجل من آل ربیعۃ انہ بلغہ ان ابابکر حین استخلف قعد فی بئیر حنین فدخل علیہ عمر فاقبل علیہ یلومہ و قال انت الذی کشتنی هذا الامر و شکا الیہ الحکم بین اناس فقال لہ عمر او ما علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الوالی اذا اجتهد (واقداً) غفر لہ

نے فاروق اعظم کو بہت ملامت کی اور شکوہ و شکایت کی کہ تو نے مجھ کو اس بلا میں پھنسایا۔ لوگو! یہ فیصلہ کرنا بہت دشوار ہے، فاروق اعظم نے تسلی دی اور کہا کہ کیا تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد معلوم نہیں کہ مالی اور حاکم اگر اجتہاد کرے اور صواب کو پہنچے تو اس کے لئے اس فیصلہ میں دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس لئے ایک اجر ہے یہ سن کر صدیق اکبر کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا، ابن راہویہ وغیرہ فی فضائل الصحابة ص ۱۷۸

ایک روایت میں ہے کہ بیعت کے بعد صدیق اکبر تین دن تک دروازہ بند کیے گھر میں بیٹھے رہے، جب بعد میں تشریف لاتے تو منبر نبوی پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں۔

ارہا الناس قد اقتکم ببعیتکم فابعوا
من اجبتکم کل ذلک یقوم الیہ علی
بن ابی طالب فیقول لا والله لا انضیک
ولا تستفیک من الذی یؤخرک
وقد قدمک رسول الله صلی الله
علیہ وسلم

اے لوگو! میں تمہاری بیعت داپس کرتا ہوں جس سے
چاہے بیعت کرو۔ بار بار کہتے رہا یہ حضرت علی کھڑے
ہوتے اور یہ جواب دیتے خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا
ہم نہ آپ کو واپس کر سکیں گے اور نہ آپ سے واپس
سہیں گے، اگر نہ ہے جو آپ کو کچھ پہلے جبکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آگے کیا۔

حکایت

عن یحیی بن سعید عن القاسم بن
محمد قال قال رسول الله صلی الله
علیہ وسلم ما تسلیکم کی وفات ہوئی تو عمرو بن العاص

رفیقہ کچھ منٹے کا، فاصاب الحق فله اجران وان اجتهد فاختأ الحق فله اجر واحد
فکانہ سہل علی ابی بکر۔ ابن راہویہ وغیرہ فی فضائل الصحابة ص ۱۷۸

کنز العمال ص ۱۳۵ ج ۳ کتاب الخلافۃ

علیہ وسلم وعمر بن العاص یعان او
 بالبحرین فبلغتهم وفاة رسول الله
 صلی الله علیہ وسلم واجتماع الناس
 عن ابی بکر فقال له اهل الارض من
 هذا الذی اجتمع الناس علیہ ابن
 صاحبکم قال قالوا فافخوه قال لا
 قالوا فاقرب الناس الیہ قال لا
 قالوا فمأشأنا قال اختاروا خیرهم
 فامسروه فقالوا لن یزالوا بخیر
 ما فعلوا هذا (ابن جریر) ۱۵
 اس وقت عثمان یا بحرین میں تھے، جب وہاں یہ خبر
 پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور
 لوگوں کے اتفاق سے ابو بکر خلیفہ ہو گئے تو وہاں کے
 باشندوں نے عمر بن العاص سے پوچھا کہ جس شخص کی
 خلافت پر لوگ متفق ہوئے یہ کون شخص ہے کیا یہ
 شخص تمہارے نبی کا بیٹا ہے عمر بن العاص نے کہا
 نہیں لوگوں نے کہا کہ کیا پھر ان کا بھائی ہے عمر بن
 العاص نے کہا کہ یہ آپ کو بھائی بھی نہیں لوگوں نے
 کہا کہ کیا پھر شخص تمہارے نبی کا سب سے زیادہ قریبی
 رشتہ دار ہے عمر بن العاص نے کہا نہیں لوگوں نے کہا
 کہ پھر یہ کون شخص ہے کہ جس کو لوگوں نے متفقہ طور پر
 اپنا امیر بنایا عمر بن العاص نے کہا کہ جو شخص سب میں افضل اور بہتر تھا لوگوں نے اس کو منتخب
 کیا اور اس کو اپنا امیر بنالیا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ ہمیشہ خیر میں رہیں جب تک
 ایسا کرتے رہیں گے۔

خلفاء راشدین کے بارہ میں جو لوگ تعصب رکھتے ہیں ان کے بارے میں شیخ فرید الدین عطار
 قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔

اے گرفتار تعصب ماندہ	دامک و بغض دو درجہ ماندہ
در خلافت نیست میل اے پیغمبر	میل کے آید ز بوجہ و عسمر
میل گریہ و دے دران دو مقتدا	ہر دو کو دندے پسرا پیشوا
کے بعدا داری کہ اصحاب رسول	مردان حق را کفند از جان قبول

یا نشاندش بہائے مصطفیٰ
بر صحابہ نیست این باطل روا
احمد بلہ شان گرفت راست
انتیاء جمع قرآن بس خطا است
بلکہ ہرچہ صحابہ پیغمبر کنند
حق کنند و لائق حق و رکند
گر خلافت از ہوائی راندی
خویش را بر سلطنت بنشاندی

حکایت

چوں عمر پیش او پس آمد بچرخ
گفت انگنہم خلافت از دوش
ایں خلافت گزیدارے بود
می فروشم گر بدینارے بود
چوں او پس ایں حرف نشنود از عمر
گفت تو نگذروں تا رغد و گزند
تو بیگن ہر کہ می خواہد ز راہ
باز برگیسہ در دو تاپیش گاہ
چوں خلافت خواست انگنہم امیر
آں زان برخواست از باران نغیر
جملہ گفتند شمن لے پیشوا
خلق را سرکشتہ از بہر خدا
عہدہ در گردنت صدیق کرد
آں نہ بر عیساکہ بر تحقیق کرد
گر تو می بینی سدا ز فرمان او
ایں زماں از تو بر بخت جان او
چوں شنود ایں جہت محکم عمر
کلہ ازین جہت برد شد محنت تر
از زمان تو صحابہ خستہ اند
در زبان بت پرستان رستہ اند
و فتنولی می کنی دیوان سیاہ
گوئے بروی گز زبان داری نگاہ لے

(۹) مسئلہ وصایت

تمام ہاجرین اور انصار کے اتفاق سے صدیق اکبر کا خلیفہ بنایا یہ اس امر کی دلیل ہے

کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے لئے خلافت کی وصیت نہیں فرمائی تھی کہ فلاں شخص میرے بعد خلیفہ ہوگا اور نہ صراحتہ کسی شخص کو خلافت کے لئے ماحوذ فرمایا تھا نہ ابو بکر کو اور نہ علی کو البتہ صدیق اکبر کی خلافت کے متعلق اشارات فرمائے اور تمام زندگی ابو بکر کے ساتھ وہ معاملہ رکھا جو بادشاہ کا ولیعہد کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ تھے صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہ سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا وصی بنایا تھا، حضرت عائشہ نے کہا کہ تو کہتا ہے۔ آخر وقت میں میں آپ کو اپنے سینہ سے لگائے بیٹھی تھی، اسی حالت میں آپ کا وصال ہو گیا مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے حضرت علی کے متعلق کب وصیت کی۔ (۱) صحیحین میں ہے کہ جب فاروق اعظم کے خبر ملا گیا اور لوگ آپ کی زندگی سے ناامید ہوئے تو عرض کیا گیا۔

الا تستخلف یا امیر المؤمنین فقال
ان استخلفت فقد استخلفت من هو
خیر منی یعنی ابابکر وان استخلف
فقد استخلف من هو خیر منی یعنی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اسامیر المؤمنین آپ کسی شخص کو اپنا خلیفہ کیونکر نہیں
بنادیتے فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیفہ بنا دوں تو اس میں
کوئی حرج نہیں صدیق اکبر جو مجھ سے بہتر تھے انھوں
نے وفات کے وقت اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا اور
اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کر دیتا تھا اور اگر میں کسی کو خلیفہ
نہ بناؤں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تھا۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عرض الوفا میں عرض کیا گیا۔

الا تستخلف علینا فقال ما استخلف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فاستخلف ولكن ان يرد الله بالناس
اے امیر المؤمنین آپ ہم پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں
بنادیتے حضرت علی نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ما تسلیم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا پس میں کیوں خلیفہ

خیر انبیاء بعدی علی خیرہم
 کما جمہلہ بعد نبیہم علی خیرہم
 بنائیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ لوگوں کے ساتھ
 خیر کا ہوگا تو میرے بعد لوگوں کو کسی بہتر آدمی پر
 متفق اور مجتمع کروے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی
 کریم کی وفات کے بعد لوگوں کو ایک بہترین خلق یعنی ابو بکر پر متفق اور جمع کروایا۔ اس حدیث
 کا امام بیہقی نے روایت کیا اور اسناد اس کی نہایت جدید ہے۔

(۳) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت علی سے اُن حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے
 مرض الوفا میں کہا کہ تم خدا کی قسم تین روز کے بعد عبدالعصا (لاٹھی کے غلام) ہو گئے یعنی آپ کی وفات
 قریب ہے لہذا تم آں حضرت علی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا حضرت علی
 نے کہا:

انی لا اسلّمہ ذلک
 تحقیق میں اس بارے میں آپ کے کچھ دریافت نہیں کروں گا
 (۴) سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ حضرت علی نے ایک مرتبہ خطبہ دیا۔

یا ایہا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں انار
 اور خلافت کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی
 آپ کی وفات کے بعد سب کی متفقہ رائے سے ابو بکر
 خلیفہ مقرر ہوئے اور خلافت کا کام نہایت عمدگی سے
 انجام دیا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر ابو بکر
 نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور نہایت خوبی
 سے خلافت کا کام انجام دیا یہاں تک دنیا سے رخصت ہوئے
 یا ایہا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں انار
 اور خلافت کے بارے میں کوئی وصیت نہیں فرمائی
 آپ کی وفات کے بعد سب کی متفقہ رائے سے ابو بکر
 خلیفہ مقرر ہوئے اور خلافت کا کام نہایت عمدگی سے
 انجام دیا یہاں تک کہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر ابو بکر
 نے اپنی رائے سے عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور نہایت خوبی
 سے خلافت کا کام انجام دیا یہاں تک دنیا سے رخصت ہوئے

(۵) صحیحین میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خطبہ دیا اور یہ فرمایا کہ جو شخص یہ گمان
 کرے کہ ہمارے پاس سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جس میں دیات وغیرہ کے احکام ہیں۔
 کوئی اور کتاب اور کوئی وصیت نامہ ہے تو وہ بالکل جھوٹ بولتا ہے۔

حضرت شیعہ کہتے ہیں کہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی خلافت کی وصیت کی تھی۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اگر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی خلافت کے لئے نامزد کیا ہوتا تو نا ممکن اور محال تھا کہ اصحاب کلام اس پر عمل نہ کرتے صحابہ کرام جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے جان مال خریش و انار ب سب قربان کر دئے ان کی نسبت یہ بدگمانی کہ انہوں نے ویدہ و دانستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو رد کر دیا۔ یہ قرآن کریم کی صریح تکذیب ہے جو صحابہ کرام کی توصیف سے بھرا پڑا ہے۔ نیز اگر حضرت علی یا حضرت عباس وغیرہ کسی کی خلافت کے متعلق کوئی نص یا وصیت ہوتی تو وہ قطعاً متواتر ہوتی اس کا چھپا رہنا عادتہ محال تھا ضرور وہ نص مجلس بیعت میں ہوتی، جیسے ابو بکر صدیق نے انصار کے سامنے جب حدیث بیعت کی الامتہ من قریش تو انصار نے فوراً اس کی اطاعت کی اور اپنی امارت کے خیال کو چھوڑ دیا۔ نیز اگر خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی تو کوئی نہ کوئی تو اس مجلس میں یہ کتنا کرم لوگ کیوں اس قدر لڑ رہے ہوں جنہوں نے پرنزرنے تو فلاں شخص کو امامت اور خلافت کے لئے معین اور نامزد کر دیا ہے بنی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم اگر سوائے ابو بکر کے کسی اور کو مثلاً حضرت علی یا حضرت عباس کو مقرر کر جاتے تو یہ نامکن تھا کہ صحابہ میں سے کوئی بھی اس کو ظاہر نہ کرتا سقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع خلیفہ ہی کی تعیین کے لئے تو تھا وہاں اس لئے جمع ہوئے تھے۔ اگر خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی تو انصار و انامیر و محکم امیر نہ کہتے اور نہ سقیفہ میں کسی زبان سے یہ نکلا کہ حضور پر نور غدیر خم کے خطبہ میں من کنت مولاء علی مولاء سے حضرت علی کی خلافت کی طرف اشارہ فرما چکے ہیں اب اس بحث کی ضرورت نہیں۔ نیز اگر حضرت علی کے پاس اپنی خلافت کی کوئی نص یا وصیت موجود ہوتی تو صحابہ کلام کے سامنے اس کو ضرور پیش کرتے اور اگر نہ مانتے تو ابو بکر و عمر سے جہاد و قتال کرتے جیسے حضرت معاویہ سے قتال کیا، خصوصاً جبکہ ابراہیم بن علی نے حضرت علی سے یہ کہا کہ تم بیعت کے لئے ماتہ بڑھاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور اگر تم پاؤ تو ابو بکر کے مقابلہ میں تمام میدان سواروں اور پیادوں سے لاکر بھر دوں۔

حضرت علی نے نہایت سختی سے جواب دیا کہ باوجود مجھے تمہاری نصیحت کی ضرورت نہیں تم مسلمانوں

میں فتنہ اور فساد کرنا چاہتے ہو

معلوم ہوا کہ حضرت علی کے پاس کوئی نص یا وصیت موجود نہ تھی اور وہ دل و جان سے صدیق اکبر کی خلافت کو خلافت حقہ اور راشدہ کہتے تھے اور ان کی خلافت کے خلاف لب کشائی کو فتنہ اور فساد کہتے تھے۔

حضرت علی کے نزدیک اگر صدیق اکبر کی خلافت حق نہ ہوتی تو ضرور ابو بکر سے مقابلہ اور مقابلہ کر جیسے حضرت معاویہ سے کیا اس لئے کہ اسد اللہ غالب ہونے کے بعد اعداء اللہ سے مقابلہ نہ کرنا غایت درجہ بزدلی اور ایمان کی کمزوری ہے، یہی حضرت علی کا یہ سکوت اگر بوجہ لاپرواہی اور مجبوری تھا تو لاپرواہی اور مجبوری لائق امامت و خلافت نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت علی نے باوجود قدرت کے اپنی خلافت کی نص یا وصیت کو بنا بر تقدیر ظاہر نہیں کیا تو یہ بزدلی بھی ہے اور اتفاق بھی ہے اور بزدلی اور منافق خلیفہ نہیں ہو سکتا لے

حضرت شیعوں یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کا خلفا ثلاثہ کے ساتھ رہنا اور مسجد میں ان کے پیچھے نمازیں پڑھنا اور انہی کے مطابق قرآن پڑھنا اور کسی بات میں سر مو ان کے خلاف نہ کرنا یہ سب بنا بر تقدیر تھا لیکن اشکال اور سوال یہ ہے کہ حضرت علی جب اپنے زمانہ خلافت میں ٹھٹھکتے تھے تو خلفاء ثلاثہ کے فضائل اور مناقب بیان کیا کرتے تھے سو اگر یہ بھی تقدیر سے تھا تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ امیر المومنین علیؑ کیسے شیر خدا تھے کہ خلفا ثلاثہ کے انتقال کے بعد بھی ان سے ڈرتے تھے اور ڈر کر ان کی تعریف کرتے تھے انہوں نے شیر خدا ابو بکر و عمر و عثمان سے ڈرے اور خلیفہ اور بادشاہ ہونے کے بعد بھی انہی کے موافق احکام جاری کرے معاذ اللہ حضرت علیؑ ایسے بزدل اور نامزد نہ تھے جیسے حضرت شیعوں کہتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ حقیقتہً شیر خدا تھے اور ان کا ظاہر و باطن یکساں تھا حضرت شیعوں کہتے ہیں کہ ان کا ظاہر و باطن مختلف تھا، بندہ تو ظاہر کو دیکھتا ہے دل کی خبر اللہ ہے، حضرت علیؑ جب ظاہر میں بر سر سبز خلفاء ثلاثہ کی تعریف فرماتے تو مسلمانوں کے ذمہ یہ فریضہ

ہے کہ حضرت علی کو صادق اور راستباز کہیں، خیموں کے نزدیک حضرت علی معصوم تھے اور معصوم کی اطاعت فرض ہے اور اس کی نافرمانی منق ہے نیز اس امر کلمات فریقین سے ہے کہ حضرت علی رضہ صدیق کبر کے ابتداء خلافت سے نے کہا تھا ملک اور اس طرح عہد نامہ صوفی اور عہد عثمانی میں از اول تا آخر تمام امور ہمہ میں خلفاء ثلاثہ کے مشیر خاص اور شریک حال رہے اور جس قدر لڑائیاں ہوئیں ان میں ان کا مشورہ شامل رہا اور اب غنیمت میں سے اپنا حصہ لیتے رہے اور غنائم میں ان کی اقتدار کرتے رہے اور مسائل دینیہ میں ان کے ہم نوا اور ہم صغیر رہے یہ سب اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو دل سے حق سمجھتے تھے اور عید رکرا صاحب ذوالفقار کلاس پچیس سالہ عمل کو تفتیح پر محمول کرنا، مشیعی اس کی جرأت کر سکتے ہیں، ہم اہل سنت والجماعت کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غلامان غلامان کی شان بھی اس سے علی اور ارفع ہے کہ ہم دل سے بن کو کافر و منافق و غاصب و خائن سمجھتے ہوں ظاہراً ان سے یہ مجاہدہ اور دوستانہ معاملہ کریں اور ان کے پیچھے نمازیں ادا کریں اسلئے کہ ابھی کا بگڑا ہوا قرآن پڑھتے رہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ

را یہ امر کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو امارت اور خلافت کے لئے کیوں نہ مقرر فرمادیا سو اس کا۔

جواب

یہ ہے کہ حضور پر نور کے وقت امیر اور خلیفہ کی تعیین اور نامزدگی واجب نہ تھی یہ مسئلہ آپ نے مسلمانوں کے اجتہاد اور مشورہ پر چھوڑ دیا کہ اپنی صواب و بد سے کسی کو اپنا امیر منتخب کر لیں اور اشارۃً اپنا مشاور مبارک اس طرح ظاہر فرمادیا کہ ابوبکر کو اپنی جگہ نماز کا امام مقرر کیا، یہ خلافت کی جانب اشارہ تھا اور جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ میرا یہ اشارہ صحابہ کے لئے کافی ہو گا اس لئے ابوبکر کے لئے جرم و صیئت نامہ تحریر کرنا چاہتے تھے اس کا ارادہ بھی ترک کر دیا کہ اب اس کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ قضا و تدبیر میں یہ طے پا چکا ہے کہ مسلمان سوئے ابوبکر کی متقی نہیں گئے۔

علامہ سیوطی تاریخ الملوک میں لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے جو کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا اس کی وجہ وہ ہے کہ جو سند بزار کی ایک حدیث میں مذکور ہے۔

عن خدیفة قال قالوا یا رسول اللہ
الاستخلف علینا قال ان استخلف
علیکم فتعصروا خلیفتی منزل
علیکم العذاب واخرجه الماکم
فی المستدرک

خدیفہ راوی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم پر کوئی امیر اور خلیفہ کیوں نہ مقرر کر جائیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کروں اور پھر تم اس کی نافرمانی کرو تو تم پر اللہ عذاب نازل ہو گا اور اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں ثابت کیا ہے۔

(۱) مسئلہ خلافت میں اہل سنت اور اہل تشیع کے منشا اختلاف کی مختصر تشریح

اہل سنت اور اہل تشیع میں سب سے بڑا اختلافی مسئلہ مسئلہ خلافت ہے اس لئے ہم نہایت اختصار کے ساتھ یہ بتلانا چاہتے کہ منشا خلافت کیا ہے۔ وہ یہ کہ شیعوں کے نزدیک خلافت کا دار و مدار قرابت اور علاقہ مصاہرت (دوامی) پر ہے اس لئے شیعوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت جناب امیر کو ملنی چاہیے تھی کہ وہ آپ کے قریبی رشتہ دار تھے اور داماد بھی تھے اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ خلافت نبوی کا دار و مدار تقرب پر ہے نہ کہ قرابت رشتہ داری اگرچہ شخص سب سے زیادہ خدا اور اس کے رسول کا مقرب ہو گا۔ وہ شخص خلیفہ رسول اور جانشین نبی ہو گا۔ خلافت نبوت کو قرابت اور مصاہرت یعنی رشتہ داری سے کیا علاقہ غلط لاوار و مدار اگر قرابت نبوی پر ہوتا تو آپ کے بعد خلیفہ یا تو آپ کے چچا حضرت عباس ہوتے یا آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہرا ہوتیں ملکہ حضرت فاطمہ ہوتیں اور کوئی مروان کی طرف سے لا خلافت کو انجام دیتا جیسا کہ دنیا کا دستور ہے اور حضرت فاطمہ کے بعد امام حسن خلیفہ دوم ہوتے اور امام حسن کے بعد امام حسین ہوتے اور امام حسین کے بعد اگر حضرت علی زندہ

رہتے تو پھر حضرت علی خلیفہ چہام ہوتے، غرض یہ کہ اگر خلافت کا مدار قربت پر ہو تو شیعوں کے اس قاعدہ کی بنا پر بھی حضرت علی خلیفہ چہام ہی ہوتے ہیں پھر اگر اہل سنت نے حضرت علی کو خلیفہ چہام بنایا تو کیا تصور کیا حضرت علی کو جو خلافت ملی وہ جہا برین اور انصاری کی بیعت سے ملی۔ حضرت شیعہ نے تو حضرت علی کو کچھ بھی نہیں دیا اور اگر علاقہ مصاہرت (وامادی) پر نظر کیا جائے تو اس لحاظ سے حضرت عثمان غنی سب سے زیادہ خلافت بلا فصل کے مستحق تھے اس لئے کہ حضرت عثمان آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد تھے کہ جن کے عقد میں پیغمبر کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں اور اسی وجہ سے وہ اہل اسلام میں ذی النورین کے لقب خاص سے مشہور ہوئے رہا یہ امر کہ حضرت عثمان ذی النورین کے عقد میں جو یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آئیں وہ حضور پر نور کے سامنے ہی انتقال کر گئیں سو یہ امر متحقق خلافت کو نازل نہیں کرتا، اس لئے اس سبب سے ان کو جو شرف خاص حاصل ہوا تھا وہ صرف نکاح سے حاصل ہو چکا تھا۔ بی بی کے زندہ رہنے اور نہ رہنے کو اس میں کوئی دخل نہیں جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد بھی حضرت علی کو شرف دامادی حاصل رہا۔ حضرت علی کا یہ شرف حضرت سیدہ کے وصال سے نازل نہیں ہو گیا۔

رہا یہ امر کہ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں صاحبزادیاں زقیہ، ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تھیں بلکہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے پہلے شوہر سے پیدا ہوئی تھیں تو یہ صریح دھوکہ اور فریب ہے۔ ان کی کلینی شریفین مطبوعہ کفعمین صاف لکھا ہوا موجود ہے۔

وتزوج خدیجۃ وهو البس بصنع	آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میں سال سے زیادہ
وعشرین سنة فولد له منها قبل	عمر میں خدیجہ سے نکاح کیا اور قبل بعثت ان کے
مبعثہ القاسم ورقیۃ وخریث	بطن سے قائم اور زقیہ اور زینب اور ام کلثوم
وام کلثوم وولد له بعد المبعث	پیدا ہوئے اور بعد بعثت کے لیلیب اور طہر
الطیب والطاهر والفاطمۃ۔ اصول	اور فاطمہ پیدا ہوئے۔

کافی کلینی ص ۲۰۰ باب - مولد النبی (موصول کافی کلینی) باب مولد النبی صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ۱۵ علیہ السلام

غرض یہ کہ حضرت فاطمہ کی طرح رقیہ اور ام کلثوم بھی آپ کی صاحبزادیاں تھیں جن میں سے حضرت
فاطمہ کی پیدائش بعد بعثت ہوئی اور رقیہ اور ام کلثوم کی پیدائش قبل از بعثت ہوئی اور ولادت کے
تقدم اور تاخر کو خلافت میں کوئی دخل نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ جو دامادی کا شرف حاصل تھا وہ حضرت
سیدہ کے وصال کے بعد بھی باقی رہا حضرت سیدہ کے وصال سے دامادی کا شرف ختم نہیں ہو گیا
اسی طرح حضرت عثمان کے دو ہرے شرف دامادی کو سمجھو۔

مسئلہ خلافت میں حضرات شیعہ کی عجیب و غریب خرافات اور مضحکات اور مسکیات بہانے
والی اور دلانے والی باتیں ہیں ان کو نقل کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے حضرات شیعہ کہتے ہیں کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ دروز تک اپنے اہل و عیال کو ساتھ
لے ہوئے ایک ایک مہاجر اور انصار کے گھر مدد طلب کرتے ہوئے پھرے کہ دیکھو مجھے پیغمبر خدا نے
اپنا خلیفہ بنا دیا تھا ان لوگوں نے میری خلافت چھین لی تم میرا حق دلا دو مگر چار شخصوں کے سوا کسی نے
مدد کا اقرار نہ کیا آپ نے ناچار ہو کر یہ کہا کہ تم چار شخصوں سے کیا ہو گا۔ اس فقرہ کو اہل آب و تاب
کے ساتھ اگر دیکھنا ہو تو حق الیقین و تذکرۃ الامیر میں دیکھیے۔

ہم اہل سنت والجماعت علما و علما ان سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سارا فقرہ فرضی اور
بے اصل ہے اور سراسر خلاف عقل ہے۔ اور حضرت علی جیسے سرخیل اولیاء عالم کی شان ولایت اور شان
زہد کے سراسر منافی ہے۔

متروکات نبوی

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی دلشیا نہ اور فقرانہ تھی دو دو حدیث تک گھر میں توا

نہیں چڑھتا تھا پانی اور کھجور پر گزرتھا کپتے مجھوں میں زندگی بسر فرماتے تھے قبل پوش تھے اور
بورے اور ٹاٹ پہ بیٹھے تھے آپ کے پاس کیا رکھا تھا کجرو نفات کے بعد دارٹوں کے لئے چھوڑ جاتے۔
حضرت عمرو بن حارث جو ام المؤمنین جو میرہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے فرماتے ہیں۔

ما تترك رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موته درهما ولا ديناراً
ولا عند ولا امه ولا شيئا الا بقلته
البيضاء وسلاحه وارضا جعلها
صدقة - صحيح بخاری کتاب
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے
وقت نہ کوئی درہم چھوڑا اور نہ دینار اور نہ غلام
اور نہ باندی نہ اور کوئی شئی مگر ایک سفید خچر اور
ہتھیرا اور کچھ زمین جس کو اپنی زندگی ہی میں مسلمانوں
کے لئے وقف کر گئے تھے۔
(بخاری شریف)

الوصایا .

عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جس زمین کا ذکر ہے اس سے تین جاہل ادیب مراد ہیں۔
(۱) - جاہل مدینہ۔ مدینہ کی جاہلاد سے بنو نضیر کی زمین مراد ہے، جو حق جل شانہ نے آپ کو بطور فی
عطا فرمائی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور یہ زمین برابر آپ کے قبضہ میں رہی اس زمین کی مدنی
سے اپنے اہل و عیال کا سالانہ خرچہ دیدیتے اور جو بچتا اُس سے ہتھیرا اور گھوڑے اور اسان جہاد
خریدتے، صحیح بخاری ۲۵، کتاب التفسیر سورہ حشر

(۲) - خیبر کی زمین۔ جو آپ کو سهم میں ملی تھی۔

(۳) - فک کی نصف زمین جو فتح خیبر کے بعد آپ کو اہل خیبر سے صلحا حاصل ہوئی تھی خیبر اور فک
کی زمینوں سے جو آمدنی ہوتی اس کو وقف اور ناگہانی ضروریات میں صرف فرماتے۔

یہ زمینیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی جاتی تھیں اور تاحین حیات آپ کے قبضہ میں
رہیں حق جل شانہ کی طرف سے آپ کو اختیار تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ مگر حضور پر نور ان زمینوں
کی آمدنی سے صرف بقدر نفقہ اہل و عیال لیتے تھے اور باقی کل آمدنی اسلام اور مسلمانوں کی ضرورتوں
اور مصلحتوں میں خرچ فرماتے تھے۔ اپنی عیش و عشرت کے لئے معاذ اللہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ فرماتے

تھے غلامِ آزادوں میں آپ کا تصرف مالکانہ تھا مگر وحقیقت متولیانہ تھا۔ یہ زمینیں اللہ کی تھیں، یعنی وقف تھیں اور آپ حکمِ خداوندی اس کے متوقیٰ تھے، اس کے حکم کے مطابق خرچ کرتے تھے چونکہ خداوندِ افعالِ بجلال کی طرف سے یہ حکم تھا کہ ان زمینوں کی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کا سالانہ نفقہ بھی دے دیا کرو اس لئے آپ بنی نضیر کی جائداد سے ازواجِ مطہرات کا سالانہ نفقہ دیدیا کرتے تھے۔ حضرت اہل بیت کو آپ کی وفات کے بعد یہ خیال ہوا کہ یہ زمینیں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ملکیت اور ذاتی جائداد تھیں اس لئے بطورِ وراثت اہل بیت پر تقسیم ہونی چاہئیں چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے خیر اور فک اور بنی نضیر کی جائدادوں سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اپنا حصہ طلب کیا۔ صدیق اکبر نے عرض کیا کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہم گروہِ انبیاء کے کسی کے مال کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث جتنا ہے۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ اور خیرات ہے، البتہ جو نفقہ اور خرچ ان میں مقرر ہے وہ بدستور اسی طرح ہے گا۔ اور جس جس کام میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم خرچ کرتے تھے ابوبکر بھی اس میں اسی طرح خرچ کرے گا۔ اور آلِ رسول اس مال میں سے اسی طرح کھائے گی جس طرح نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے زمانے میں کھاتی تھی۔ اور خدا کی قسم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت کے ساتھ سلوک اور احسان مجھے اپنی قربت کے سلوک اور احسان سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

صدیق اکبر کا یہ جواب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کو ناگوار خاطر گزارا اور رنجیدہ ہوئیں یہ معلوم کیوں رنجیدہ ہوئیں صدیق اکبر نے تو حضرت سیدہ کے والدِ محرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد سراپا شاد پیش کر دیا۔ ان کا عذر تو ظاہر ہے مگر حضرت سیدہ کے رنج و ملال کی کوئی یقینی وجہ سمجھ میں نہیں آئی صدیق اکبر کہہ تو گزرے مگر حضرت سیدہ کے رنج و ملال کی وجہ سے بے چین اور بے تاب رہے۔

دو گونہ میخ و عذابِ امت جانِ محبوبانِ را بلائے صحبتِ یلانی بلائے فرقتِ یلانی
صدیق اکبر نے ملنِ فواسی پر کیا کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ کسی کو اس جائداد

میں سے بطور وراثت کچھ نہیں دیا حتیٰ کہ اپنی بیٹی عائشہ کو بھی اس میں سے کچھ نہیں دیا اور نہ حفصہ بنت عمر کو کچھ دیا اور نہ ازدواج مطہرات کو کچھ بطور وراثت دیا۔ البتہ حضرت سیدہ کوراضی کر لیا اور ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان سے معذرت کی تاکہ حضرت سیدہ و صدیق اکبر سے راضی ہو کر حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر نے اولاً تقسیم میراث سے انکار فرمایا۔ اور بعد ازاں غالباً حضرت سیدہ نے صدیق اکبر سے یہ درخواست کی ہوگی کہ خیر اور نذرک کی زمینوں کا انتظام حضرت علی کے سپرد کر دیا جائے اور حضرت علی ہی اس کے ناظر اور نگران رہیں صدیق اکبر نے اس سے بھی انکار کر دیا کہ ان زمینوں کا میں خود ہی انتظام کروں گا جس طرح نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کرتے تھے حضرت سیدہ کو بہت غصا ہے بشریت رنج اور طال ہوا ہے

صدیق اکبر کی وفات کے بعد حضرت عمر نے دو سال تک ان زمینوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا دو سال کے بعد جب حضرت علی اور حضرت عباس نے اس بارے میں گفتگو کی تو حضرت عمر نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے طرز عمل کا حوالہ دیتے ہوئے تقسیم میراث سے

لے۔ اہل عبارت اس طرح ہے۔ لما أخبرها الصديق عنه قال لا نورث ما تركنا فهو صدقة فيجبها وغيرهما من أرواحه وعلم عن الميراث بهذا النص الصريح فسأله أن ينظر على في صدقة الأرض التي بغير وفدك فلم يجبهما إلى ذلك لأنه رأى أن حقاً عليه أن يقوم في جميع ما كان يتولا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو المصدق البار بالارشاد التابع للحق رضى الله عنه فحصل بها رضى امرأة من الميثرليت بواجبة العصمة عتب وتغضب ولم تكلم الصديق حتى ماتت اه البدایة والنهاية ص ۲۹۵ پھر حافظ ابن کثیر کتاب مذکور کے ص ۲۸۹ پر لکھتے ہیں۔ وكنها سأله بعد هذا أن يجعل زوجها ناظر على هذه الصدقة فلم يجبهما إلى ذلك لما قد مناه فتعقبت عليه بسبب ذلك رضى امرأة من بنات آدم تألفت كما يأسفون وليست بواجبة العصمة مع وجود نص رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد ردنا عن أبي بكر رضى الله عنه أنه رضى فلفته وتلجها قبل موتها فرفضت رضى الله عنها۔ انتهى ثم ذكر حدث الاسترضاء فراجع۔

لے۔ البدایة والنهاية - ج ۵ : ۱ ص ۲۸۹

توصات عذر کر دیا البتہ تالیف تملک کے لئے یہ صورت نکالی کہ مدینہ کی جائداد یعنی بنو نضیر کی زمین کا انتظام تو حضرت عباس اور حضرت علی کے ہاتھ میں دے دیا کہ مشترکہ طور پر چم دونوں مل کر اس جائداد کا انتظام کر دو اور ان دونوں سے یہ عہدے لیا کہ تم اس کی آمدنی کو ان ہی مصارف میں خرچ کرنا کہ جہاں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کیا کرتے تھے اور دونوں سے اس کا اقرار لے لیا اور اس اقرار سے یہ بات ان پر واضح کر دی کہ یہ میراث نہیں بلکہ وقف ہے ان دونوں حضرات نے اس صورت کو منظور کر لیا۔ اور مشترکہ طور پر بغیر تملک کے دونوں مدینہ کی جائداد کے متولی اور ناظم ہو گئے۔

اور بغیر اندک کی جو زمینیں تھیں ان کا انتظام حضرت عمر نے اپنے پاس لکھا، اس طرح حضرت عمر نے آں حضرت کی متروکہ زمینوں کو دو حصوں پر تقسیم کر دیا ایک اموال بنی نضیر یعنی جائداد مدینہ جس میں سے اہل بیت انزواج مطہرات کے سالانہ مصارف دئے جاتے تھے اس کا انتظام تو حضرت علی اور حضرت عباس کے سپرد کر دیا اس لئے کہ دونوں حضرات اہل بیت کی ضروریات اور مصارف سے بخوبی واقف تھے اور اسی لئے یہ دونوں حضرات خواستگار تولیت ہوئے کہ وقف نبوی میں ذوی القربیٰ یعنی اقرباء نبوی کا بھی حق ہے بلکہ ان کا حق سب سے مقدم ہے اور یہ دونوں حضرات - ذوی القربیٰ کے احوال اور ان کی ضروریات سے بخوبی واقف تھے اس لئے حضرت عمر نے سمجھا کہ یہ جائداد ان کی تولیت میں دے دینا مناسب ہے اور لا نورث ما ترکنا صدقہ کا گھر گھر چرچا ہو چکا ہے اس لئے اب یہ اندیشہ نہیں کہ لوگ اس دینے کو میراث سمجھ جائیں گے اس لئے اموال بنی نضیر کو ان دونوں کی تولیت میں دے دیا اور دوسری جائداد یعنی ندک اور خیبر کی جائداد جس کی آمدنی مصالحوں عامہ میں صرف ہوتی تھی اس کا انتظام بحیثیت خلیفہ ہونے کے حضرت عمر نے اپنے ہاتھ میں رکھا، چند روز تک دونوں حضرات حضرت علی اور حضرت عباس متفق رہے اور مل کر جائداد مدینہ کا انتظام کرتے رہے مگر کچھ عرصہ بعد دونوں میں اختلاف پیش آیا جیسا کہ جب ایک جائداد کے دو منظم ہوں تو اختلاف رائے کی وجہ سے نزاع کا پیش آنا مستبعد نہیں اسی طرح حضرت علی

اور حضرت عباسؓ میں دربار کا انتظام کا مداوا اختلاف اور نزاع پیدا ہوا فیصلہ کے لئے دونوں حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور یہ درخواست کی کہ تولیت کو تقسیم کر دیں کہ جاہداد مدینہ کے ایک نصف کا منتظم اور متولی حضرت علیؓ کو بنادیں اور جاہداد کے دوسرے نصف کا متولی اور منتظم حضرت عباسؓ کو بنادیں تاکہ اختلاف اور باہمی مخالفت سے محفوظ ہو جائیں مگر حضرت عمرؓ نے اس سے صاف انکار کر دیا اور یہ خیال فرمایا کہ اگر ہر ایک کی تولیت کا حقہ الگ الگ کر دیا گیا تو یہ صورت تقسیم میراث کی صورت کے مشابہ ہوگی اس لئے حضرت عمرؓ نے تقسیم تولیت سے صاف انکار فرمادیا اور یہ کہہ دیا کہ یہ تولیت مستحکم بھی نہیں ہو سکے گا۔ راجع اشعۃ اللمعات ص ۴۴ ج ۳ باب الفی۔

اور یہ فرمایا کہ اگر تم سے تولیت کا کام سرانجام نہ پاسکے تو یہ زمین مجھے واپس کر دو میں حسب سابق خود اس کا انتظام کروں گا۔

حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کا فتنہ تھا کہ ہر ایک کو بقدر اپنے اپنے حقہ کے جدا گانہ متولی کر دیا جائے تاکہ نزاع اور اختلاف کی قربت نہ آئے۔ تولیت کی تقسیم چاہتے تھے میراث اور ملک کی تقسیم نہیں چاہتے تھے مگر حضرت عمرؓ نے اس کو منظور نہ فرمایا کہ مبادا آئندہ چل کر اس تقسیم تولیت سے لوگ تقسیم میراث نہ سمجھ جائیں۔

چند روز تک یہ مشترکہ تولیت اسی طرح چلتی رہی بعد میں چل کر حضرت علیؓ نے حضرت عباسؓ کا قبضہ اٹھا دیا اور تمام جاہداد پر حضرت علیؓ قابض ہو گئے اور اپنی صواب وید سے اس کا انتظام فرمایا حضرت کا تنہا اس جاہداد پر قابض ہو جانا یہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مال حضرت علیؓ کے نزدیک بھی وقف تھا اور کسی کے ملک اور میراث نہ تھا اس لئے کہ ایک متولی کا دوسرے متولی کے قبضہ کو اٹھا دینا ظلم نہیں بلکہ سب اوقات ایسا ہی قرین مصلحت ہوتا ہے البتہ کسی کی ملک اور میراث پر قبضہ کر دینا ظلم ہے اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ شیعوں کے نزدیک معصوم اور اہل سنت کے نزدیک محفوظ ہیں ان سے کسی کی ملک اور میراث کا غصب اور غلبہ ناممکن ہے نیز اگر یہ میراث ہوتی تو اس میں حضرت عباسؓ کے علاوہ ازواج مطہرات کا بھی حقہ تھا اس کا دینا بھی لازم اور ضروری تھا۔

حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر سے اس بات کا خواستگار ہونا کہ آدھوں آدھ ہائٹ کر دو نون کو جدی جدی زمین کا متوی کر دیں یہ اس بات پر شاہد ہے کہ یہ جھگڑا فقط تولیت کا تھا میراث کا نہ تھا۔ میراث کے تقسیم کر دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ ایک شمی مشترک کو دو مالکوں میں تقسیم کر دینا عقلاً و نقلاً مستحسن ہے نیز حضرت عمر کا یہ عہد لینا کہ تم اس زمین میں دہی کرنا جو نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی کرتے تھے خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر نے ان کو متوی کر کے دیا تھا ورنہ اس شرط کے کیا معنی۔ اگر میراث میں دیا ہوتا تو میراث تو دلائل کی ملک ہوتی ہے اور مالک کو اپنی چیز کا اختیار ہوتا ہے کہ اپنے حصہ میں جو چاہے تصرف کرے اس سے اس قسم کے عہد لینے کے کیا معنی ورنہ ہر شخص سے نسبت اراہنی ملو کہ یہی عہد لیا جایا کرتا۔ پھر حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ قیامت تک اس کے خلاف حکم نہ دوں گا خود اس کی دلیل ہے کہ یہ ترکہ نبوی حضرت علی اور حضرت عباس کو بطور تولیت دیا تھا نہ بطور میراث اس لئے کہ تقسیم میراث میں کوئی حرج نہیں ہوا راث کو اس کا حصہ عائد کر کے دے دینے میں کوئی قباحت نہیں۔

بلکہ

اول بار بھی حضرت علی اور حضرت عباس کا حضرت عمر کے پاس آنا محض طلب تولیت کے لئے تھا جیسا کہ لفظ افہما لینا سے یہ بات خود ظاہر ہے اس لئے کہ دفع کے معنی کسی چیز کے حوالہ اور پھر وکر دینے کے ہیں بطور میراث اور بطور تملیک کسی چیز دینے پر دفع کا لفظ نہیں بولا جاتا مگر صدیق اکبر نے بطور تولیت بھی دنیا کسی کو گوارا نہ کیا کیونکہ حضرت فاطمہ کی طلب میراث کا قصہ تازہ تھا اور اس قصہ سے سب کے کان پڑتے تھے اس وقت اگر بطور تولیت ہی دے دیتے تو ہر کوئی اس دینے کو میراث ہی کا دینا سمجھتا اور یہی وجہ فی الجملہ موجب گرائی خاطر حضرت علی اور حضرت عباس معلوم ہوتی ہے اس لئے ان دونوں کو حضرت صدیق سے ایک درجہ میں کشیدگی تھی کہ وہ ان کی تولیت تک کے بھی روادار نہ ہوئے اور عجب نہیں کہ مقتضائے بشریت ان دونوں کے دل میں یہ خیال آیا ہو کہ اگرچہ یہ حدیث لا نورث ماتہا کنا صدقہ بلاشبہ صحیح ہے لیکن ہمارے استحقاق تولیت اور اہمیت

و صلاحیت میں بھی کوئی تردد نہیں مگر با اینہم اس زمین کو صدیق اکبر نے اپنے ہی قبضہ میں رکھا ہے
کوئی بات ضرور ہے۔

ان دونوں حضرات کا یہ خیال پرانیہ حال سے یا کسی قال سے حضرت عمر کو مترشح ہوا اس لئے
انہوں نے بطور تنبیہ و شکایت یہ فرمایا کہ کیا تم ابو بکر کو کاذب اور آثم اور فحاش سمجھتے ہو جیسے قاریب
اور اجاب سے جب کوئی بے اعتنائی ظہور میں آتی ہے تو مبالغہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کیا تم مجھ کو
اپنا بھائی یا دوست نہیں سمجھتے حالانکہ سویداء قلب میں ان کی محبت مرکز ہوتی ہے مگر محض ظاہری
طور پر اگر کوئی بات پیش آتی ہے تو ایسا کہہ دیا کر کے میں موقع تعریف و عتاب میں اس قسم کا محاورہ
کلام اللہ میں استعمال ہوا ہے۔ کما قال تعافی حتی اذا استیأس الرسل وظنوا انہم
قد کذبوا جاءہم نصرنا یعنی یہاں تک جب رسولوں کو ناامیدی ہونے لگی اور وہ یوں
خیال کرنے لگے کہ نصرت و امداد کے جو وعدے ان سے کیے تھے وہ غلط تھے حضرات انبیاء کو
تذول سے یقین تھا کہ وعدہ الہی قطعاً و یقیناً صادق ہیں ایک روز بلاشبہ امداد الہی ضرور باغزو
آنے والی ہے لیکن بمقتضائے بشریت جب انبیاء کرام کے دلوں میں بے اختیار بے چینی اور پریشانی
پیدا ہوئی تو حق تعالیٰ نے اپنے محبت و مخلصین کو بطور شکایت و عتاب مبالغہ یہ فرمایا کہ کیا امداد
خداوندی میں ذرا تاخیر کی بنا پر یہ گمان کرنے لگے کہ معاذ اللہ۔ خدا نے اپنے پیغمبروں سے غلط وعدے
کئے تھے موقع تعریف و عتاب میں مبالغہ ایسا کہہ دیا کرتے ہیں اسی طرح حضرت عمر نے جب یہ دیکھا کہ
حضرت علی اور حضرت عباس کے کلام سے صدیق اکبر سے رنج اور آزر دگی کی بو آتی ہے تو حضرت عمر نے
بطور شکوہ و تجاہد و مخلصانہ عتاب آمیز لہجہ میں مبالغہ یہ فرمایا کہ کیا تم دونوں۔ ابو بکر کو کاذب و فحاش و غیرہ
سمجھتے ہو واللہ ابو بکر تو بار آور راشد اور تابع الحق تھے حالانکہ حضرت عمر کو یقین تھا کہ حضرت علی اور
حضرت عباس کے دل میں صدیق اکبر کی محبت ایسی پختہ اور راسخ ہے کہ کسی طرح بھی نکالے نہیں نکل
سکتی اس لئے زمان سے ایسے کلمات کا نکالنا جن سے رنج اور آزر دگی مترشح ہوتی ہے
محبت صادق کی شان کے مناسب نہیں۔

باغ فدک کی حقیقت

باغ فدک ایک نہایت مختصر کھجوروں کا باغ تھا جس میں سے اہل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کو نقد قوت الاموات سال بھر کا نفقہ دے دیا کرتے تھے اور باقی جو کچھ بچتا تھا وہ فقرا و مساکین تقسیم کر دیتے تھے آپ کی وفات کے بعد جب حضرت صدیق اکبر آپ کے خلیفہ اور جانشین اول مقرر ہوئے تو اس وقت حضرت فاطمہ نے اس امر کی درخواست کی کہ یہ باغ مجھ کو وراثت میں دیدیا جائے، صدیق اکبر نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم انبیاء کا نہ کوئی وارث ہوتا ہے اور نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں جو کچھ چھڑتے ہیں وہ صدقہ اور وقف ہوتا ہے حضرت سیدہ یہ سُن کر نام یا لگیں ہر مہینے اور پھر اس معاملہ میں کوئی کلام نہیں فرمایا۔

باغ فدک ایک معمولی سا باغ تھا کوئی لاکھوں یا کچھ سوئوں کی جاگیر نہ تھی کہ جس کی نسبت یہ کہا جائے کہ خلیفہ وقت نے اس عظیم الشان باغ کو اس لئے غصب کیا ہے کہ خلیفہ اور اس کی اولاد اس باغ کی آمدنی سے شلمانہ اور امیرانہ شھاٹ جمائے اور اس کی بے شمار آمدنی سے عیش و عشرت کا سامان مہیا کرے کسی خلیفہ نے اس باغ کا اپنی اولاد کے نام مینا مر یا مہر نامہ نہیں لکھ دیا بلکہ مصارف شریف میں اس کی آمدنی کو خرچ کرتے رہے یہاں تک کہ جناب امیر خلیفہ ہوئے تو وہ باغ حسب دستور آپ کی عترانی میں آگیا اور آپ نے بھی اس باغ کو حسب قاعدہ مستمرہ خلفاء سابقین بدستور قدیم جاری رکھا اور کسی قسم کے خدائی تصرفات کو اس میں دخل نہیں دیا اور جناب امیر نے اپنی ندر خلافت میں اس باغ کا انتظام رکھا کہ جو سابق خلفاء کے زمانہ میں مدد با اگر حضرات خلیفہ کے قول کے مطابق کہ باغ فدک اہل بیت کا حق تھا اور خلفاء سابقین نے اُس کو غصب کر رکھا تھا تو حضرت علی نے اپنے فدر خلافت میں اس غصب شدہ چیز کو اہل حق اور اہل استحقاق کو کیوں نہوا ہی کر دی۔

حضرات خلیفہ اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ باغ فدک چونکہ غصب ہو چکا تھا اور امیر معصومین کا طریقہ یہ ہے کہ غصب شدہ چیز کو واپس نہیں لیتے تو حضرات اہل سنت جواب میں یہ عرض کریں گے

کتاب کے نزدیک جیسے باغ فک غضب ہو چکا تھا اسی طرح خلافت بھی تو غضب ہو چکی تھی تو کیا وہ ہے کہ جناب امیر نے ایک معمولی چیز کو تو چھوڑ دیا اور بڑھیا چیز یعنی خلافت کو واپس لے لیا اور اس کے غضب شدہ ہونے کا ان کو خیال نہ کیا اور پھر ان مدعیان غضب کو یہ خیال نہیں آتا کہ خلفاء کرام نے زمانہ خلافت میں فقیرانہ اور دوشیزانہ زندگی گزاری اور اہل بیت عظام کو یک وقت پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ ہزار درہم دینا دیا کرتے تھے۔ ہر مرتبہ کا عطیہ کیا باغ فک کی قیمت سے کم ہوتا تھا کسی محاسبے حساب تو کراہیں۔ خیر اور عطا کیا جاتے دوسرے ایک مرتبہ کے عطیہ کی شمار کو کہ جس وقت شہر بانو خنزادی ایران خلیفہ برحق کے زمانہ خلافت سراپا شوکت و عظمت میں مقید ہو کر آئیں تو خلیفہ وقت نے حضرت علی اور حسین کو حصہ غنیمت دینے کے بعد تینوں کو تیس ہزار درہم دے اور اس کے علاوہ خاص امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہر بانو مع زبیر جواہرات کے ان کو عطا کی جس کا ہر جوہر اور موتی اتنا قیمتی تھا کہ ایک موتی کی قیمت سے کم از کم سوا باغ فک خریدے جا سکتے ہیں اگر بالفرض باغ فک بھی یہی لیا تھا مگر جب اس کے بعد اس قدر پیش بہا عطا یا اور دیا دیدئے کہ جن سے ہزاروں باغ فک خریدے جا سکتے تھے تو حضرات شیعہ ہی انصاف کریں کیا یہ شکوہ بیجا نہیں اگر کوئی شخص کسی کا ایک پیچہ چین کر اس کا ایک ہزار درہم سے تو کیا وہ مستحق شکوہ گزاری نہیں۔

حضرات شیعہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ایمان جس سے کروڑوں شیعہ عہدہ سال سے پرورش پا رہے ہیں وہ فاروق اعظم ہی کا توفیق کیا ہوا ہے کیا اب تک غضب شدہ باغ فک کا ضمان اور تادان پورا نہیں ہوا۔

ایک شبہ اور اس کی ازالہ

حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہرا نے جب صدیق اکبر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متروکہ اراضی کا ہنا حصہ میراث طلب کیا تو صدیق اکبر نے فرمایا کہ انبیاء کرام کے متروکہ میں وراثت نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑیں وہ سب فی سبیل اللہ صدقہ ہے۔

فخضت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهاجرت ابا بكر فلم تنزل
اس پر حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نماز
ہو گئیں اور ابو بکر کو چھوڑ دیا اور اسی ترک
تعلق پر قائم رہیں یہاں تک کہ حضرت سیدہ کی
(تمہاری شریف باہر غرض النفس) وفات ہو گئی

اب اشکال یہ ہے کہ حضرت سیدہ اس ارشاد فیضانِ ولادت مآثر کن صدقہ سننے کے
بعد کیوں نماز اور غصہ ہوئیں بجائے رضائے تسلیم کے یہ برعکس معاملہ کیا گیا۔ صدیق اکبر تو ارشاد
نبوی کی بنا پر مجبور اور معذور تھے۔

اور حضراتِ شیعہ کے نزدیک چونکہ حضرت سیدہ معصوم تھیں اس لئے اشکال ان کے مسلک
پر شدید ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ رسول اکرم دوسرے عالم جیسے پدر بزرگوار کا جانکاہ پیش آیا ہو دنیا
کی ایک حقیر چیز کا قصہ چھڑا اور اس کو اس قدر طول دینا کہ اپنے باپ کے خسر اور ان کے جانشین
سے سلام و کلام ترک کر دینا کس قدر شانِ عصمت کے خلاف ہے۔

اس شبہ کا جواب جس طرح اہل سنت کے ذمہ ہے اسی طرح حضراتِ اہل تشیع کے ذمہ
بھی ہے کہ وہ بتلائیں کہ حضرت سیدہ کیوں نا حق غصہ ہوئیں۔ اہل سنت کو تو ردِ افش کی طرح
مانعتِ غوارج کی بھی فکر ہے کہ مبادا کوئی خارجی حضرت سیدہ کی شانِ مطہرہ میں یہ بکثافتی کرے
کہ وفاتِ نبوی عام کے لئے ایک حادثہ جانکاہ تھا۔ ایسے مصیبت کے وقت میں اول تو میراث کا مطالبہ
ہی زیادہ تھا اور حضرت سیدہ کی شانِ زہد سے بعید تھا اور اہل تشیع کے نزدیک تو حضرت سیدہ
معصوم تھیں اور پھر جب ابو بکر صدیق نے حضور پر نور کا ارشاد سراپا ارشاد دنا دیا تو اس کو دل و جان
سے تسلیم کرنا تھا غم و غصہ کے کیا معنی۔ اس واقعہ میں صدیق اکبر پر کوئی اعتراض نہیں اشکال اور شبہ
جو کچھ بھی ہے وہ حضرت سیدہ کے متعلق ہے جس کا جواب فریقین (اہل سنت اور اہل تشیع دونوں)
کے ذمہ ہے اہل تشیع اپنی فکر کریں ہم اہل سنت و جماعت غلامانِ غلامانِ خاندانِ اہل نبوت و سگان
کوچہ اہل بیت حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کی برائت و نزاہت کے لئے جو کچھ عرض کرتے ہیں وہ سنئے۔

اہل سنت کا جواب

حضرت سیدہ کی ناراضی کے متعلق روایات میں جو الفاظ آئے ہیں وہ مختلف ہیں بعض میں تو لفظ غضبیت فاطمہ آیا ہے جیسا کہ گزرا اور بعض روایات بخاری و مسلم میں لفظ فوجدت فاطمہ آگیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری ج ۲ - ۲۱۱ غزہ خیر میں لفظ فاطمہ علی ابی بکر آگیا ہے۔ اور لفظ وهدت جس طرح بمعنی غضبت آتا ہے جو غصہ پرالت کرتا ہے، اسی طرح بمعنی حزنت بھی آتا ہے جو حزن و غم اور رنج و ملال پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت سیدہ نے جب صدیق اکبر سے اپنا حق میراث طلب کیا اور صدیق اکبر نے ان کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی تو عجب نہیں کہ ان کو اس طلب گاری پر پایک گردانت اور رنج ہوا ہو اس لئے کہ انبیاء و المرسلین اور اولیاء کا ملین کا طریقہ یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی ذرہ بلا ہر بے اعتدالی یا کوئی سہو و غفلت نہ پھوڑیں آجائے تو نادم اور شرمندہ ہوتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا جھول کر گہوں کھانے پر نادم ہونا اور حضرت نوح علیہ السلام کا بے خبری میں اپنے فرزند کے لئے دغا رنجات پر نادم ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قتل پر شرمندہ ہونا خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

پس عجب نہیں کہ حضرت سیدہ کو اس پر نہ دانت ہوئی ہو کہ میں نے لاعلمی میں کیوں میراث کا سوال کیا۔ اگر مجھ کو پہلے سے لافوت ماترکنا صدقہ کی خبر ہوتی تو ہرگز ہرگز میراث کا سوال نہ کرتی۔ اور پھر اسی خجالت و نہانت میں حضرت سیدہ کی علالت کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کے باعث صدیق اکبر کے رابطہ فیض میں فرق آگیا ہو اور ملنا جلنا بدستور سابق نہ رہا ہو اور حضور پر نور کی وفات کا صدمہ وہ کسی وقت دل سے جدا نہ ہوتا تھا معاذ اللہ یہ نہ تھا کہ سلام و کلام کی بھی نوبت نہ آتی ہو۔ ایسی متارکت تو تین دن سے نہادہ حرام ہے چہ جائیکہ تمام عمر کے لئے ہو نیز سب کو معلوم ہے کہ صدیق اکبر حضرت سیدہ کے محرم نہ تھے جن کے ساتھ ہمیشہ آپ کو کلام اور سلام کا اتفاق ہوتا

ہو اور پھر اس معاملہ کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا گیا ہو کیونکہ غیر محرم سے بلا ضرورت سلام و کلام درست نہیں۔

پس حضرت سیدہ کی یکسوئی اور علیحدگی کی علت دراصل یہ غلامت اور اپنی علالت اور صدمہ غارت پدیں و نبوی تھی ظاہر مبینوں نے یہ سمجھا کر شاید یہ علیحدگی اور یہ یکسوئی بوجہ غصہ اور ناراضگی ہے، اس لئے ان روایت کرنے والوں نے اپنی سمجھ کے موافق لفظ غضبت سے روایت کیا یا بچنے کے دلیلوں نے وحدت کی اصل روایت کو بمعنی غضبت سمجھ کر لفظ غضبت کے ساتھ روایت بالعمی کیا اصل اور صحیح روایت وحدت ناظمہ بمعنی حزن است ہے اور غضبت ناظرہ روایت بالعمی ہے جس کو راوی نے غصہ اور ناراضگی سمجھ کر اپنی سمجھ کے موافق روایت کیا ہے دراصل غصہ اور ناراضگی نہ تھا بلکہ بمقتضائے بشری ایک طبعی اور جہتی رنج اور آندہ لگی تھی جو ان کے کمال بزرگی کی دلیل ہے اور وقتی اور عارضی طور پر کچھ شکر بھی ہو جانا یہ شان نبوت کے بھی خلاف نہیں جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے درمیان پیش آئی اس کو جھگڑا نہیں کہہ سکتے ایسے امور پیش آ رہے جاتے ہیں اور پھر بہت ہی جلد نازل ہو جاتے ہیں بلکہ بسا اوقات ان دنیا و محبت کا سبب بن جاتے ہیں اور پہلے سے زیادہ شیر و شکر ہو جاتے ہیں۔

(۲)۔ اور اگر ہم مان بھی لیں کہ حضرت ناظمہ زہرا اس بارے میں صدیق اکبر سے رنجیدہ اور آزارہ خاطر یا غصہ اور ناراض بھی ہوئیں تب بھی اس سے حضرت صدیق اکبر کا تصور دار ہونا ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ حضرت سیدہ کسی غلط فہمی کی بنا پر ابو بکر کو تصور دار سمجھ کر ناراض اور غصہ ہو گئی ہوں کسی خیال کی بنا پر انبیاء و مومنین کو یا ہم غصہ پیش آ جاتا ہے حالانکہ وہ بالیقین معصوم ہوتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کا حضرت ہارون پر غصہ ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے پس جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں کے دونوں ماجور اور معذور اور بے تصور تھے اس طرح اس میراث کے مقدمہ میں حضرت ناظمہ اور حضرت صدیق دونوں کو بے تصور اور دونوں کو ماجور جانتو۔

۱۳۰۔ اور اگر اس پر بھی حضراتِ شیعہ صدیق اکبر کو قصود دار ٹھہرائیں تو یہ خیال کریں کہ جب حضرت صدیق مآتب ہو گئے اور حضرت سیدہ کے گھر چلے گئے تو راضی کر لیا تو حضراتِ شیعہ کو بھی چاہیے کہ وہ بھی راضی ہو جائیں، حضرت سیدہ اُن کے زعم میں معصوم ہیں اور معصوم کی اقتدار ضرور کا ہے اور معصوم کی مخالفت ناجائز ہے، پس جب کہ حضرت سیدہ صدیق اکبر سے راضی ہو گئیں تو اب صدیق اکبر سے ناراضی اہل تشیع مذہب پر ناجائز ہوگی، حضرت سیدہ کے راضی ہو جانے کے بعد اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہوا کرے ہیں اس کی فکر ہے اور نہ پردہ۔

اب رہا یہ سوال کہ حضرت سیدہ نے ایسے مدنے اور درج کے وقت میراث کیوں طلب کی سو جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ مقصود مال و منال نہ تھا بلکہ تبرک بنوری اور یادگار پدری پیش نظر تھا، نیز رزقِ حلال کی طلب اولیاء اور ابقیاء کا شعار ہے اور ظاہر ہے کہ متروکہ بنوری سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مال حلال نہیں ہو سکتا کہ جس میں کسی قسم کی بھی حرمت یا کلاہت کا بھی احتمال نہیں ہے۔ حضرت سیدہ کو یہ خیال ہوا کہ اگر آپ کا متروکہ مجھ کو مل جائے تو بلاشبہ رزقِ حلال سے بے فکر ہو جائے اور آپ کا تبرک اور آپ کی نشانی دل کی تسلی کا سامان ہو۔

ایک ضروری تنبیہ

حضرت شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ صدیق اکبر پر غصہ ہوئی اور حدیث میں ہے کہ فاطمة بضعۃ منی من اغضبہا فقد اغضب بنی یعنی فاطمہ میراثت جگر ہے جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔

سو جاننا چاہیے کہ صدیق اکبر اس میں داخل نہیں اس لئے کہ غضب اور اغصاب میں فرق ہے۔ غضب کے معنی غصہ ہونے کے ہیں اور اغصاب کے معنی دوسرے کو جان بوجھ کر ناراض کرنے اور غصہ دلانے کے ہیں سو صدیق اکبر نے معاذ اللہ حضرت سیدہ کو ناراض نہیں کیا بلکہ ارشاد بنوری کی تعمیل کی حضرت سیدہ نہ معلوم کس درجہ سے ابوجبر سے ناراض ہوئیں، حضراتِ شیعہ ہی بتلائیں کہ بے درجہ کیوں غصہ ہوئی اہل سنت و ائمہ قرآن کے غصہ ہونے کے قائل ہی نہیں ہمارے

نزدیک تو حضرت سیدہ نے لاعلمی کی بنا پر میراث کا سوال کیا صدیق اکبر نے جب ارشاد نبوی سنایا تو اپنی اس غیر مناسب استدعا اور ناحق طلب پر شرمندہ اور نادام ہوئیں اور بوجہ غمالت و ندامت صدیق اکبر سے غلط و ملط اور آندوشد بھی سابق کے لحاظ سے کم ہو گئی لوگوں نے اس کو غصہ اور ناراضگی خیال کر لیا ورنہ صدیق اکبر حضرت سیدہ کے کوئی محرم نہ تھے جن سے سلام و کلام کی رسم جاری ہوتی اور پھر منقطع ہو جاتی تو ناراضگی کا شبہ ہوتا، حضرت سیدہ کا کلام محض ایک ضرورت کی بنا پر تھا، جب ضرورت نہ رہی تو کلام کی بھی ضرورت نہ رہی باقی حضرت علیؑ برابر صدیق اکبر کے شریک حال رہے اور برابر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے اور ادھر صدیق اکبر بوجہ کمال نیاز مندی و در دولت پر حاضر ہوئے اور اس احتمال پر کہ شاید حضرت سیدہ ناراض ہو گئیں غم و غصہ رت کی بیان تک حضرت سیدہ کو راضی کر کے اپنے گھر واپس آگئے معاذ اللہ ابو بکر خلافت اور امارت کے نشہ میں نہیں پڑے رہے کہ حضرت سیدہ کی خبر ہی نہ لیتے جگر گوشہ رسول کے رنج اور آنہ روگی سے بچیں اور سبے تاب ہو گئے اور در دولت پر حاضر ہو کر ان کو راضی کیا اور اگر حضرت شیعوں اس گزارش پر بھی اکتفا نہ کریں اور پھر بھی ابو بکر کو تصور وار ٹھہرائیں تو پھر عرض یہ ہے کہ صدیق اکبر نے تو حضرت سیدہ کو کیا ناراض کیا بلکہ حضرت علیؑ نے جب ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا اس وقت حضرت سیدہ کو ناراض کیا جس پر حضورؐ پر فوراً نے خطبہ دیا اور یہ ارشاد فرمایا فاطمۃ بضعتہ منی من غضبہا فقد غضبنی اب آپ فرمائیے کہ حضرت علیؑ نے کس بند پر ایسا ارادہ فرمایا تھا صدیق اکبر کے پاس تو ارشاد نبوی لا نورث ما ترکنا صدقۃ کا سہارا تھا حضرت علیؑ کے پاس کیا سہارا تھا علاوہ بریں بارہا خانگی امور میں حضرت سیدہ اور حضرت علیؑ میں باہم بخش و پیش آتی تھی چنانچہ ایک روز اسی باہمی بخش کے باعث حضرت امیر خفا ہو کر مسجد میں ایٹھے تھے جس پر ان حضرت علیؑ نے علیہ وسلم نے ابو تراب کے لقب سے شرف فرمایا۔

میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور عثمان غنی اور علی مرتضیٰ اور حضرت عائشہ صدیقہ وغیرہم

سے مروی ہے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم یعنی گروہ انبیاء کے مال میں میراث نہیں، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ سب خدا کی راہ میں صدقہ اور خیرات ہے۔

(۱)۔ حکمت اس میں یہ ہے کہ خلق خدا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت انبیاء نے دعوت حق اور تبلیغ دین میں جو کچھ بھی محنت اور مشقت اٹھائی وہ محض خدا تعالیٰ کے لئے تھی اس سے دُنیا مطلب نہ تھی یہاں تک اولاد کو بھی اس میں کوئی حصہ نہیں ملا۔

(۲)۔ نیز انبیاء کرام۔ امت کے حق میں روحانی باپ ہیں لہذا ان کا مال امت کے تمام افراد کے لئے وقف ہو گا کسی خاص فرد کے لئے مخصوص نہ ہو گا۔

(۳)۔ نیز حضرات انبیاء کرام۔ ہر وقت بارگاہ خداوندی میں حاضر اور مقیم رہتے رہتے ہیں اور مالک حقیقی کی مالکیت ہر وقت اُن کی نظروں کے سامنے رہتی ہے اس لئے حضرات انبیاء کرام اپنے آپ کو کسی چیز کا بھی مالک نہیں سمجھتے جیسا کہ بزرگوں کا قول ہے۔

الانبياء كلهم شهداء ملا مع الله یعنی انبیاء خدا کے سامنے کسی کی ملکیت کو نہیں دیکھتے۔ عوام کی نظروں سے مالک حقیقی کی ملکیت چونکہ پوشیدہ ہے اس لئے وہ اپنے آپ کو مالک مجازی سمجھتے ہیں مگر انبیاء کرام اپنے کو مالک مجازی بھی نہیں سمجھتے جو چیز ان کی ہاتھ میں ہوتی ہے اس کو خدا ہی کی تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم خداوند ذوالجلال کے دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ہیں ہم کو اس سے منفعہ اور مستفید ہونے کی اجازت ہے اس وجہ سے ان اموال میں انبیاء کرام پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور نہ وفات کے بعد ان میں میراث اور وصیت جاری ہوتی ہے۔

حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادت میں مشغول ہیں اور حضرات انبیاء کرام کی یہ برزخی حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے اس لئے کہ

روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مومنین بلکہ ارجح کفار کو بھی حاصل ہے۔

احادیث صحیحہ اور صحیحہ سے ثابت ہے کہ مرنے سے پہلے میں مگر جواب نہیں دے سکتے بقولین
 بدر سے آپ کا خطاب فرمانا صحیحین اور تمام کتب حدیث میں مذکور اور مشہور ہے نیز حدیث میں ہے
 مامن احد یسر لبقبر اخیہ المؤمن کان
 یسر فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرف
 ورد علیہ السلام رواہ ابن عبد
 البر وصحہ ابو محمد عبد
 الحق وقال صلے اللہ علیہ وسلم
 ان المیت یعرف من یغسلہ ویحملہ
 وید لیہ فی قبرہ رواہ احمد
 وغیرہ۔

مگر شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر گزرتے جس کو
 مرنے سے پہلے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر
 سلام کرتے تو وہ مردہ بھی اس کو پہچانتا ہے اور
 اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اس حدیث کو غلط
 ابن عبد البر نے روایت کیا اور شیخ عبد الحق نے اسکو
 صحیح بنایا نیز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے
 کہ تحقیق میت اس شخص کو پہچانتا ہے جو اسکو غسل دے
 اور اس کو اٹھائے اور اس کو قبر میں اتارے اس حدیث
 کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا۔

مسند ابی یعلیٰ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔

انبیاء اخیاء فی قبورہم یصلون۔ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز دینا زمین بخول میں۔

شیخ الاسلام دہلوی در شرح بخاری بعد نقل احادیث حیات انبیاء فرماید۔ انہیں احادیث معلوم
 شود کہ انبیاء زندہ اند و قبر بعد از وفات بحیات حسی واجساد ایشان نیز ثابت باشند و بوسیدہ گردن آئینہ
 بچو حیات دنیا باشند و جو دستخوارانہ غذا در با حصول قوت نفوذ عالم چ غذا از اسباب مادی است کہ در
 دنیا حیات بدان مشروط است و خدا تعالیٰ قادر است کہ بے اس نیز زندہ وارد حادثات و ایجاد بعضی احوال
 و اعراض در بدن کند کہ اتفاقات و احتیاج بنذا ترفع گردد و شرح شیخ الاسلام ص ۱۳۱ و کذا فی مدارج النبوة ص ۱۵۵
 کتاب الانبیاء و در جو نقد فصل الکلام۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو حسن فرمایا اور علامہ منادی فیض القدر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں ہذا حدیث صحیح اور علامہ سیوطی مرقاۃ الصعود و ہاشیہ سنن ابی داؤد میں فرماتے ہیں کہ حیۃ الانبیاء کے بارے میں احادیث درجہ تواتر کو پہنچی ہیں اور انہاء الاذکیار بحیۃ الانبیاء میں فرماتے ہیں۔

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ
ہو و سائر الانبیاء معلومتہ عندنا علما
میں اور تمام انبیاء کرام کی حیات اپنی قبر
میں مسلم قطعی اور یقینی سے معلوم ہے اس لئے
ک حیات انبیاء و ائیں سے ثابت ہے اور احادیث
عملی ذلک ۔
مستمر اس پر شاہد ہیں۔

لہذا اس حدیث سے فقط انبیاء کرام کی حیات بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بتلانا ہے کہ جس طرح انبیاء کرام اس حیات دنیویہ میں مشغول عبادت تھے اسی طرح اس حیات برزخیہ میں بھی مشغول عبادت میں بلاغت کا قاعدہ ہے کہ کلام میں آخری قید محط کلام ہوتی ہے لہذا الانبیاء اخیار فی قبورہم یصلون میں مقصود کلام - عملاۃ اور عبادت فی القبر کا بیان کرنا ہے اہل حیات امر سفروغ ہے یصلون سے پہلے حیات کا ذکر محض تمہید کے لئے ہے اور مقصود یہ ہے کہ انبیاء کرام کے اجسام مطہرہ اگرچہ اس عالم سے دوسرے عالم میں منتقل ہو گئے لیکن وہی اجسام حسب سابق مشغول عبادت میں اور اعمال حیات اور اشغال زندگی بدستور جاری ہیں اور اعمال و اشغال میں نماز کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ ایمان کے بعد درجہ نماز کا ہے اور نماز انبیاء کرام کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے غرض یہ کہ حضرات

لے ج ۳: ص ۱۸۴

۵۔ پوشیدہ نماز کہ دیکھ آں حضرت انبیاء راصلوات اللہ و سلام علیہم و علیہم اجمعین انہا چنانچہ حدیث مذکور ہونے پر چوتھے ناظر آں ست کہ انہا اشخاص و جسا و دیدہ و قریل مختار و معتبر مجبور ہم نیست کہ انبیاء بعد از اذنت موت زندہ اند بحیات دنیوی - تفسیر القاری ج ۲ ص ۲۶۲ ب ذکر ادریس علیہ السلام یعنی اند حیات دنیوی بلکہ حیات برزخی و اوشان اعلی و اتوی است از حیات دنیویہ بمربط کہ عقل از نفس و آں حاضر است ۱۲

انبیاء کرام کی حیات جمالی ہے محض روحانی نہیں اس لئے مرنے کے بعد روحانی حیات اور سمیع اولاد و کرام
حضرت انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ احادیث صحیحہ سے تمام اولاد و کرام و بشر کے لئے ثابت ہے اور
حدیث سے مقصود انبیاء کرام کی خصوصیت اور ان کا امتیاز بیان کرنا ہے حدیث میں ہے کہ نبی کریم
علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو کہ دن تم مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کر دو کیونکہ تمہارا درود میرے
سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔

کیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمیت
یقولون بلیت فقال ان الله حرم
علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء
اخرجه البوداؤد وقال الیہمقی لہ شواہد
وقال العلامة القاری رواہ ابن حبان
فی صحیحہ والحاکم وصحیحہ وقال
النووی اسنادہ صحیح ۱۵

ہمارا صلاۃ و سلام آپ پر کیسے پیش ہوگا مالا کوکرات
کے بعد آپ کا جسم برسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو چکا
ہوگا۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے یہی چہرہ کر دیا
کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے اس حدیث
کو البوداؤد نے روایت کیا، امام بیہقی فرماتے
ہیں کہ اس حدیث کے اوپر بھی خواہیں اسی حدیث صحیح ہے۔

صحابہ کا یہ سوال اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب اس امر کی سرِیخ دلیل ہے کہ
حیات سے جسمانی حیات مراد ہے محض روحانی حیات مراد نہیں ورنہ اگر فقط روح مبارک پر درود کا
معروض ہونا مراد ہوتا تو صحابہ کرام کا یہ سوال و قد ارمیت کہ آپ کا جسم تو وفات کے بعد برسیدہ
ہو جائے گا اور پھر حضور پر نور کا یہ جواب کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر اجساد انبیاء کو حرام کر دیا ہے
سب بے معنی ہو جائے محض روح پر اعمال پیش ہونے کے لئے جسم کا محفوظ رہنا ضروری نہیں آپ
جواب میں یہ فرمادیتے کہ تمہیں جسم سے کیا بحث، تمہارا صلاۃ و سلام تو میری روح پر پیش ہوگا محض
روح پر اعمال کا پیش ہونا انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت ہے کہ مرد
کلام کو سنتے ہیں اور بعض ایام میں ان پر ان کے آثار کے اعمال پیش ہوتے ہیں جیسا کہ شرح الصدور

فی احوال المرقی والقبور للعلامة السيوطي میں اس پر مفصل کلام کیا ہے اور حق تعالیٰ بالجسد پر قبر میں امت کے اعمال کا پیش ہرنا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ ہذا توضیح آقا دارالعلامة انصاری فی شرح مشکوٰۃ ص ۱۷۰

اور سن ابن ماجہ میں ابو الدرداء سے روایت ہے کہ جمعہ کے بعد خاص طور پر مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، جمعہ کا دن یوم مشہود ہے جس میں ملائکہ اللہ بکثرت حاضر ہوتے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا ابو الدرداء رکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔

وبعد الموت قال ان الله حرم علي
الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبى
الله حمي يصدق - رواه ابن ماجه
قال السيرى رجاله ثقات كذا في
فيض القدير ۱۷۰

کیا بعد موت کے بھی آپ پر ہزار درود پیش ہوگا
آپ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام
کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے یہی اللہ
قال السيرى رجاله ثقات كذا في
فيض القدير ۱۷۰

وقال النعماني رواه ابن ماجه برجال ثقات ثقات عن ابى الدرداء مدفوعا الخ زرقاني ۲۳۵
فتح تقي الدين بک فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے کے کو
نا پس فرماتے تھے اور جو شخص مسجد نبوی میں آواز بلند کرتا تو اس کو یہ فرماتے۔

لقد اذيت رسول الله صلى الله عليه
وسلم في قبره -
کو قبر میں ایذا پہنچائی۔

معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم کے نزدیک اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں ای
جسم اطہر کے ساتھ زندہ ہیں اور جس طرح حکم خداوندی کا تَزَلُّوْا اَوْ تَوَلَّوْا تَكْفُرُوْنَ صَوْتِ النَّبِيِّ
وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ الْاِیَّہ۔ اس حیات و نبیاء میں آپ کے سامنے بلند آواز سے بولنا
ممنوع تھا اسی طرح اب اس حیات برزخیہ میں آپ کے سامنے بلند آواز سے بولنا ممنوع ہے۔

اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کا یہ حال تھا کہ اگر مسجد نبوی کے متصل مکانات میں دیوار بن گئی
کیل اور میخ ٹھوکنے کی آواز حجرہ نبوی تک پہنچتی تو عائشہ صدیقہ فوراً اس کے پاس یہ کہلا کر بھینس۔
لَا تَذُوذُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیل اور میخ ٹھوکنے کی
دوسلم۔ آواز سے تکلیف مت پہنچاؤ۔

شیخ بک فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام اور سلف صالحین کا یہی عمل تھا کہ آپ کے ادب اور
تعظیم میں مسجد نبوی میں آواز بلند نہیں کرتے تھے (مما قال تعالى إِنَّ الَّذِينَ يَعْصُونَ أَصْوَاتَهُمْ
عِندَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى)

سید الملائکہ المقرئین سیدنا جبریل امین ایک مرتبہ حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
اور بعد ادب آپ کے سامنے دو زانو بیٹھ کر عرض کیا۔ اَذْنُفُونا يَا رَسُولَ اللَّهِ ابَارَتِ بِرُتُوبِنا
سے قریب ہو جاؤں آپ نے اجازت دی جبریل امین نے حضور پر نور کے دونوں گھٹنوں پر ہاتھ لکھ کر
اہستہ آواز سے عرض معروض کی۔

اور علی ہذا مرض الوفا میں جب ملک الموت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بعد ادب
و نیاز۔ پست آواز سے قبض روح کی اجازت چاہی شیخا رسقام ۱۵۰ دیوید ذلک۔

ما قال تعالى إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ يُؤْتُونَ بِهِ مَقْدُورًا قَلِيلًا لَّيَعْمَلُونَ -

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَابِيًا بَلِغْتَهُ - جو شخص میری قبر کے قریب سے مجھ پر دوسو پڑھتا ہے
اُسے میں خود سنتا ہوں اور جو ہزار بار سے مجھ پر دوسو

پڑھتا ہے وہ مجھ کو دہرے فرشتوں کے پہنچا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ قرب اور بعد کا یہ فرق حیات
جسمانی کے اعتبار سے ہے نہ کہ حیات روحانی کے اعتبار سے۔

علامہ مناوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

وَذَلِكَ لِأَنَّ لَهُ وَحْدَةً تَلْعَقًا بِمَحَلِّهِ بَدَنِهِ - اور وہ اس کی یہ ہے کہ آپ کی روح مبارک کو آپ کے

جسد اطہر کے مستقر یعنی قبر شریف کے ساتھ تعلق ہے
 اور زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کو کھانا قدرۃ
 ممنوعہ ہے، پس قبر شریف میں آپ کا مال ایسا ہے
 جیسے سونے والے کا مال ہوتا ہے کہ اس کی روح کو
 عروج ہوتا ہے جس قدر جس درجہ البدن کے یہاں
 اس کا مرتبہ ہوتا ہے اسی قدر اس کو عالم ملکوت میں
 عروج ہوتا ہے اور باوجود اس کے اس کی روح کو
 اس کے بدن سے تعلق رہتا ہے اسی وجہ سے مغفرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے غبروی ہے کہ جو میری قبر کے
 قریب سے مجھ پر صلاۃ و سلام پڑھے گا اس کو میں
 خود سنوں گا اور یہ حدیث مذکور اس حدیث کے
 منافی نہیں کہ جس میں یہ آیا ہے کہ تم جہاں بھی ہو مجھ پر
 درود بھیجو کہ اس لئے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں
 کہ بار بار میری قبر پر حاضری کی مشقت اور کلفت مت
 اٹھاؤ تمھارا درود و سلام مجھ کو ہر جگہ سے پہنچے گا۔

الشریف وحرام علی الارض ان تاكل
 اجساد الانبياء فحاله كحال الناس
 الذي ترفى روحه بحسب قواها
 فمشاء اوله له بحسب قدره عند
 الله في الملكوت الاعلى وسمها بالبدن تعلق
 وهذا الخبر بسماعه صلاة المصلی عليه
 عند قبره وهذا ينافيه ما مر في خبره
 حيثما كنتم فصلوا على من ان معناه
 لا تتكفوا المعاودة الى قبري فان
 صلاتكم تبلغني حيث كنتم ما
 ذلك لان الصلاة في الحضور
 مشافهة افضل من الغيبة لكن المنهى
 عنه هو الاعتقاد الراجع للحشمة
 المخالفة كمال الصيبة والاحلال
 اه

جس سے معلوم ہوا کہ حاضر ہو کر بالمشافہ صلاۃ و سلام۔ غائبانہ صلاۃ و سلام سے افضل ہے
 البتہ ایسے بار بار حاضری جس سے بارگاہ نبوت کی عظمت و ہیبت میں کمی آجائے اس کو منع فرمایا۔
 اور مسند بزار میں بسند حید عبد اللہ بن مسعود سے مروی عامر دی ہے کہ امت کے اعمال آپ پر
 پیش ہوتے ہیں اور آپ کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں ۵

ان تمام روایات سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام

قبروں میں زندہ ہیں اور اُن کے اجسام مبارک بوسیدہ اور بالیدہ ہونے سے محفوظ ہیں اور وفات کے بعد عبادات سے معطل نہیں بلکہ نمازیں پڑھتے ہیں اور حج کرتے ہیں اور اللہ کی طرف سے اُن کو رزق ملتا ہے اور مزار مبارک پر جو شخص حاضر ہو کر سلاۃ و سلام پڑھتا ہے اس کو خود سنتے ہیں اور امت کے اعمال آپ پر قبری میں پیش کئے جاتے ہیں یہ تمام امور اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ حضرات انبیاء کی حیات جسمانی ہے اور اسدراج طبعیہ کا اجسام مبارک سے تعلق قائم ہے غرض یہ کہ انبیاء کرام کی حیات و دلائل قطعیہ سے ثابت ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ امت نے جسدا طہر کو وفات کے بعد قبر شریف میں ودیعت رکھا ہے اور شریعت نے مزار مبارک کی زیارت کی تاکید اکیہ کی ہے و قبر مبارک ہی میں امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور قبر مبارک ہی میں آپ نماز ادا فرماتے ہیں اور قبر مبارک ہی میں آپ کا اللہ کی طرف سے رزق پہنچتا ہے اور اجسام مبارک کہ قبروں میں دفن کیا جانا مشاہدہ اور معائنہ سے ثابت ہے جس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں اور اجساد مطہرہ کا قبور سے دوسری جگہ منتقل ہونا کہیں ثابت نہیں اور احادیث متواترہ سے انبیاء کرام کی جرمیات ثابت ہے وہ حیات فی القبور ہے نہ کہ حیات فی السموات۔ ۱۵

اور قبور میں اجسام ودیعت کئے گئے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ انبیاء کرام کی حیات جسمانی ہے۔ اور روح کا اصل تعلق اجسام سے قبروں میں ہے۔ غرض یہ کہ ان روایات سے یہ امر خوب واضح ہو گیا کہ وفات کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مستقر قبر مبارک ہے کہ جہاں آپ کا جسدا طہر محفوظ ہے نہ کہ آسمان اور اسی مقام پر آپ کی روح مبارک کا جسدا طہر سے تعلق ہے اور اسی جگہ آپ پرفت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اب اس جہاں آپ کی روح مبارک کو عالم علوی سے کبھی تعلق ہے لہذا اگر آپ کی روح مبارک سیر و تفریح کے لئے اعلیٰ علیین اور ملکوت السموات والارض میں باذن خداوندی جہاں چاہے جائے تو وہ اس کے منافی نہیں حق تعالیٰ شانہ کو اختیار ہے کہ اپنے برگزیدہ بندہ کو جہاں

۱۵۔ جذب القلوب۔ ص: ۲۰۴

۱۵۔ تاج العارفین فی الفتح ۳/۳۳۵ راجع اجسادہم فی فی القبور نسخ الباری باب التلبیہ اذا اُخذ فی الوادی

چاہے سیر کرائے اور امور آخرت اور احوال ہر مذہب کو احوال دنیا پر تکیا کرنا نادانی ہے

علامہ فارسی شرح شفا میں لکھتے ہیں ۱۷

المعتقد المعتقد انہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی قبرہ کسائر الانبیاء فی قبورہم
وہم اخیلو عند ربہم وان لا رواجہم
تعلت بالعالَم العلوی والسفلی کما کانوا
فی الحال الدنیوی فہم بحسب القلب
عمر الشیون وباعتبار القالب فی شیون
واللہ سبحانہ اعلم باحوال ارباب
الکمال ہذا شرح شفا

وہ عقیدہ جس پر سلف و خلف کا اعتقاد ہے وہ یہ کہ نبی
کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسے دوسرے
انبیاء کرام خدا تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور ان کی
ارواح طیبہ کریمہ وقت عالم علوی اور عالم سفلی
دونوں سے تعلق ہے جیسا کہ دنیوی زندگی میں دونوں
عالم سے تعلق تھا یعنی وفات کے بعد بھی اسی طرح
دونوں عالم سے تعلق قائم ہے طلب کے اعتبار سے فرضی
ہیں واللہ تعالیٰ ہی ارباب کمال کے احوال کو خوب
جانتے ہیں۔

دریاد بد حال پختہ ایچ خام پس سخن کوتاہ باید واسلام

حضرات انبیاء کرام بلاشبہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز و نیاز میں مشغول ہیں لیکن شب
معراج میں انبیاء کرام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے مسجد اقصیٰ میں جمع کروایا اور
پھر جس کو چاہا آسمانوں پر بھی بلایا اور ظاہر ہی ہے کہ انبیاء کرام کی یہ ملاقات روح اور جسم دونوں کے
ساتھ تھی جیسا کہ شیخ نورالحق دہلوی نے تفسیر القاری شرح بخاری میں لکھا ہے اور یہ بھی ممکن ہے۔

۱۷۔ ج ۲، ص ۱۲۲ - ۱۲۳ پر شیعہ مذکر کہ وید کہ حضرت علی علیہ السلام انبیاء و صلوات اللہ و سلامہ علیہم و علیہم اجمعین
چنانکہ در حدیث مذکور کہ ہر منور پرستہ و نورانی است کہ انہا باخصاص ہما مدیدہ و قول مختار و مقرر مجہور نیست کہ انبیاء
بعد از موت زندہ اندکیات و مریکائی تیسرہ جاری ص ۳۱۳ باب ذکر ادرس علیہ السلام میں حیات انبیاء و دیگر ذریعہ
حیات دنیوی است بلکہ حیات رزقی آن بزرگان اعلیٰ و اقوی است از حیات دنیویہ ہر ارباب کو عقل از تصور ارقی فاضل است
مفاد مذکور ص ۲۰۵ - ۲۰۶، ص ۳۱۵ - ۳۱۶، ص ۶۶۲ - ۶۶۳ فانہ عقلائی نوح باری علیہ السلام باب المعراج میں لکھتے
ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالانبیاء فی السموات و ان اجسادہم مسخرۃ فی قیومہم بالارض و انہا
(ان کی لکھی صفحہ پر)

کہ شہ معراج میں انبیاء کرام کے اصل اجسام مبارکہ تو قبر میں مقیم ہوں اور بعد اقصیٰ میں آپ کی ملاقات کے لئے ان کی ارواح مبارکہ کو ان کے اجسام منصرہ کہ ہم شکل بنا کر جمع کیا گیا ہو مگر ظاہر اور مبہم یہی ہے کہ حضرات انبیاء۔ ان ہی ابدان و نبویہ کے ساتھ جہان کی قبروں میں محفوظ اور صحیح سالم ہیں آپ کی ملاقات کے لئے جمع ہوئے ہوں اور قدرت قدیرہ کے لہاز سے تقارر روحانی و جسمانی اور زمینی اور آسمانی اور ہر قسم کا نقل مکانی سب برابر ہیں محض استبعاد طبعی سے احادیث نبویہ کو رد کرنا بے عقلی اور بے دینی کی دلیل ہے باقی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کس کیفیت اور کس شان سے ملاقات ہوئی کس نکش و کشاید بکثرت اس حوالہ۔

حدیث میں ہے کہ مومن کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور جنت کا باغ بنادی جاتی ہے۔ پس اگر مدفنہ اقدس کو منورہ فروغ کس برس اور رشک علیین بنادیا جائے تو کیا استبعاد ہے حضرت عثمانؓ سے ایام محاصرہ میں عرض کیا گیا کہ شام چلے جائیں تاکہ وہاں اس مدفنہ اور مبارک سے محفوظ ہو جائیں تو یہ فرمایا کہ میں دار بخت مدینہ منورہ اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور مجاورت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے مکان کے کواڑ بنواسے تو یہ حکم دیا کہ یہ کواڑ مدینہ سے باہر جا کر بنائے جائیں تاکہ ان کے بنانے کی آواز مسجد نبوی میں نہ آئے اور اس آواز کی وجہ سے حضور پر نور کو تکلیف نہ ہو زرقانی شرح مواہب لچترہ و شفا السقام ص ۱۷۱

ابونعیم وغیرہ سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ جن ایام میں واقعہ حرہ پیش آیا مسجد نبوی میں میسے سوا کوئی متنفس نہ تھا ان ایام میں جب نماز کا وقت آجاتا تو میں قبر مبارک سے اذان کو سنتا اس کے مطابق نماز ادا کرتا۔ تین دن تک مسجد نبوی میں نماز نہیں ہوئی۔ میں قبر مبارک

و بقیہ ماخیزہ منورہ ارواحہم تشکلت بصور اجسادہم و احضرت اجسادہم للملاقات الہی
صلی اللہ علیہ وسلم تلك الیلة تشریفنا و شکریمنا و لوبید لا حدیث عبد الرحمن بن ہاشم
عن ابن نفیہ و بعث لہ ادم و من دونہ من الانبیاء ۱۷

سے اذان کی آواز سن کر نماز پڑھتا تھا، نذر قانی خسرع مواہب ۲۳۲

یہ واقعہ بھی اس کی دلیل ہے کہ روح مبارک کا اسی جسد اطہر سے تعلق قائم ہے کہ جو روح القدس میں ولایت رکھا گیا ہے سید مہمودی وفارالوفار باب ثامن کی فصل ثانی ۱۱۳ میں لکھتے ہیں۔

واما ادلة حياة الانبياء فمقتضاها حياة انبياء کے تمام دلائل کا مقتضی یہ ہے کہ حضرت

حياة الانبياء كحالة الدنيا مع الا انبياء۔ اپنے ابدان اور اجساد اطہر و کے ساتھ

مستغناء عن الغذاء ومع قوة زنده ہوں جس طرح دنیا میں ابدان کے ساتھ زنده

النغوذ في العالم وقد اوضحنا تھے یعنی یہ آپ کی حیات برزخ حیات جسمانی

المسئلة في كتابنا المسمى بالوفالما ہونے میں حیات و نبویہ کے مائل اور شاہد ہے فرق

لحضرة المصطفى صلى الله عليه وکے عالم برزخ میں باوجود حیات جسمانی ہونے کے غدار

وسلم۔ اھ مستغنی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے نغوذ کی قوت عطا فرمائی

ہے اور ہم نے اس مسئلہ کی پوری توضیح اپنی کتاب الوفا میں کی ہے۔ اھ

اور عہد صحابہ و تابعین سے لے کر اس وقت تک امت کے تمام علماء و صلحاء کا یہ عمل رہا ہے

کہ جو شخص زیارت نبوی کے لئے جاتا ہے اس کے واسطے سے حضور پُر نور کی خدمت میں ہدیہ سلام

بھیجے میں اور بہت سے ادلیار امت نے جب حضور پُر نور پر سلام پڑھا ہے تو حجرہ مبارک میں سے

وعلیک السلام کی آواز اپنے کانوں سے سنی ہے فیض القدیر ۱۹۹ ج ۲

جان می وہم در آرزوئے قاصد آخر بازگو

در مجلس آن نازنین حرفے کہ از مامی رود

یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ روح مبارک کو جسم اطہر کے ساتھ اسی قبور منور میں تعلق ہے اسی

جگہ سلام پڑھا جاتا ہے اور اسی جگہ سے جواب سُنا جاتا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ قرآن کریم صراحتہ آپ کی موت کے متعلق ناطق ہے إِنَّكَ مَيِّتٌ

بالجسد لیست من خواصهم فلذیکون
لهم امتیاز بذلک علی من عداهم
وذهب البعض الی انتہاروحانیتہ
لہ

مردوں کو حاصل ہے خواہ مومن ہوں یا کافر یہی
آیت بل احياء سے جہانی حیات مراد ہوگا کہ جہانی
حیات مراد ہو تو پھر شہدار کا امتیاز اور خصوصیت کیا
ہوئی حالانکہ مقصود آیت سے شہدار کا امتیاز اور

ان کی خصوصیت کا بیان کرنا ہے کہ جو ان کے ساتھ مخصوص ہو اور دوسروں میں وہ خصوصیت
نہ پائی جائے اور ظاہر ہے کہ وہ خصوصیت اور امتیاز حیات جہانی ہے اور بعض علماء راہ
مخفی ہیں کہ شہدار کی حیات روحانی ہے۔

پس جبکہ شہدار کی حیات جہانی ہے تو حضرات انبیاء کرام جو شہدار سے کہیں اعلیٰ اور افضل ہیں
ان کی حیات بدرجہ اعلیٰ جہانی ہوگی۔

علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ شہید کو نبی سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ اور ارفع مرتبہ حاصل
ہو سکے نیز شہدار کو یہ مرتبہ عالیہ (یعنی حیات جہانی) کا مرتبہ نبی کی شریعت اور ملت کی حفاظت
میں بجا بنائی اور سرفروشی کے صلہ میں ملا ہے پس قیامت تک جو خدا کی راہ میں شہید ہو کرے گا اور
شہید ہوگا تو ان تمام شہدار کا اجر نبی کریم کے نامہ اعمال میں ثبت ہوگا اور آپ کا مقام ان تمام شہدار
سے باعتبار حیات کے سب سے اعلیٰ اور ارفع ہوگا۔ اس لئے کہ دین کا سنگ بنیاد رکھنے والے حضور
پر نور ہیں لہذا آپ کی تنہا حیات تمام شہدار عالم کی حیات سے زیادہ قوی اور بلند ہوگی۔ وکیفہ شفا السقام
۳۱۰ نیز یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید بھی ہیں چنانچہ -

شیخ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کوئی نبی ایسا ہوگا کہ جہاں نبوت کے ساتھ
شہادت جمع نہ کی گئی ہو پس انبیاء کرام نبی ہونے کے اعتبار سے بھی زندہ ہیں اور شہید ہونے کے اعتبار
سے بھی زندہ ہیں کیونکہ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أحياءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

۱۵۔ روح المعانی ج ۲ ص ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ تال السیوطی وقل الاولاد جمع مع النبوة ومع الشہادۃ
فیدخلون فی عموم قولہ تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا ۱۱

کے مجموعہ میں داخل ہیں۔

اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بجاۃ شہادت و وفات پائی اس لئے کہ آپ کی وفات اس زمہ کے اثر سے ہوئی ہے کہ جو یہود نے خیبر میں آپ کو دیا تھا۔ (رواہ البخاری)

اخرج احمد والبیہقی والطبرانی
والحاکم والبیہقی عن ابن مسعود
قال لان احلفت لسعائن رسول الله
صلی الله علیه وسلم قتل قتلا احب
الی من ان احلفت واحدة انه لم
یقتل وذلك ان الله اتخذہ نبیا و
اتخذہ شهیداً -

امام احمد ابو یعلیٰ اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود یہ کہتے تھے کہ میں نے تم پر یہ قسم کھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتول ہوئے یہ بہتر ہے اس سے کہ میں ایک مرتبہ تم کو کھاؤں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتول نہیں ہوئے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا اور شہید بھی بنایا۔

بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو سید الشہداء ہیں تمام شہداء میں تمام شہداء کے اعمال آپ کے نامہ اعمال اور میزان میں ہیں پس آپ کی حیات تمام شہداء کی حیات سے اکمل اور اتویں گی علامہ شہاب خفاجی فرماتے ہیں۔

الانبياء والشهداء اء احياء و حياة
الانبياء اقوى اذ لم یسلط علیهم
الارض فطمع النائمین و النائم
لا یسمع ولا ینطق حتی یتنبه
حاشیة حیاة الانبياء للبیہقی -

انبیاء اور شہداء یہ دونوں گروہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں لیکن انبیاء کی حیات شہداء کی حیات سے بہت زیادہ قوی ہے اور جب زمین کو انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ پر مسلط نہیں کیا اور انبیاء کے اجسام وطرہ بعینہ محفوظ ہیں تو سمجھ لو کہ انبیاء کرام بہتر

۱۔ زرقانی - ۵: ۵، ص ۳۲۲

۲۔ سید یہودی زقار الوزار ص ۳۳ میں لکھتے ہیں: لا شک فی حیاة صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته و کذا سائر الانبیاء علیہم الصلوة والسلام احياء فی قبورهم حیاة اکمل من حیاة الشهداء التي اخبر الله تعالیٰ بہا فی کتابہ العزیز و نبیہا صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء و اعمال الشہداء اوفی میزانہ - ۱۰

سرنے والوں کے میں اور سونے والہ حالتِ لوم میں سننے اور جواب دینے سے معطل رہتا ہے جب تک وہ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔

حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ

کلام معرفت الیام

اہل سنت والجماعت کے تمام سلف اور خلف کا اس پر اتفاق ہے کہ حضراتِ انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسامِ مطہرہ تغیراتِ ارضی سے محفوظ ہیں اور مشغولِ عبادت ہیں۔ عربِ اعجم کے حضراتِ متکلمین اور محدثین اور مفسرین اور اولیاء و عارفین اس موضوع پر مستقل رسالے اور مقالے لکھتے چلے آئے۔

تیرہویں صدی کے اخیر میں سرخیل اولیاء و عارفین و مترجح حضراتِ متکلمین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ نے اس موضوع پر آپ حیات کے نام سے ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی جو حقائق و معارفِ لدنیہ کا ایک عجیب و غریب خزینہ اور گنجینہ ہے۔

حسب ارشادِ باری تعالیٰ كُلُّ نَفْسٍ ذَٰلِقَةُ الْمَوْتِ اور اِنَّكَ مُيْتٌ وَاِلٰهَهُمْ مُّبْتَلٰوْنَ تمام سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ سوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تمام حضراتِ انبیاء کرام پر موت طاری ہوئی اور ان کی تجسیم و تکفین کی گئی اور مقابر میں دفن کئے گئے اس کے بعد حضراتِ متکلمین و محدثین یہ فرماتے ہیں کہ حضراتِ انبیاء کرام ایک مرتبہ موت طاری ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کئے گئے اور قیامت تک زندہ رہیں گے انبیاء کرام پر اگرچہ تھوڑی دیر کے لئے موت طاری ہوئی مگر وہ موت دائم اور ستم نہیں بلکہ عارض اور غیر ستم تھی۔

اور مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ فرماتے ہیں کہ حضراتِ انبیاء کرام کی وفات اور ممات تو کتاب اور سنت اور اجماع امت اور شاہدہ عالم سے ثابت ہے جس کا اعتقاد ضروری ہے۔

اور انکار ناجائز ہے لیکن انبیاء کرام کی موت اور وفات کی حقیقت اور نوعیت اور کیفیت عامہ مومنین کی موت کی نوعیت اور کیفیت سے مختلف ہے عامہ مومنین کی موت۔ مزیل حیات ہے اور انبیاء کرام کی وفات سائر حیات ہے انبیاء کرام کی وفات اور وفات ظاہری ہے جس کے باطن میں اُن کی حیات مستور ہے جس طرح زیر پردہ سحاب نور آفتاب مستور ہو جاتا ہے، اسی طرح زیر پردہ حیات مابینا کلام کی حیات مستور ہو جاتی ہے معاذ اللہ۔ مولانا کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ انبیاء کرام پر موت طاری ہی نہیں ہوتی بلکہ مولانا موت اور وفات کے اعتقاد کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں۔ مولانا کا تمام کلام۔ حضرات انبیاء کرام وفات اور موت کی نوعیت اور کیفیت کے تعین میں ہے انبیاء کرام کی وفات سے ذرہ برابر انکار نہیں جیسے حضرات متکلمین کا یہ اختلاف کہ صفات باری تعالیٰ عین ذات ہیں یا لا عین اور لا غیر۔ یہ اتفاق کی نوعیت کی تعین میں کلام ہے نفس اوصاف میں کلام نہیں اسی طرح حضرت نانو توہی کا تمام کلام انبیاء کرام کی وفات اور وفات کی تعین میں ہے اور نفس موت کے اعتقاد کو لازم اور ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ حضرت مولانا محمد تاجم نانو توہی قدس اللہ سرود فرماتے ہیں کہ میں انبیاء کرام کو انھیں اجسام و نیادی کے حلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں پر حسب ہدایت مَنِّ نَفْسٍ ذَا نِقَّةٍ اَلْمَوْتُ اَوَّلُكَ حَقِیْقَتًا وَ اٰلِھُمَّ صَبِّتُوْهُنَّ اَمَامَ اَنْبِیاءِ کَرَامِ عَلَیْہِمُ الصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ کی نسبت موت کا اعتقاد بھی ضرور ہے ۱۷

لیکن انبیاء کرام کی زندگی زیر پردہ موت۔ ظاہر مبینوں کی نظر سے مستور ہے مثل امت کے ان کی موت میں زوال حیات نہیں۔ حضرات انبیاء زندہ ہیں اُن کی موت اُن کی حیات کے لئے ساتھ ہے۔ مانع حیات اور مانع حیات نہیں ۱۸

بلکہ موت کے وقت انبیاء کرام کی حیات اور بھی شدید ہو جاتی ہے، موت انبیاء کرام اور موت عوام میں ایسا فرق ہے جیسا کہ شمع یا چراغ کو کسی تہذیب میں رکھ کر اوپر پوش رکھ دینے میں اور

۱۷۔ لکھنؤ تاجی، ص ۳۱، ۳۰۔

۱۸۔ آب حیات از مولانا محمد قاسم، ص ۲۲۱، ۲۲۳۔

شمع اور چراغ کے گل ہو جانے میں فرق ہے۔ گل ہو جانے میں نور نائل ہو جاتا ہے اور ہنڈیا میں کھکر سرپوش رکھ دینے سے نور مستور ہو جاتا ہے نائل نہیں ہوتا بلکہ سرپوش رکھ دینے سے تمام شمعیں باہر سے بجٹ کر اس ظرف میں آجاتی ہیں بلکہ خود شعلہ چراغ میں سما جاتی ہیں جس سے وہ نور اور شدید ہو جاتا ہے، پس عام مؤمنین کی موت سے ان کی حیات کا نور بالکل نائل ہو جاتا ہے اور انبیاء کرام کی موت سے ان کی حیات کا نور مستور ہو جاتا ہے نائل نہیں ہوتا اگرچہ ظاہر نظر میں فرق نہ معلوم ہو شمع اور چراغ گل ہو جائے یا کسی ظرف میں رکھ دینے کی وجہ سے اس کا نور مستور ہو جائے باعتبار مکان کے اندھیرا دونوں صورتوں میں برابر ہے ۱۵

اور اس ظاہری موت کی وجہ سے حضرات انبیاء کرام کا قبروں میں مستور ہو جانا بمنزلہ عیالہ کشی یا پردہ نشینی یا گوشہ نشینی سمجھا جائے گا۔ ۱۶

(۱۱)۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے اجسام مبارکہ کا حسب سابق صحیح و سالم رہنا اور تغیر ارضی سے بالکل محفوظ رہنا۔

(۱۲) اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کی ازدواجی مطہرات کے نکاح کا حرام ہونا۔

(۱۳)۔ اور ان کے احوال میں میراث کا جاری نہ ہونا امور ثلاثہ میں سے ہر امر حیات انبیاء پر شاہ عدل ہے اور اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ارواح طیبہ کا اجسام مبارکہ سے تعلق منقطع نہیں ہوا بلکہ موت کے بعد بھی انبیاء کرام کو اپنے ابدان سے کسی قسم کا تعلق ہے جس قسم کا پہلے تھا بخلاف شہداء کے کہ موت سے انکی ارواح کا ان دنیاوی ابدان سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے اور ان ابدان کو چھوڑ کر ابدان جنت سے تعلق ہو جاتا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شہداء کے مال میں میراث ہوتی اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مال میں میراث جاری نہ ہوتی حالانکہ ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَزْوَاجِكُمْ﴾ لَسْتُ حَقِّهِمْ حَقُّ الْأَنْثَىٰ سب کو عام ہے، عوام ہوں یا رسول اللہ علیہ وسلم نیز شہداء کی ازدواج کو بعد عدت معروضہ نکاح کی اجازت ہوتی جو انقطاع حیات پر دال ہے اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ازدواج کی شان میں یہ حکم آیا کہ ان تنکھوا ازواجہ من بعدک أبداً جو ابدی طور پر حرمت نکاح ازدواج مطہرات پر دال ہے معلوم ہو کہ نکاح منقطع نہیں ہوا جیسا کہ ازدواجاً ائمتہا تھمہ بھی اسی پر دال ہے کہ علاقہ زوجیت حسب سابق قائم ہے کیونکہ ازدواج جمع زدہ کی ہے جو محضت مشبہہ ہے دوام اور ثبوت پر دال ہے اور والد جسمانی کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت کو اسی طرح بیان فرمایا کہ لا تنکحوا ما نکح آبائکم مک نفع فعل ماضی جو حدوث اور تجدید پر دلالت کرتا ہے جس سے منکوحیت کا زوال ہویدا ہے اور جب ازدواج مطہرات کا نکاح ہی منقطع نہیں ہوا تو ازدواج مطہرات منجملہ ذالمتخصصات من النساء ہو جائیں گی لے

اور بقا نکاح بے علاقہ زوج و جسد متصور نہیں شہدار میں باوجود حیات کے بوقت موت جسم خاکی سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا شہدار اور عامہ مؤمنین کی موت میں فرق اتنا ہے کہ ازدواج شہداً کو جسد اول سے تعلق منقطع ہو جانے کے بعد اور ابدان سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس حساب سے ان کو حیات روحانی و جسمانی دونوں حامل ہو جاتی ہیں اور باقی مؤمنین امت کے لئے اس نقصان کی کچھ مکافات نہیں کی جاتی میر حال ابدان دنیا سے دونوں کو کچھ تعلق نہیں رہتا۔ تو پھر اشیاء متعلقہ ابدان دنیوی سے کہاں تعلق رہ سکے کہ ان کے اموال و ازدواج جوں کے توں انھیں کے ازدواج و اموال سمجھے جائیں اور کسی اور کو نکاح کی اجازت نہ ہو اور وارثوں کو تقسیم و تصرف کرنے کی اجازت نہ دی کیونکہ مال اور ازدواج ازدواج کو بقا ضائع تعلق جسمانی مطلوب ہوتے ہیں بذات خود مطلوب روحانی نہیں اس لئے بعد انقطاع علاقہ جسمانی ازدواج و اموال کے ساتھ جو علاقہ تھا وہ بدرجہ اولیٰ منقطع ہو جائے گا اور باوجود حیات شہداً ان کی ازدواج کو شل ازدواج دیکھ مؤمنین امت بعد انقصا عدت اختیار نکاح ہو گا اور ان کے اموال متروکہ میں میراث بدستور معدوم جاری رہے گی موت شہدار کے حق میں موجب زوال حیات اول ہے اور وہ حیات جس کے تحقق پر کلام اللہ اور احادیث صحیحہ ناطق ہیں وہ حیات ثانی ہے اور لفظ عند ربہم اسی طرف

ربان تک حضرت مولانا نانوتویؒ کے کلام کا خلاصہ تمہرا، حضرات اہل علم۔ اصل آب حیات کی مراجعت فرمائیں۔

اب یہ مؤلف حقیر سراپا تقصیر۔ اہل اسلام کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ آیات قرآن اور احادیث نبویہ سے یہ امر درویشوں کی طرح واضح ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام روحانی اور جسمانی حیثیت سے عامۃ البشر سے جدا و ممتاز ہیں اور قرب خداوندی میں جبریل و میکائیل اور ملائکہ مقربین سے افضل اور برتر ہیں حضرت آدم کو حق جل شانہ نے خاص اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور تاج خلافت کا ان کے سر پر رکھا اور اس جسم خاکی کو اجسام نورانیہ (ملائکہ) کا مجہود بنایا اور حضرات انبیاء کو جسمانی حیثیت سے عامۃ البشر پر امتیاز عطا کیا کہ ان کے اجسام مبارک کو ایسا نظیف اور لطیف اور مہلک اور معطر پیدا کیا کہ ان حضرات کے اجسام سے جو پسینہ نکلتا تھا وہ اس درجہ خوشبودار ہوتا تھا کہ مشک اور عنبر بھی اس سے کمتر اور فروتر تھا۔

اخرج البيهقي وغيره عن عائشة	امام بیہقی وغیرہ نے عائشہ صدیقہ سے روایت کیا
قالت قلت يا رسول الله انك تدخل	ہے کہ عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ
الخلاع فاذا خرجت دخلت في اشرك	آپ بیت الخلا جاتے ہیں اور آپ کے بعد میں
فما اصرى شيئا الا اني احذر رائحة	بیت الخلا جاتی ہوں تو وہاں کوئی چیز مجھ کو نہ نہیں
المسك قال انا معشر الانبياء متبنت	آئی الا یہ کہ مشک کی خوشبو باقی ہوں۔ آپ نے
اجساد نلعل ارواح اهل الجنة	فرمایا۔ ہم گمردہ انبیاء کی خاص شان ہے ہمارے
فما خرج منها من شئ ايتلعه	اجسام کی پیدائش اور نشو و نما، اہل جنت کی اراغ
(الارض) - (خصوصاً نص کبریٰ نہ ۱۶)	کے طور و طریق پر ہوتی ہے جو چیز بھی انبیاء کے بدن

۱۔ امام رازی نے تفسیر کبریٰ ص ۲۴۲ میں اِنَّ اللّٰهَ اصْلَفِيْ اَوْمَ وَتَوَخَّوْا اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَدَّ اِلَٰهَ عَزَّ اَنْ عَلَى الْاَلْبَانِ
کی تفسیر میں علیہ السلام کا کلام نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام تو اسے جہانہ و درجانیہ میں تمام عالم سے ممتاز و جدا ہوتے ہیں حضرات
اہل علم تفسیر کبریٰ کی مراجعت کریں۔ ۲۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ ص ۱۶ میں اس حدیث (بعجۃ اللغۃ منسوباً

سے نکلتی ہے زمین اُس کو فضا تکھل لیتی ہے۔

یعنی انبیاء کرام کے اجسام اہل جنت کی ارواح کی طرح لطیف اور لطیف اور پاکیزہ ہوتے ہیں جس طرح اہل جنت کے جسم سے جو چیز نکلتی ہے وہ مشک و عنبر سے زیادہ پاکیزہ اور معطر ہوتی ہے اسی طرح انبیاء کرام کے اجسام سے جو چیز نکلتی ہے وہ بھی مشک و عنبر کی طرح معطر ہوتی ہے یعنی انبیاء کرام کے اجسام کی فطرت اور حقیقت اور مزاجی کیفیت اور ساخت و پرداخت اہل جنت کے طور و طریق پر ہوتی ہے اور اسی وجہ سے انبیاء کے اجسام مبارک و نجات کے بعد اہل جنت کے ارواح اور اجسام کی طرح بوسیدہ اور سائیدہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور اسی وجہ سے عمار کی ایک عجائبات آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور بول و براز کی جہارت کی قائل ہے، ویکوہ بشر شفا قاضی عیاض للعلامة القاری ۵

حدیث میں ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوئے تو عبداللہ بن زبیر کو حکم دیا کہ یہ خون کسی رسی جگہ ڈال آؤ کہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے عبداللہ بن زبیر اس خون کو پک گئے، جب واپس آئے تو ان حضرت نے دریافت فرمایا کہ اسے عبداللہ کیا کیا عرض کیا یا رسول اللہ میں اس کو نہایت پوشیدہ جگہ میں رکھ آیا ہوں کہ جہاں کسی کی نظر نہیں پہنچ سکتی آپ نے فرمایا شاید تو نے اس کو پی لیا ہے افسوس۔ آخر جبہ البزار والی و البیہقی ۵

اور امامین۔ اور ام یوسف کا بول نبوی پی جانا اور پھر ان کا کبھی بیمار نہ ہونا یہ بھی احادیث

میں آیا ہے۔ ۵

(بقیہ حاشیہ پچھنے لگو کا) کہ طرق اور سانیہ پر کلام کیا اللہ یہ بتا دے کہ یہ حدیث مستند اور معتبر ہے اور اسے سندوں سے مروی ہے۔ لہذا جن لوگوں نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں، خصوصاً کبریٰ صیغہ اور علامہ قاری نے شرح شفا قاضی عیاض ص ۳۱ میں اس حدیث کو مستند اور ثابت قرار دیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ قال ابن دحیۃ بعد ان اور دلاہذا السند ثابت قیل وھو اقوی صافی الباب آھ

۵۔ ۱۱: ۵ ص ۱۶۰

۵۔ ۱۱: ۵ ص ۲۸۱۔ ۵۔ ایضاً۔ ص ۱۱۰

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انبیاء کرام کے اجسام اپنے باپ آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کا نمونہ ہیں کہ جو جنت میں حق تعالیٰ کے دست قدرت سے پیدا ہوا اس لئے وفات کے بعد صحیح و سالم رہتے ہیں اور تغیرات انہی سے محفوظ ہوتے ہیں جس طرح اہل جنت کے اجسام تغیر و تبدل سے محفوظ ہوں گے اسی طرح انبیاء کرام کے اجسام بھی وفات کے بعد تغیر و تبدل سے محفوظ ہونے میں ہیں۔ حضرت آدم کی اہلی اور محبوب ترین اولاد انبیاء کرام ہیں اور حدیث میں ہے کہ الولد من لا یمیدہ پس عجب نہیں کہ ما خلقت بیدی کے انوار و برکات اور بلا واسطہ دست قدرت سے تخلیق و تکوین کے آثار انبیاء کرام کو اپنے والد محترم حضرت آدم سے وراثت میں ملے ہوں اور جو چیز اصطفاء اور اجتناب کے لوازم ہیں سے ہر اس کی توریث فقط مصطفین الاخیار کی حد تک محدود رہے اور سلامت اجساد انبیاء بعد الوفات، اسی اصطفاء آدم کے لوازم میں سے ہو جس کی توریث خاص برگزیدہ بندوں کے لئے مخصوص کر دی گئی ہو ان حضرت علی اللہ علیہ وسلم کے جہانی خصائص کی تفصیل اگر درکار ہو تو شرح شفاء قاضی عیاض اور خصائص کبریٰ کو ملاحظہ فرمائیں۔

جو شخص حضرت انبیاء کرام کی جہانی و روحانی خصوصیتوں کو پیش نظر رکھے گا، اس کو اس امر میں ذرہ برابر شک نہ رہے گا کہ حضرت انبیاء اگرچہ ظاہرًا جس حیات میں عامۃ البشر کے ساتھ شریک ہیں لیکن حقیقت اور درپردہ حیات انبیاء کی حقیقت اور نوعیت اور کیفیت عامۃ الناس کی حیات سے بالکل مختلف اور جدا ہے اور تمام عالم کی بیداری کو ان حضرات کی بیداری کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہوتی ہے، یہ تو انبیاء کرام کی حیات اور بیداری کا کچھ حال عرض کیا۔ اور انبیاء کرام کے خواب کا یہ حال ہے کہ بحالت خواب انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل ان کے بیدار ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں متعدد وجہ ذکر ہے اور بخاری شریف کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نوم انبیاء کا ناعس و نمنہ نہیں ہے۔

نوم النبی عند الامام الاعظم لا ینقص الوضوء و حتما فاعلم

اور حدیث میں ہے کہ :

ماشاء اللہ بنی قسط وما احقلم قسط کسی نبی کو بھی جانی نہیں آئی اور نہ کسی نبی کو کبھی احلام ہوا کیونکہ شادوب اور احلام شیطان کے تلامب سے ہوتا ہے اور انبیاء کو کام اس سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں لہ

اور انبیاء کرام کا خواب وحی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ہے اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُذْکِبَعَثَ فَاَنْظَرُ مَا ذَا تُرٰی اس کی صریح دلیل ہے یہ ناممکن ہے کہ انبیاء کرام کا خواب اضغاث احلام کے قبیل سے ہو اور اس ناچیز کا ایک شعر بھی ہے۔

خواب پیغمبر جو صریح صادق است وحی بیداری جو روز روشن است حدیث میں ہے۔

وکان البیہی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نام لم یوقظ حتی یتکون هو یستیقظ لانا لا ندری ما یحدث له فی نومہ - بخاری مشرین باب الصعید الطیب وضوء المسلم من کتاب التیمم ۱۳۶ وقسط فی ۱۳۶ وفتح الباری ۱۳۶ ج ۱)

معاہد کرام کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب سویا کرتے تھے تو ہم آپ کو جگاتے نہیں تھے یہاں تک کہ آپ خود ہی بیدار ہوں، اس لئے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ خواب کی حالت میں آپ کو من جانب اللہ کیا چیز پیش آرہی ہے اور اس حالت میں آپ پر کیا وحی نازل ہو رہی ہے تو آپ کو جگا کر اس وحی کے انقطاع کا سبب کیوں بنیں۔

موسیٰ علیہ السلام جب گئے تو حضرت یوشع نے فرمایا لا اوقظ من موسیٰ علیہ السلام کو جگاؤں گا نہیں، بخاری مشرین، پس جس طرح حضرات انبیاء کی حیات اور ان کی بیداری اور ان کا خواب عامہ مؤمنین کے حیات اور بیداری اور خواب سب سے جدا اور ممتاز ہے اسی طرح کچھ کو انبیاء کرام کی وفات و وفات بھی عامہ مؤمنین کی وفات اور مات سے جدا اور ممتاز ہے۔

لہ۔ نزہتانی شرح مواہب ج: ۵ - ص: ۲۴۸

۳۶۔ کافی بدیع موسیٰ بن میمون البخاری وکان لا یرى رؤیا الا جاءه مثل نلق الصبیہ ۱۷ منہ غنا اللہ عنہ

حق جل شانہ نے اللہ یَتَوَكَّلْ اِلَّا نَفْسٌ جَنِيحٌ مِّنْ تَہَاۤ اَلَّتِیْ لَمْ تَكُنْ فِیْ مَنَاسِہَا میں۔ عامۃ الناس کی توفی کو دو قسموں پر منقسم فرمایا ہے ایک توفی نوم۔ اور ایک توفی موت۔ اور ظاہر ہے کہ انبیاء کرام کی توفی منام عامۃ الناس کی توفی منام سے بالکل جدا و ممتاز ہے۔ بلوقت خواب عامۃ الناس کے تو اے حسد اور قوائے علمیہ معطل ہو جاتے ہیں مگر حضرات انبیاء کرام کے قوائے اور اکیہ بلوقت خواب معطل نہیں ہوتے۔ ان حضرات کی آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار ہوتے ہیں۔ یعنی ان حضرات کی غفلت بجاالت خواب محض ظاہری ہوتی ہے اور باطنی طور پر اس میں بیداری اور ہوشیاری مستور ہوتی ہے۔

اسی طرح حضرات انبیاء کی توفی موت۔ عامۃ الناس کی توفی موت سے جدا اور ممتاز ہوتی ہے اور منام کی طرح ان کی وفات اور مات ظاہری ہوتی ہے جس کے پر وہ میں حیات مستور ہوتی ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے متعلق یہ اعتقاد ضروری ہے اور لازمی ہے کہ وہ بمقتضائے بشریت سوتے ہیں لیکن یہ اعتقاد ضروری نہیں کہ ان کا سونا ہمارے سونے کی طرح ہے بلکہ ان کے خواب میں بیداری مستور ہوتی ہے اسی طرح حضرات انبیاء کرام کے متعلق یہ اعتقاد ضروری اور لازمی ہے کہ حسب ارشاد باری کُلُّ نَفْسٍ ذٰلِقَةٌ اِلَیْہِ الْمَوْتِ اور اِنَّکَ مَبِیْتُ وَاِنَّہُمْ مَّیْتُوْنَ۔ حضرات انبیاء کو بھی موت عارض ہوتی ہے لیکن یہ اعتقاد ضروری نہیں کہ ان حضرات کی موت ہماری موت کی طرح ہے اور جس طرح ہم موت کا مزہ چکھتے ہیں اسی طرح انبیاء نے موت کا مزہ چکھا ہے بلکہ ایسا اعتقاد سراسر خلاف ادب ہے جو بلاشبہ اپنے اندر گستاخی کو چھپاتے ہوئے ہے، ہر شخص اپنے اپنے مرتبہ کے مطابق موت کا مزہ چکھتا ہے۔

مرگ ہر ایک کے لیے ہر رنگ دوست پیش دشمن دشمن و بد دوست دوست
خلق و رہا باز ایک سارے روند آں یکے و در ذوق و دیگر دُر و مند
ہم چنین و مرگ یک سارے دویم نیم در خسروان و نیچے خسرویم
اور بار بار احرار کی موت کا یہ حال ہوتا ہے جس کو عاف آدمی نے بیان کیا ہے

ظاہر شمرگ و باطن زندگی ظاہر شمرنہاں پائیدگی
حضرات عارفین کے اس قسم کے کلمات نقل کرنے سے صرف اتنا مقصود ہے کہ مولانا
نانوتوی کی یہ تعبیر کہ انبیاء کرام کی وفات سائر حیات تھی بالکل موزوں حیات نہ تھی۔ یہ ایسی تعبیر نہیں کہ
جو محل انکار بن سکے۔

مولانا نانوتوی۔ آب حیات اور اپنے مکتوبات میں اس امر کا صراحت کے ساتھ ذکر فرماتے
کہ حسب ہدایت کُلِّ نَفْسٍ ذَا نَفْسَةٍ اَلْمَوْتِ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ اَلْهَوَ مَيِّتُونَ انبیاء کرام
کے حق میں نسبت موت کا اعتقاد ضروری اور لازم ہے کلام صرف اس کی نوعیت کی تعیین میں فرماتے
ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جنس عام میں اشتراک کی وجہ سے یہ لازم نہیں کہ درجات اور مراتب اور صفات
ان کیفیات میں بھی اتحاد ہو جائے فرق مراتب یہ حال لازم ہے۔

مگر فرق مراتب نکتہ زندگی

پس جس طرح انبیاء کرام کی نوم اور خواب میں اُن کی بیداری اور ہوشیاری مستور ہوتی
ہے، اسی طرح انبیاء کرام کی وفات میں اُن کی حیات مستور ہو تو کیا استبعاد ہے۔

حضرات اولیاء عارفین فرماتے ہیں کہ ممکنات موجود ہیں مگر ان کے وجود عارضی میں ان کا
عدم ذاتی مستور ہے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ

بشناس کہ کائنات رود عدم اند بل در عدم الیستادہ ثابت قدم اند
ممکنات کا وجود کوئی حقیقی وجود نہیں محض ایک نمود ہے بود ہے۔

کل مافی الکوون وھما وخیال اوعکوس فی المرایا ووظلال

اور برائے نام ہماری یہی ہمارے ہی کا آئینہ ہے جس میں سے قدم قدم پر عدم چمکتا ہوا اور
چمکتا ہوا نظر آتا ہے بخوان باب العلل۔ انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اس وقت اس کو اپنی حیات
میں موت نظر آنے لگتی ہے اور یہ بیماری بہتر لڑ آئینہ کے ہے جس میں سے انسان کو اپنی موت نظر
آتی ہے جہاں کوئی مجبوری اور لاچارگی پیش آئی تو اسی وقت اپنی قدرتِ حادثہ کے پردہ میں سے

اپنا ذاتی عجز نظر آنے لگتا ہے اور جب کوئی ذنبی اور غاصفی مسئلہ سامنے آتا ہے اور عقل اُس کے حل سے جواب دے نہیں پھیتی ہے تو اس وقت اپنے علم حصولی حادثہ کے پردہ میں سے اپنا جہل ذاتی نظر آنے لگتا ہے۔

پس اگر اسی طرح کسی عالم ربانی اور عارفِ یزدانی اور چودھویں صدی کے ایک مہموی مثنوی مین مولانا نواز تووی کو اپنے نورِ بصیرت سے حضرت انبیاء کی وفات اور مات کے پردہ میں سے اُن کی حیات ذاتی نظر آتی ہو تو کیا استبعاد ہے۔

اذا لم تر الھلال نسلم لا ناس راو کا با لا بصار
 موت اور حیات بیشک ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن ایک ضد کا دوسری ضد کے تحت
 میں مستور اور مخفی ہونا بارگاہِ انبیاء اور اولیاء میں مسلم ہے، عارفِ رموی فرماتے ہیں۔
 و عدم ہستی بر اور چوں بود ضد اندر ضد کے کمتون شود
 اور مولانا نے روم نے مثنوی میں شرح و بسط سے اس مسئلہ پر کلام فرمایا ہے یَخْرِجُ النَّفْسَ
 مِنَ الْحَيَاتِ بِدَانِ الْآخِرَةِ

بات لمبی ہو گئی۔ اس نا بکار و نا ہنما کا تو یہ حال ہے کہ جب سلفِ صالحین اور علماء ربانیوں
 کی حیاتِ طیبہ اور ان کی پاکیزہ زندگی کا خیال آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہماری زندگی گافی بمنزہ
 موت کے ہے اور ہماری بیداری بمنزلہ خواب کے ہے یعنی ہماری یہ ناقص اور کمند حیات ہماری موت
 کی ساتر ہے اور ہماری اس برائے نام بیداری میں ہمارا خواب غفلت مستور ہے ہمارا حال تو یہ ہے
 وَخَبَرَنِي التَّوَابُ اِنَّكَ نَالَئٌ فَقُلْتُ اِذَا اسْتَقْبَلْتَ اِيضًا نَالَئٌ
 اور عارفِ رموی کا یہ شعر زبان پر آ جاتا ہے۔

آزمودم مرگ من در زندگی است چوں رمزم زین زندگی پابندگی است
 اقتلونی اقتلونی یا ثقات ان فی قتلہ حیاتا فی حیات
 یا منیر الخدیار روح البقا اجتذب روحی و جدلی بالبقا

امام قریبی حیات انبیاء کرام کے دلائل بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

یحصل من جملته القطع بان موت
الانبياء انما هو راجع الى ان غيبوا
عنابحيث لا ندر كملحروان كانوا موجو
دين احياء ولا يراه احد من نوعنا الا
من خصه الله تعالى بكرامة من اوليائه
انتهى . كذا في شرح الموهب للزرقاني
۳۳؎ وكذا في ابناء الازدياء بجياة
الانبياء للسيوطي ۳۹؎ ج ۲ - از
مجموعه رسائل سيوطي -
ان تمام دلائل سے امر کا علم یقینی اور قطعی حاصل ہو جاتا
ہے کہ انبیاء کرام کی موت کی حقیقت صرف
اس قدر ہے کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ
کر دیے گئے کہ ہم ان کا ادراک اور احساس نہیں
کر سکتے اگرچہ وہ موجود اور زندہ ہیں اور ہماری
نوع کا کوئی فرد ان کو دیکھ نہیں سکتا الا یہ کہ اللہ
تعالیٰ اپنے کسی ولی کو بطور کرامت اور خرق
عادت بجاالت بیداری اپنے کسی نبی کی زیارت
سے مشرف فرمائے۔

اور علامہ سبیل اور علامہ سیوطی اور علامہ زرقانی اور حافظ ابن قیم کے نزدیک بھی یہی عقار
ہے کہ انبیاء کرام کی موت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ کر دیے
گئے وہ بلاشبہ زندہ ہیں اگرچہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کی حیات کا مشاہدہ نہیں کر سکتے جیسے
سونے والا زندہ ہوتا ہے مگر ہم کو اس کی حیات کا ادراک اور شعور نہیں ہوتا تمام حضرات
مؤمن کا یہی مسلک ہے۔

اور امام بیہقی نے جزئیات الانبیاء کے اخیر میں لکھا ہے کہ انبیاء کرام کی موت من
کل الوجہ موت نہیں بلکہ ان کی موت کی حقیقت صرف بیہوشی اور عدم احساس کا درجہ ہے۔
علامہ مناوی فیض القدیر ۹۱؎ ج ۵ میں فرماتے ہیں کہ موت کا اطلاق کبھی تعطل عن العمل
والادراک پر آتا ہے جیسا کہ حدیث میں بیدار ہونے کے بعد اُتُحَمَّدٌ لِلّٰہِ الَّذِیْ اٰخِیَانَا بَعْدَ

۱۱؎ امام بیہقی کی اس عبارت یہ ہے۔ فیم احياء عند ربہم کا شہداء فاذا نفخ فی النسفۃ الاولیٰ صعدوا
ثُمَّ لَا یَکُونُ ذَلٰکَ مَوْتًا فِی جَمِیعِ مَعَانِیْہِ الْاُولٰٓئِکَ ذٰہَابُ الْاِسْتِشَارَةِ رَہِمَہُمْ

ماہنامہ قائد الفکر کا پڑھنا آیا ہے اس حدیث میں ایسا نام سے جگانا مراد ہے اور امانت سے
 سلام مراد ہے، موت کا اطلاق قوم پر کیا گیا ہے اور اس کی طرح شیخ ابن علان مکی نے شرح
 کتاب الاذکار میں لکھا ہے مگر یہ شرح کتاب الاذکار ہے
 اور علامہ زبیدی نے شرح قاموس میں رادۃ موت ایسی موت کے معانی اور اطلاعات
 پر مفصل کلام کیا ہے حضرات اہل علم شرح قاموس کی مراجعت فرمائیں
 ایں سخن را نیست ہرگز اختتام ختم کن واللہ اعلم بالصواب

ازواجِ مطہرات

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلَّتِي أُولَىٰ بِالمؤمنين من انفسه مروا زوجہ
 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کو اپنی
 ایمان کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ
 تعلق اور لگاؤ ہے اور پیغمبر کی بیویاں نبی
 کی محترم مائیں ہیں۔

مومن کا وجود ایمانی اور اس کی حیات روحانی پیغمبر کے تعلق اور اللہ ہاں
 سے ہے اس لئے پیغمبر مومنین کے حق میں بمنزلہ روحانی باپ کے ہے۔
 جیسا کہ ایک قرأت میں ہے کہ وہ اب لہم کہ وہ نبی بمنزلہ باپ کے ہے۔
 اور اس کی عورتیں عزت و احترام میں بمنزلہ ماؤں کے ہیں۔

قَالَ تَعَالَىٰ يٰنِسَاءَ اَللّٰہِی لَسْتُنَّ کَاٰحِدٍ
 من النِّسَاءِ اِنْ تَقِيْنَ فَلَآ
 تَخْضَعْنَ بِاَلْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ
 فِیْ قَلْبِہِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا
 وَكُوْنَنَّ فِیْ بُیُوْتِکُمْ وَلَا تَبَرَّجْنَ
 تَبَرُّجًا جَبَّارِیْلَیَّةَ الْاَوَّلٰی وَفِیْنَ
 الصَّلٰوۃَ وَارْتِیْنَ اللّٰہَ کَعُوۡۃٍ وَّ
 اَطِيعْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ط اِذَا مَا
 یُرِیْدُ اللّٰہُ اَیْمُذْہَبَ عَلَیْکُمُ الرِّجْزُ
 اَھْلَ الْکِبْرِیَّا وَیُطَهِّرْ کُمْ تَطْہِیْرًا

اے پیغمبر کی عورتو! تم مثل اور عورتوں کے
 نہیں۔ اگر تم تقویٰ پر قائم رہو پس تمہارے
 تقویٰ کا مقتضی یہ ہے کہ تم بات کرتے وقت
 نرمی سے کام نہ لینا مبادا کوئی دل کا روگی
 تمہاری نرمی سے طمع اور لاپرواہی میں پڑ جائے
 اور کہو بات! اس کے طریقہ کے مطابق جس
 میں نرمی ہو اور نہ سختی ہو اور اگرچہ وہ اپنے گھروں
 میں اور پہلی جاہلیت کے اصرار اپنی زینت کا اظہار
 نہ کرے اور قائم رکھو تا کہ اللہ کو تعجب نہ ہو۔ اور
 اللہ اور اس کے رسولوں کا امت میں لگی رہو

وَإِذْ كُنَّا مِنْكُمْ مَرْسَلًا ۚ
 بِمُؤْتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ
 وَالْحِكْمَةُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ
 لَطِيفًا خَبِيرًا ۝ ۵۰
 اے پیغمبر کہ گھر والو! اللہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا
 ہے کہ تم سے گنگل کو دور کرے اور تم کو خوب
 اچھی طرح سے پکھا دے اور جو اللہ کی آیتیں
 اور حکمتیں باتیں تمہارے گھروں میں تلاوت کی
 جاتی ہیں ان کو خوب یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ بھیدوں کا جاننے والا اور خبردار ہے۔

فوائد لطائف

(۱) امہات المؤمنین کا عظیم الشان لقب انہیں ازواج کے ساتھ مخصوص ہے کہ جو آپ
 کی زوجیت میں رہیں باقی جن عورتوں سے آپ نے نکاح تو فرمایا لیکن عروسی اور تقاربت
 سے پیشتر ہی ان کو طلاق دیدی ان کے لئے یہ لقب استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) اور اسی وجہ سے کہ ازواج مطہرات - مؤمنین کی محترم مائیں قرار دی گئی ہیں آپ
 حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی شخص کا ان سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام
 قرار دیا گیا کما قال اللہ تعالیٰ

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ
 اللَّهِ وَلَا يَتَخَبَّوْا أَمْرًا وَاجِبًا مِنْ
 بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ
 عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا إِنْ تَجِدُوا
 شَيْئًا أَنْ تُخَفِّفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ ۵۱
 تمہارے لئے یہ ہرگز نہ انہیں کہ تم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی ایذا اور
 تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ کبھی بھی آپ کے
 بعد آپ کی پیروی سے نکل کر والبتہ تحقیق اللہ کے
 نزدیک یہ بات بہت ہی بڑا گناہ ہے اگر تم اس
 قسم کی کوئی شے ظاہر یا دِل میں پوشیدہ کھو تو
 جان کو تحقیق اللہ تعالیٰ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے۔

ایک باغیرت اور باجمیت انسان کے لئے یہ تصور ہی باعث ایذا اور موجب تکلیف ہے کہ اس کی بیوی اس کے بعد کسی اور کے نکاح اور زوجیت میں جائے اور ظاہر ہے کہ کائنات میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کون غیور ہو سکتا ہے دوم یہ کہ جب وہ امہات المؤمنین قرار دیدی گئیں تو کچھ کسی کی زوجیت میں جانا ان کی شان اور مرتبہ کے خلاف ہے۔

سوم یہ کہ اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا عقلاً اور عرفاً برا اعتبار سے قبیح اور مذموم ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ
ثُمَّ ان مَوْرَتُوْنَ كُنْكَاحِ مِیْنِ مَت لَاؤُجِن
مِنَ الْبِیْسَاءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَتْ
كُوْتَهَا رَیْ اَبَاد اَجْدَا نَكَاحِ مِیْنِ لَآچِکَیْ هِی
اِنَّهٗ كَانَ فَا حِشَّةً وَمَقْتَاوً
مَکْرُوْا سَیْ پِشِرَ هُوْ چِکَا سُوْ هُوْ چِکَا۔ اِسْمِیْن
سَاءَ سَبِیْلًا ۝
شک نہیں کہ یہ نہایت بیجائی ہے اور خدا کے سخت

غضب کا موجب ہے اور بہت بُرا طریقہ ہے۔

اِنَّهٗ كَانَ فَا حِشَّةً سے عقلی قبیح کی طرف اشارہ ہے یعنی عقلاً کھلی ہوئی بے حیائی ہے کہ باپ کی منکوحہ کو اپنے نکاح میں لایا جائے۔ اور مقتا سے شرعی قبیح کی طرف اشارہ ہے یعنی شرعاً یہ فعل نہایت مذموم ہے اور خدا کی سخت ناراضی کا سبب ہے۔

اور دَسَاءَ سَبِیْلًا سے عرفی قبیح کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ طریقہ نہایت بُرا طریقہ ہے۔ برابر بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے اپنے ماموں کو دیکھا کہ جھنڈا لئے جا رہے ہیں میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے جواب دیا کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھ کو اس لئے بھیجا ہے کہ اس کی گردن اُڑادوں اور اس کا تمام مال ضبط کروں
(رواہ عبد الرزاق وابن ابی شیبہ واحمد والحاکم البیہقی)
پس جبکہ جسمانی باپ کی منکوحہ کو نکاح میں لانا عقلاً شرعاً اور عرفاً ہر طرح مستحب
اور مذموم ہے تو روحانی باپ یعنی پیغمبرِ روحی فداہ کی منکوحہ کو نکاح میں لانے کا تصور
کس درجہ قبیح اور مذموم ہوگا۔

چہاں یہ کہ اگر عورت دوسرے شوہر کے سامنے پہلے شوہر کے کچھ محاسن
اور مناقب ذکر کرے تو دوسرے شوہر کو طعناً گوارہ ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت
اسلامیہ نے جسمانی اور روحانی باپ کی منکوحہ کو نکاح میں لانے کو سخت ممنوع
قرار دیا تاکہ اپنے جسمانی اور روحانی باپ سے قلب میں کوئی گدورت نہ آنے پائے
خصوصاً روحانی باپ یعنی پیغمبر سے گدورت تو کفر اور شقاوت کے مترادف ہے۔
پہنچ یہ کہ ازواجِ مطہرات نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہ کر
خصوصاً عورتوں کے متعلق خصوصی احکام اور مسائل معلوم کئے ہیں وہ لوگوں تک
بلاشبہ اور تردد کے پہنچ جائیں بالفرض اگر آپ کی وفات کے بعد دوسرے کی زوجیت
میں جائیں تو ازواجِ مطہرات کی روایت کے استناد اور وثاقت میں طامنین کو
لب کشائی کا موقع مل جائے گا۔

(۳) آیت تطہیر صل ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی جیسا کہ آیت
کا سیاق و سباق اس کے لئے شاہدِ عدل ہے جس کے لئے نہ کسی تاویل کی حاجت اور
نہ کسی توجیہ کی ضرورت اول سے آخر تک خطاب ازواجِ مطہرات کو ہے لیکن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور امام حسن اور حسین اور حفصہ سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء
کو بھی اس حکم میں داخل فرمایا اور ان کو جمع کر کے یہ دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ هُوَ لَا يَهْدِ
بَيْتِي اِذْ هَب عَنْهُمْ الزَّجْسَ وَطَهَّرْهُمْ تَطْهِيراً۔ لے اللہ یہ بھی میرے

اہل بیت ہیں ان سے بھی تو گندگ کو دود فرمایا در ان کو پاک کر جس طرح آیہٴ الْمَسْجِدِ
 اُتِیْمَسْ عَلَی التَّقْوَىٰ صِرَ اَوَّلِ یَوْمٍ در اصل مسجد قبا کے بارے میں نازل
 ہوئی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کو بھی اس حکم میں داخل فرمایا
 کیونکہ وہ بدرجہ اولیٰ اس کی مستحق ہے۔ اسی طرح آیہٴ تطہیر در اصل ازواج مطہرات کے
 بارے میں نازل ہوئی مگر چونکہ آپ کی آل و اولاد بدرجہٴ اتم اس کی مستحق تھی۔ پس
 لئے آپ نے ان کو بھی اس میں شامل فرمایا باقی ازواج تو پہلے ہی سے الطہیت میں
 داخل ہیں۔ ان کو عبائیں داخل کرنے کی ضرورت نہیں ان آیات کا نزول ہی ازواج
 مطہرات کے بارے میں ہوا آیات میں اول سے آخر تک تمام خطابات ازواج مطہرات
 ہی کو ہیں۔ بلکہ اصل مقتضائے لغت یہ ہے کہ ازواج اصالتاً داخل ہوں اور نہ
 تبعاً کیونکہ اہل بیت کے معنی لغت میں گھر والوں کے ہیں۔ اور گھر والوں کے مفہوم
 میں بیوی سب سے پہلے داخل ہے اور لفظ آل اصل میں اہل تھا اس لئے
 اس کا اصل مصداق بھی بیوی ہے۔

ازواج مطہرات کی تعداد اور ترتیب نکاح

آپ کی ازواج مطہرات گیارہ تھیں جن میں سے دو نے آپ کی حیات ہی
 میں انتقال کیا۔ ایک حضرت خدیجہؓ دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ
 اور نو بیبیاں حضور کی وفات کے وقت تھیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ نَسَائِي وَلَا نَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِي
 ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نہ
 اپنا نہ اپنی کسی بیٹی کا اس وقت تک نکاح کیا
 کیا جب تک جبریل امین اللہ عزوجل کے پاس

الابو حنی جَاءَ فِي بَدَا جَبْرِثِيلُ عَنْ سَعْدِ بْنِ كَرْمٍ رَضِيَ عَنْهُ -
 سَابِقِي عَنْ وَجَلٍ أَخْرَجَهُ عَبْدُ الْمَلِكِ اس رَوَايَتُ كُوْنِشَا پُورِي نے اپنی مسند
 بن محمد التوسا بوری بسند ۵۰ سے ذکر کیا ہے۔

اُم المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام المؤمنین خدیجہؓ بالاجماع آپ کی پہلی بیوی ہیں اور بالاجماع پہلی مسلمان ہیں
 کوئی مرد اور کوئی عورت اسلام لانے میں آپ سے مقدم نہیں حضرت خدیجہ قبیلہ قریش
 سے تھیں والد کا نام خویلد اور ماں کا نام فاطمہ بنت زائدہ تھا۔ سلسلہ نسب قریش
 تک اس طرح پہنچتا ہے۔ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی۔ قصی پر
 پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ نسب مل جاتا ہے۔ ۵۰
 چونکہ حضرت خدیجہ جاہلیت کے رسم و رواج سے پاک تھیں اس لئے بعثت
 نبوی سے پیشتر وہ طابہ کے نام سے مشہور تھیں۔

آپ کا پہلا نکاح ابو ہالہ بن زرارہ ثمیمی سے ہوا جن سے ہند اور ہالہ دو بیٹے
 پیدا ہوئے۔ ہند اور ہالہ دونوں مشرک باسلام ہوئے دونوں صحابی ہیں۔
 ہند بن ابی ہالہ نہایت فصیح و بلیغ تھے حلیہ نبوی کے متعلق مفصل روایت انہی
 سے مروی ہے۔

ابو ہالہ کے انتقال کے بعد عتیق بن عائد مخزومی کے نکاح میں آئیں جن
 سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ہند تھا۔ ہند بھی اسلام لائیں اور صحابیت
 کے شرف سے مشرف ہوئیں۔ مگر ان سے کوئی روایت منقول نہیں۔ کچھ عرصہ

کے بعد قریق کا بھی انتقال ہو گیا اور حضرت خدیجہ بھربوہ کی بیوہ رہ گئیں۔ ۵
 نفیسہ بنت نعیمہ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ بڑی شریف اور مالدار عورت
 تھیں جب بیوہ ہو گئیں تو قریش کا ہر شریف آدمی ان سے نکاح کا متمنی تھا لیکن
 جب اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ کا مال تجارت لے کر سفر میں گئے
 اور عظیم نفع کے ساتھ واپس ہوئے تو حضرت خدیجہ آپ کی طرف راغب ہوئیں اور مجھے
 آپ کا عندیہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ میں آپ سے آکر ملی اور کہا کہ آپ کو
 نکاح سے کیا چیز مانع ہے آپ نے فرمایا میرے ہاتھ میں کچھ نہیں۔ میں نے کہا کہ
 اگر آپ اس منکر سے کفایت کئے جائیں اور مال اور جمال اور کفارت کی طرف
 آپ کو دعوت دی جائے یعنی پھر تو کوئی عذر نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا وہ کون
 ہے۔ میں نے کہا۔ خدیجہ آپ نے قبول کیا۔ ۵

اصل وجہ یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ نبوت اور بعثت کا قریب ہوتا جاتا تھا
 اسی قدر آپ کی کرامتیں اور آپ کے ظہور کی بشارتیں ظاہر ہوتی جاتی تھیں کبھی
 علماء توریت اور انجیل کی زبان سے اور کبھی کاہنوں سے اور کبھی ہوائت
 اور غیبی آوازوں سے توریت اور انجیل کا جو عالم آپ کو دیکھتا تھا یہی کہتا کہ
 یہی نو نہال اور نہی نوجوان وہ پیغمبر آخر الزماں ہونے والا ہے جس کی حضرت
 موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے پیشین گوئی کی ہے۔

حضرت خدیجہ کو ان واقعات کا خوب علم تھا۔ ابھی اپنے غلام میرہ سے
 سفر شام کے واقعات اور راہب کا قصہ سن چکی تھیں پھر راہب کا قصہ اس
 اس سے پیشتر پیش آچکا تھا۔ ادھر ان کے چچا زاد بھائی ورتہ بن نوفل توریت و

انجیل کے زبردست عالم تھے۔ نبی آخر الزماں کے ظہور کے منتظر تھے۔ جن کا مفصل واقعہ بعثت نبوی کے بیان میں گزر چکا ہے۔ ان واقعات کی وجہ سے حضرت خدیجہ کے دل میں آپ سے نکاح کا شوق پیدا ہوا اور اسی اشار میں یہ واقعہ پیش آیا کہ جاہلیت کی ایک عید میں مکہ کی عورتیں جمع ہوئیں ان میں حضرت خدیجہ بھی تھیں دیکھتی کیا ہیں کہ یکا یک ایک شخص نمودار ہوا اور بار بار بلند یہ ندادی۔

انہ سیکون فی بلد کن منہی اے عورت! تمہارے شہر میں مقرب
یقال لہ احمد فمن استطاع ایک نبی ظاہر ہو گا جس کا نام احمد ہو گا۔
منکن ان تكون زوجة له فلفعل جو عورت تم میں سے اس کی بیوی بن سکے
فحمبندہ الاخذیجة فاغضت تو وہ اس کو ضرور کر گزرے۔ سب عورتوں
علی قوله راء المداثی عن نے اس ندادینے والے کے سنگریزے مانے
ابن عباس لہ مگر حضرت خدیجہ نے کوئی سنگریزہ نہیں مارا بلکہ
سنگر خاموش ہو گئیں۔

حضرت خدیجہ کا قلب پہلے ہی سے اس سعادت کے حصول میں متمناؤں اور آرزوں کا جولا نگاہ بنا ہوا تھا۔ مگر اس ہانت غیبی کی آواز نے اور آتش شوق کو بھڑکا دیا۔

ابن اسحق کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ کے غلام میرہ جب سفرِ شام سے واپس آئے اور تمام حالات اور واقعات اور نسطور راہب کی گفتگو بیان کی تو حضرت خدیجہ نے سنگریزہ فرمایا: ان کان ما قال الیہو حقا ما ذلک الا هذا۔ اگر اس یہودی کا ہن کی بات سچی ہے تو پھر اس کا مصداق

آپ ہی ہیں لے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید میں عورتوں کے جمع ہونے کا واقعہ میرہ کی واپسی سے پیشتر کا ہے۔ حضرت خدیجہ کا نام طاہرہ رکھا نہیں گیا بلکہ من جانب اللہ لوگوں سے ان کو طاہرہ کہلوا یا گیا تھا تاکہ ان کی طہارت و زاہت مشہور ہو جائے جس طرح کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امین کہلوا یا گیا۔ تاکہ آپ کی امانت اور دیانت مسلم ہو جائے اور کسی کو اس میں کلام کی گنجائش نہ رہے۔ ایسے ہی فقہ کے لئے کہا گیا ہے کہ زبان خلق کو نقارۃ خدا سمجھو۔ چونکہ حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی مریم تھیں اس لئے حضرت مریم کی طرح ان کو بھی وَطْهَرْنَا وَاصْطَفَيْنَا عَلٰی عَالَمِ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ سے خاص حصہ ملا اور طاہرہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی طاہرہ اور مطہرہ خاتون کا میلان کسی ظاہر اور مطہر ہی کی طرف ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے۔ الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ

سب کو معلوم ہے کہ نبوت و رسالت کوئی بادشاہت نہیں۔ دنیا کی عیش و عشرت سے اسے ذرہ برابر تعلق نہیں۔ درہم و دینار کی یہ مجال نہیں کہ پیغمبر کے گھر میں کوئی شب گزار سکے۔ اَلَا یَکْفِیْکُمْ قَرْضُ خَواہ کے انتظار میں ایک آدھی شب ٹھہر جانے اگر ماند شے ماند شے دیگر نمی ماند "ہفتے اور مہینے گزر جائیں کہ دنیا میں چولہا نہ لگے۔ اور راتیں گزر جائیں کہ گھر میں چراغ روشن نہ ہو اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ مال و دولت عیش و عشرت زر اور زیور کی محبت عورتوں کی فطرت میں داخل ہے۔

مگر باایں ہمہ حضرت خدیجہ کا تمام اخراجات اور رساں کہ کو باوجود ان کی تمنا

اور آرزو کے چھوڑ کر آنحضرتؐ کی طعن مائل ہونا آپؐ کی لہارت اور نزاہت کی رد و خیل ہے اور اسی سے حضرت خدیجہؓ کے فہم اور فراست کا اندازہ ہو سکتا ہے پیغمبرؐ کی زوجت کی خواہش اور تمنا کرنا معمولی عقل کا کام نہیں۔ انتہائی دور بین اور دور اندیش عقل اس تمنا پر آمادہ کر سکتی ہے۔ کیونکہ عقل بتلاتی ہے کہ پیغمبرؐ کی زوجیت میں جانے کے لئے پر شرط ہے کہ دنیا سے ہاتھ دھوئے اور فقر و فاقہ کے لحاف اور بچھونے کو کھواب اور زربفت کے لحاف بچھونے سے زیادہ بہتر سمجھے۔ پیغمبرؐ کی زوجیت کی تمنا۔ فقر و فاقہ کی تمنا ہے اور مصائب و آلام کو دعوت دینا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ مرنے کے بعد میرا مال بقیع الناس (سب سے زیادہ عاقل اور سمجھدار کو دیا جائے) تو مرنے کے بعد اس شخص کو دیا جائے کہ جو دنیا میں سب سے زائد زاہد ہو کذا فی تنبیہ المفسرین للشرع فی ۵۰
اس لئے کہ سب سے زیادہ عاقل وہی ہے کہ جو فانی کو چھوڑ کر مافی کو اختیار کرے اس سے زیادہ کون احق ہوگا کہ جس نے آخرت کی لازوال نعمتوں کو دیکر ایک جیفہ اور مردار کو خرید لیا ہو
فَمَا رَجَعْتَ تَجَارَتَهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ۔

حضرت خدیجہؓ نے یہ سب جان بوجہ کر اور خوب سوچ سمجھ کر اپنی طعن سے پیامؐ کی ابتداء کی۔ اور رؤسار مکہ کی آرزوں کو خاک میں ملا دیا۔ بھلا جس مبارک خاتون نے دنیا ہی کے ٹھکرانے کا غم باجزم کر لیا ہو تو وہ اپنا دنیا کو کہاں نظر میں لاسکتی ہے جب مال ہی سے کوئی علاقہ نہیں رہا تو پھر اس کے فرزندوں سے کیا علاقہ کسی شریف اور رئیس کی ثروت اس خاتون کو اپنی طعن کب مائل کر سکتی ہے کہ جو اپنی ہی ثروت کو خدا کی راہ میں لٹانے کے لئے تیار رہی ہو۔

آپؐ نے اپنے شفیق چچا ابو طالب کے مشورہ سے اس پیامؐ کو قبول کیا حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد کا پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا لیکن ان کے چچا عمر بن اسد نکاح کے وقت زندہ

تھے وہ اس تقریب میں شریک ہوئے ۔

تاریخ معین پر ابوطالب موعیان خاندان کے جن میں حمزہ بھی تھے حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے اور شادی کی رسم ادا ہوئی ابوطالب خطبہ نکاح پڑھا (جو ابتداء کتاب میں گزر چکا ہے) اور پانسو درہم مہر مقرر ہوا ۔ ۱۵

نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال کی اور آں حضرت کی عمر ۲۵ سال تھی ۔

مجلس عقد میں ورقہ بن نوفل بھی تھے ۔ ابوطالب جب خطبہ نکاح سے فارغ ہوئے تو ورقہ بن نوفل نے مختصر سی تقریر کی جو زرقانی میں مذکور ہے ۔ ۱۵

ولیمہ

بعض روایات میں مذکور ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد حضرت خدیجہ نے ایک گائے ذبح کرائی اور کھانا پکوا کر مہمانوں کو کھلایا ۔ ۱۵

الحاصل

حضرت خدیجہ کی تنہا اور آرزو کا ابتدائی مرحلہ طے ہوا لیکن منزل مقصود (یعنی نبویؐ) ابھی دور ہے اور امید و بیم کی کشمکش اور انتظار کی بے چینی ہنوز بدستور ہے چنانچہ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت خدیجہ کے پاس گئے ۔ حضرت خدیجہ دیکھتے ہی آپ کو لپٹ گئیں اور سینہ سے لگایا ۔ اور کہا

بابی داعی واللہ ما افعل هذا شیئ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ۔ اس ولکن ارجو ان تکون انت النبی فعل سے میری کوئی غرض نہیں ۔ مگر یہ

۱۵ زرقانی ج : ۳ ، ص ۲۲۰ ۱۵ زرقانی ج : ۳ ، ص ۲۲۱

۱۵ زرقانی ج : ۳ ، ص ۲۲۱ -

الذی ستبعث فان تکن هوفاعث
حق ومنزلتی وادع الالہ الذی
یبعثک لی قالت فقال لها واللہ
لئن کنت انا هو قد اصطعنت
عندی مالا ااضیعہ ابدا وان
یکن غیری فان الالہ الذی
تضعین ہذا الاجل لا یضیعک
ابدًا لہ
(باب ترویج النبی صلی اللہ علیہ
وسلم خدیجۃ وفضلہا)

مجھ کو یہ امید ہے کہ شاید آپ ہی وہ نبی ہوں
جو مختصر یہ مبعوث ہونے والے میں ہیں۔ پس
اگر آپ ہی وہ نبی ہوتے تو پشت کے بند
میرے حق کو یاد رکھیں اور جو خدا آپ کو
نبوت سے سرفراز فرمائے اس سے میرے
لئے دعا فرمائیں آپ نے جواب دیا اگر وہ
نبی میں ہی ہوا تو جان لے کہ تو نے میرے
ساتھ وہ احسان کیا ہے کہ جس کو میں کبھی
نہیں بھول سکتا۔ اور اگر میرے سوا کوئی اور
ہوا تو سمجھ لے کہ جس خدا کے لئے تو یہ عمل کر
رہی ہے وہ کبھی تیرے عمل کو ضائع نہ کرے گا۔

ذہیر بن بکار راوی ہیں کہ حضرت خدیجہ بار بار ورقہ بن نوفل کے پاس جاتیں اور آپ
کے متعلق دریافت کرتیں ورقہ یہ جواب دیتے۔

ما اراہ الا نبی ہذہ الامۃ
الذی بشر بہ موسیٰ وعیسیٰ
میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہی نبی ہیں کہ جن کی
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے نبوت کی
ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خدیجہ نے ورقہ سے جا کر آپ کا
حال بیان کیا تو ورقہ نے ایک قصیدہ کہا جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

ہذہ لعلی خدیجۃ تاتیننی لاخبرہا
بأن احمداً یاتینہ فی خبرہ
وَمَالَنَا بِخَفَى الْغِیْبِ مِنْ حَنْدِ
جبریل انک مبعوث الی البشر

لہ فتح الباری ج ۱ ص ۲۰۱

سہ ذی کا اشارہ دراصل خدیجہ کی طرف نہیں بلکہ اس شوق اور اشتیاق کی طرف ہے کہ جس نے
ان کو بچپن میں گرا رکھا ہے گویا کہ ان کا شوق اور اضطراب ایک محسوس شے ہے جس کی طرف ان کی جانتی ہے

یہ خدیجہ بار بار میرے پاس آتی ہے کہ میں اس کو خبر دوں اور مجھ کو غیب کی خبر نہیں کہ
جبریل آپ کے پاس اللہ کا پیام لیکر آئے ہیں گے کہ آپ لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں
فقلت علی الذی ترجین یحییٰ لکَ الْاَلاَہُ فرجی الخیر انتظری
ورقہ کہتے ہیں میں نے خدیجہ کو جواب دیا کہ عجب نہیں کہ جس کی تو امید کرتی ہے اللہ اس
کو پورا کرے تو اللہ سے خیر کی امید لگائے رکھنا اور اس کی خطرہ اصابت ترجمہ ورقہ بن نوفل
ورقہ کے یا شعلہ مت درک میں بھی مذکور ہیں حافظ ذہبی نے اس پر سکوت کیا ہے
ورقہ کے اور بھی قصائد ہیں جن سے ورقہ کے اشتیاق اور انتظار کا پتہ چلتا ہے

اولاد

انہیں کے بطن سے آپ کے چار صاحبزادیاں زینب - ورقہ - و اُم کلثوم
و فاطمہ اور دو لڑکے پیدا ہوئے (جن کا مفصل بیان اولاد کے بیان میں آئے گا)

اولاد ذکر صغریٰ ہی میں انتقال کر گئی الیہ صاحبزادیاں بڑی ہوئیں اور
بیابا ہی گئیں۔

وفات

جب تک حضرت خدیجہ زندہ رہیں اس وقت تک آپ نے دوسرا عقد نہیں کیا
سلسلہ نبوی میں ہجرت سے تین سال پیشتر مکہ میں انتقال کیا۔ اور مجوں میں دفن
ہوئیں اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود قبر میں اتارا نماز جنازہ اس وقت
تک مشروع نہیں ہوئی تھی پچیس سال آپ کی زوجیت میں رہیں پینیسٹھ سال کی
عمر میں انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

۱۲۵ - ۱۲۶ ص ۱ : ج ۱

۲۲۶ ص ۳ : ج ۱

فضائل و مناقب

۱۔ بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امینؑ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ خدیجہؓ آپ کے لئے کھانا لئے آ رہی ہیں جب آپ کے پاس آئیں تو ان کے پروردگار کی طرف سے اور پھر مہری طرف سے ان کو سلام کہہ دیجئے اور ان کو جنت کے ایک محل کی بشارت دیدیجئے جو ایک ہی موتی کا بنا ہوا ہوگا۔ اور اس محل میں نہ کوئی شور و غل ہوگا اور نہ کسی قسم کی مشقت اور تکلیف ہوگی۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت تھی۔ سنائی کی روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہؓ نے سن کر یہ جواب دیا۔

ان الله هو السلام على جبريل
السلام عليك يا رسول الله
السلام ورحمة الله وبركاته
وخدا ابن السني من وجه
آخر وعلى من سمع السلام
والا الشيطان۔

تحقیق اللہ کا ہے تو خود ہی قدوس اور سلام
ہیں یعنی اللہ پر کیا سلام بھیجا جائے البتہ
اے جبریلؑ آپ پر سلام ہوا اور یا رسول اللہؐ
آپ پر بھی اللہ کا سلام ہوا اور اس کی رحمتیں
اور برکتیں آپ پر نازل ہوں (کہ جن کے
طفیل میں مجھ پر یہ رحمتیں اور برکتیں نازل
ہو رہی ہیں۔ ابن سنی کی روایت میں اس قدر اور
اضافہ ہے کہ اس پر بھی سلام ہو جو اس کو سن رہا
ہو سوائے شیطان کے۔

۱۵ طلبہ حدیث اگر اس حدیث کے لطائف و معارف معلوم کرنا چاہیں تو فتح الباری (باب تزین النبیؐ ص ۱۵۵ و سلم خدیجہ و فضائلہا) اور زرقانی تشریح الوہاب کی

مراجعت کریں۔ چونکہ ان لطائف و معارف کا تعلق عربیت اور بلاغت سے ہے اس لئے ان کو چھوڑ دیا گیا۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ اجل شانہؑ کا کسی کو سلام کہلا کر بھیجنا یہ وہ فضیلت اور منقبت ہے کہ جس میں حضرت خدیجہؓ کا کوئی شریک اور ہم نہیں ۲۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورتوں میں سب افضل یہ تین عورتیں ہیں حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ لیکن اس میں اختلافات ہے کہ ان تین میں کون افضل ہے۔ حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ کی ایک مرفوعہ روایت سے یہ اشکال حل ہو جاتا ہے۔

وہ روایت یہ ہے :

سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ
شَمُّ فَاطِمَةَ شَمِّ مُحَمَّدٍ يَجِبُ
شَمُّ أَسِيَّةَ قَالِ وَهَذَا حَدِيثٌ
حَسَنٌ يَرْفَعُ الْأَشْكَالَ
تمام عالم کی عورتوں کی سردار مریم ہیں
پھر فاطمہؓ اور پھر خدیجہؓ اور پھر آسیہؓ۔
امراۃ فرعون ابن عبد البرؒ کہتے ہیں۔ یہ حدیث
حسن ہے جس سے اشکال اٹھ جاتا ہے۔
تفصیل اگر درکار ہو تو زرقانی شرحؒ مواہبؒ اور فتح الباریؒ اور تفسیر
روح المعانیؒ کی مراجعت کریں۔

ام المؤمنین سودة بنت زمعه رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ ہی روز بعد حضرت سودةؓ آپ کے نکاح میں آئیں

۱۔ زرقانی ج ۲ : ص ۲۷۳

۲۔ سورۃ آل عمران کی اس آیت یَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَلَاكِ
عَلَى نِسَاءِ الْعَالَمِينَ کے تحت میں تفسیر روح المعانیؒ کی مراجعت کریں۔

یہ بھی مشران قریش میں سے تھیں انکا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سلسلہ نسب سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نصر بن مالک بن جحل بن عامر بن لوی۔ سیرۃ ابن ہشام وعیون الاثر)

لوی بن غالب پر پہنچکر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ نسب ملجاتا ہے والدہ کا نام شمس بنت قیس بن عمرو بن زید انصاریہ ہے انصار میں سے قبیلہ بنی النجا کی تھیں۔ ابتداء نبوت میں مشرف باسلام ہوئیں پہلا نکاح ان کے چچا زاد بھائی سکران بن عمر سے ہوا صحابہ نے جب دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی تو سودہ اور سکران بھی ان ہاجرین میں تھے۔ جب مکہ واپس ہوئے تو راستہ میں سکران کا انتقال ہو گیا۔ ایک بیٹا عبد الرحمن نامی یادگار چھوٹا عبد الرحمن مشرف باسلام ہوئے اور جنگ جلولاء میں شہید ہوئے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خدیجہ کے انتقال سے نہایت غمگین اور پریشان تھے۔ ایک دن خولہ بنت حکیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو خدیجہ کے نہ ہونے سے پریشان دیکھتی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں بال بچوں کی پرورش اور گھر کا انتظام سب اسی سے تھا۔ خولہ نے کہا کیا میں آپ کے لئے کہیں پیام نہ دوں آپ نے فرمایا مناسب ہے اور عورتیں ہی اس کام کے لئے زیادہ موزوں ہیں آپ نے فرمایا کس جگہ پیام دینے کا خیال ہے خولہ نے کہا اگر کنواری سے نکاح کرنا چاہیں تو آپ کے نزدیک تمام مخلوق میں جو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کی بیٹی عائشہ سے نکاح فرمائیں اور اگر بیوہ سے چاہیں تو سودہ بنت زمعہ موجود ہے جو آپ پر ایمان لائی اور آپ کا اتباع کیا۔ آپ نے فرمایا دونوں جگہ پیام دیدو۔ خولہ اول سودہ کے پاس گئیں۔ اور کہا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہارا پیام دیکر بھیجا ہے۔ سودہ نے کہا مجھ کو کوئی مند

نہیں مگر میرے باپ سے اس کا ذکر کر لو۔ اور جاہلیت کے طریقہ پر ان کو سلام کرنا غلط کہتی ہیں کہ میں ان کے باپ کے پاس پہنچی اور جاہلیت کے طریقہ پر اَنَصَّ صَبَاحًا کہا پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا غلط ہوں۔ آپ نے مرجا کہہ کر دریافت کیا کہ کیسے آنا ہوا میں نے کہا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا آپ کی بیٹی سے پیام لے سکا آئی ہوں۔ آپ نے منکر کہا ہاں بیشک وہ شریف کفو ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کہ سودہ کی کیا رائے ہے میں نے کہا وہ بھی آمادہ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ان حضرت شریف لے گئے اور نکاح پڑھا گیا۔

حضرت سودہ کے بھائی عبداللہ بن زمرہ کو جو اس وقت تک مشرک باسلام نہ ہوئے تھے جب ان کو اس کا علم ہوا تو سر پر خاک ڈال لی جب شریف باسلام ہوئے تو اپنی اس حرکت پر بہت نادوم ہوئے اور جب کبھی اس کا خیال آجاتا تو یہ کہتے کہ میں اس روز بڑا ہی نادان تھا کہ جس روز میں اپنے سر پر اس وجہ سے خاک ڈالی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری بہن سے نکاح فرمایا۔ اس حدیث کو امام احمد نے سندِ جدید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ سند اس کی حسن ہے۔ ۱۵

چونکہ حضرت سودہ اور حضرت عائشہ کا نکاح قریب قریب ہی ہوا ہے اس لئے علماء سیر میں اختلاف ہے کہ کون سا نکاح پہلے ہوا صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ حضرت سودہ کا نکاح پہلے ہوا اور چار سو درہم مہر قرار پایا ۱۵

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سودہ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت سودہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ کو اپنی زوجیت میں رہنے دیجئے میری تمنا یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ کو آپ کی ازواج میں اُٹھائے اور چونکہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں اس لئے اپنی باری حضرت عائشہ کو مہر کئے دیتی ہوں آپ

نے اس کو منظور فرمایا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے طلاق دیدی تھی۔ بعد میں رجوع فرمایا۔ واللہ اعلم ۱۵

شکل و صورت

حضرت سودہ کا قد لائبا اور بدن بھاری تھا۔ مزاج میں ظرافت تھی کبھی کبھی آن حضرت کو ہنساتیں۔ ماہ ذی الحجۃ ۲۳ھ میں مدینہ منورہ میں حضرت عمر کے اخیر زمانہ خلاف میں وفات پائی۔ رواہ البیہقی فی تاریخہ بند صحیح۔
بعض کہتے ہیں کہ ۵۴ھ میں وفات پائی۔ واقدی نے اسی کو راجع قرار دیا ہے
واللہ اعلم ۱۶

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا وبنی

حضرت عائشہ صدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیق کی صاحب دلی ہیں والدہ ماجدہ کا نام زینب اور ام رومان کنیت تھی۔ حضرت عائشہ کے خود کوئی اولاد نہیں ہوئی لیکن اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے نام سے ام عبداللہ اپنی کنیت رکھی حضرت سودہ کے بعد یا متصل ماہ شوال ۴۰ھ میں ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا خولہ بنت حکیم نے آپ کی طرف سے جا کر پیام دیا کہ چلے گذرا ابوبکر صدیق نے کہا کہ طعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر سے عائشہ کا پیام دیا تھا جس کو میں منظور کر چکا ہوں
واللہ ما اخلت ابوبکر اور خدا کی قسم ابوبکر نے کبھی کوئی وعدہ خلافی نہیں کی۔

وعدا قط

۱۵ الاصابہ ج ۴ ص ۳۸۱ ۱۶ الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۹ ۱۷ امداد قديم الاسلام میں اسلام لائیں اور ان حضرت کے دست مبارک پر بیعت کی اور جب صدیق اکبر ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تب ام رومان عبداللہ بن ابی بکر کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ مکین مشہور قول یہ ہے کہ ۴۰ھ میں وفات پائی اور آنحضرت انکی نعش کو اتارنے کے بعد قبریں آریہ اور ام رومان کیسے دفن آنحضرت کی تفصیل کیلئے الاصابہ ج ۴ ص ۳۸۱

ابوبکر صدیقؓ یہ کہہ کر بدھے مطعم کے گھر پہنچے اور مطعم سے مخاطب ہو کر کہا کہ نکاح کے متعلق کیا خیال ہے مطعم کی بیوی بھی سامنے تھی مطعم نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا تمہاری کیا رائے ہے مطعم کی بیوی نے ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارے یہاں نکاح کرنے سے مجھ کو قوی اندیشہ ہے کہ کہیں میرا بچہ صبا بی بی دین نہ ہو جائے اور پنا آباؤ دین چھوڑ کر تمہارے دین میں نہ داخل ہو جائے۔ ابوبکر صدیقؓ مطعم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے مطعم تم کیا کہتے ہو مطعم نے کہا میری بیوی نے جو کہا وہ آپ نے سُن لیا جس عنوان سے مطعم اور اس کی بیوی نے متفقہ طور پر انکار کیا ابوبکر اس کو سمجھ گئے اور یحسوس کر لیا کہ وعدہ کی ذمہ داری اب مجھ پر باقی نہیں رہی۔ ابوبکر وہاں سے اٹھ کر گھر آئے اور غولہ سے کہہ دیا کہ مجھ کو منظور ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت چاہیں تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے اور مکمل چٹھا گیا۔ چار سو دھم مہر مقرر ہوا۔

ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال سنہ نبوی میں نکاح ہوا آپ کی عمر اس وقت چھ سال کی تھی ہجرت کے سات اٹھ مہینہ بعد شوال ہی کے مہینہ میں رخصتی اور عروسی کی رسم ادا ہوئی اس وقت آپ کی عمر نو سال اور کچھ ماہ کی تھی۔ ۹ سال آں حضرت کی زوجیت میں رہیں جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت عائشہؓ کی عمر ۱۸ سال کی تھی اڑتالیس سال آپ کے بعد زندہ رہیں۔ اور ۶۵ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق دیگر ازواج مطہرات کے پہلو میں رات کے وقت بقیع میں دفن ہوئیں۔

وفات کے وقت ۶۶ سال کی عمر تھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ قاسم بن محمد۔ اور عبداللہ بن عبدالرحمن اور عبداللہ بن ابی عقیق اور حضرت زبیر کے دونوں صاحبزادے عروہ اور عبداللہ ان لوگوں نے آپ کو

قریں آثار۔ ۵

ابوسعید خدریؓ کی روایت قریب میں گزر چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کسی عورت سے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک جبریل امین اللہ عزوجل کی طرف سے وحی لیکر نہ آگئے ہوں چنانچہ عائشہ صدیقہؓ کے نکاح میں بھی یہی صورت ہوئی۔ جامع ترمذی میں بعد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میرے پاس آئے اور یہ کہا کہ اللہ عزوجل نے آپؐ کا نکاح ابوبکرؓ کی بیٹی سے کر دیا اور جبریل کے ساتھ عائشہ کی ایک تصویر بھی تھی جو مجھ کو دکھائی اور کہا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں یہ مضمون صحیحین کی روایتوں میں بھی آیا ہے۔ ۵

حضرت عائشہ اپنے باپ ابوبکرؓ کی بیٹی تھیں۔ باپ کے منہم و فراست اور مقام صدیقیت سے خاص حصہ پایا تھا۔ ام رومان آپ کی والدہ تھیں جن کی نسبت اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص حورین کو دیکھنا چاہے وہ ام رومان کو دیکھ لے کما رواہ البخاری فی تاریخہ ۵

۵ زرقانی - ج ۳، ص : ۲۲۹ - ۲۳۶

۵ زرقانی - ج ۳، ص : ۲۳۲

یہ عالم انیب کا واقعہ ہے اس سے عالم شہادت میں جواز تصویر پر استعمال کرنا سخت غلطی ہے۔ احادیث متواتر سے تصویر کی ممانعت اور اس کے بنانے والے پر لعنت روز روشن کی طرح ثابت ہے جو شخص حرام سمجھ کر اس معصیت کا ارتکاب کرے وہ گنہگار ہے اور جو شخص تصویر کو حلال جانے اس پر کفر کا اندیشہ ہے وقال اللہ تبارک و تعالیٰ وقاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا

بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ - الایۃ

۵ زرقانی - ج ۳، ص : ۲۲۹ -

اس لئے خداوند ذوالجلال کی مشیت اور عنایت اس کی داعی ہوئی کہ اپنے پیغمبر کے بارگاہ اور محب جاں نثار کی دختر نیک اختر کو رادکین ہی سے پیغمبر کی زوجیت اور تربیت میں دیدیا جائے کیونکہ لوح قلب ہنوز باطل پاک اور صاف ہے کوئی باطل نقص ابھی تک اس پر نہیں کھینچا گیا خود کا زمانہ تو معصومیت کا زمانہ ہے ماں باپ کی طرف سے بھی کسی نقل باطل کا امکان نظر نہیں آتا۔ باپ تو صدیق ہے۔ شک ملائک ہے۔ اللہ جل جلالہ کی دائمی معیت اس کو حاصل ہے۔ مان ہے کہ وہ حور عین کا نمونہ ہے ایسی ایسی صاف و شفاف لوح پر۔ علم نبوت کا جو بھی نقش ہوگا وہ ایسا محکم اور پائیدار ہوگا کہ کبھی نہ مٹ سکے گا۔ چنانچہ ۹ سال کی مدت میں ایسا وسیع اور عمیق علم حاصل ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد اکا جرحابہ کو جب کوئی اشکال پیش آتا تو حضرت عائشہ کی طرف رجوع کرتے۔ عہد صحابہ میں حضرت عائشہ کا علم اور تفقہ اور تاریخ دانی مسلم تھی۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ احکام شریعیہ کا چوتھائی حصہ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔

ابو موسیٰ اشعرئؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کو جب کسی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا تو حضرت عائشہ سے دریافت کرتے آپ کے یہاں ضرور اس کے متعلق کوئی علم دستیاب ہوتا۔ (رواہ الترمذی و صحیحہ)

علم

زہری فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ کے علم کا تمام اہیات المؤمنین اور تمام عورتوں کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو حضرت عائشہ کا علم سب سے بڑھا رہے گا۔ اصحابہ ترجمہ عائشہ صدیقہؓ

فضاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ حضرت معاویہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی خلیف کو حضرت عائشہ سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا (رواہ الطبرانی)

عرب کی تاریخ اور واقعات ازبر تھے۔ اشعار بجزرت زبانی یاد تھے۔ جب کوئی بات پیش آتی تو کوئی شعر ضرور سنادیتیں۔
کنارواہ ابو الزناد وغیرہ

زہد

یہ تو علم کا نمونہ تھا اب ایک واقعہ زہد کا بھی سن لیجئے کیونکہ تمام فضائل و کمالات کا سرچشمہ وہی چیزیں ہیں ایک علم اور دوسرا زہد یعنی دنیا سے بے تعلقی جس طرح دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اسی طرح زہد تمام نیکیوں اور بھلائیوں کی جڑ ہے اَللّٰهُمَّ هِدْنَا فِي الدُّنْيَا وَرَءَا عَيْنًا فِي الْآخِرَةِ
اٰمَنِينَ يَا اَرْبَ الْعٰلَمِيْنَ وہ واقعہ یہ ہے۔

ام درہ حضرت عائشہ کے پاس آتی جاتی تھیں۔ ام درہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیر نے دو بوربوں میں روپے بھر کر حضرت عائشہ کے پاس بھیجا جو تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار درہم تھے حضرت عائشہ اسی وقت ان کو تقسیم کرنے کے لئے بیٹھ گئیں۔ جب شام ہوئی تو ایک درہم بھی باقی نہ تھا روزے سے تھیں جب شام ہوئی تو خادمہ سے انطاری منگائی خادمہ نے ڈٹی اور زیتون کا تیل لاکر رکھ دیا ام درہ نے کہا اگر آپ ایک درہم کا گوشت منگالیتیں تو اچھا ہوتا۔ عائشہ صدیقہ نے فرمایا اگر یاد دلائی تو منگالیتی۔

عودہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ عائشہ صدیقہ ستر ستر ہزار درہم تقسیم کر دیتی تھیں اور گرتی میں پیوند لگا ہوا تھا۔

انہی فضائل و کمالات کی بنا پر آپ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حضرت عائشہ سے محبت رکھتے تھے۔ اگر محض باکرہ ہونے کی وجہ سے محبت

ہوتی تو حضرت خدیجہ کو کبھل جاتے۔ مگر آپ کا حال یہ تھا کہ ہمیشہ حضرت خدیجہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اور جب کبھی کوئی جانور ذبح فرماتے تو حضرت خدیجہ کی کنٹھیں عورتوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کے پاس ہدیہ گوشت بھیجتے۔ جب تک وہ زندہ رہیں کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ اور حضرت کے ہوتے ہوئے آپ نے اٹھ نکاح فرمائے۔ اور سب بیواؤں سے معاذ اللہ اگر کوئی نسانی خواہش ہوتی تو ایک بیوہ سے بھی نکاح نہ فرماتے۔ نیز حضرت ام سلمہ اور حضرت صفیہ حسن و جمال میں حضرت عائشہ سے کہیں بڑھ کر تھیں۔ متعدد نکاح کرنے سے آپ کا مقصد صرف دین کی تسلیم تھا۔ کہ جو مسائل اور احکام عورتوں سے متعلق ہیں وہ ازواج مطہرات کے توسط سے امت کی عورتوں تک پہنچ جائیں۔ ازواج مطہرات کیا تھیں حقیقت میں مدرسۃ النساء کی طالبات تھیں مسجد نبوی میں مردوں کو تسلیم دی جاتی تھی۔ اور گھر میں ازواج مطہرات کو کیونکہ یہی ازواج مطہرات آئندہ حل کر امت کی عورتوں کی معاملات بننے والی ہیں، ہر بیوی نے اپنی اپنی استعداد کے موافق علم حاصل کیا مگر عائشہ صدیقہ علم و فضل میں سب عورتوں سے سبقت لے گئیں۔ وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء اور ام المومنین خدیجہؓ کے بعد تمام عورتوں میں عائشہ صدیقہ سب سے افضل اور برتر مانی گئیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ حق جل و علی نے اول یہ محاسن اور کمالات عائشہ صدیقہ کی فطرت و تربیت رکھے اور پھر اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ اس کو اپنی زوجیت میں لیں تاکہ آپ کی صحبت اور تربیت سے وہ فطری کمالات ظہور میں آئیں اور ان کے علم و فضل سے دنیا استفادہ کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اکابر صحابہ آپ سے استفادہ ہوئے۔

فاروق اعظم اور عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ اور ابو موسیٰ اشعری اور عبداللہ بن

جہاں وغیرہم نے آپ سے روایت کی ہے اکابر تابعین سعید بن مسیب - عمرو بن مہیون - علقمہ بن قیس مسروق - عبداللہ بن عکیم اسود بن یزید ابوسلمہ بن عبدالرحمن وغیرہم نے آپ کی شاکردی کی۔

کیا ان حالات اور واقعات کے بعد بھی کسی طاعن اور معترض کے لئے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ معاذ اللہ یہ نکاح کسی نسانی خواہش سے کیا گیا۔ خواہش نسانی نہیں بلکہ حکم ربانی اور وحی آسمانی سے کیا گیا۔

فضائل و مناقب

۱۔ حضرت عائشہ راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ یہ جبریل ہیں تم کو سلام کہتے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ دیکھتے ہیں اور میں نہیں دیکھتی۔

۲۔ ابوموسیٰ اشعری راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردوں میں سے بہت لوگ کمال کو پہنچے مگر عورتوں میں سے سوائے مریم بنت عمران۔ اور آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی عورت کمال کو نہیں پہنچی اور عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے۔ جیسا کہ تریذ کی فضیلت تمام کمناؤں پر ان دونوں حدیثوں کو امام بخاری نے کتاب المناقب باب فضل عائشہ میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ چند خصلتیں مجھ کو من جانب اللہ عطا کی گئیں۔ سوائے حضرت مریم کے اور کسی عورت کو نہیں عطا کی گئیں اور خدا کی قسم میں بطور فخر نہیں کہتی یعنی اللہ کی نعمت کو بیان اور ظاہر کرنا مقصود ہے وہ خصلتیں یہ ہیں۔

(۱) میرے سوا کسی باکرہ سے نکاح نہیں فرمانا۔

(۲) نکاح سے پیشتر فرشتہ میری تصویر لیکر نازل ہوا اور آپؐ کو دکھا کر کہا کہ یہ آپؐ کی بیوی ہیں اللہ کا حکم ہے کہ آپؐ ان سے نکاح کریں۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ مجھ سے محبت فرماتے تھے۔

(۴) اور جو شخص آپؐ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب تھا میں اس کی بیٹی ہوں۔

(۵) آسمان سے میری برأت میں متعدد آیتیں نازل ہوئیں اور میں طیبہ اللہ پاکیزہ پیدا کی گئی اور طیب اور پاکیزہ کے پاس ہوں اور اللہ نے مجھ سے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔

(۶) میں نے جبریلؑ کو دیکھا میرے سوا آپؐ کی ازواج میں سے کسی نے جبریلؑ کو نہیں دیکھا۔

(۷) جبریلؑ آپؐ پر وحی لے کر آتے تھے اور میں آپؐ کے پاس ایک مکان میں ہوتی تھی۔ میرے سوا اور کہیں اس طرح وحی نازل نہیں ہوئی۔

(۸) میری باری کے دو دن اور دو رات تھے اور باقی ازواج کی باری ایک دن اور ایک رات تھی۔ ایک دن اور ایک رات تو خود حضرت عائشہؓ کی باری کا تھا ہی اور دوسرا دن حضرت سوہہؓ کی باری کا تھا جراحوں نے سن رسیدہ ہو جانے کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو مہبہ کر دیا تھا۔

(۹) انتقال کے وقت آپؐ کا سر مبارک میری گردن میں تھا۔

(۱۰) وفات کے بعد میرے حجرے میں مدفون ہوئے۔

رواہ ابو یعلیٰ والبرزاز باختصار و فیہ بحالہ و ہو حسن الحدیث
و بقیۃ رجالہ رجال الصحیح - ۱۵

اُم المؤمنین حفصہ بنت قاریؓ عظمیٰ رضی اللہ عنہا وبنیہا

حضرت حفصہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ والدہ کا نام زینب بنت مطلقہ رضی اللہ عنہا ہے۔ حضرت حفصہ بیعت سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں۔ جس وقت قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سہمیؓ کے ساتھ ہوا اپنے شوہر خنیس کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آئیں۔ غزوہ بدر کے بعد خنیسؓ کا انتقال ہو گیا۔ ۱۷

جب حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان غنیؓ سے ملکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دوں۔ حضرت عثمانؓ نے کہا سوچ کر جواب دوں گا۔ اس کے بعد مجھ ملاقات ہوئی حضرت عثمانؓ نے عذر کر دیا۔ کہ میرا ارادہ نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ میں حضرت ابوبکرؓ سے ملا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دوں۔ ابوبکر صدیقؓ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جس سے مجھ کو ملاں ہوا۔ تین چار ہی دن گزرے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے پیام دیا۔ میں نے حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دیا۔ اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ سے ملنا ہوا حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے عمرؓ یاد تم مجھ سے رنجیدہ ہو میں نے اس لئے جواب نہیں دیا تھا کہ مجھ کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود پیام دینے کا خیال ہے اس لئے سکوت کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنا مناسب نہ ہو گا۔ اگر آں حضرت حفصہؓ

سے نکاح نہ کرتے تو میں ضرور قبول کر لیتا مشہور اور راجح قول یہ ہے کہ ۳۳ھ میں آپؐ نے حفصہؓ سے نکاح فرمایا۔ ۱۷

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دیدی جب ریل علیہ السلام وحی لیکر نازل ہوئے۔

ارجع حفصہ فانھا صوامۃ حفصہ سے رجوع کر لیجئے وہ بڑی قوامۃ و انتہاز و جتد فی الجتۃ روزہ رکھنے والی اور عبادت گزار عورت ہے اور جنت میں آپ کی بیوی ہے۔

آپؐ نے رجوع فرمایا۔ (آخر جبرائیل بن سعد و الطبرانی برجال الصبح من مرسل قیس بن سعد) ۱۸

شعبان ۵۸ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی حضرت معاویہ کا زمانہ خلافت تھا مردان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی وفات کے وقت ساٹھ سال کی عمر تھی۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے مشہور قول کو لے لیا ہے تفصیل کیلئے ترجمہ حفصہؓ کی مراجعت کریں ۱۹

ام المؤمنین زینب بنت جحش میہ لقب ام الماسکین رضی اللہ عنہا

زینب آپؐ کا نام تھا چونکہ آپؐ بہت سخی اور فیاض تھیں اس لئے ایام جاہلیت ہی سے ام الماسکین کہہ کر پکاری جاتی تھیں باپ کا نام خرمیہ بن اسحاق ہلالی تھا۔ پہلا نکاح عبداللہ بن جحشؓ سے ہوا ۳۳ھ میں عبداللہ بن

حق غزوہٴ احد میں غہید ہوئے۔ عدت گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح فرمایا پانسو درہم مہر مقرر ہوا نکاح کے دو تین ہی مہینے گزرے تھے کہ انتقال ہو گیا۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں انتقال کے وقت ۳۰ سال کی عمر تھی۔ ۱۷

ام المؤمنین ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

ام سلمہ آپ کی کنیت تھی۔ ہند آپ کا نام تھا ابوامیہ قرشی مخزومی کی بیٹی تھیں ماں کا نام مانکہ بنت عامر بن ربیعہ تھا۔ پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی ابوسلمہ بن عبد اللہ مخزومی سے ہوا انہی کے ساتھ مشرن باسلام ہوئیں اور انہی کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہاں سے مکہ واپس آکر مدینہ کی طرف ہجرت کی (جس کا مفصل قصہ ہجرت کے بیاں میں گزر چکا)

ابوسلمہ غزوہٴ بدر اور غزوہٴ احد میں شریک ہوئے غزوہٴ احد میں بارہ پر ایک زخم آیا ایک مہینہ تک اس کا علاج کرتے رہے زخم اچھا ہو گیا۔ غزوہٴ محرم الاحرام ۳ھ ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسلمہ کو ایک سریرہ کا امیر بنا کر روانہ فرمایا۔ ۲۹ روز کے بعد واپس ہوئے واپسی کے بعد وہ زخم بھر جباری ہو گیا۔ اسی زخم سے ۸ جمادی الآخری ۳ھ میں انتقال کیا۔ ۱۷

ام سلمہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے شوہر ابوسلمہ گھر میں آئے اور کہا کہ آج میں رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنا آیا ہوں جو میرے نزدیک دنیا اور مافیہا سے زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور

۱۷ زرقانی - ج : ۳ - ص ۲۴۹ عیون الاثر ج : ۲، ص ۳۰۳

۱۸ عیون الاثر - ج : ۲ - ص ۳۰۴

وہ انا شہ پڑھے اور اس کے بعد یہ دُعا مانگے ۔

اللّٰهُمَّ عِنْدَكَ اِحْتَسِبُ اے اللہ میں تجھ سے اپنی اس مصیبت
مصیبتِ ہنوزہ اللّٰهُمَّ میں اُجڑی امید رکھتا ہوں اے اللہ تو مجھ
اخلفنی فیہا بخیر منها کو اس کا نعم البدل عطا فرما ۔
تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو اس سے بہتر عطا فرمائے گا (رواہ سلم والترمذی والبوداؤد
والنسائی)

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ ابوسلمہ کے انتقال کے بعد یہ حدیث مجھ کو یاد آئی جب
دعا پڑھنے کا ارادہ کیا تو یہ خیال آیا کہ مجھ کو ابوسلمہ سے بہتر کون ملے گا۔ مگر چونکہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تھا اس لئے پڑھ لیا چنانچہ اس کا
یہ ثمرہ ظہر اکہ عدت گذرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے نکاح کا
پیام دیا جن سے دنیا میں کوئی بھی بہتر نہیں ملے
اُس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کا پیام دیا تو ام سلمہ نے
چند عذر پیش کئے :

(۱) میرا سن زیادہ ہے

(۲) میں عیالدار ہوں یتیم بچے میرے ساتھ ہیں ۔

(۳) میں بہت غیور ہوں (مبادا آپ کو میری وجہ سے کوئی ناگواری پیش
آئے) آپ نے یہ جواب دیا ۔ میرا سن تم سے زیادہ ہے اور تمہاری عیال اللہ
اور اس کے رسول کی عیال ہیں ۔ اور میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ غیرت (یعنی

۱۵ الاصابہ - ج : ۲ ، ص : ۳۳۵ ۱۶ عیون الاثر - ج : ۲ ، ص : ۳۰۴

۱۷ یہ میں القوسین عبارت زرقانی کی ایک روایت سے اضافہ کی گئی ہے زرقانی ص ۲۳ ج ۳

وہ نازک نراجی اور تنگ کامادہ جس کا تم کو اندیشہ ہے تم سے جاتی رہی چنانچہ آپ نے دعا فرمائی اور دیا ہی ہوا۔ عیون الاثر ص ۲۵۳ ترجمہ ہند بنت ابی امیہ
ماہ شوال ۱۰۰ھ میں آپ سے نکاح ہوا تو شوال کا آخر تھا کچھ راتیں باقی
تھیں سندباز میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے مہر میں کچھ سامان بھی دیا جب کیفیت اس درم تھی۔
ابن اسحق راوی ہیں کہ ایک بستر بھی راجس میں بجائے روئی کے کھجور کی چھل
بھری ہوئی تھی اور ایک رکابی اور ایک پیالہ اور ایک چکی دی ۵۷

وفات

بن وفات میں بہت اختلاف ہے امام بخاری تاج کبیر میں فرماتے ہیں
کہ ۱۰ھ میں انتقال کیا۔ واقعہ یہ کہ ۱۰ھ میں انتقال کیا۔ ۵۸
ابن حبان کہتے ہیں کہ ۱۱ھ میں انتقال کیا جب امام حسن کی شہادت
کی خبر پہنچی۔ ابو نعیم کہتے ہیں ۱۲ھ میں انتقال کیا۔ حافظ عقیلی نے
اصحابہ اور تقریب اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ ازواج مطہرات میں سب سے
بعد میں حضرت ام سلمہ نے انتقال فرمایا۔ اصحابہ ترجمہ ام سلمہ ۵۹
ابو ہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی انتقال کے وقت ۸۴ سال کی عمر تھی۔ اصحابہ
ترجمہ ہند بنت ابی امیہ ۵۷

پہلے شہر کے دونوں بیٹوں عمرادہ سلمہ نے اور عبد اللہ بن عبد اللہ ابن ابی امیہ
اور عبد اللہ بن حبیب بن زمرہ نے قبر میں اتارا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں،
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورحمۃ اللہ علیہا (استیعاب ترجمہ ہند بجاشیہ اصحابہ)

۵۷ زرقانی ج ۳، ص ۲۴۱ ۵۸ زرقانی ج ۳، ص ۲۴۱ ۵۹ اصحابہ ج ۴، ص ۴۵۹ ۶۰ زرقانی ج ۳، ص ۲۴۱

فضل و کمال

ام المؤمنین ام سلمہؓ کا فضل اور کمال حسن اور جمال نہسم اور ذراست عقل اور دانائی مسلم تھی۔ جد سیدہ میں اس حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو ہدیٰ ذبح کرنے اور حلق کرانیکہ تین بار حکم دیا۔ مگر کسی نے نہ ہدیٰ ذبح کی اور نہ سر منڈایا۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب خبر ہوئی تو فرمایا رسول اللہ صحابہ اس صلح سے بہت افسردہ دل ہیں آپ کسی سے کچھ فرمائیں۔ آپ اپنی ہدیٰ ذبح کر لیں۔ اور حلق کر لیں چنانچہ آپ کا ہدیٰ ذبح کرنا تھا۔ کہ صحابہ نے فوراً اپنے اپنے جانوروں کو ذبح کر لیا اور حلق بھی کر لیا۔ یہ عقیدہ ام المؤمنین ام سلمہؓ کے رائے اور مشورہ سے حل ہوا۔

فجزاها اللہ خیرا۔

حسن و جمال کا یہ حال تھا۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آن حضرت نے ام سلمہؓ نے نکاح کیا تو مجھ کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے بہت رشک ہوا۔ ۱۵

ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت جحش۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھوپھی ^{بہنو} زینب بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ یعنی آپ کی بھوپھی زاد بہن تھیں۔ آپ کی زوجیت میں آنے سے پہلے آپ کے تین بیٹے اور آڑا ذکر وہ غلام زید بن حارثہ کے عقد میں تھیں باہمی مراثی نہ ہونے کی وجہ سے زید نے ان کو طلاق دے دی حضرت جبرکہ موالی میں سے تھے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایک نہایت شریف اور معزز خاندان سے تھیں اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوپھی زاد بہن تھیں۔ اور عرب کا یہ دستور

۱۵ عائشہؓ بنت عبدالمطلب کے اسلام میں اختلاف ہے سوائے ابن سعد کے انہی نے ان کے لئے اسلام ثابت نہیں کیا۔ محمد بن اسحق ائمہ کے اسلام کے منکر ہیں۔ دیکھو ص ۴۱ ج ۲ ص ۲۴۲ ترجمہ ائمہ و زرائع ۱۴۵ ج ۳ ص ۱۵۱ ج ۱ ص ۱۵۹

تھا کہ موالی (آزاد کردہ غلاموں) سے مناکحت کو اپنے لئے ہامتِ ننگ و عار سمجھتے تھے۔ اس لئے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت زینبؓ سے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کا پیغام دیا تو حضرت زینبؓ امدان کے بھائی نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر آیہ نازل ہوئی :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مَوْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ صِلًا مِّثْلًا لَا قَبِيحًا۔

اس آیت میں مومن سے عبد اللہ بن حشش یعنی حضرت زینبؓ کے حقیقی بھائی مراد ہیں اور مومنہ سے خود حضرت زینبؓ مراد ہیں اور مطلب یہ ہے کہ کسی مومن اور مومنہ کے لئے یہ زیبا نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دے تو اس پر راضی نہ ہوں۔ اس آیت کے نزول کے بعد یہ دونوں راضی ہو گئے اور خدا کے حکم کے موافق زینبؓ کا نکاح زید کے ساتھ ہو گیا۔ نکاح تو ہو گیا مگر زید حضرت زینبؓ کی نظر میں ذلیل اور حقیر رہے۔ اس لئے گھر میں باہم لڑائی ہوتی اور موافقت فراجمی نہ ہوئی اور زید ہمیشہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زینبؓ کی بے اعتنائی کا شکوہ کیا کرتے اور عرض کرتے کہ میں زینبؓ کو چھوڑ دیتا ہوں مگر اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زید کو طلاق دینے سے منع فرماتے اور کہتے کہ تم نے میری خاطر سے اس خلق کو قبول کیا ہے۔ اس لئے اب چھوڑنے سے اور ذلت ہوگی اور مجھے اپنے خاندان میں مذمت اور شہرِ منہ گئی ہوگی جب بار بار یہ جھگڑا اور فحشے پیش آنے رہے تو آپؐ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ اگر زید نے زینبؓ کو طلاق دیدی تو زینبؓ کی دلجوئی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کروں۔ لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ یہ لوگ یہ طعنہ دینگے

کہ اپنے بیٹے کی جورو کو گھر میں رکھ لیا۔ یعنی اس سے نکاح کر لیا۔ حالانکہ بے پاک
یعنی متبنی کسی طرح بیٹے کے حکم میں نہیں اور طرب میں مدت سے یہ ایک بُرا دستور
چلا آ رہا تھا کہ جس کو متبنے منہ بولا بیٹا بنالیں اس کی مطلقہ جورو سے نکاح کرنے
کو غایت درجہ معیوب سمجھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس رسم بد کو اس حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فعل اور عمل سے توڑ دیں اور آپ کو بذریعہ وحی آسمانی مطلع
کر دیا گیا کہ زید کے طلاق دینے کے بعد زینب آپ کی زوجیت میں آئے گی تاکہ
لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کا وہ حکم نہیں کہ جو صلی بیٹے
کی بیوی کا حکم ہے غرض یہ کہ آپ کو بذریعہ وحی کے مطلع کر دیا گیا کہ زینب تمہارے
نکاح میں آئے گی۔ مگر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بد باطنوں کے طعن و تشنیع
کے خیال سے یہ طعنہ دیں گے کہ اپنے متبنی کی جورو سے نکاح کر لیا بشرم کے ماے
اس پیش گوئی کو کسی پر ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اس کو دل ہی میں پوشیدہ رکھا اور خیال
کیا کہ خدا کی خبر باطل حق اور صدق ہے۔ اپنے وقت آنے پر خود ظاہر ہو جائیگی۔ نیز
خدا تعالیٰ کی طرف سے فی الحال اس پیشین گوئی کے اظہار اور اعلان کا بھی کوئی حکم
اور اشارہ نہ تھا۔ اس لئے آپ نے اس امر تکوینی کو تو دل میں مخفی رکھا اور شریعی
طور پر زید کو یہ مشورہ دیتے رہے کہ زینب کو طلاق نہ دینا اس لئے کہ شریعت کا حکم
یہی ہے کہ شوہر کو یہی مشورہ دیا جائے کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دے اور بیوی کی بے عقلی
اور جبرہ دستی پر صبر کرے اگر کسی کو بذریعہ وحی اور الہام یہ معلوم ہو جائے کہ تکوینی
اور پرآئندہ حکم یہ مابراپیش آنے والا ہے اور قضا و قدر میں یہ مقدر ہو چکا ہے
فی الحال تشریعی حکم کا اتباع کرنا ہوگا۔ قضا و قدر اپنے وقت پر خود ظاہر ہو جائے
لی۔

آخر کار ایک دن زید نے انکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تنگ آکر زینب کو طلاق

دید ہی ہے آں حضرت خاموش ہو گئے ۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید ہی کو حکم دیا کہ تم خود جا کر زینب سے میرے نکاح کا پیغام دو تا کہ یہ امر خوب واضح ہو جائے کہ یہ جو کچھ ہوا وہ زید کی رضا مندی سے ہوا ہے (حضرت زید آپ کے نکاح کا پیغام لے کر زینب کے گھر گئے ۔ اور دروازہ کی طرف پشت کر کے کھڑے ہوئے) حالانکہ حجاب اور پردہ کا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا ۔ مگر یہ ان کا کامل ورع اور کمال تقویٰ تھا) اور کہا اے زینب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے اپنے نکاح کا پیغام دیکر بھیجا ہے حضرت زینب نے فی البدیہہ جواب دیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کر سکتی جب تک میں اپنے پردہ کا راز و جل سے مشورہ یعنی استخارہ نہ کر لوں ۔ اسی وقت اٹھیں اور گھر میں جو ایک جگہ مسجد کے نام سے عبادت کے لئے مخصوص کر رکھی تھی وہاں جا کر مشغول استخارہ ہو گئیں ۔ چونکہ حضرت نے اس بارہ میں کسی مخلوق سے مشورہ نہیں کیا بلکہ خدائے غر و جل سے مشورہ چاہا اور اسی سے خیر طلب کی کیونکہ وہی اہل ایمان کا ولی ہے اس لئے خدائے غر و جل نے اپنی خاص ولایت سے آسمان پر فرشتوں کی موجودگی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا ۔ آسمانوں میں تو اعلان ہو ہی گیا ۔ اب ضرورت ہوئی کہ زمین پر بھی اس کا اعلان ہو

علیہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے زید سے فرمایا کہ میں اپنے دل میں تم سے زیادہ کسی کو قابلِ وثق نہیں پاتا لہذا تم ہی زینب سے میرا پیغام لیکر جاؤ ۔ زرقانی ص ۲۴۵ ج ۳

چنانچہ جبریل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے ۔

فَلَمَّا قَضَٰهُ نَزَّيْدُ مِنْهَا ۖ
وَنَظَرًا نَّزَّجْنَا كَهَا ۚ
پس جب زید زینب سے اپنی حاجت پوری
کر چکے اور ان کو طلاق دیدی تو بے نی کریم
نے زینب کا نکاح تم سے کر دیا ۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زینب کے گھر تشریف
لے گئے اور بلا اذن داخل ہوئے (رواہ مسلم و احمد والنسائی) فتح الباری ج ۸
ج ۸ کتاب التفسیر باب قوله تعالى وَنَخِفْنِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِي
الامية - ۵

ایک روایت میں ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ
کے گھر میں تشریف فرما تھے کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں جب وحی کا نزول ہو چکا
تو آپؐ سکرانے ہوئے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ان کے کہ جو جا کر زینب
کو نبات کمنائے اور اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ الى اخرہ
اخیر تک یہ آیتیں آپؐ نے ہم پر تلاوت فرمائیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب
یہ آیتیں تلاوت فرما چکے تو مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت زینب میں جہاں تو تھا ہی اب
وہ اس بات پر بھی فخر کریں گی کہ ان کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا ۔ ۵

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
زینب کے یہاں جانے سے پیشتر قاصد کے ذریعے سے حضرت زینب کو اطلاع
کرا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نکاح کے بارے میں یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں
چنانچہ جس وقت حضرت زینب کو یہ خبر پہنچی تو سجدہ شکر کیا ۔ کہ راہ ابن سعد ابن عباس
بسنہ ضعیف ۵

چونکہ حضرت زینب کو اس محرم ربانی اور وحی آسمانی کی خبر پہنچ چکی تھی اس لئے اس اطلاع کے بعد اُن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مکان میں بغیر اذن کے داخل ہوئے کیونکہ زواج کیا۔ نکاح آسمانی کا یہ اعلان اور حضرت کا اطلاع کے بعد قولاً اور عملاً اس کو مستبول کر لینا اور سجدۂ شکر بجالانا اور پیغام نکاح حضرت زید کے ذریعہ پہلے ہی جا چکا تھا یہ رسمی نکاح سے بڑھ کر نکاح ہے گھر میں داخل ہونے کے بعد آپ نے دریافت کیا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ چونکہ حضرت زینب کا اصل نام بُرّہ تھا تو یہی کہا کہ میرا نام بُرّہ ہے آپ نے بجائے بُرّہ کے زینب نام تجویز کیا۔ اہمیتاً لابن عبد البر ترجمہ زینب بنت جحشؓ

اس واقعہ کے بعد منافقین نے زبان طعن و راز کی اور کہنے لگے کہ پیغمبر ایک طعن تو یہ کہتے ہیں کہ بیٹوں کی عورتوں سے نکاح حرام ہے اور دوسری طعن خود ہی اپنے بیٹے کی عورت سے نکاح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بد باطنوں کے جواب میں ارشاد فرمایا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَئِنْ رَأَيْتُمْ اللَّهَ وَحَاسِنَهُ الْعِيسِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں کسی کو اسکا بیٹا نہ جانو گا) وہ اللہ کے رسول ہیں اور اس لحاظ سے وہ سب کے روحانی باپ ہیں اور سب ان کے روحانی بیٹے ہیں۔ اور وہ آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا قصہ محققین کے نزدیک اسی طرح ہے جس طرح ہم نے نقل کیا اور بنی نفین اسلام اور بے دینوں نے جو یہ مشہور کیا ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر زینب پر پڑ گئی اور آپ کا دل ان کی طرف مائل ہو گیا اور یہ فرمایا سبحان اللہ مقلب القلوب اور شخصی فی نفسک سے دل میں زینب کی محبت کا چھپا نامراد ہے۔ سو یہ قصہ منافقین کا کذب اور افتراء ہے۔ اہل ایمان کو ہرگز ہرگز

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے آخر بڑے اصرار و الحاح کے بعد ان کی بیعت قبول کر لی پھر مجمع کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں اس لئے خاموش رہا کہ تم میں سے کوئی شخص اٹھ کر عبداللہ کی گردن مارے کسی انصاری نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے آنکھ سے اشارہ کیوں نہ کر دیا۔ آپ نے فرمایا مَا كَانَ لِسَيِّئِي أَنْ يَكُونُ لَهُ خَائِنَةٌ إِلَّا عَيْنٌ۔ یعنی کسی پیغمبر کے لئے یہ زیبا نہیں کہ اس کی آنکھ سے کوئی خیانت سرزد ہو۔ کما قال تعالیٰ يَعْلَمُ خَائِنَتُهَا عَيْنٌ وَمَاتُ حَتَّىٰ لَصُدُّوا بِمَعْلُومٍ هُوَ أَنَّهُ نَبِيٌّ كَلَّمَ خَائِنَتَهُ بِلَاكٍ وَأَمْرٌ مِّنْزَلٍ ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ کا نبی معصوم ہوتا ہے اسی طرح اس کی آنکھ بھی معصوم ہوتی ہے نیز قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْا مِنْ أَبْصَارِهِمْ سے معلوم ہوتا ہے کہ غضن بصور یعنی نامشروع چیز کے دیکھنے سے نگاہ کو نیچے رکھنا ایمان کے مقتضیات میں سے ہے اور نبی اکرم تو اَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ ہیں جس طرح تمام عالم کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایمان کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو ہے اسی طرح تمام عالم کی نگاہوں کی عفت اور حیا اسی ذاتِ قدسی صفات کی عصمت مآب اور نزہت جناب کی نزاہتِ نظر اور طہارتِ بصر کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پرتو ہے نیز آپ کا نفس قدسی صفات اور علی سمات تھا ہوائے نفسانی سے پاک اور منزہ تھا۔ اور آپ کا ہمزاد یعنی شیطان جو ہر شخص کے ہمراہ رہتا ہے۔ وہ آپ کا مستحضر اور منقاد اور جبراً و قہراً مسلمان یعنی آپ کا مطیع اور فرمانبردار بن چکا تھا۔ سوائے خیر کے کسی جانب اس کو میلان کی قدرت ہی نہ رہی تھی۔

آیت

تفسیر

وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ اللَّهُ مُبْدِي وَتُخْشِي النَّاسُ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ کی ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ بد باطنوں کا یہ کہنا کہ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ

مَا اللَّهُ مُبْدِيٍّ سَ زَنِيْبِ كِي مَحَبَّتِ كَا دِل مِيں مُجْهِيَانَا مَرَادُ هَے ۔ بَاكِل غُلَطُ هَے
اور سَر تَا پَا دروغ بے فروغ هَے ۔ بَلَكه صَحِيْح مَعْنٰى يِه مِيں كِه حَقُّ تَعَالٰى نَے اَپ كُو بَذَرِيْعَه
وَحٰى كَے يِه بَتْلَا يَا سَتْهَا كِه زَيْدِ كَے طَلَاَق دِيْنُے كَے بَعْدِ زَنِيْبِ اَپ كَے نِكَاح مِيں آئُے كِي
پَس جُو چِزِ اَپ دِل مِيں چُپِيَا ئُے هُو ئُے سَتْهَے وَدِيْهِيْ نِكَاح كِي پِيْشِيْنِ كُوْنِي تَحْتِيْ جِس كُو
بَعْد مِيں اللّٰهُ تَعَالٰى نَے ”زَوْجِنَا كِهَا“ سَے ظَاْهَرُ فَرَا دِيَا اَوْ تَخَشِيْ اِنْسَانِ كَے مَعْنٰى
يِه مِيں كِه اَپ اِس كَے اَظْهَارِ سَے مِثْرَا تَے سَتْهَے ۔ كِه كَسِي كُو يِه حَكْم دِيں كِه اِپْنِيْ بِيْوٰى كُو
طَلَاَق دِيْدُ سَے بَخْشِيْتِ سَے مَرَادُ شَرْمَانَا هَے يَا ڈَرْنَا هَے اَوْ رُڈَر اِس بَا تْ كَا سَتْهَا
كِه مُنَافِقِيْنِ زَبَانِ طَعْنِ رِزَا كَرِيں كَے يَا لَوْ كِه بَدْ كَمَانِي كَر كَے اِپْنِيْ عَاقِبَتِ خَرَابِ كَرِيْغَے
اور اِس آيْتِ كَے يِه مَعْنٰى اِمَامِ زَيْنِ الْعَابِدِيْنِ اَوْ رِسَالَتِ سَے مُرَوِّىْ هِيں اَوْ حَكِيْمُ تَرْمِذِيْ
نَے اِس رَوَايْتِ كِي تَحْسِيْنِ مِيں اَطْنَابِ (تَطْوِيلِ) فَرَا يَا هَے ۔ اَوْ اِسِي كُو حَسَا فُظْ
عَسْقَلَانِي نَے فَسْتَحِ الْبَارِي تَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الْاَحْزَابِ مِيں اَخْتِيَارُ فَرَا يَا ۔

۱۷ اصل عبارت یہ ہے جو اہل علم کے لئے ہدیہ کرتے ہیں۔

وقد اخرج ابن ابي حاتم هذه القصة من طريق السدي فاقها
سياقا واضحا ولفظه بَلَّغْنَاكَ هَذِهِ الْاَيَةَ نَزَلَتْ فِي زَيْنَبِ
بِنْتِ جَحْشٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ارَادَ انْ
يُزَوِّجَهَا زَيْدَ بْنِ حَارِثَةَ مُوَلَّاهُ فَكَرِهَتْ ذَلِكَ ثُمَّ اتَّهَمَتْ بِمَا
ضَعَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فزَوَّجَهَا اِيَّاهُ . ثُمَّ عَلَّمَ
اللَّهُ غُرُوحَ رَجُلٍ نَبِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ انْهَامِنْ اَزْوَاجِهِ
فَكَانَ يَسْتَحْيِي اَنْ يَأْمُرَ بِرُجُلَا قَتْلِهَا وَكَانَ لَا يَزَالُ يَكُونُ بَيْنَ زَيْدٍ وَ
زَيْنَبٍ مَا يَكُونُ مِنَ النَّاسِ فَامَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ
(بَابُ صَفَرِ ٢٠٠)

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

امام طبرسی اپنی تفسیر میں امام زین العابدین کے قول کو نقل کر کے لکھتے ہیں :-

بقیہ ص ۳۹ - وسلم ان یمسک علیہ زوجہ وان یتقی اللہ وکان یحشی
الناس ان یمیبوا علیہ ویقولوا تزوج امرأۃ ابنہ وکان قد تبنی
زیداً و عندہ من طریق علی بن زید عن علی بن الحسن بن علی قال
اعلم اللہ تعالیٰ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم ان زینب مستکون
من ازواجہ قبل ان یتزوجہا فلما اتاہ زید یشکوہا الیہ وقال لہ
اتق اللہ وامسک علیہ زوجک قال اللہ تعالیٰ قد اخبرتک انی
مزوجکھا وتخفی فی نفسک ما اللہ مبہمہ وقد اظہر التریذی
الحکیم فی تحسین ہذہ الروایۃ وقال انہا من جواهر العلم المکنون
وکان لہ یقت علی تفسیر السدی الذی اوردتہ وهو واضح سیاقاً
واصح اسناد الیہ لضعفت علی بن زید بن جعدان (ثم قال الحافظ)
ووردت آثار اُخری ونقلها کثیر من المفسرین لا ینبغی
التشاغل بہا والذی اوردتہ منها هو المعتمد والحاصل
ان الذی یخفیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم هو اخبار
اللہ آیۃ انتہا ستمبیر زوجتہ والذی کان یجملہ
علی اخفاء ذالک خشیتہ قول الناس تزوج امرأۃ ابنہ
واراد اللہ ابطال ما کان اہل الجاہلیۃ علیہ من احکام
التبنی بامر لا یدفع فی الابطال منہ وهو تزوج امرأۃ الذی
بدعی ابنہ ووقوع ذالک من امام المسلمین لیكون ادعی لقبولہم
وانما وقع الخبط فی تاویل متعلق الخشیۃ واللہ اعلم فتح الباری
صفحہ ۴۰۳ ج ۱ تفسیر سورۃ الاحزاب -

قال علماءنا رحمۃ اللہ علیہم
وهذا القول احسن ما قيل في
هذه الآية وهو الذي عليه
اهل التحقيق من المفسرين
والعلماء الراسمين كالزهري
والقاضي بكر بن العلاء القشيري
والقاضي ابي بكر بن العربي وغيرهم
الخ تفسير قرطبي تفسير سواخر

ہمارے علماء یہ کہتے ہیں کہ آیت
کی تفسیر میں سب سے بہتر قول یہی ہے جو کہا
گیا، اور محققین مفسرین اور علمائے
راسمین جیسے امام زہری اور قاضی
بکر بن عسلا، قشیری اور قاضی ابوبکر
بن عربی وغیرہم سب کا یہی قول ہے
جو ہم نے بیان کیا۔ ۱۵

تایخ نکاح

حافظ ابن سید الناس فرماتے ہیں کہ حضرت زینبؓ سے ہم میں آپ کی
زوجیت میں آئیں اور بعض کہتے ہیں کہ ہم میں آپ سے نکاح ہوا، نکاح
کے وقت حضرت زینبؓ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ ۱۵

۱۵

پھر چار سو دہم مقرر ہوا (سیرۃ ابن ہشام)

ابن اسحق لکھتے ہیں کہ یہ نکاح حضرت زینبؓ کے بھائی ابوالاحمد بن جحش
نے کیا تھا۔ بظاہر یہ گزشتہ حدیث کے معارض معلوم ہوتا ہے اور ممکن ہے
کہ بعد میں نکاح بھی پڑھا گیا ہو واللہ اعلم

۱۵ تفسیر قرطبی۔ ج : ۱۴ ص ۱۹۰

۱۶ عیون الاثر۔ ج : ۲ ص ۳۰۴

ولیمہ

چونکہ یہ نکاح اللہ عزوجل نے اپنی خاص ولایت سے فرمایا اور پھر اس کے بارے میں قرآن کی آیتیں نازل فرمائیں اس لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس نکاح کے ولیمہ میں خاص اہتمام فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی بیوی کے ولیمہ میں اس قدر اہتمام نہیں فرمایا۔ جس قدر کہ حضرت زینب بنت جحش کے ولیمہ میں فرمایا ایک بھری ذبح فرمائی اور لوگوں کو مدعو کیا اور پیٹ بھر کر لوگوں کو گوشت اور روٹی کھلائی۔ لوگ کھانا کھا کر چلے گئے مگر تین آدمی بیٹھے باقیں کر رہے تھے۔ آپ نے شدۃ حیار کی وجہ سے زبان سے تو کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن مجلس اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ سمجھ جائیں اور حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ نے آپ کو مبارک باد دی کہے بعد دیگرے تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں تشریف لے گئے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

بَايْتُهُمُ الَّذِينَ آمَنُوا لَا
تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا
أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ
غَيْرِنَا طَيْرِينَ إِنَّا هَذَا
وَلكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَلَا
طَعَامَ لَكُمْ فَاتَّقُوا وَلَا
مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنْ
ذَلِكَ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ
فَيَسْتَمِعِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا

اے ایمان والو! نبی کے گھر میں مت
داخل ہو مگر جبکہ تم کو اذان دیا جائے کھانا
کھانے کے لئے درآئے تاکہ اس کے
پکے کا اظہار نہ کرو لیکن تم کو بلایا جائے
کہ اب کھانا تیار ہو گیا تو آ جاؤ اور جب کھانے
سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں
میں مت لگ جاؤ اس خدا کے نبی کو تکلیف
پہنچتی ہے اور وہ کہنے سے شرماتے ہیں اور
اور اللہ کو حق بات کے کہنے سے کوئی حرج نہیں

سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ ۚ اور اگر تم بی بیوں سے کوئی ہرست کی چیز مانگو تو
مِنْ ذَرَاءِ جِبَابٍ ذَا يُكُ ۚ پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ اس میں تمہارے
أَلْهَمَهُمْ لِقَافَتُكُمْ وَقُلُوبِهِمْ ۚ دلوں اور ان کے دلوں کی طہارت اور صفائی ہے
یہ بخاری اور مسلم کی متعدد روایتوں کا مضمون ہے جس کو ہم نے ایک جگہ جمع کر دیا

فضائل و مناقب

حضرت زینبؓ اوج مہلات سے بطور فخر کہا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے
اولیاء نے کیا۔ اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں پہ کیا۔ (رواہ الترمذی و
صحیحہ من حدیث انس)

یہ حقیقت میں فخر نہ تھا بلکہ تحدیث بالنعمة تھی۔ فرط مسرت اور غم کی محبت
اس عظیم الشان نعمت کے اظہار پر آمادہ کرتی تھی یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم بھی اس کو سنتے تھے۔ اور سکوت فرماتے تھے۔

شعبی کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے کہا کرتی تھیں کہ یا رسول اللہ میں تین وجہ سے آپ پر ناز کرتی ہوں۔
(۱) میرے اور آپ کے جدا جدا ایک ہی ہیں یعنی عبد المطلب، ایک روایت
میں ہے کہ میں آپ کی سہو بھی کی بیٹی ہوں۔ اس کا بھی مطلب وہی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح مجھ سے آسمان پر فرمایا۔

(۳) جبریل امین اس بارہ میں مساعی رہے۔ ۵

عن عائشة انتھا قالت
كانت زينب بنت جحش
تسامي في المنزلة عند
رسول الله صلى الله عليه وسلم
وما رأيت امرأة قط خيراً
في الدِّين من زينب واتقَى
الله واصلق حديثاً واصل
للمرحم وأعظم صدقة -
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ زینب بنت
جحش مرتبہ میں میرا مقابلہ کرتی ہیں رسول اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک وہ میری ہم پلہ
میں نے ان سے زیادہ کسی عورت کو دنیا دار اور
خدا سے زیادہ ڈرنے والی اور سب سے زیادہ سچ
بولنے والی اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی
اور سب سے زیادہ صدقہ اور خیرات کرنے والی
نہیں دیکھی۔

اور زہری کی روایت میں اس قدر اور زیادہ ہے۔

واسد تبدل لنفسها في
العمل الذي تصدق به و
تتقرب به الى الله عز وجل
استيعاب لابن عبد البر
اور نہ ان سے زیادہ محنت کر کے صدقہ
کرنے والی اور اللہ عزوجل کا تقرب
حاصل کرنے والی عورت کو دیکھا۔

ترجمہ زینب بنت جحش ۴۰

ورع

منافقین نے جب عائشہ صدیقہ پر تہمت لگائی (جس کا مفصل واقعہ
پہلے گزر چکا ہے) تو حضرت زینب کی بہن حمہ بنت جحش بھی اپنی سادہ
لوحی سے اس میں شریک ہو گئیں لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے عائشہ صدیقہ کے متعلق حضرت زینب سے دریافت کیا تو حضرت زینب نے
یہ جواب دیا۔

یا رسول اللہ! حمی سنعی وبعی یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھ کو محفوظ

وَاللّٰهُ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا الْاٰخِرَا رکتی ہوں خدا کی قسم عائشہ کے متعلق
رواہ البخاری ج ۱ ص ۲۶۵ کتاب الشہادۃ سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہیں
باب تعدیل النساء بعضہن بعضا جانتی ۔

یعنی جو چیز میری آنکھ نے نہیں دیکھی اور کان نے نہیں سنی وہ میں اپنی زبان
سے کیسے کہہ سکتی ہوں ۔ اب تک میرا علم اہل تقیین ان کی بابت سوائے خیر کے
کچھ نہیں ۔

یہ معلوم ہے کہ حضرت زینب ۔ عائشہ صدیقہ کی سو کن تھیں اور یہ بھی
جانتی تھیں کہ عائشہ صدیقہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں ۔ اگر آپ چاہتیں
تو اس وقت کوئی کلمہ ایسا کہہ کر رتیں جو عائشہ صدیقہ کو رسول اللہ صلی اللہ
کی نظروں سے گرانے کا سبب بن سکتا لیکن ان کے کمال و وع اور کمال تقویٰ
نے اس کی بھی اجازت نہ دی کہ سکوت ہی کر جائیں ۔ بلکہ قسم اور حصر کے ساتھ
فرمایا وَاللّٰهُ مَا عَلِمْتُ عَلَيْهَا الْاٰخِرَا ۔ یعنی خدا کی قسم میں نے تو
عائشہ میں سوائے خیر اور نیکی کے کچھ جانا ہی نہیں ۔ چنانچہ صحیح بخاری
میں عائشہ صدیقہ سے ان کے ورع اور تقویٰ کا اعتراف ان الفاظ میں مذکور
ہے ۔ فَعَصَمَهَا اللّٰهُ بِالْوَرَع یعنی اللہ تعالیٰ نے ورع اور پرہیزگاری کی بدولت
زینب بنت جحش کو اس فتنہ سے محفوظ رکھا ۔

اور ایک روایت میں عائشہ صدیقہ کے یہ الفاظ منقول ہیں ۔

وَاللّٰهُ عَصَمَهَا بِالْوَرَع تحقیق اللہ تعالیٰ نے ورع کی برکت سے ان کو

اس فتنہ سے محفوظ رکھا

عبادت

عبادت کا خاص ذوق تھا نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کیا کرتی تھیں۔ چنانچہ جس وقت زیدؑ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام لیکر گئے۔ فوراً نماز استحارہ میں مشغول ہو گئیں۔

حضرت سیمونہ رضی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ مال فیثی مہاجرین پر تقسیم فرما رہے تھے کہ درمیان میں حضرت زینبؓ بول پڑیں۔ حضرت عمرؓ نے جھڑک دیا۔ اُن حضرت نے فرمایا اے عمر تم ان کو رہنے دو۔ یعنی زینب سے کچھ تعرض مت کرو۔

انہا اَوَّاهَةً تحقیق یہ بڑی آواز ہے۔

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آواز کے کیا معنی آپ نے فرمایا کہ آواز کے خاشع اور متضرع کے ہیں اور یہ آیت تلاوت فرمائی

وَإِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ تحقیق ابراہیم بڑے بردبار اور نرم دل اور منیبؑ۔ رواہ ابن عبد البر وغیرہؒ۔ خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لیگے اور حضرت عمرؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت زینبؓ نماز اور دعا میں مشغول ہیں آپ نے فرمایا۔

إِنَّهَا لَا وَاهَةً البتہ تحقیق یہ بڑی آواز ہے یعنی بڑی نرم دل ہے

رواہ الطبرانی و اسنادہ منقطع و فیہ کمی بن عبد اللہ البالی و ہو ضعیفؒ

۱۔ زندانی۔ ج: ۳، ص: ۲۴۷ البتہ اور تحقیق۔ لام تاکید اور حزن تحقیق یعنی لفظ اَوَّاه کا ترجمہ

۲۔ در لفظ بڑی آواز۔ کی تفسیر کا ترجمہ ہے۔ مجمع الزوائد۔ ج: ۹، ص: ۳۳۰

ام المؤمنین ام سلمہؓ حضرت زینب کے متعلق فرماتی ہیں :-

كانت صالحة صواماً قواماً بڑی نیک اور بڑی روزہ رکھنے والی اور
صنائاً تصدق بذالك بڑی سہجہ گزار تھیں بڑی کمانے والی تھیں
كله على المساكين - اصابه جو کمائی تھیں کل کا کل مساکین پر صدقہ
جسد زینب بنت جحش کر دیتی تھیں ۔

رہ

حضرت عمرؓ نے جب پہلی مرتبہ حضرت زینب کا سالانہ نفقہ بھیجا تو یہ سمجھیں کہ یہ
سب اوج سلطرت کا ہے اور یہ فرمایا اللہ عمر کی مغفرت فرمائے ۔ بہ نسبت میرے
وہ زیادہ تقسیم کرنے پر قادر تھا ۔

قالوا هذا كل ذلك قالت لوگوں نے کہا یہ سب آپ کا ہے حضرت زینب
سُبْحَانَ اللَّهِ وَاسْتَدْرَتْ نے فرمایا ۔ سبحان اللہ اور اپنے اور اس مال
دونہ بشوب کے درمیان میں کپڑے کا ایک پردہ ڈال دیا ہے

تاکہ وہ مال نظر نہ آئے کیونکہ وہ اجنبی اور نامحرم ہے)
اور برزہ بنت رافع کو حکم دیا کہ اس کو ایک طرف ڈال دو اور ایک کپڑا اسپر
ڈھانک دو اور فرمایا کہ اس کپڑے کے نیچے سے مٹھی بھر کر سلاں تقسیم کو دے آؤ ۔
اور پھر مٹھی بھر فلاں کو دے آؤ ۔ جب اس طرح وہ مال تقسیم ہوتا رہا ۔ اور برائے
نام کچھ باقی رہ گیا تو برزہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے ۔ آخر ہمارا بھی
اس مال میں کچھ حق ہے ۔ آپ نے فرمایا اچھا جو اس کپڑے کے نیچے ہو وہ تم لے لو
برزہ کہتی ہیں جب میں نے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو یہ پچاسی درہم تھے جب مال سب
تقسیم ہو چکا تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی ۔

اَللّٰهُمَّ لَا يَدْرُكُنِيْ عِلَاقُ عَمْرِ
لے اللہ اس سال کے بعد عمر کا وظیفہ
بعد عامیٰ هذا مجھ کو نہ پائے۔

چنانچہ سال گزرنے نہ پائے انتقال ہو گیا۔ رواہ ابن سعد وابن ابی عزیٰ عن برزہ
بنت رافعؓ، ۱۵

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زینب کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم
تھے۔ جو صرف ایک سال کے لئے۔ جب وہ بارہ ہزار درہم بیت المال سے آپ
کے پاس آئے تو بار بار کہتی تھیں۔

اَللّٰهُمَّ لَا يَدْرُكُنِيْ هَذَا الْمَالُ لے اللہ یہ مال سال آئندہ میرے
من قابل فائدہ فتنۃ ۱۵ پاس نہ آئے تحقیق یہ بڑا فتنہ ہے۔

اور یہ کہہ کر اسی وقت تمام مال اپنے اقارب اور حاجتمندوں میں تقسیم کر دیا
حضرت عمر کو جب اطلاع ہوئی تو یہ فرمایا کہ کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ اللہ کی طرف سے
ان کے لئے خیر اور بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ فوراً ایک ہزار درہم اور روانہ کئے
اور سلام کہلا کر بھیجا کہ دو (بارہ ہزار تو) اپنے خیرات کر دے۔ یہ ایک ہزار آپ اپنی
فردرتوں کیلئے رکھ لیں حضرت زینب نے وہ ایک ہزار بھی اسی وقت تقسیم
کر دے۔ اصابع ترجمہ ام المومنین زینب بنت جحش رض

۱۵ حاکم مستطانی نے برزہ بنت رافع کے ترجمہ میں اس روایت کو مفصل مسند کے ساتھ
ذکر کیا ہے۔ اصابع ص ۲۵۲ ج ۴ قسم ثالث ترجمہ بنت رافع۔

۱۶ زرقانی۔ ج ۳ : ص ۲۳۸

۱۷ دفع الباری ص ۲۲۵ ج ۳ کتاب الزکوٰۃ بافضل صدقۃ الشیخ الصبیح کے ایک باب
بعد اس کی تفصیل مطالعہ کریں۔

وفات

مسیحین میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنی ازواج مطہرات سے یہ فرمایا کہ تم میں سے جلد مجھے ملے گی جس کا ہاتھ تم میں سب سے زیادہ لانا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سخاوت اور فیاضی کی طرف تھا لیکن ازواج مطہرات نے اس کو ظاہر پر محمول کیا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ازواج مطہرات جب جمع ہوئیں تو باہم اپنے ہاتھوں کو نا پاک کرتیں کہ کس کا ہاتھ لانا ہے۔ حضرت زینب جو قد میں چھوٹی تھیں جب سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا تب معلوم ہوا کہ حضرت زینب کا ہاتھ صدقہ اور خیرات میں سب سے لانا تھا کیونکہ وہ اپنے دست و بازو سے کمان تھیں دولت کا کام جانتی تھیں اس سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ سب خدا کی راہ میں خیرات کر دیتی تھیں۔ (۱) کفن بھی زندگی ہی میں تیار کر لیا تھا۔ قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ جب حضرت زینب کی وفات کا وقت آیا تو فرمایا میں اپنا کفن تیار کر رکھا ہے۔ غالباً عمر بھی میرے لئے کفن بھیجیں گے۔ ایک کفن کام میں لے آنا اور دوسرا صدقہ کر دینا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے وفات کے بعد پانچ کپڑے خوشبو لگا کر کفن کے لئے بھیجے۔ حضرت عمرؓ ہی کے بھیجے ہوئے کفن میں ان کو کفنا یا گیا اور وہ کفن جو خود حضرت زینب نے تیار کر رکھا تھا ان کی بہن جمنہ نے صدقہ کر دیا۔

(آخر جہا بن سعد۔)

عمرہ کہتی ہیں کہ جب حضرت زینب کا انتقال ہو گیا تو میں نے عائشہ صدیقہ کو یہ کہتے سنا

لقد ذهبت حميدة متعبدة افسوس آج ایسی عورت گزر گئی جو بڑی
مفزع الیتامی والاسراصل پسندیدہ اور مثالی اور عبادت گزار اور
یتیموں اور بیواؤں کا ٹھکانہ تھی۔

سن بیس ہجری میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی
انتقال کے وقت پچاس یا تریس سال کی عمر تھی اور جس وقت آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح ہوا تھا اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔
اصابہ ص ۳۱۴ ج ۲ ترجمہ زینب بنت جحشؓ

مسئلہ حجاب پر ایک اجمالی نظر

تمام حضرات انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اور
بھرتسام حکماء عالم اور دنیا کے تمام اہل عقل و اہل غیرت کا اسی اتفاق ہے
کہ زنا ایک بدترین جرم ہے کہ جو غیرت اور ناموس کے لئے ایک عظیم عار ہے
اور اخلاقِ ذمیرہ اور افعالِ شنیعہ کا سبب بنتا ہے اور ایک طرف یہ مشاہدہ ہے
کہ عورتوں کے دیکھنے سے مردوں کے دلوں میں اُن کی شفتگی اور فریفتگی پیدا
ہوتی ہے اور اس طرح عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے عورتوں کے دل
میں مردوں کا عشق پیدا ہوتا ہے۔ جو ب اوقات بغیر جائز طریقہ (یعنی بغیر
نکاح کے) قصداً شہوت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور طرفین کی عزت و ناموس
اور حسب و نسب کی تباہی اور بربادی کا سبب ہوتا ہے۔ اور اس بارے میں
جو کچھ پیش آ رہا ہے وہ بیان سے مستغنی ہے۔ می باید دید و دم نمی باید
ہذا حکمت اور غیرت کا مقتضی یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جائے اس لئے
شرعیہ مطہرہ نے زنا سے حفاظت کے لئے احکام صادر کئے۔

①

قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى
اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں اور زمانہ جاہلیت
کی طرح زینت کر کے باہر نہ نکلو۔

② اور اگر گھر میں بیٹھے بیٹھے غیر مرد سے بات چیت کرنے کی ضرورت پیش آئے تو
اس کا حکم یہ ہے

لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ
قَوْلًا مَعْرُوفًا
یعنی اگر تم کو نا محرم مرد سے بات کرنے کی ضرورت
ہو تو نزاکت اور نرمی کے ساتھ بات مت
کر و مبادا جس کے دل میں شہوت
کی بیماری ہو وہ تمہارے اندر طمع لگا بیٹھے
اور بات کرو سیدھی۔

③ یہ حکم تو عورتوں کو ہوا مردوں کو یہ حکم ہوا۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا
فَأَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ
ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَ
قُلُوبِهِنَّ
اور اے مرد جب تم عورتوں سے
کوئی چیز مانگو تو پردہ کے پیچھے سے
مانگو یہ خصلت اور سوال کا یہ طریقہ تمہارا
اور ان کے دلوں کی شہادت کا بہترین ذریعہ ہے

④ اور مردوں کو یہ حکم دیا کہ کسی غیر عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔ قُلْ
لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ

⑤ شریعت نے عورت کی اذان اور اقامت اور اس کی امامت کو ممنوع
قرار دیا۔

⑥ عورت کا چہری نماز میں جہر پڑھنا ممنوع قرار دیا۔

⑦ عورت کا حج میں آواز کے ساتھ لبیک کہنا ممنوع قرار دیا۔

- ⑧ جوان عورت کا نامحرم مرد کو محض سلام کرنا ناجائز قرار دیا۔
- ⑨ اجنبیہ عورت سے بدن دلوانے کو ممنوع قرار دیا۔
- ⑩ آئینہ یا پانی میں جو اجنبیہ کا عکس پڑتا ہو اس کا دیکھنا ممنوع قرار دیا۔
- اسی بنا پر عورت کے فوٹو کا دیکھنا اور بھی ناجائز ہوگا۔ کیونکہ پانی کے عکس سے فوٹو کا دیکھنا زیادہ باعث فتنہ ہے۔
- ⑪ اجنبی عورت کے تذکرہ کو بطور لذت ممنوع قرار دیا
- ⑫ اجنبیہ عورت کے تصور سے لذت لینے کو حرام قرار دیا۔
- ⑬ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اپنی ہی بیوی سے متنع ہو۔ اور تصور کسی اجنبیہ کا کرے تو وہ بھی حرام ہے۔
- ⑭ اجنبی مرد کے سامنے کا بچا ہوا طعام عورت کے لئے استعمال کرنا اگر بطور لذت ہو تو مکروہ ہے۔ اور علیٰ ہذا اس کا عکس بمعنی عورت کے سامنے کا بچا ہوا کھانا مرد کے لئے مکروہ ہے۔
- ⑮ اجنبیہ سے مصافحہ کرنا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا ممنوع قرار دیا۔
- جیسا کہ بعض جاہل پیر عورتوں سے دست بدست بیعت لیتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ عورتوں کو بیعت کیا جائے تو ان کی بیعت صرٹ و زاع و الحجاب (بس پردہ سے ہوگی اور زبانی ہوگی دست بدست نہ ہوگی اہل عقل اور اہل غیرت۔ غور فرمائیں کہ زنا سے تحفظ اور عزت و ناموس کی حفاظت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ ہو سکتا ہے جو شریعت نے بتلایا۔ ہندوستان کی شرم و حیا، عفت و غیرت ضرب المثل تھی۔ ان دلدادگان تہذیب جدید نے اپنے لیکچروں سے اس پر پانی بھیر دیا ہے۔
- إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

حدیث نبوی

حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک طویل خطبہ مذکور ہے جس کا ایک جواہر پارہ یہ ہے النِّسَاءُ حِبَالُ الشَّيْطَانِ۔ دیکھو فی التقدیر ص ۲
یعنی عورت شیطان کا ایک جال ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کا شکار کرتا ہے
جال میں پھنسا کر اس کی شہوت پرستی کا تماشا لوگوں کو دکھلاتا ہے۔
حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے

امشراء الاسد ولا تمش
وسراء المرأة
شیر کے پیچھے چل لینا مگر کسی عورت
کے پیچھے نہ چلنا۔

یعنی شیر کے پیچھے چلنے میں اتنا خطرہ نہیں جتنا کہ عورت کے پیچھے چلنے
میں خطرہ ہے اور بعض حکماء کا قول ہے۔

ایک ومخالطة النساء فان لمخطات
المرأة سهو ولغظها ستم
عورتوں کے اختلاط سے اپنے آپ بچانا
عورت کی نظر ایک تیر ہے اور اس کی
فیض الفتیر ص ۲ ج ۲ بات ستم قاتل یعنی عکس ہے۔

حجاب کے فوائد اور بے حجابی کے مفاسد

شرعیات اسلامیہ نے حجاب کا حکم دیا۔

(۱) تاکہ زنا سے حفاظت ہو جائے (۲) اور تاکہ عفت تاب خواتین
کا چہرہ او بائش کی ناپاک نظروں سے محفوظ ہو جائے (۳) اور تاکہ ان کے
حسب و نسب پر کسی قسم کا داغ نہ آنے پائے کہ کوئی بد باطن ان کی اولاد میں
نیک اوشہ نہ ڈال سکے کہ یہ ان کی اولاد نہیں اور باپ یقین کے ساتھ یہ کہہ سکے

کہ یہ میرا بیٹا ہے یا میری بیٹی ہے بے پردہ عورت کی اولاد کے متعلق یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ اولاد اسی کے شوہر کی ہے ۔

مغربی ممالک کو دیکھ لیجئے کہ وہاں بے پردگی اور اختلاط مرد و زن سے زنا اور اولاد زنا کی جو کثرت ہے وہ بیان سے باہر ہے عیاں راجحہ بیان اسی بے پردگی کی وجہ سے یورپ میں زنا کی اس قدر کثرت ہو گئی ہے کہ کسی کو صحیح النسب کہنا بہت مشکل ہے (۴) اور تاکہ مرد و عورت کا دل شیطان کے وسوسوں سے پاک اور ستھرا رہے ۔ جب مرد و عورت ایک دوسرے کی طرف نظر کرتے ہیں ۔ تب شیطان کو دل میں بُرے خیالات ڈالنے کا موقع ملتا ہے (۵) اور تاکہ عورت کی عفت شوہر اور خاندانی نظروں میں شبہ اور تہمت کے داعیہ سے بھی پاک رہے مرد جب یہ دیکھے گا کہ اس کی بیوی یا بہن یا بیٹی کسی سے ہمکلام ہو رہی ہے تو اگر عقل اور غیرت والا ہو گا تو تلبلا سٹھے گا ۔ اور بے عقل اور بے غیرت سے ہمارا کوئی خطاب نہیں اللہ تعالیٰ ہم کو ایسے بے غیرتوں کا چہرہ نہ دکھلائے ۔ آمین ثم آمین

ایسے بے غیرت لوگوں سے پردہ تو عقلاً واجب سلوم ہوتا ہے اور ایسوں کی صحبت اور مجالست عقلاً و شرعاً دونوں ناجائز ہے ۔

حکایت

ابلیس لعین کا لوگوں کے پھنسانے کے لئے حق تعالیٰ سے دامِ محکم (مضبوط جال) دیئے جانے کی درخواست کرنا اور حق تعالیٰ کی طرف سے مختلف جالوں کا اس کے سامنے پیش ہونا ۔ اور خیر

میں عورتوں کے دام اور جال کے پیش ہونے سے ابلیس کا خوش ہو جانا
اور جوشِ مسرت میں اس کا اچھل جانا اور ناپچنا اور رقص کرنا۔

عارفِ رومی قدس اللہ سرہ السامی مشنوی کے دفترِ پنجم میں فرماتے ہیں ۵
گفت ابلیس لعسین وادار را
دام ز فتنے خواہم این اشکار را

ابلیس لعسین جب ہار گاہِ خداوندی سے راندہ درگاہِ ہوا تو قسم کھائی فبعتک
لا غوینہما جمعین الا عبادک منہما المتخلصین یعنی قسم ہے تیری عزت
اور جلال کی میں البتہ ضرور گمراہ کروں گا اولادِ آدم کو اور ان کے بہکانے میں کوئی دقت
اٹھانہ رکھوں گا۔ مگر تیرے خالص اور حبیہ اور برگزیدہ بندوں کو میں گمراہ نہ کر سکوں
گا۔ بعد ازاں ابلیس لعسین نے خدائے عادل سے یہ درخواست کی کہ مجھے انسان کا
شکار کرنے کے لئے ایسا مضبوط جال درکار ہے کہ جس میں پھنسنے کے بعد وہ نکل نہ
سکے حق تعالیٰ شانہ شیطان کے سامنے مختلف جال پیش کئے

زر و سیم و گلہ اس پیش نمود

کہ بدیں تانی حسدائق را ربود

حق تعالیٰ نے سب سے پہلے شیطان کے سامنے سونے اور چاندی اور گھوڑوں
کے گلہ کا جال پیش کیا اور یہ چیزیں دکھلا کر فرمایا کہ تو ان چیزوں کے ذریعے سے
لوگوں کو بھانس سکتا ہے۔

کیونکہ لوگ بالطبع ان چیزوں کی طرف مائل ہیں ان چیزوں کے ذریعہ انسان
کا شکار کرنا اور جال میں پھنسانا آسان ہے۔ کما قال تعالیٰ ذَیْنِ لِلنَّاسِ
حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنَاتِ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْإِنْعَامِ وَالْمَحْرُوثِ
گفت شاہش و ترش آونخت لنج خدترنجیدہ و ترش بچوں ترنج
شیطان نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ ہاں یہ سیم وزر کا جال اچھا ہے مگر ترنج
کی طرح تلخ اور ترش ہو گیا اور ترشی سے ہونٹ شکایا۔

پس جواہر ہا ز معد نہائے خوش
کردان پس ماندہ را حق پیش کش
جب شیطان نے سیم وزر کے جال کو پسند نہ کیا تو حق تعالیٰ نے اس راندہ
درگاہ کے سامنے کانوں کے بیش بہا جواہرات کا جال پیش کیا۔
گیرایں دام دگر را اے معین
گفت زیں افزوں وہ نعم المعین

اور جواہرات سامنے کر کے یہ فرمایا کہ اے معین یہ دوسرا دام ہے جا اے لیجا شیطان
نے کہا اے نعم المعین بہترین مددگار اس سے بڑھ کر اور بہتر جال عطا فرمائے سیم
وزر کی طرح جواہرات کا جال بھی پورا مضبوط نہیں۔

چرب و شیریں و مثرات شمن دادش و بس جامہ ابریشمیں
بعد ازاں حق تعالیٰ نے اس کو چرب اور شیریں کھانے اور آتش شراب اور قیمتی ریشمیں
کپڑے دکھلائے کہ اچھا اس جال کو بیلے

گفت یارب بیش ازین خواہم مدد تا بہ بندم سان بکل من مسد
شیطان بولا۔ اے مولا اس سے بڑھ کر جال چاہتا ہوں تاکہ بنی آدم کو ایسی مضبوط ترشی
میں باندھوں کہ وہ اس کو توڑ نہ سکیں اور توڑ کر تیرے دروازہ کی طرف نہ رکھ دوڑ سکیں

تا کہ متانت کہ نرو پڑ دلسند مرد دارا ایں بند ہارا بگسند
تا بدیں دام ورسنہائے ہوا مرد تو گرد زنا مرداں جُدا

البتہ جو لوگ تیری شرابِ محبت سے مست ہیں۔ اور وہ واقع میں مرد میدان ہیں انکے
دل تیری محبت سے لبریز ہیں وہ مردانہ وار میری ان رستیوں اور بندھنوں کو توڑ کر پھینک
دیں گے۔ اور سونے اور چاندی اور دنیا کی زیب و زینت کی طرہ اتفات نہ کریں۔
کما قال تعالیٰ إِلَّا عِبَادُكَ الْمُخْلَصِينَ اور اہل دنیا ان ہوار و
ہوس کے پھندوں میں پھنسیں گے۔ اور اس طرح تیری راہ کے جو نامزد نامردوں
سے جدا اور الگ ہو جائیں گے۔ اس لئے میں مضبوط جال چاہتا ہوں کہ مرد
نامردوں سے جدا اور ممتاز ہو جائیں گے۔

دام دیگر خواہم اے سلطان بخت

دام مردانہ از وحیلت ساز سخت

اے خداوند عالم۔ میں اس سے بڑھ کر جال چاہتا ہوں کہ جو مردوں کو بھی ایسا
عاجز کرنے والا ہو کہ انکا کوئی حیلہ اور تدبیر کارگرم نہ ہو سکے۔

خمر و جنگ آورد پیش او نہاد نیم خندہ زوہداں شد نیم شاد
حق تعالیٰ نے اس کے بعد شیطان کے سامنے رکھ دو جال پیش کیا وہ یہ کہ شراب
اور جنگ و رباب کا سامان اس کے سامنے رکھ دیا۔ اس سامان کو دیکھ شیطان آدھا
ہنسا اور آدھا خوش ہوا اور کچھ مسکرایا اور سمجھا کہ ہاں یہ جال پہلے جالوں سے
بہتر ہے۔ اس سے کچھ کام چلے گا۔ مگر اس جال سے شیطان آدھا خوش ہوا پورا
خوش نہیں ہوا۔ اس لئے آدھا مسکرایا اور سمجھا کہ یہ جال بھی اہلاک اور فنا دہاکی
کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے اس سے بڑھ کر جال کی درخواست کی۔

نسوئے اضلال ازل پیغام کرد کہ برآہ از قعر بکفر فتنہ کرد

نے یکے از بندگان مرنی است پردہ باد بھرا داز گرد بست

آب از ہر سو غناں را وا کشید از تنگ دریا غنائے شد بدید

اور حق تعالیٰ سے اضلال اذی کی استدعا کی اور کہا کہ دریا، فتنہ کی گہرائی سے گرد و غبار اڑا دیجئے تاکہ اہل ہوا و سس دریا سے فتنہ کو خشک سمجھ کر اس میں قدم رکھیں، اور قبطیوں کی طرح اس میں غرق ہوں جس طرح آپؐ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کو خشک کر دیا اور سمندر میں گرد سے دیواریں قائم کر دیں۔ اور پانی ہر طرف سے سمٹ کر آگیا۔ اور دریا سے گہرائی سے غبار بلند ہونے لگا۔ اسی طرح میرے لئے بھی دریائے فتنہ کو خشک کر دے۔ اور اس کو میرے زیر فرمان بنا دیجئے کہ جو فتنہ چاہوں اس کی گرد اڑا سکوں اور اولاد آدم کو ہلاک کر سکوں۔ موسیٰ علیہ السلام آپؐ کے اہم ہادیا کے منظر تھے۔ اور میں سمٹ مٹیل کا منظر ہوں جس طرح آپؐ نے ان کی تمام ہدایت کے لئے دریائے نیل کو خشک کر کے گمراہوں کو غرق کیا۔ اسی طرح میرے لئے اتنا اضلال کے لئے دریا، فتنہ کو خشک کر دیجئے۔ اور دریائے فتنہ کو میرے لئے مسخر کر دیجئے تاکہ کار اضلال مکمل ہو سکے۔ اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے ہدایت کا کام پورا ہوا۔ مجھ سے ضلالت (گمراہی) کا کام پورا ہو سکے۔

(ف) شاید ابلیس۔ کو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کا قبل از وقوع جو علم ہوا وہ نابالوں محفوظ سے دیکھ کر ہوا ہو گا۔ واللہ اعلم۔

دام محکم وہ کہ تا گرد تمام - واسگنہ در کام ایشاں چوں بجا
در کند آرم کشم شان کشان تاکہ نتواند سر بیچید ازاں
ابلیس نے کہ اے پروردگار کوئی ایسا حکم جاں دیکھئے کہ جس سے معاملہ ہی ختم ہو جائے اور کام ہی تمام ہو جائے اور میں ان کے منہ میں اس کو لگام کی طرح لگا دوں۔ اور اپنے جال میں پھنسا کر ان کو جدھر چاہوں کھینچتا پھروں اور وہ اس سے سہرا نہ کھیر سکیں۔ اور بازاروں اور گلیوں میں انکو لئے پھروں تاکہ دنیا ان کی شہوت رانی کا خوب تماشا دیکھ سکے۔

چونکہ خوبی زنان با او نمود کہ زیر عقل و صبر مرداں می ربود
شیطان جب کسی جال سے بھی پورا خوش نہ ہوا تو حق جل شانہ نے اخیر میں عورتوں
کا حسن و جمال اس کو دکھلایا کہ جو مردوں کی عقل اور صبر کو لے بھاگنے والا تھا
اور فرمایا کہ اچھا یہ جال لیجا۔ اور اس کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کر اور دریائے
فتنہ کی گہرائی سے گردوغبار اڑا۔

پس زدنکشک برقص اندر فتاد

کہ بدہ زدو تر رسیدم بر مراد

پس جس وقت عورتوں کے حسن و جمال کا جال شیطان کو دکھلایا گیا تو نقص
کرنے لگا۔ اور ناچنے لگا اور چٹکیاں بجانے لگا اور عورتوں کے حسن و جمال کو دیکھ
کر سمجھ گیا کہ یہی وہ دریائے فتنہ ہے کہ جس سے کوئی صحیح سالم بچ کر نہیں گزر سکتا
اور بولا کہ اے پروردگار یہ جال مجھ کو جلد دے دیجئے پس میں اپنی مراد کو پہنچ گیا لوگوں
کے پھانسنے کیلئے یہ بہترین جال ہے اور آگے اسی جال کے حال کا بیان ہے۔

چوں بدید آں چشمہائے پُر خمار کہ کند عقل و خرد را در خمار

جب اس لعین نے دیکھا کہ عورتوں کے آنکھیں ایسی پر خمار ہیں کہ عقل و خرد پر خمار
(پرہ) ڈال دیتی ہیں۔

واں صفائے عارض آن دلبران کہ بسوزد چوں سپند ایں دل براں

اور اس نے دیکھا کہ ان حسین و جمیل دلبروں کے رخساروں کی صفائی اور خوبی دل کو حمل
کے مانند جلا کر رکھ دیتی ہے سپند حمل کو کہتے ہیں جس کو بطور بخور آگ میں ڈال
کر جلاتے ہیں۔

روئے و خال و ابرو و لب چوں عشیق

گوئی خور تافت از پردہ رستیق

اور دیکھا کہ ان کا چہرہ اور خال اور ابرو اور عقیق کے مانند سرخ لب ایسے چمک رہے ہیں جیسے آفتاب باریک پردہ سے چمک رہا ہو۔

قد چوں سرو خراماں در پسین

خدا بچوں یا ہمیں و نسترن

اور دیکھا کہ قد و قامت ایسا ہے جیسا کہ سرو زمین میں جھومتا ہو اور رخسار گل یا ہمیں اور نسترن کی طرح ہے۔

چوں کہ دید آن غنچ بر حبت اوسبک چوں تجسلی حق از پردہ تنک

جب ان سے یہ ناز و داد دیکھے تو اچھل پڑا اور سمجھا کہ گمراہ کرنے اور دسوسہ کا بہترین جال ہے اور دراصل یہ باریک پردہ میں سے جمال کبرمائی کا ایک پر تو تھا! ہل معرفت اور ارباب حقیقت لے اس فانی اور مجازی حسن و جمال کبرمائی کی طرت کوئی انتفاع نہ کیا۔ عالم میں جہاں کہیں بھی حسن و جمال ہے وہ اسی نور السموات والارض کے حسن و جمال کا ایک ادنیٰ سا عکس اور پر تو ہے اور عالم کا ہر ہر ذرہ اسی کے حسن و جمال کا آئینہ ہے۔ لیکن یہ امر کہ کسی آئینہ کی طرت نظر کرنا جائز ہے اور کس آئینہ کی طرت دیکھنا ناجائز ہے یہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بتایا۔ شریعت کہتی ہے کہ اپنی زوجہ کے حسن و جمال کی طرت تو نظر کرنا جائز ہے مگر دوسرے کی زوجہ کے حسن و جمال کی طرت تو نظر اٹھا کر دیکھنا قطعاً حرام ہے حق تعالیٰ نے جو آئینہ تم کو دیا ہے اسکو دیکھو۔ دوسرے آئینہ کی استعمال کی اجازت نہیں حق تعالیٰ نے جو آئینہ تم کو دیا ہے صرف تم کو اس کے استعمال کی اجازت دی ہے اور اس کی اجازت نہیں کہ تم اپنا آئینہ دوسرے کو دکھلا سکو۔ چہ جائیکہ دے سکو۔ شریعت کہتی ہے کہ اپنی بیٹی اور بہن کی طرت چشم شفت سے دیکھنا ناجائز ہے۔ اور چشم شہوت سے دیکھنا ناجائز ہے اور اپنے بیٹے کی حسن و جمال کو بنظر محبت دیکھنا ناجائز ہے اور

غیر کے لڑکے کے حسن و جمال کو دیکھنا زیر غور اور زیر نظر ہے جو شخص دوسروں کی بیوی بیٹی اور بہن کی طرف دیکھنے کو جائز قرار دیتا ہے وہ درپردہ دوسروں کو اپنی بیوی اور بہن کی طرف دیکھنے کی اجازت اور دعوت دیتا ہے جس پر کسی غیور کی غیرت ایک لمحہ کے لئے بھی راضی نہیں۔

عالیٰ شد والد و حیران و دنگ زان کر شتم و زان دلال نیک تنگ
عورتوں کے ان کرشموں اور ماز و ادا اور شوخیوں کو دیکھ کر ایک دنیا مست و حیران
اور دنگ رہ گئی۔ اس لئے شیطان کو سب سے زیادہ یہی جال پسند آیا۔ کہ گمراہ کرنے
اور بھانسنے کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ (حکایت ختم ہوئی)
(شعری دتر پنجم صفحہ ۴۱۳ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ) شعری دتر پنجم صفحہ ۴۱۳ مطبوعہ کا پرا

حکایت مذکورہ کی اردو نظم

منقول از پیرامن یوسفی اردو ترجمہ منظوم شعری مولانا روم مصنفہ مولانا محمد یوسف
علی شاہ صاحب گلشن آبادی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مطبع نول کشور

عرض کی ابلیس نے اللہ سے	دام دے اس صید کا بھاری بچھے
سیم و زر اور اسپ کھلا کے اسے	کہ تو اس سے خلق کو لیجا کے
منہ پھلایا اور کہا کہ واہ واہ	ترش و شل ترنج از بس ہوا
پس جواہر کان کے از سبکہ خود	کر دیئے ملعون پے حق نے پیش کش
دوسرا یہ دام لے تو اسے بعین	بولا اس سے بڑھ کے تو اے معین
چرب شیریں اور شراب آتش	پس اُسے دی اور جامہ ریشمی
بولا یارب اس سے بڑھ کر دے مد	تا اُنھیں باندھوں بجلی من مَسَد
تا کہ تیرے مست زبردل جو ہیں	مرد کی مانند بندیں کاٹ دیں

تاکہ ساتھ اس جاں و دام حرص کے مرد تیرا ہو جدا نامرد سے
 دوسرا چاہتا ہوں اے شاہ نجف دام مرد انداز و حیلہ ساز سخت
 چنگ و بادہ آگے لاسکے رکھا خوش ہوا آدھا وہ اور آدھا ہنا
 گم رہی ازلی کا وہ سائل ہوا گرد و غر بھر فتنہ سے تو لا
 نے کہ اک موسیٰ تیرے بندوں سے ہے باندھے پردے بھر میں بس گردے
 آب دریا ہر طرف سے بہت گیا اور غبار اک تہہ سے دریا کے اُٹھا
 دام دی مضبوط تا ہوئے تمام منہ میں ان کے ڈالوں میں شل لگا
 کھینچوں ان کو بھانکوں میں ام میں تا نہیں سر کو بھرا اس سے سکلیں
 جو بتائیں خواب زن کی اُسے کہ قرار و صبر مرد ابر کرے
 بس لگا کھچکی بجانے نا چھنے کہ ملا مقصد مرا تو جلد دے
 جو کہ دیکھیں آنکھیں اس کی پر خمار کہ کرے عقل و غرور کو بے قرار
 اور صفائی چہرہ دلدار کو کہ عباسے چوں پسند عاشق کو دو
 خال و ابرو و لب گویا کہ ہے جلوت حق پرودہ باریک سے
 قد ہے جو سرد چمن اندر چمن اور رخ چوں یا سہمن و نشتر
 آن جو دیکھی تو تر پا کو دے چوں تجلی پرودہ باریک سے
 عالم ایک حیران ہوا اور بزدلنگ ان کرشموں سے کہ تھے وہ شوخ و تنگ

حکایت ختم ہوئی پیر بن یوسفی ترجمہ منظوم سنوی مولوی معنوی ص ۴۸ دفتر پنجم

ام المؤمنین جویریہ بنت حارث بن ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت جویریہ حارث بن ضرار سردار نبی المصطلق کی بیٹی تھیں پہلا نکاح
 مسافع بن صفوان مصطلق سے ہوا تھا۔ جو غزوہ مریض میں مارا گیا۔ اس غزوہ میں جہاں

اور بہت سے بچے اور عورتیں گرفتار ہوئے۔ ان میں جویریہ بھی تھیں ان حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اور چار سو درہم ہر مقرر کیا۔ آپ کی زوجیت میں آنے کا مفصل قصہ غزوہ بنی المصطلق کے بیان میں گزر چکا ہے۔ ۳۷ھ میں آپ کی زوجیت میں آئیں اس وقت آپ بیس سال کی تھیں اور ربیع الاول ۳۷ھ میں انتقال کیا۔ اس وقت آپ کا سن ۶۵ سال تھا مردان بن حکم نے جو اس وقت امیر مدینہ تھے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ اسبابہ ترجمہ المومنین جویریہؓ ۱۵

عبادت کا خاص ذوق تھا۔ عبادت کے لئے مسجد کے نام سے گھر میں ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی۔ چنانچہ جامع ترمذی میں باسناد صحیح عبد اللہ بن عباس - حضرت جویریہ سے راوی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الصبح تشریف لائے اور میں اپنی مسجد میں مشغول عبادت تھی۔ آپ واپس چلے گئے قریب نصف النہار کے پھر تشریف لائے اور مجھ کو اسی طرح مشغول عبادت دیکھا۔ فرمایا کیا تم اُس وقت سے اس وقت تک اسی حالت میں ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا میں تم کو کچھ کلمات بتلائے دیتا ہوں وہ پڑھ لیا کرو۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّتْ ۳ بار سُبْحَانَ اللَّهِ رِضًا نَفْسًا ۳ بار سُبْحَانَ اللَّهِ مَنْ لَمْ يَخْلُصْ عَرْشُهُ ۳ بار سُبْحَانَ اللَّهِ مَدَادُ كَلِمَاتِهِ ۳

مسلم اور ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے تیرے بعد چار کلمے تین بار کہے ہیں۔ اگر ان کو تیری تمام تسبیحوں کے ساتھ تو لا جائے جو تو نے صبح سے اس وقت تک پڑھی ہیں تو وہ چار کلمات وزن میں بڑھ جائیں گے

وہ کلمات یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ۝ عَدَدُ خَلْقِهِ ۝ وَرِضَا نَفْسِهِ ۝

وَنُورُ عَرْشِهِ ۝ وَمَدَادُ كَلِمَاتِهِ (ذوقان صفحہ ۲۵۵ ج ۳)

ام المؤمنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زمنہ آپ کا نام اور ام حبیبہ آپ کی کنیت تھی ابوسفیان بن حرب اموی قریش کے مشہور سردار کی بیٹی تھیں والدہ کا نام صفیہ بنت ابی العاص تھا جو حضرت عثمان کی بھور بھی تھیں۔ بعثت سے ۷ سال پہلے پیدا ہوئیں۔ پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے ہوا ام حبیبہؓ ابتداء ہی میں مسلمان ہوئیں اور ان کے شوہر بھی اسلام لے آئے اور دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں جا کر ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا اور اسی کے نام پر ام حبیبہ کنیت رکھی گئی۔ اور پھر اسی کنیت سے مشہور ہوئیں چند روز کے بعد عبید اللہ بن جحش تو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گیا۔ مگر ام حبیبہؓ ہر اہر اسلام پر قائم رہیں۔

ام حبیبہ کہتی ہیں کہ عبید اللہ کے نصرانی ہونے سے پہلے اس کو نہایت بُری اور سبیا تک شکل میں خواب میں دیکھا بہت گھبرائی جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ عیسیٰؑ ہو چکا ہے۔ میں نے یہ خواب بیان کیا (کہ شاید متنبہ ہو جائے) مگر کچھ توجہ نہیں کی اور شراب و کباب میں براہر نہک رہا۔ حتیٰ کہ اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔

علیہ ان کا نام عبید اللہ تصغیر کے ساتھ ہے۔ اور عبید اللہ بن جحشؓ جو ان کے بھائی تھے وہ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ ام حبیبہ کے پہلے شوہر کا نام عبید اللہ تصغیر کے ساتھ ہے۔ ان کا نام عبید اللہ نہیں جیسا کہ بعض کتابوں میں غلطی سے لکھا گیا۔ ۱۷۔

چند روز کے بعد خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص یا ام المؤمنینؓ کہہ کر آواز دے رہا ہے جس سے میں گھبرائی عدت کا ختم ہونا تھا کہ یکا یک رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچا۔ رواہ ابن سعد رحمہ اللہ

ادھر رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی شاہ حبشہ کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ اگر ام حبیبہؓ مجھ سے نکاح کرنا چاہیں تو تم بطور وکیل نکاح پڑھو اگر میرے پاس بھیجو و نجاشی نے اپنی باندی ابرہہ کو ام حبیبہ کے پاس یہ کہلا کر بھیجا کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم کا ایک والا نامہ اس مضمون کا یعنی پیام کا آیا ہے اگر تم کو منظور ہو تو اپنی طرف سے کسی کو وکیل بناؤ ام حبیبہؓ نے اس پیام کو منظور کیا۔ اور خالد بن سعید بن العاص اموی کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ اور اس بشارت اور خوشخبری کے انعام میں ہاتھوں کے دونوں کنگن اور بیروں کی پازیب اور انگلیوں کے چھتے جو سب نقرئی تھے۔ ابرہہ کو دیدہ سے جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر اور تمام مسلمانوں کو جمع کر کے خود خطبہ

علیہ حبیبہ بھی صحابہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم کی زبیبہ ہیں۔ اپنی والدہ ماجدہ حضرت ام حبیبہ کے ساتھ حبشہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ حبیبہ حبشہ میں پیدا ہوئیں یا کہ میں واللہ اعلم اصحابہ صفہ ۳۰۵، ج ۲، ترجمہ ام المؤمنین رحمہ بنت ابی سفیان۔

علیہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ خواب دیکھ کر میں گھبرائی لیکن معافی یہ نمبر ذہن میں آئی کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے نکاح فرمائیں گے۔

صفۃ الصفوة لابن الجوزی صفحہ ۲۲ ج ۲

۵۔ الاصابہ۔ ج ۳۔ ص ۳۰۵۔

نکاح پڑھا۔ وہ خطبہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ السَّلَامِ
 الْمُؤْمِنِ الْمُهِيمِ الْعَزِيزِ الْجَبَّارِ
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنْ
 مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
 وَ اَنَّ الَّذِي بَشَّرَنِي عِيسَى
 بَنَ مَرْيَمَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمَا
 وَسَلَّمَ
 حمد ہے خداوند قدوس اور خدا نے غالب اور
 عزیز اور جبار کی میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے
 سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ
 محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندہ
 اور رسول برحق ہیں۔ اور آپ وہی نبی میں جن
 کی عیسیٰ بن مریم صلی اللہ علیہما وسلم نے بشارت
 دی ہے۔

اَمَّا بَعْدُ . فَاِنْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى
 اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ اِلَيَّ
 اَنْ اَرْجِعَ اَمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ
 اَبِي سَفْيَانَ فَاجِبْتُ اِلَى مَا دَعَا
 اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَصْدَقْتَهَا
 اَرْبَعًا تَدِيْنًا
 اَمَّا بَعْدُ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مجھ کو یہ تحریر فرمایا ہے کہ میں آپ کا
 نکاح ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے
 کر دوں۔ میں نے آپ کے ارشاد کے
 مطابق آپ کا نکاح ام حبیبہ سے
 کر دیا اور چار سو دینار ہر مقرر کیا۔

اور اسی وقت وہ چار سو دینار خالد بن سعید اموی کے حوالے کر دیئے
 اس کے بعد خالد بن سعید کھڑے ہوئے اور یہ تقریر فرمائی۔

الحمد لله احمده واستعينه
 واستغفره واشهد ان لا اله
 الا الله وحده لا شريك له
 واشهد ان محمدا عبده ورسوله
 الحمد لله۔ میں اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں
 اور اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور گواہی دیتا
 ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے
 کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں محمد

ارسلا بالہدیٰ و دین الحق لیظہر
 علی الدین کلہ و لو کواہ المشرکون
 صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے
 ہیں اور رسول برحق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے
 ہدایت اور دین برحق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس
 دین کو تمام دنیوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکین
 کو ناگوار ہو۔

اما بعد۔ فقد اجیت الی ما دعا
 الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم و زوجتہ ام حبیبہ بنت
 ابی سفیان فبارک اللہ لرسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم
 اما بعد میں نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کے پیام کو قبول کیا اور
 آپؐ ام حبیبہ کا نکاح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ
 مبارک فرمائے۔

لوگوں نے اسٹھنے کا ارادہ کیا نجاشی نے کہا کہ ابھی بیٹھے حضرات انبیاء
 کی سنت یہ ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ بھی ہونا چاہئے۔ چنانچہ کھانا آیا اور
 دعوت سے فارغ ہو کر سب شخصیت ہوئے مہر کی رقم جب حضرت ام حبیبہ کے
 پاس پہنچی تو ابرہہ کو بلا کر بجائیں دینا اور دیئے ابرہہ نے یہ بچاؤ دینا ارادہ
 زور جو پہلے دیا گیا تھا یہ کہہ کر سب واپس کر دیا کہ بادشاہ نے مجھ کو تاکید کر دی
 ہے کہ آپ سے کچھ نہ لوں۔ اور آپ یقین کیجئے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے پیرو ہو چکی ہوں اور اللہ عز و جل کے لئے دین اسلام کو قبول کر
 چکی ہوں۔ اور آج بادشاہ نے اپنی تمام بیگیت کو حکم دیا کہ ان کے پاس جو خوشبو
 اور عطر ہو اس میں سے ضرور آپ کے پاس پہنچیں۔ چنانچہ دوسرے روز
 ابرہہ بہت سا عود اور عنبر وغیرہ لیکر آپ کے پاس آئی ام حبیبہ فرمائی ہیں کہ میں
 نے وہ عود اور عنبر سب رکھ لیا اور اپنی ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں لائی۔ اس کے بعد ابراہم نے کہا کہ میری ایک درخواست ہے وہ یہ کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میرا سلام کہہ دینا اور یہ عرض کر دینا کہ میں آپ کے دین کی پیروی ہو گئی ہوں۔ میری روانگی تک ابراہم کا یہ حال رہا کہ جب آنی تو یہی کہتی کہ دیکھو میری درخواست کو بھول نہ جانا چنانچہ جب مدینہ پہنچی تو یہ تمام حالات اور واقعات آپ سے بیان کئے آپ مسکراتے رہے اخیر میں ابراہم کا سلام پہنچایا آپ نے فرمایا وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ ربکاتہا۔ ۱۷

۱۸؎ ہم میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا اور بعض کہتے ہیں کہ دمشق میں انتقال ہوا مگر صحیح یہی ہے کہ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ ۱۹

چونکہ بعثت سے ستر و سال پہلے پیدا ہوئیں لہذا اس حساب سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح کے وقت آپ کی عمر ۳۷ سال تھی اور وفات کے وقت ۶۴ سال کی تھی۔

عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ام حبیبہ نے انتقال کے وقت مجھ کو بلایا اور کہا کہ باہم کنو میں جو کچھ پیش آتا ہے وہ تم کو معلوم ہے۔ جو کچھ ہوا ہودہ معاف کرنا۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری مغفرت فرمائے میں نے کہا سب معاف ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اور تمہاری مغفرت فرمائے ام حبیبہ نے فرمایا اے عائشہ تم نے مجھ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے اور پھر ام سلمہ کو بلایا اور ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی (احزاب ابن سعد) اصحابہ ۲۰

ترجمہ ام المومنین زکۃ بنت ابی سفیان۔

۱۷ صفۃ الصفوة - ج ۱، ص ۲۱ - زرقانی ج ۱، ص ۲۴۳

۱۸ زرقانی - ج ۱، ص ۲۴۵

۱۹ الاصحاب - ج ۲، ص ۲۳۶ - صفۃ الصفوة ج ۱، ص ۲۴۱

ام المومنین صفیہ بنت حی بن اخطب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت صفیہ - حی بن اخطب سردار بنی نضیر کی بیٹی تھیں حی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا۔ ماں کا نام ضرہ بنتا پہلا نکاح سلام بن مشکم قرظی سے ہوا سلام کے طلاق دیدینے کے بعد کنانہ بن ابی اسحق سے نکاح ہوا۔ کنانہ غزوہ خیبر میں مقتول ہوا۔ اور یہ گرفتار ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنی زوجیت میں لے لیا اور یہی ان کا ہر قرار پایا۔ خیبر سے چل کر آپ مقام صہبا میں اترے جو خیبر سے ایک منزل ہے وہاں پہنچ کر عروسی فرمائی اور یہیں ولیمہ فرمایا۔ ۱۵

ولیمہ محب شان سے ہوا چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا گیا۔ اور حضرت انس سے فرمایا کہ اعلان کر دو کہ جس کے پاس جو کچھ سامان جمع ہو وہ لے آئے۔ کوئی کھجور لایا اور کوئی پیسیر اور کوئی ستول لایا اور کوئی گھسی لایا۔ جب اس طرح کچھ سامان جمع ہو گیا تو سب نے ایک جگہ بیٹھ کر کھالیا اس ولیمہ میں گوشت اور ردی کچھ نہ تھا (بخاری مسلم) مقام صہبا میں تین روز آپ نے قیام کیا اور حضرت صفیہ پردہ میں رہیں جب آپ وہاں سے روانہ ہوئے تو خود حضرت صفیہ کو ادنت پر سوار کرایا۔ اور اپنی عبا سے انپر پردہ کیا کہ کوئی دیکھ نہ سکے گویا کہ یہ اعلان تھا کہ حضرت صفیہ ام المومنین ہیں۔ ام ولد نہیں۔ (بخاری مسلم) ۱۶

۱۵ کسی شوہر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ عیون الاثر ج ۲ ص ۳۰۷

۱۶ عیون الاثر ج ۲ ص ۳۰۷ ۱۷ زرقانی ج ۳ ص ۲۵۷

حضرت صفیہ حب آپ کی زوجیت میں آئیں تو آپ نے حضرت صفیہ کی آنکھ پر ایک سبز نشان دیکھا۔ فرمایا یہ کیسی سبزی ہے۔ حضرت صفیہ نے کہا ایک روز میں اپنے شوہر کی گود میں سر رکھے ہوئے سو رہی تھی کہ یہ خواب دیکھا کہ چاند سیری گود میں آکر گرا ہے۔ یہ خواب میں نے اپنے شوہر سے بیان کیا۔ اس نے زور سے میرے ایک ہاتھ مارا اور کہا تو میرے بکے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے۔ اشارہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف تھا۔ آخر جو ابو حاتم والطبرانی برجال الصبیح کلاہما من ابن عمرؓ لے حضرت صفیہ حب خیر سے مدینہ آئیں تو حارثہ بن النعمان کے مکان میں اتاری گئیں ان کے حسن و جمال کو شکر انصار کی عورتیں دیکھنے آئیں اور حضرت عائشہ بھی تقاب اور دھکرائیں مگر آنحضرت نے پہچان لیا اور جب واپس ہوئیں تو پوچھا کہ اے عائشہ کیا دیکھا کہا ہاں ایک یہودیہ کو دیکھ آئی ہوں آپ نے فرمایا ایسا مت کہو وہ اسلام لے آئی ہے اور اس کا اسلام نہایت اچھا اسلام ہے۔ رواہ ابن سعد اصابع۔ ترجمہ صفیہ بنت حمی رحمہ اللہ

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت صفیہ رو رہی ہیں۔ فرمایا کیوں روتی ہو کہا کہ عائشہ اور حفصہ مجھ کو چھیڑتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں زیادہ مکرم اور محترم ہیں۔ ہم آپ کی زوجہ ہونے کے ساتھ آپ کے چچا کی بیٹیاں بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ تم مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو باپ میرے ہار دن ہیں اور چچا میرے موسیٰ ہیں اور شوہر میرے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (آخر جہ الترنذی عن صفیہ) رحمہ اللہ

لے زرتانی۔ ج : ۳ - ص : ۲۵۴ - ۵۲ اصابع۔ ج : ۴ - ص : ۳۴۶

۵۲ ایضاً اصابع ج : ۴ - ص : ۳۴۶

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ کو صفیہ سے اس قدر کافی ہے کہ وہ اتنی اور اتنی ہے یعنی اتنا چھوٹا قد ہے آپ نے فرمایا تو نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں ڈال دیا جائے تو سارے سمندر کو مکدر کر دے (رواہ ابوداؤد والترمذی)

ایک بار آپ سفر میں تھے کہ حضرت صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا حضرت زینب بنت جحش کے پاس اونٹ کچھ ضرورت سے زیادہ تھے آپ نے فرمایا اگر ایک اونٹ صفیہ کو دیدو تو بہتر ہے۔ انہوں نے کہا میں دوں گی اس یہودیہ کو۔ آپ کو ناگوار گزرا اور دو یا تین مہینہ تک آپ اُن کے پاس نہیں گئے (رواہ ابن سعد) ایک بار ازواج مطہرات مرض الوفات میں آپ کے پاس جمع ہوئیں حضرت صفیہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میری یہ تمنا اور آرزو ہے کہ آپ کے بدلہ میں یہ تکلیف مجھ کو ہو جائے ازواج مطہرات نے آپس میں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے دیکھ لیا اور فرمایا۔

خدا کی قسم البتہ تحقیق یہ سچی ہے۔

واللہ انہا صادقۃ

اخر جہ ابن سعد بسند حسن

ابو عمر بن عبد البر فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بڑی عقلمند اور بردبار اور صاحب فضل و کمال عورت تھیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت صفیہ کی ایک باندی نے حضرت عمر سے جا کر یہ کہہ دیا کہ حضرت صفیہ ہفتہ کے دن کو بہت محبوب رکھتی ہیں۔ اور یہود کے ساتھ بہت سلوک کرتی ہیں۔ آپ نے حضرت صفیہ سے دریافت کر کے بھیجا۔ حضرت صفیہ نے کہا جب سے اللہ نے مجھ کو ہفتہ کے بدلہ میں

جمعہ عطا فرمایا ہے۔ اس روز سے کبھی ہفتہ کو پسند نہیں کیا۔ رہے یہود سوان سے میری
قربتیں ہیں ان کی ساتھ صلہ رحمی کرتی ہوں حضرت عمرؓ کو تو یہ جواب کہلا بھیجا اور اس
کے بعد اس باندی سے دریافت کیا کہ تجھے اس کہنے پر کس نے آمادہ کیا۔ باندی نے
اس وقت سچ سچ کہہ دیا کہ شیطان نے آمادہ کیا۔ حضرت صفیہؓ نے باندی سے فرمایا
اچھا جاؤ تم آزاد ہو۔ ۵

سعید بن مسیب سے مرسل مروی ہے کہ جب حضرت صفیہؓ مدینہ آئیں
تو آپ کے کانوں میں سونے کا کچھ زور تھا۔ اس میں سے کچھ تو حضرت فاطمہؓ
کو دیا۔ اور کچھ اور عورتوں کو۔ (آخر حصہ ابن سعد بہ سند صحیح) ۵
سُبحان اللہ پیغمبر کی زوجیت میں آئیں اور دنیا کا قصہ ختم کیا ماہ رمضان
المبارک شہر میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ ۵

ام المؤمنین میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

میمونہ آپ کا نام ہے باپ کا نام حارث اور ماں کا نام ہند تھا۔ ماہ ذی قعدہ
شہر میں جب آپ عمرہ حدیبیہ کی قضا کرنے کے لئے مکہ تشریف لائے اس وقت
آپ کی زوجیت میں آئیں۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ یہ آپ کی آخری بیوی تھیں جن کے
بعد آپ نے بھر کسی اور سے نکاح نہیں فرمایا آپ سے پہلے ابورہم بن عبد العزیٰ
کے نکاح میں تھیں۔ ابورہم کے انتقال کے بعد آپ کی زوجیت میں آئیں۔ پانسو
درہم ہر مقرر ہوا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

۱۔ اصحابہ صفہ، ج ۴ ص ۳۵۹ ۲۔ اصحابہ مشہور، ج ۴ ص ۳۵۹ ۳۔ زرقانی ج ۳ ص ۲۵۹

۴۔ حضرت میمونہ علیہا السلام کی خالہ ہوتی تھیں حضرت میمونہ کی بہن ام فضل علیہا السلام
اور فضل بن عباس کی والدہ اور حضرت عباس کی بیوی تھیں۔

میمونہ سے پیام دیا تو حضرت میمونہ نے حضرت عباس کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت میمونہ سے آپ کا نکاح کر دیا۔ (رواہ احمد والنسائی)

روایات اس بارہ میں بہت مختلف ہیں کہ نکاح کے وقت آپ محرم تھے یا حلال تھے امام بخاری کے نزدیک بھی راجح ہے کہ نکاح کے وقت آپ محرم تھے۔

مکہ سے چل کر آپ مقام مہرن میں ٹھہرے اور وہاں پہنچ کر عروسی فرمائی

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور عروسی دونوں مقام مہرن ہی میں ہوئے اور اسٹہ میں مقام مہرن میں اسی جگہ انتقال کیا جہاں عروسی ہوئی تھی۔

اور وہیں دفن ہوئے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی ۱۵

قبر میں عبد اللہ بن عباس اور زید بن اصم اور عبد اللہ بن شداد اور عبد اللہ خولانی نے امارتین اول الذکر آپ کے بھانجے تھے اور چوتھے آپ کے پروردہ یتیم تھے ۱۶

یہ گیارہ ازواج مطہرات ہیں جو آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں رہیں۔ اور انہیات المؤمنین کے لقب سے مشہور ہوئیں اور چند عورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن سے آپ نے نکاح تو فرمایا لیکن مقاربہ سے پہلے ہی ان کو اپنی زوجیت سے جدا کر دیا۔ جیسے اسماء بنت نعمان جو نبیہؑ اور عمرہ بنت زید کلابیہؑ ان کا تذکرہ غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔

سراری یعنی کنیزیں

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار کنیزیں تھیں جن میں سے دو مشہور

ہیں :-

۱۵ اصابہ - ج : ۲ ، ص ۲۱۱ ۱۶ الاستیعاب - ج : ۲ ، ص ۲۰۸

۱۷ ان کے نکاح اور طلاق کا مفصل واقعہ اگر دیکھنا چاہیں تو فتح الباری ج ۹ صفحہ ۳۱۰ تا ج ۹

۱۔ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

یہ آپ کی ام ولد ہیں آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم انہی کے بطن سے ہیں ماریہ قبطیہ کو مقوقش شاہ اسکندر یہ نے بطور نذرانہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ماریہ قبطیہ نے حضرت عمر کے زمانہ خلافت سلسلہ میں انتقال کیا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

۲۔ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

ریحانہ۔ خاندان بنو قریظہ یا بنی نضیر سے تھیں اسیر ہو کر آئیں اور بطور کنیز آپ کے حضور میں رہیں۔ حجۃ الوداع کے بعد سلسلہ میں انتقال کیا۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کر کے نکاح فرمایا تھا۔ واللہ اعلم

۳۔ نفیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نفیسہ اصل میں ام المؤمنین زینب بنت جحش کی جار یہ تھیں حضرت صفیہ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت صفیہ کے کمر میں حضرت زینب سے ناراض ہو گئے تھے۔ دو تین ہفتہ تک آپ ناراض رہے۔ جب آپ راضی ہوئے تو حضرت زینب نے اس خوشی میں اپنی باندی نفیسہ آپ کو ہبہ کر دی تھی۔

ان کے علاوہ ایک اور کنیز تھیں جن کا نام معلوم نہیں ہو سکا (لزر قانیؓ)

ج ۳ تا صفحہ ۲۷۴ ج ۳)

تعدد ازدواج علیہ

تاریخ عالم کے مسلمات میں سے ہے کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں یہ رواج تھا

علیہ۔ ایک عورت کے لئے متعدد خاوند ہونے کی ممانعت کی وجہ (۱) اگر ایک عورت چند

(بانی عائشہؓ کے مندرجہ)

کہ ایک شخص کئی کئی عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھتا تھا اور یہ دستور تمام دنیا میں رائج تھا حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام بھی اس دستور سے مستثنیٰ نہ تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام

(بقیہ حاشیہ سابقہ صفحہ) مردوں میں مشترک ہونا بوجہ استحقاق نکاح ہر ایک کو قضاء و حاجت کا استحقاق ہوگا اور اس میں غالب اندیشہ فساد اور فساد کا ہے۔ شاید ایک ہی دلت میں سب کو ضرورت ہو اور عجب نہیں کہ قتل تک ذبح پہنچے۔

۲۔ نیز مرد فطرۃ حاکم ہوتا ہے اور عورت محکوم اس لئے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔ جب تک وہ آزاد نہ کرے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ جیسے باندی اور غلام خود آزاد نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ مالک کی طرف سے اعتناق (آزاد کرنا) نہ ہو۔ اسی طرح عورت بھی یہ غیر مرد کے آزاد کے خود بخود نکاح سے آزاد نہیں ہو سکتی جب تک طلاق نہ ہو۔ غلاموں میں اگر اعتناق ہے تو یہاں طلاق ہے۔ پس اگر ایک عورت کے متعدد خاوند ہوں گے تو یوں کہو کہ ایک عورت کے حاکم متعدد ہوں گے اور جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اتنی ہی محکوم میں ذلت بھی زیادہ ہوگی۔ اس لئے کہ ایک حاکم کے تحت متعدد محکوم ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ایک ایک حاکم کے تحت میں متساو اور ہزار ہزار محکوم ہوتے ہیں۔ ایک بادشاہ کے تحت ملک کی رعایا ہوتی ہے۔ اس میں نہ کوئی ذلت ہے نہ کوئی مشقت۔ لیکن اگر محکوم ایک ہو اور حاکم متعدد ہوں تو جتنے حاکم زیادہ ہوں گے اتنی ہی محکوم میں ذلت بھی زیادہ ہوگی معلوم ہوا کہ ایک عورت کا متعدد شوہروں کے تحت میں رہنا عورت کے لئے انتہائی تحقیر اور تذلیل کا سبب ہے۔ نیز متعدد شوہروں کی خدمت بجالانا اور سب کو خوش رکھنا ناقابل برداشت مشقت ہے۔ اس لئے شریعت اسلامی نے ایک عورت کو دو یا چار مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی تاکہ عورت تحقیر اور تذلیل اور ناقابل برداشت مشقت سے محفوظ رہے پھر یہ معلوم کہ ایک عورت کے یہ چار شوہر ایک ہی مکان میں سکونت پذیر ہوں گے یا ایک محلہ میں یا ایک (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کے دو بیویاں تھیں حضرت اسمٰحق علیہ السلام کے بھی متعدد بیویاں تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی کئی بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بیویوں

بقیہ حاشیہ شہر میں یا دوسرے شہر میں اور یہ ایک عورت ان چاروں شوہروں کی کس طرح خدمت بجالائے گی۔ جو عورتیں تعدد شوہر کی جواز کی قائل ہیں وہ ان سوالات کا جواب دیں۔

۳۔ نیز اگر ایک عورت کے متعدد شوہروں تو متعدد شوہروں کے تعلق سے جو اولاد پیدا ہوگی تو وہ کس کی اولاد ہوگی مشترکہ ہوگی یا منقسمہ اور تقسیم کس طرح ہوگی۔ اگر ایک ہی فرزند ہوا تو چار باپوں میں کس طرح تقسیم ہوگا۔ اور اگر متعدد اولاد ہوئیں اور نوبت تقسیم کی آئی تو بوجہ اختلاف ذکوریت و انوشت و بوجہ تفاوت شکل و صورت اور بوجہ تباہین خلق و سیرت اور بوجہ تفاوت قوت و ہمت اور بوجہ تفاوت فہم و فراست موازنہ ممکن نہیں۔ جو ایک ایک کو لے کر اپنے دل کو سمجھائے اس تفاوت کی وجہ سے تقسیم اولاد کا مسئلہ غایت درجہ پیچیدہ ہو جائیگا اور نہ معلوم کہ باہمی نزاع سے کیا کیا صورتیں دیکھا ہوں۔

پھر بوجہ تساوی محبت جملہ اولاد ایک دوسری دقت پیش آئے گی کہ ایک کے وصال سے اتنا سرور نہ ہوگا جتنا کہ اوروں کے فراق سے رنج اٹھانا پڑے گا۔ پھر اس وجہ سے کہ خدا جانے کیا کیا فتنے برپا ہوں بہر طور اس نظام میں خرابیوں اور بربادیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس لئے شریعت حقہ نے ایک عورت کے لئے متعدد شوہروں کو منع فرما دیا۔ ہندوؤں کی بعض قوموں میں ایک عورت کا پانچ پانڈؤں کے نکاح میں ہونا جائز اور کدرا ہے۔ ان بے غیرتوں کو اس کا احسان ہے کہ ایک عورت کا کبھی کسی سے اور کبھی کسی سے ہم غوش اور ہم کنار ہونا مسدود ہے غیرتی اور بے حیائی ہے۔ اسلام عزت اور عفت اور عصمت (ان اگلے صفحہ پر)

یہ وہاں تھیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے سو بیویاں تھیں اور توریت و انجیل اور دیگر صحیفہ انبیاء میں حضرات انبیاء کی متعدد ازواج کا ذکر ہے اور کہیں بھی تعدد ازواج کی ممانعت کا ادنیٰ اشارہ بھی نہیں پایا جاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام صرت یہ دونوں ایسے گزرے ہیں کہ جنہوں نے بالکل شادی نہیں فرمائی۔ سو اگر ان کے فعل کو استدلال میں پیش کیا جائے تو ایک شادی بھی منع ہو جائے گی۔ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے اگر شادی نہیں کی مگر نزول کے بعد شادی فرمائی گئی۔ اور اولاد بھی ہوگی جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، غرض یہ کہ علماء یہود اور علماء نصاریٰ کو مذہبی لحاظ سے تعدد ازواج پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ اسلام آیا اور اس نے تعدد ازواج کو جائز قرار دیا۔ مگر اس کی حد مقرر کر دی کہ چار سے تجاوز نہ کیا جائے۔ اس لئے کہ نکاح سے مقصود عفت اور تحصین فرج ہے۔ یعنی پاک دامنی اور شہہ نگاہ کی زنا سے حفاظت مقصود ہے، چار عورتوں میں جب ہر تین شب کے بعد عورت کی طرٹ رجوع کرے گا تو اُس کے حقوق زوجیت پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

شرعیات اسلامیہ نے غایت درجہ اعتدال اور توسط کو ملحوظ رکھا نہ تو جاہلیت

بقیہ پچھلے صفحے سے۔ کا مذہب ہے اس میں اس بے غیرتی کی کوئی گنجائش نہیں ہاں اگر کوئی عورت بے غیرت بن جائے تو اس کو اپنے نفس کا اختیار ہے۔ ہندوؤں کی طرح اگر اس کو پانچ پانڈے میسر آجائیں اور وہ اس کو تسلیم بھی کر لیں تو کرے۔ تمام انبیاء کرام کے مسئلہ حکمتوں میں ایک حکمت یہ ہے کہ اِذَا فَاتَكَ الْحَيَاءُ فَاصْنَعِ مَا شِئْتَ جب تجھ سے حیا جاتی رہی تو پھر جو چاہے کر۔

والسلام خیر الختام

کہ طرح غیر محدود کثرت کی اجازت دی کہ جس سے شہوت رانی کا دروازہ کھل جائے اور نہ اتنی تنگی کی کہ ایک سے زائد کی اجازت ہی نہ دی جائے بلکہ بین بین حالت کو برقرار رکھا کہ چار تک اجازت دی تاکہ :

۱۔ نکاح کی غرض و غایت یعنی عفت اور حفاظت نظر اور محصین فرج اور تناسل اور اولاد و سہولت حاصل ہو سکے۔ اور زنا سے بالکلیہ محفوظ ہو جائے اس لئے قدرت نے بعض لوگوں کو ایسا قوی اور تندرست اور فارغ البال اور خوشحال بنایا ہے کہ ان کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہو سکتی اور بوجہ قوت اور توانائی۔ اور پھر خوشحالی اور تونگری کی وجہ سے چار بیویوں کے بلا تکلف حقوق زوجیت ادا کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو دوسرے نکاح سے روکنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سے تقویٰ اور پرہیزگاری اور پاکدامنی تو رخصت ہو جائے گی اور بدگاری میں مبتلا ہو جائیں گے۔

بلکہ

اگر ایسے قوی اور توانا جن کے پاس لاکھوں اور کروڑوں کی دولت موجود ہے اگر وہ اپنے خاندان کے چار غریب عورتوں سے اس لئے نکاح کریں کہ ان کی تنگدستی صیقل بفراموشی ہو جائے اور وہ غربت کے گھرانے سے نکل کر ایک راحت اور دولت کے گھرانے میں داخل ہوں اور حق تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر کریں تو امید ہے کہ ایسا نکاح اسلامی نقطہ نظر سے بلاشبہ عبادت اور عین عبادت ہوگا اور قوی نقطہ نظر سے اعلیٰ ترین قومی ہمدردی کا ثبوت ہوگا۔ جس دولت مند اور زمیندار اور سرمایہ دار کے خزانے سے ہر مہینہ دس ہزار مزدور اور دس ہزار خاندان پرورش پاتے ہوں تو اگر دولت مند کے خاندان کی چار عورتیں بھی اس کی حرم سرانے میں داخل ہو جائیں اور عیش و عشرت اور عزت و راحت کے ساتھ ان کی عزت اور ناموس

بھی محفوظ ہو جائے تو عقلاً و شرعاً اس میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی ۔ !

بلکہ

اگر کوئی بادشاہ یا صدر مملکت یا وزیر سلطنت یا کوئی صاحب ثروت و دولت بیمار پڑ جائے اور پھر بذریعہ اخبار کے یہ اعلان کرائے کہ میں چار عورتوں سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور ہر عورت کو ایک لاکھ روپیہ مہر دوں گا اور ایک ایک بنگلہ کا ہر ایک کو مالک بنا دوں گا جو عورت مجھ سے نکاح کرنا چاہے وہ میرے پاس درخواست بھیج دے ۔

تو سب سے پہلے

انہی بیگمات کی درخواستیں پہنچیں گی جو تہذیب و ازدواج کے مسئلہ پر شور برپا کر رہی ہیں ۔ یہی مغرب زدہ بیگمات اور ہم رنگ میمات سب سے پہلے اپنے آپ کو اور اپنی بیٹیوں اور بھتیجیوں اور سہانجیوں کو لے کر امرار اور درزاؤ کے بنگلوں پر خود حاضر ہو جائیں گی اور عجب نہیں کہ ان بیگمات کا اتنا ہجوم ہو جائے کہ امیر یا وزیر کو انتظام کے لئے پولیس بلانا پڑ جائے ۔ اور اگر کوئی امیر اور وزیر ان بیگمات کے تسبوں کرنے میں تامل کرے تو یہی بیگمات دلاویز طریقہ سے ان امیروں اور ذبیروں کو تہذیب و ازدواج کے فوائد اور منافع سمجھائیں گی ۔

۲ - نیز عورت ہر وقت اس قابل نہیں رہتی کہ خاوند سے ہم بستر ہو سکے کیونکہ اول تو لازمی طور پر ہر مہینہ میں عورت پر پانچ چھ دن ایسے آتے ہیں یعنی ایام ماہواری جس میں مرد کو پرہیز کرنا لازمی ہوتا ہے ۔ دوسرے یہ کہ ایام حمل میں عورت کو مرد کی صحبت سے اس لئے پرہیز ضروری ہوتا ہے کہ جنین کی صحت پر کوئی بُرا اثر نہ پڑے تیسرے یہ کہ بسا اوقات ایک عورت امراض کی وجہ سے یا حمل اور تولید اور تناسل کی تکلیف میں مبتلا ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتی کہ مرد

اس سے منفع ہو سکے۔ تو ایسی صورت میں مرد کے زنا سے محفوظ رہنے کی عقلاً اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ اس کو دوسرے نکاح کی اجازت دی جائے ورنہ مرد اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کرینگے۔

حکایت

ایک بزرگ کی بیوی نابینا ہو گئی تو انھوں نے دوسرا نکاح کیا تاکہ یہ دوسری بیوی پہلی نابینا بیوی کی خدمت کر سکے۔

ابنِ عقل مستویٰ دیں کہ اگر کسی کی پہلی بیوی مسذور ہو جائے اور وہ دوسرا نکاح اس لئے کرے تاکہ دوسری بیوی اگر پہلی بیوی کی خدمت کر سکے اور اس کے بچوں کی تربیت کر سکے تو کیا یہ دوسرا نکاح عین مروت اور عین انسانیت نہ ہوگا۔ ؟

۳۔ نیز سب اوقات عورت امراض کی وجہ سے یا عقیم (باجنم) ہونے کی وجہ سے توامد اور تناسل کے قابل نہیں رہتی اور مرد کو بقا و نسل کی طر فطری رغبت ہے۔ ایسی صورت میں عورت کو بے وجہ طلاق دے کر علیحدہ کر دینا یا اس پر کوئی الزام لگا کر اس کو طلاق دیدینا (جیسا کہ دن رات یورپ میں ہوتا رہتا ہے) بہتر ہے یا یہ صورت بہتر ہے کہ اس کی زوجیت اور حقوق زوجیت کو باقی اور محفوظ رکھ کر شوہر کو دوسرے نکاح کی اجازت دیدی جائے۔ بتلاؤ کونسی صورت بہتر ہے۔ اگر کسی قوم کو اپنی تعداد بڑھانی منظور ہو تو اس کی سب سے بہتر تدبیر یہی ہو سکتی ہے کہ ایک ایک مرد کئی شادیاں کرے تاکہ بہت سی اولاد ہو سکے زمانہ جاہلیت میں فقر اور افلاس کے دور سے صرف لڑکیوں کو زندہ کر کے دیا کرتے تھے۔ اور موجودہ تہذیب و تمدن کے دور میں ضبط تولید کے دوائیں

ایجاد ہو گئیں جس سے موجودہ تہذیب قدیم جاہلیت پر سبقت لے گئی اپنی ذہانت سے نسل کشی اور زنا اور بدکاری کے پردہ پوشی کے عجیب و غریب طریقے جاری کر دے جو اب تک کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہ گزرے تھے۔

۴۔ نیز تجربہ اور مشاہدہ سے اور مردم شماری کے نقشوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعداد قدرتا اور عادتاً ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی ہے۔ جو کہ قدرتی طور پر تعدد ازدواج کی ایک بین دلیل ہے۔ مرد بہ نسبت عورتوں کے پیدا کم ہوتے ہیں۔ اور مرتے زیادہ ہیں۔ لاکھوں مرد لڑائیوں میں مارے جاتے ہیں۔ اور ہزاروں مرد جہازوں میں ڈوب کر مر جاتے ہیں۔ اور ہزاروں مرد کانوں میں دب کر اور تعمیرات میں بلند یوں سے گر کر مر جاتے ہیں۔ اور عورتیں پیدا زیادہ ہوتی ہیں اور مرتی کم ہیں پس اگر ایک مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو یہ فاضل عورتیں بالکل معطل اور بے کار رہیں کون ان کی معاش کا کفیل اور ذمہ دلدہ بنے اور کس طرح یہ عورتیں اپنی فطری خواہش کو دبائیں اور اپنے کو زنا سے محفوظ رکھیں۔ بس تعدد ازدواج کا حکم بے کس عورتوں کا سہارا ہے اور ان کی عصمت اور ناموس کی حفاظت کا واحد ذریعہ ہے اور ان کی جان اور آبرو کا نگہبان اور پاسبان ہے۔ عورتوں پر اسلام کے اس احسان کا شکر واجب ہے کہ تم کو تکلیف سے بچایا اور راحت پہنچائی اور ٹھکانہ دیا۔ اور لوگوں کی تہمت اور بدگمانی سے تم کو محفوظ کر دیا دنیا میں جب کبھی عظیم الشان لڑائیاں پیش آتی ہیں تو مرد ہی زیادہ مارے جاتے ہیں اور قوم میں بے کس عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے تو اس وقت ہمدردان قوم کی نگاہیں اس اسلامی اصول کی طرف اٹھ جاتی ہیں ابھی پچیس سال قبل کی بات ہے کہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور دوسرے یورپی ممالک جن کے مذہب میں تعدد ازدواج جائز نہیں۔ عورتوں کی اس سبکی کو

دیکھ کر اندر ہی اندر تعداد ازدواج کا مستوی تیار کر رہے تھے مگر زبان سے دم بخود
 تھے جو لوگ تعداد ازدواج کو برا سمجھتے ہیں ہم ان سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب
 ملک میں عورتیں لاکھوں کی تعداد میں مردوں سے زیادہ ہوں تو ان کی فطری اور طبعی
 جذبات اور ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے آپ کے پاس کیا حل ہے اور
 آپ نے ان بکیں اور بے سہارا عورتوں کی مصیبت دور کرنے کے لئے کیا تائون
 بنایا ہے۔ حضرت حکیم الامتہ مولانا اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ المصالح
 العقلیہ ص ۱۴۳ ج ۱ میں تحریر فرماتے ہیں :-

” گزشتہ مردم شماری میں بعض محاسبین نے صرف بنگال کے مردوں اور
 عورتوں کی تعداد پر نظر کی تھی تو معلوم ہوا تھا کہ عورتوں کی تعداد مردوں
 سے زیادہ ہے۔ جو کہ قدرتی طور پر تعداد ازدواج پر ایک عین دلیل ہے
 جس کو شک ہو وہ علیحدہ علیحدہ مردوں اور عورتوں کی تعداد کو سرکاری
 کاغذات مردم شماری ہند میں ملاحظہ کر لے کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے
 زیادہ ثابت ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی ہم اس امر کی طرف بھی توجہ دلاتے
 ہیں کہ یورپ جس کو سب ممالک سے بڑھ کر تعداد ازدواج کی ضرورت سے
 منزہ اور مبرا سمجھا جاتا ہے عورتوں کی تعداد مردوں سے کس قدر زیادہ
 ہے چنانچہ برطانیہ کلاں میں بوزروں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ اہتر ہزار
 تین سو پچاس عورتیں سی تھیں کہ جن کے لئے ایک بیوی والے قاعدے سے
 کوئی مرد مہیا نہیں ہو سکتا۔ فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں عورتوں
 کی تعداد مردوں سے چار لاکھ بیس ہزار سات سو نو زیادہ تھی جرمن میں
 ۱۹۰۰ء کی مردم شماری میں ہر ہزار مرد کے لئے ایک ہزار بیس عورتیں
 موجود تھیں گویا کل آبادی میں آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سو اڑتالیس

عورتیں ایسی تھیں جنہیں شادی کرنے والا کوئی مرد نہ تھا۔

سوڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سو
ستر عورتیں اور ہسپانیہ میں ۱۸۹۰ء کی مردم شماری چار لاکھ ستاون ہزار
دوسو باسٹھ عورتیں تھیں۔

اور اسٹریا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے
عورتیں مردوں سے زائد تھیں۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ اس بات پر فخر کر لینا تو آسان ہے کہ ہم
تعددِ ازدواج کو برا سمجھتے ہیں مگر یہ بتایا جائے کہ ان کم از کم چالیس
لاکھ عورتوں کے لئے کونسا قانون تجویز کیا جائے کیونکہ ایک بیوی کے
قاعدہ کی رُو سے یورپ میں تو ان کے لئے خاوند نہیں مل سکتے۔ ہمارا
سوال یہ ہے کہ جو قوانین انسانی ضروریات کے لئے بنائے جاتے ہیں
وہ انسانی ضروریات کے مطابق بھی ہونے چاہئیں یا نہیں وہ قانون
جو تعددِ ازدواج کی ممانعت کرتا ہے وہ ان چالیس لاکھ عورتوں کو
یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف چلیں اور ان کے دلوں میں مردوں
کی کبھی خواہش پیدا نہ ہو سکیں یہ امر تو ناممکن ہے جیسا کہ خود تجربہ اس کی
شہادت دے رہا ہے پس نتیجہ یہ ہوگا کہ جائز طریق سے روکے جانے کے
باعث وہ ناجائز طریق اختیار کریں گی۔ اور اس طرح انھیں زنا کی کثرت
ہوگی اور یہ تعددِ ازدواج کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ امر کہ اس سے
زنا زیادہ پھیلے گا خیال ہی نہیں بلکہ امرِ رافع ہے جیسا کہ ہزار ہا علماء
بچوں کی تعداد سے ثابت ہو رہا ہے جو ہر سال پیدا ہوتے ہیں “
حضرت تھانوی کا کلام ختم ہوا۔

افسوس! صد ہزار افسوس

کہ اہل مغرب اسلام کے اس جائز اور سدا پامصلحت آمیز تعدد ازواج پر تو عیش پسندی کا الزام لگائیں اور غیر محدود ناجائز تعلقات اور بے نکاح کی لا تعداد آشنائی کو تہذیب اور تمدن سمجھیں زنا جو کہ تمام انبیاء و مرسلین کی شریعتوں میں حرام اور تمام حکماء کی حکمتوں میں قبیح اور شرناک فعل رہا مغرب کے مدعیان تہذیب کو اس کا قبیح نظر نہیں آتا۔ اور تعدد ازواج کہ جو تمام انبیاء و مرسلین اور تمام حکماء اور عقلا کے نزدیک جائز اور مستحسن رہا وہ ان کو قبیح نظر آتا ہے۔ ان ہندو قوموں کے نزدیک تعدد ازواج تو جرم ہے اور زنا اور بدکاری اور غیر عورتوں سے آشنائی جرم نہیں۔ ان ہندو قوموں میں تعدد ازواج کی ممانعت کا تو قانون موجود ہے مگر زنا کی ممانعت کا کوئی قانون نہیں۔

۵۔ تعدد ازواج کے جواز اور استحسان کا اصل سبب یہ ہے کہ تعدد ازواج عفت اور پاکدامنی اور تقویٰ اور پرہیزگاری جیسی عظیم نعمت اور صفت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔ جو لوگ تعدد ازواج کے مخالف ہیں وہ اندرونی خواہشوں اور بیرونی افعال کا مطالعہ کریں۔ جو قومیں زبان سے پاک تعدد ازواج کے منکر ہیں وہ وہ عملی طور پر ناپاک تعدد ازواج یعنی زنا اور بدکاری میں مبتلا اور گرفتار ہیں ان کی خواہشوں کی وسعت اور دست و رازی نے یہ ثابت کر دیا کہ فطرت میں تعدد اور تنوع کی آرزو موجود ہے ورنہ ایک عورت پر قناعت کرتے۔ پس خداوند علیم و حکیم نے اپنے قانون میں انسانوں کی وسیع خواہشوں اور اندرونی سیلانوں کی رعایت فرما کر ایسا قانون تجویز فرمایا کہ جو مختلف جذبات الٰہی لطائف کو بھی عفت اور تقویٰ اور طہارت کے دائرہ میں محدود رکھے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد نکاح کیوں فرمائے ؟

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو درپٹہ ہلاکت اور گرداب مصیبت سے نکالیں۔ اس کے لئے حق جل شانہ نے ایک مکمل قانون اور دستور العمل یعنی قرآن نازل فرمایا کہ جس کے بعد قیامت تک کسی قانون کی ضرورت نہ رہے۔ اور دوسرے آپ کی زندگی کو لوگوں کے لئے اسوہ اور نمونہ بنایا کہ اس کو دیکھ کر عمل کریں۔ اس لئے کہ محض قانون لوگوں کی اصلاح کے لئے کافی نہیں جب تک کوئی عملی نمونہ سامنے نہ ہو کہ جو لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکے۔ اور دنیا یہ دیکھ لے کہ اللہ کا نبی جس چیز کی دعوت دے رہا ہے اس کے قول اور فعل میں ذرہ برابر اختلاف نہیں کما قال تعالیٰ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

انسانی زندگی کے دو پہلو ،

ہر انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک بیرونی اور ایک اندرونی کسی کی عملی حالت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ دونوں رخوں کے حالات بے نقاب کئے جائیں۔

بیرونی زندگی اس حالت کا نام ہے جو انسان عام لوگوں کے سامنے بہر کرتا ہے اس حصہ کے متعلق انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لئے کثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔

اور اندرونی زندگی سے خانگی زندگی مراد ہے جس سے انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے ہر فرد اپنے گھر کے چہار دیواری میں آزاد ہوتا ہے اور اپنی بیوی اور اہل خانہ سے بے تکلف ہوتا ہے انسان کی اخلاقی اور عملی کمزوریاں اہل خانہ سے پوشیدہ نہیں ہوتیں پس ایسی صورت میں انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لئے سب سے بہتر کسوٹی یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات دنیا کے سامنے آجائیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے دو پہلو تھے ایک بیرونی زندگی اور ایک خانگی زندگی بیرونی زندگی کے حالات کو ہتمام و کمال صحابہ کرام کی جماعت نے دنیا کو پہنچائے جس کی بغیر کسی قلت اور مذہب میں نہیں کسی امت نے اپنے نبی کی زندگی کے حالات اس تفصیل و تحقیق اور تدقیق کے ساتھ تو کیا اس کا عشرِ عشر بھی دنیا کے سامنے نہیں پیش کیا۔

اور خانگی اور اندرونی زندگی کے حالات کو اُتھات المؤمنین یعنی ازوجِ مطہرات کی جماعت نے دنیا کے سامنے پیش کیا جس سے اندرون خانہ آپ کی عبادت اور شہد اور شب بیداری اور فقری اور درویشی اور اخلاقی اور عملی زندگی کے تمام اندرونی اور خانگی حالات دنیا کے سامنے آ گئے جس سے حضور پر نور کی خداتہ اور راست بازی اور پاکدامنی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ رات کی تاریکیوں میں جبکہ سوائے عالم الغیب کے کوئی دیکھنے والا نہ تھا کس طرح آپ اللہ کی عبادت میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے تھے جس کے لئے سو منزل شاہد عدل ہے۔

(اس لئے)

حضور پر نور نے سوائے خدیجۃ الکبریٰ کے دس عورتوں سے نکاح فرمایا تاکہ

عورتوں کی ایک کثیر جماعت آپ کی خانگی زندگی دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔ اس لئے کہ بیوی جس قدر شوہر کے رازوں سے واقف ہو سکتی ہے کوئی دوسرا شخص ہرگز ہرگز واقف نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حضورؐ نے متعدد نکاح فرمائے۔ تاکہ آپ کی خانگی زندگی کے تمام حالات نہایت وثوق کے ساتھ دنیا کے سامنے آجائیں اور ایک کثیر جماعت کی روایت کے بعد کسی قسم کا شک اور شبہ باقی نہ رہے اور شریعت کے وہ احکام و مسائل جو خاص عورتوں سے متعلق ہیں اور مردوں سے بیان کرنے میں حیا اور حجاب مانع ہوتا ہے ایسے احکام شریعیہ کی تسلیخ ازواج مطہرات کے ذریعہ سے ہو جائے اور حضورؐ پر نور کا متعدد عورتوں سے نکاح کرنا معاذ اللہ خطہ نفس کے لئے نہ تھا اس لئے کہ حضورؐ نے سوائے ایک شادی کے تمام شادیاں بیواؤں سے کی ہیں۔ جو نہ اپنے حسن و جمال کی خاطر مشہور تھیں اور نہ مال و دولت کے اعتبار سے بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اور نہ آپ کے یہاں کوئی عیش و عشرت کا سامان تھا۔ بلکہ فقط مقصود یہ تھا کہ عورتوں کے متعلق جو شریعت کے احکام ہیں ان کی تسلیخ عورتوں ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ اور ازواج مطہرات کے حجرے درحقیقت امت کے امہات اور مسلمات کے حجرے تھے۔

جس ذات بابرکات کے گھر میں دو دو مہینہ تو نہ چڑھتا ہو اور پانی اور کھجور پر اس کا اور اس کی بیویوں کا گزارہ ہو اور جس کا دن مسجد میں اور رات مصلے پر کھڑے ہوئے اس طرح گزرتی ہو کہ اللہ کے سامنے کھڑے کھڑے پاؤں پر درم آجائے وہاں عیش و عشرت کا تصور ہی محال ہے

اولادِ کرام

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے بارے میں اقوال مختلف

ہیں سب سے زیادہ معتبر اور مستند قول یہ ہے کہ تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

قاسم . عبداللہ جن کو طیب اور طاہر کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔
 ابراہیم . زینب . رقیہ ام کلثوم فاطمہ الزہرہ صاحبزادیوں کے بارے میں
 کوئی اختلاف نہیں بالاتفاق چار تھیں چاروں بڑی ہوئیں۔ بیابہ گئیں۔ اسلام
 لائیں۔ ہجرت کی۔ حضرت ابراہیم کے بارے میں بھی کوئی اختلاف نہیں یہ بالاتفاق
 آپکی ام ولد ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے اور بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔
 حضرت ابراہیم کے سوا تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہے اور کسی
 بیوی سے آپ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی

حضرت خدیجہ کے بطن سے جس قدر لڑکے پیدا ہوئے وہ سب بچپن
 ہی میں داغ مفارقت دے گئے اس لئے ان کی تعداد میں اختلاف ہے
 جمہور علماء سیر کا قول یہ ہے کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے دو صاحبزادے
 پیدا ہوئے ایک قاسم اور دوسرے عبداللہ اور حضرت عبداللہ ہی کا دوسرا
 نام طیب و طاہر بھی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ طیب اور طاہر آپ کے دو صاحبزادے
 تھے۔ جو حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ کے علاوہ تھے۔ اس قول کی بنا پر
 حضرت خدیجہ کے بطن سے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد برابر ہو جاتی ہے۔
 بعض کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کے بطن سے چھ صاحبزادے ہوئے
 پانچویں اور چھٹے صاحبزادے کا نام مطیب اور مسطر تھا۔ واللہ اعلم

حضرت قاسم

آپ کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے اور بعثت نبوی سے پیشتر ہی انتقال کر گئے۔ صرت دو سال زندہ رہے اور بعض کا قول ہے کہ سن تمیز کو پہنچ کر وفات پائی۔ اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم انہی کے انتساب سے تھی۔ زرقانی صفحہ ۱۹۴ ج ۲

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت زینب آپ کی صاحب زادیوں میں بالاتفاق سب سے بڑی ہیں بعثت سے دس سال پہلے پیدا ہوئیں۔ اور اسلام لائیں۔ اور بدر کے بعد ہجرت کی اپنے خالہ زاد بھائی۔ ابوالعاص بن ربیع سے بیاہی گئیں حضرت زینب کی ہجرت کا مفصل واقعہ اسیران بدر کے بیان میں گزر چکا ہے۔ شروع شہرہ میں انتقال کیا ایک لڑکا اور ایک لڑکی اپنی یادگار چھوڑی۔ لڑکے کا نام علی تھا۔ اور لڑکی کا نام امامہ تھا۔

علی کے متعلق روایتیں مختلف ہیں مشہور قول یہ ہے کہ سن تمیز کو پہنچ کر اپنے والد ابوالعاص کی حیات ہی میں انتقال کر گئے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ معرکہ یرموک میں شہید ہوئے۔

امامہ سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محبت فرماتے تھے امامہ آپ سے بہت مانوس تھیں۔ بعض اوقات نماز میں آپ کے دوش مبارک پر چڑھ جاتی تھیں آپ آہستہ سے ان کو اتار دیتے تھے۔

(کما اخرجہ البخاری وسلم)

ایک بار اُن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہدیہ میں ایک زترین ہار آیا۔ تمام ازواجِ مطہرات اس وقت جمع تھیں۔ اور امامہ گھر کے ایک گوشہ میں مٹی سے کھیل رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ ہار میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ سب کا گمان یہ تھا کہ حضرت عائشہ کو عطا فرمائیں گے۔ لیکن آپ نے امامہ کو بلایا اور اُن کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے پونچھا اور پھر وہ ہار ان کے گلے میں ڈالا (بخاری ابن سعد واحمد وابو یسلی بسند حسن عن عائشہ رضی)

حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد حضرت علی نے امامہ سے نکاح کیا اور جب حضرت علی نے شہادت پائی تو مغیرہ بن زحل کو وصیت کی کہ تم امامہ سے نکاح کر لینا۔ بعض کہتے ہیں کہ مغیرہ کے حضرت امامہ سے ایک لڑکا ہوا جس کا نام یحییٰ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ امامہ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اور حضرت امامہ نے مغیرہ کے یہاں وفات پائی۔ ۵

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم۔ آپ کی یہ دونوں صاحبزادیاں ابولہب کے بیٹوں سے منسوب تھیں۔ رقیہ۔ عتبہ بن ابی لہب سے اور ام کلثوم عتبہ بن ابی لہب سے فقط نکاح ہوا تھا عروسی نہیں ہوئی تھی۔ جب بت پیدا آئی لَہَبٍ وَنَبٌ نازل ہوئی ابی لہب نے بیٹوں کو بلا کر کہا کہ اگر تم محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے تو سمجھ لو کہ تمہاری ساتھ میرا سونا اور بیٹھنا حرام ہے۔ دونوں

بیٹوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور عروسی سے پہلے ہی آپ کی دونوں صاحبزادیوں کو طلاق دیدی۔ آپ نے حضرت رقیہ کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیا۔ حضرت عثمان نے جب حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت رقیہ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔ کچھ عرصہ تک آپ کو ان دونوں کی کچھ خبر معلوم نہ ہوئی ایک عورت آئی اور اس نے یہ خبر دی کہ میں نے دونوں کو دیکھا ہے آپ نے فرمایا :-

صحبہما اللہ ان عثمان اول اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو تحقیق عثمان من حاجر باہلہ بعد لوط لوط علیہ السلام کے بعد پہلا شخص ہے رواد ابن المبارک وغیرہ جس نے مع اہل دیال کے ہجرت کی ہے۔ وہاں جا کر ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ چھ سال زندہ رہ کر انتقال کر گیا۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت رقیہ بیمار تھیں اسی وجہ سے حضرت عثمان غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے ان کی تیمارداری میں رہے عین اسی روز کہ جس روز حضرت زید بن حارثہؓ اسلام کی منسج اور مشرکین کی ہزیمت کی بشارت اور خوشخبری بیکرد مدینہ آئے حضرت رقیہؓ نے انتقال فرمایا حضرت رقیہ کی علالت کی وجہ سے اساتر بن پد بھی بدین شریک نہیں ہوئے صاحبزادی کے دفن میں مشغول تھے کہ یکایک تکبیر کی آواز سنائی دی حضرت عثمان نے پوچھا اے اسامہ یہ کیا ہے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناکہ پر صوار ہیں اور مشرکین کے قتل کی بشارت لے کر آتے ہیں انتقال کے وقت بیس سال کی عمر تھی۔ ۱۵

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام کلثومؓ اسی کنیت کے ساتھ مشہور تھیں بظاہر یہ کنیت ہی آپ کا نام تھا۔ اس کے

علاوہ آپ کا کوئی نام ثابت نہیں۔ حضرت رقیہ کی وفات کے بعد۔ ماہ ربیع الاول ۳۳ھ حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں چھ سال حضرت عثمان کے ساتھ رہیں اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ماہ شعبان ۳۵ھ میں انتقال کیا۔ رسول اللہ ﷺ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی حضرت علی اور فضل بن عباس اور سامہ بن زید نے قبر میں اتارا آن حضرت ﷺ علیہ وآلہ وسلم قبر کے کنارہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ۵

حضرت ام کلثوم۔ پہلے ابوالہب کے بیٹے عتبہؓ سے منسوب تھیں باپ کے کہنے پر سے طلاق دیدی۔ طلاق تو دوسرے بیٹے عتبہؓ نے بھی حضرت رقیہ کو دیدی تھی۔ مگر عتبہؓ نے فقط طلاق پر اکتفا نہ کی بلکہ طلاق دیکر آپ کے پاس آیا اور یہ کہا۔

کہ میں آپ کے دین کا منکر ہوں اور آپ کی بیٹی کو طلاق دیدی ہے وہ مجھ کو پسند نہیں کرتی اور میں اس کو پسند نہیں کرتا اس کے بعد آپ پر حملہ کیا اور آپ کا پیرا ہن چاک کر دیا۔ آپ نے بد دعا فرمائی کہ اے اللہ اس پر کوئی درندہ اپنے درندہ میں سے مسلط فرما۔ چنانچہ ایک مرتبہ قریش کا تجارتی قافلہ شام کی طرف گیا جا کر مقام زرقار میں اُترا ابوالہب اور عتبہؓ بھی اس قافلہ میں تھے۔ رات کے وقت ایک شیر آگیا وہ شیر قافلہ والوں کے چہروں کو دیکھتا جاتا تھا۔ اور سونگھتا جاتا تھا۔ جب عتبہؓ پر پہنچا تو فوراً اس کا سر چبایا۔ عتبہؓ کا اسی وقت دم نکل گیا اور شیر ایسا غائب ہوا کہ کہیں اس کا پتہ نہ چلا۔ مفصل قصہ انشاء اللہ تعالیٰ معجزات کے بیان میں آئے گا ۵

حضرت ام کلثوم کا انتقال ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے یرثا فرمایا کہ اگر میرے دس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان کی زوجیت میں دیتا رہتا۔
رواہ الطبرانی مقطع الاسناد ۱۵

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

فاطمہ آپ کا نام اور زہراء اور بتول یہ دو آپ کے لقب تھے حضرت سیدہ کو بتول اس لئے کہا جاتا ہے کہ بتول بتل بمعنی قطع سے مشتق ہے کہ اپنے فضل و کمال کی وجہ سے دُسیا کی عورتوں سے منقطع تھیں یا یہ کہ کاسوائی اللہ منقطع اور علیحدہ تھیں اور بوجہ باطنی زہرت و بہجت و صفاء و نورانیت زہراء کہلاتی تھیں۔

ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ بعثت کے پہلے سال میں پیدا ہوئیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ بعثت سے پانچ سال پیشتر پیدا ہوئیں جبکہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔ ۱۵

آپ کی تمام صاحبزادیوں میں حضرت فاطمۃ الزہراء سب سے چھوٹی ہیں سب سے بڑی حضرت زینب ہیں۔ پھر حضرت رقیہ پھر حضرت ام کلثوم پھر حضرت فاطمہ اس ترتیب سے پیدا ہوئیں۔ (استیعاب لابن عبد البر) ۳۴ ج ۴ ترجمہ فاطمۃ الزہراء حاشیہ اصحاب

۱۶ صحیح میں حضرت علی کے ساتھ نکاح ہوا پہلے قول کی بنا پر حضرت

۱۵ مجمع الزوائد ج ۹ : ص ۲۱۴

۱۶ زرقانی ج ۳ : ص ۲۰۲

فاطمہ اس وقت پندرہ سال اور ساڑھے پانچ مہینہ کی تھیں۔ اور دوسرے قول کی بنا پر اٹنیس سال اور ڈیڑھ مہینہ کی تھیں۔ حضرت علیؑ کے متعلق اختلاف ہے کہ وہ کس سن میں اسلام لائے ایک قول یہ ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں اور دوسرا قول یہ ہے کہ دس سال کی عمر میں اسلام لائے پہلے قول کی بنا پر نکاح کے وقت حضرت علیؑ کی عمر اکیس سال اور پانچ مہینہ ہوگی اور دوسرے قول کے بنا پر چوبیس سال اور ڈیڑھ مہینہ ہوگی

زرقانی ص ۲۰۴ ج ۳

حضرت فاطمہؑ کے نکاح کی تفصیل سندھ کے واقعات میں گزر چکی ہے۔
حضرت فاطمہؑ کے پانچ اولاد ہوئی تین لڑکے اور دو لڑکیاں۔ حسنؑ حسینؑ محسنؑ۔ ام کلثومؑ۔ زینبؑ۔

سوائے حضرت فاطمہؑ کے اور کسی صاحب زادی سے آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل کا سلسلہ نہیں چلا۔

محسنؑ تو بچپن ہی میں انتقال کر گئے حضرت ام کلثومؑ سے حضرت عمرؓ نے نکاح فرمایا۔ اور کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

اور حضرت زینبؑ کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا اور ان سے اولاد ہوئی۔
آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ مہینہ بعد ماہ رمضان ۱۱ھ میں حضرت فاطمہؑ الزہراءؑ نے انتقال فرمایا۔ حضرت عباسؑ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت علیؑ اور حضرت عباسؑ اور فضل بن عباسؑ نے قبر میں اتارا۔

اصابہ۔ ترجمہ حضرت فاطمہؑ الزہراءؑ

فضائل و مناقب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں بار بار آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ اے فاطمہؑ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تو جنت کی تمام عورتوں

کی سردار ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا کہ تو مت م عالم کی عورتوں
سردار ہے سوائے مریم کے آپ کا معمول تھا کہ جب آپ سفر میں جاتے تو سب سے
اخیر میں حضرت فاطمہ سے ملتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے
حضرت فاطمہ کے پاس جاتے۔ ۱۵

حضرت سیدہ فاطمہ کے فضائل و مناقب کے لئے ایک مستقل تصنیف درکار ہے
اس لئے ہم نے بادلِ ناخواستہ اختصار سے کام لیا۔

حضرت ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ آن حضرت کی آخری اولاد ہیں جو مارِ یہ قبیلہ کے بطن سے
ماہ ذی الحجہ شہر میں پیدا ہوئے ساتویں روز آپ نے عقیقہ کیا۔ عقیقہ میں
دو مینڈھے ذبح کرائے سر منڈوایا گیا بالوں کی برابر چاندی تو لکڑی کی گئی۔
اور بال زمین میں دفن کئے گئے اور ابراہیمؑ نام رکھا۔ اور عوالی میں ایک دودھ
پلانے والی کے حوالے کیا۔ کبھی کبھی آپ تشریف لیجاتے اور گود میں لیکر پیار
کرتے تقریباً پندرہ سولہ مہینہ زندہ رکھ کر سلسلہ میں انتقال کیا۔ جس روز
انتقال ہوا اتفاق سے اس روز سورج گہن ہوا۔ عرب کا یہ عقیدہ تھا کہ جب
کوئی بڑا شخص مرتا ہے تو سورج گہن ہوتا ہے۔ اس لئے آپ نے اس عقیدہ
فاسدہ کے رد کرنے کے لئے خطبہ دیا کہ چاند اور سورج اللہ کی نشانیاں ہیں کسی
کے مرنے یا جینے سے ان کو گہن نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرانا
ہے۔ جب ایسا دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو۔ اور صدقہ دو۔ ۱۶

۱۵۔ زرقانی۔ ج: ۳، ص: ۲۰۴

حلیہ مبارک ۳

آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ لست قدم میانہ قدر تھے۔ سر بڑا تھا۔ ریش مبارک گھنی تھی آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک میں گنتی کے تقریباً بیس بچیس بال سفید تھے۔ چہرہ انور نہایت خوبصورت اور نورانی تھا۔ جس نے بھی آپ کا چہرہ انور دیکھا ہے اس نے حضور کے چہرہ انور کو چودھویں رات کے چاند کی طرح منور بیان کیا ہے۔

آپ کے پسینہ میں ایک خاص قسم کی خوشبو تھی چہرہ انور سے جب پسینہ ٹپکتا تو موتیوں کی طرح معلوم ہوتا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم نے کہ دیباچ اور حریر کو آپ کے جلد سے زیادہ نرم نہیں دیکھا۔ اور مشک و عنبر میں آپ کے بدن مسطر سے زیادہ خوشبو نہ سونگھی۔

مہر نبوت

دونوں شانوں کے درمیان میں دائیں شانہ کے قریب مہر نبوت تھی صحیح مسلم میں ہے کہ حضور پر نور کی دو شانوں کے درمیان میں ایک سُرخ گوشت کا ٹکڑا کبوتر کے انڈے کے مانند تھا۔

یہ مہر نبوت آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی خاص نشانی تھی جس کا ذکر کتب سابقہ اور انبیاء سابقین کی بشارتوں میں تھا علماء نبی اسرائیل اسی علامت کو دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ حضور پر نور وہی نبی آخر الزماں ہیں کہ جن کی انبیاء سابقین نے بشارت دی ہے اور جو علامت (مہر نبوت) بتائی تھی وہ آپ میں موجود ہے گویا یہ مہر نبوت آپ کی نبوت

کے لئے من جانب اللہ خدا تعالیٰ کی مہر اور سند تھی۔ دیکھو مدارج النبوة ص ۲۱
 علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ مہر نبوت حضور کے بائیں شانہ کی ہڈی کے قریب تھی
 وجہ اس کی یہ ہے کہ جسم انسانی میں شیطان کے داخل ہونے کی یہی جگہ ہے۔ پیچھے
 ہی سے آکر شیطان دل میں وسوسے ڈالتا ہے اس لئے آپ کے جسم مبارک میں
 اس جگہ مہر نبوت لگا دی گئی۔ تاکہ شیطان کی آمد کا دروازہ بند ہو جائے اور آپ
 کے قلب منور میں کسی راہ سے شیطان کا کوئی وسوسہ نہ داخل ہو سکے۔ خصائص
 کبریٰ صفحہ ۶۰ جلد ۱۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضور پر نور کی پشت پر جو مہر نبوت تھی اس
 میں قدرتی طور پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔
 (اُخْرَجَ ابْنُ عَسَاكَرٍ وَالْحَاكِمُ حَافِظُ ابْنِ عَسَاكَرٍ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ
 فی تاریخ نیسابور عن ابن عمر میں ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ مہر نبوت
 قال كان خاتم النبوة على ظهر ان حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
 النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پشت پر گوشت کی گولی کی طرح تھی
 مثل البندقة من لحم مكتوب اور گوشت ہی سے (قدرتی طور پر)
 فِيهَا بِاللّٰحْمِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ اس میں

خصائص کبریٰ للسيوطی ص ۶ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔
 و زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۱۵۶

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے بعض طریق
 ان میں سے باطل ہیں اور بعض ضعیف اور شیخ عبدالرؤف مناوی شرح شمائل کے
 صفحہ ۶۰ جلد اول میں لکھتے ہیں کہ حافظ قطب الدین حلبی نے اور پھر ان کی تبعیت
 میں حافظ مغلطائی نے اس حدیث کے طرق اور اسانید کا استیعاب کیا ہے مگر

مگر کوئی روایت ان میں سے درجہ صحت اور ثبوت کو نہیں پہنچی انتہی کلامہ اور علامہ قاری نے بھی شرح شمائل ص ۵۹ جلد ۱ میں یہی لکھا ہے کہ یہ روایت پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی۔ اھ

سر کے بال اکثر مونڈے تک اور کبھی نرمہ گوش تک ٹکے رہتے تھے بالوں میں کنگھی بھی کرتے تھے اور آنکھوں میں سرمہ بھی ڈالتے تھے۔ باوجودیکہ آنکھیں قدرتی طور پر سرملین تھیں۔

آپ کی آنکھیں نہایت خوشنما اور کشادہ تھیں۔ خوب سیاہ اور سرخی مائل تھیں سینہ سے لیکر ناف تک ایک نہایت خوب صورت باریک خط تھا۔ دونوں بازو اور قدین پر گوشت تھی۔ حضور پر نور جب چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا کہ پاؤں جھا کر اٹھاتے ہیں اور اوپر سے نیچے کی طرف جارہے ہیں۔

الغرض

آپ کا جسم اظہار اور چہرہ انور تمام ظاہری اور باطنی محاسن سے مزین تھا سوائے (سکرانے) کے کبھی آپ کبھی بھی کھل کھلا کر نہیں ہنستے۔ حدیث میں ہے کہ صوفی اور سیرت میں آپ سب سے زیادہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ تھے۔

ریش مبارک

ریش مبارک۔ یعنی ڈارھی آپ کی گھنی تھی۔ آپ اسے بالکل کترواتے نہ تھے البتہ مونچھیں کترواتے تھے۔ مگر گاہ بگاہ جو بال زائد ہو جاتے تھے ان کو کترواتے تھے تاکہ صورت بد نہمانہ معلوم ہوں۔ چونکہ ڈارھی تمام انبیاء و مرسلین کی سنت تھی۔ معاذ اللہ معاذ اللہ علی اور قومی رواج کی بنا پر نہ تھی جیسا کہ بعض گمراہوں اور نادانوں کا خیال ہے۔

ڈاڑھی صرف سنت محمدیہ اور طریقہ اسلام ہی نہیں بلکہ تمام پیغمبروں (جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے) کی سنت ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے من سنن المرسلین یعنی ڈاڑھی تمام انبیاء و مرسلین کی سنت ہے۔ گمراہوں میں آج بھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر رکھی ہوئی ہے اس میں بھی ڈاڑھی موجود ہے اور علماء یہود اور نصاریٰ جن کو پادری کہتے ہیں وہ اکثر و بیشتر نیچی ڈاڑھی رکھتے ہیں۔ غرض یہ کہ مذہبی گروہ میں ڈاڑھی کا ہونا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ڈاڑھی انبیاء کرام کی سنت ہے اور سیدنا مارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی کا ذکر قرآن کریم میں صراحتاً موجود ہے۔ یا ابن امیہ لاتأخذ بلحیّتی ولا برأسی عرب میں جو لوگ ملت ابراہیمی کے متبع تھے وہ ڈاڑھی رکھتے تھے ورنہ اکثر مشرکین ڈاڑھی منڈاتے تھے۔ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا خالفوا المشرکین۔ احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔ مشرکین کی نفی کرو۔ اور ان کی طرح ڈاڑھی مت منڈاؤ۔ انبیاء کرام کی سنت کے مطابق مونچھیں کٹرواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مشرکین کے تشبیہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو۔ اور انبیاء و مرسلین کی ہیئت اور شکل اختیار کر دو برگزیدہ بندوں کی ہیئت اور شکل بھی پسندیدہ ہوتی ہے اور منضوب علیہم اور ضالین یعنی یہود و نصاریٰ کی مشابہت میں غضب اور ضلال کا اندیشہ ہے۔

غرض یہ کہ ڈاڑھی کل انبیاء و مرسلین اور تمام صحابہ و تابعین اور تمام علماء ربانیہ کی سنت مستمرہ ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ ڈاڑھی نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے اور شعائر اسلام کی علی الاعلان بے حرمتی ہے اور ڈاڑھی کا مذاق اڑانا کفر ہے اس لئے کہ ڈاڑھی کی مذاق اڑانا تمام انبیاء و مرسلین کا استہزاء و تمسخر ہے اور تمام شریعتوں کے ایک مسلمہ حکم کی توہین ہے۔ اور تمام صحابہ و تابعین اور چودہ صدی کے تمام

علماء اور صلحاء اور اولیاء اور سلاطین اسلام کی تحقیق اور تجزیل ہے۔ ڈاڑھی کا مذاق اڑانے والے یہ نہیں سمجھتے کہ پچاس سال قبل اُن کے سلسلہ نسب کے تمام آباؤ اجداد ڈاڑھی رکھتے تھے کیا اس مسخرہ کے نزدیک اس کے تمام آباؤ اجداد صفاقت کا سائن بورڈ لگائے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ ان نادانوں کو عقل دے۔ آمین۔

مردوں کی ڈاڑھی اور عورتوں کی چوٹی

جس طرح سر کے بال اور چوٹی عورت کے لئے زینت ہیں۔ اسی طرح ڈاڑھی مرد

کے لئے زینت ہے۔

اس لئے عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ بالوں کو اپنی حالت پر چھوڑ دے اور منڈانے کی ممانعت کر دی گئی۔ نسائی میں حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا
واسلم ان تحلق المرأة رأسها کہ عورت اپنے سر کے بال منڈائے۔

مردوں کو بال رکھنے اور منڈانے کا اختیار دیا گیا۔ مگر یہ ہدایت کر دی گئی کہ مرد اپنے بال اتنے لمبے نہ چھوڑیں جس سے عورتوں سے مشابہت پیدا ہو جائے۔ بلکہ اس کی ایک حد مقرر کر دی کہ اس سے متجاوز نہ ہوں یعنی کان کی نو تک یا کاندھ سے تک سنن ابو داؤد میں ابن حنظلہ سے روایت ہے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعم الترجل خیر لک
وسلم نعم الترجل خیر لک
طول جمتہ واسم بال اربعہ فبلغ
ذک خریبا فاحذ مشفرۃ فقطع
بہا جمتہ الی اذنیہ و
رفع ازارہ الی انصاف ساقیہ
آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
خریم اسدی اچھا شخص ہے۔ اگر اس کے
سر کے بال کاندھوں سے متجاوز نہ ہوتے
اور اس کی ازار ٹخنوں سے لمبی نہ ہوتی۔
جب یہ بات خریم کو پہنچی تو اس نے قینچی
لیکہ کانوں تک کر دیا اور ازار کو نصف پنڈل
تک کر دیا۔

اور منڈانے والوں کو حکم دیا گیا سر کے بال منڈانے چاہو تو سب بالوں کو منڈا دو یہ جائز نہیں کہ کچھ رکھو اور کچھ منڈا دو۔ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى صَبِيًّا قَدْ حَلَقَ بَعْضَ رَأْسِهِ وَتَرَ بَعْضَهُ فَتَهَاظَمَ عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ احْلِقُوا كُلَّكُمْ اَوْ اَتْرِكُوا كُلَّكُمْ۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دیکھا کہ اس کا سر منڈا ہوا تھا اور کچھ بال چھوڑے گئے تھے۔ سو آپ نے ان کو اس سے منع فرمایا اور یہ حکم دیا کہ یا تو سارے سر کو منڈا دو یا سارے سر کو چھوڑ دو۔

اور صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَهُ عَنِ الْقَزَعِ قَالَ عَبِيدُ اللَّهِ وَالْقَزَعُ أَنْ يَتَرَلَ بِنَاصِيَةِ شَعْرٍ لَيْسَ فِي رَأْسِهِ غَيْرُهُ وَكَذَلِكَ شَقَّ رَأْسَهُ وَهَذَا وَهَذَا

میں نے رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم کو قزع سے منع کرتے ہوئے سنا۔ عبید اللہ کہتے ہیں کہ قزع یہ ہے کہ صحن پیشانی کے بال چھوڑ دیئے جائیں ان کے سوا سر میں اور بال نہ ہوں یا سر کے دونوں بازوؤں میں بال رکھے جائیں اور باقی سر منڈا یا جائے۔

اس ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ اس میں یہود کی مشابہت پائی جاتی تھی چنانچہ سنن ابی داؤد کی حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔ فان ذلك ذی الیہود یعنی یہ یہود کی ہیئت اور ان کا طرز ہے اور حجب یہ فعل معصوم بچوں کے لئے ناجائز ہوا تو بالغ کے لئے یہ فعل بدہجہ اولیٰ ناجائز ہوگا اور اسی طرح سر کے بالوں

میں نصاریٰ کی مشابہت بھی ناجائز ہوگی۔

حق جل شانہ نے مرد اور عورت کی خلقت کو ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز رکھا ہے۔ ہر ایک کی طبیعت اور مزاج کو الگ بنایا ہے۔

عورتوں کو پسینہ نراکت اور منبع ولادت بنایا ہے۔ لہذا ان کو حسن و جمال اور سر کے بال عطا کئے اور مردوں کو حاکم بنایا اور ویسے ہی ان کو قوی عطا کئے اور ان کی صورت اور ان کی وضع و قطع ایسی بنائی کہ جس سے شوکت اور وجاہت ظاہر ہو اس لئے حق تعالیٰ نے مردوں کے چہرے پر ڈاڑھی اور مونچھ کا سبزہ لگایا اور ان کے اعضا میں صلابت اور سختی رکھ دی اور ان کے ہجے میں خشونت پیدا کر دی اور ان کی رفتار میں شجاعت اور بہادری رکھ دی اور ان کے دل میں ایسے خیالات پیدا فرمائے کہ جو ان کی شان و شوکت کے مناسب ہوں اور

عورتوں کی فطرت میں نزاکت رکھ دی اور ولادت اور رضاعت اور تربیت کے خیالات ان کے دلوں میں پیدا کر دیئے یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی حکومت نے عورتوں کی فوج نہیں بنائی۔ اس لئے کہ فوج کے لئے شجاعت چاہیے نہ کہ نزاکت چونکہ قدرت نے مرد اور عورت کی خلقت اور فطرت کو ایک دوسرے سے ممتاز بنایا اس لئے شریعت اسلام نے حکم دیا کہ مرد عورتوں کے مشابہ نہ بنیں اور عورتیں مردوں کے مشابہ نہ بنیں تاکہ قانون فطرت کی مخالفت نہ ہو اور ایک نوع دوسری نوع کی مخصوص چیزوں کو اختیار نہ کرے مثلاً اسلام نے مردوں کو یہ حکم دیا کہ ریشمین اور زرین کپڑے جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان کو ہرگز استعمال نہ کریں نہ زیور پہنیں مرد جھوم اور ٹیکہ نہ لگائیں۔ اور نہ ہاتھوں میں چوڑیاں اور کنگن پہنیں اور نہ خالص ٹکڑی زنگ کا لباس پہنیں اور نہ رفتار میں زنا نہ انداز پیدا کریں اور نہ ڈاڑھی منڈائیں۔ بلکہ ڈاڑھی کو اپنی حالت پر چھوڑیں اور مونچھوں کو

کٹائیں اور ڈاڑھی کو بڑھانا اور مونچھوں کو کترانا یہ امت تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور مقتضائے فطرت ہے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مجوسی اس خلاف فطرت فعل کے مرتکب تھے کہ مونچھیں بڑھاتے تھے اور ڈاڑھی کٹاتے یا منڈاتے تھے۔ اس لئے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم مجوس کی جو خلاف فطرت کر رہے ہیں۔ مخالفت کرو اور ڈاڑھی کو چھوڑو اور مونچھوں کو کٹاؤ۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ مونچھوں کو کٹاؤ اور غواڑھیوں کو بڑھاؤ۔

واللہی وخالفوا المجوس۔ اور مجوس کی مخالفت کرو۔

احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ ڈاڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کترانا ایسا دوسرے مسلمانوں کی سنت ہے اور امور فطرت میں سے ہے فطرت اس کو مقتضی ہے کہ چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورت کے درمیان میں امتیاز ہونا چاہیے سو یہ امتیاز ڈاڑھی سے حاصل ہوتا ہے

نیز ڈاڑھی مردوں کے لئے حسن و جمال بھی ہے اور مہیبت اور جلال بھی ہے چاہو تو امتحان کرو۔

طریقہ امتحان

یہ ہے کہ ایک عمر کے جوانوں اور ادھیڑوں اور بوڑھوں کو لے لیجئے اور ان میں سے ڈاڑھی والوں کو تو ایک صف میں اور ڈاڑھی منڈوں کو دوسری صف میں کھڑا کیجئے اور بیک وقت دونوں طرف نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ کون سی صف خوب صورت ہے اور کون سی صف بد صورت ہے اسی ایک نظر میں ڈاڑھی کا حسن

وجہال معلوم ہو جائیگا جیسے چوٹی والی عورتیں بے چوٹی والی عورتوں سے حسن و جمال میں کہیں زائد ہیں۔ ایسا ہی ڈاڑھی والا مرد اپنے ہم عمر بے ڈاڑھی والے سے بدرجہا حسن و جمال میں زائد ہے جس کا چاہے مشاہدہ کر لے۔

کالج میں کچھ لڑکے دیندار بھی ہوتے ہیں جو ڈاڑھی رکھتے ہیں اس ڈاڑھی والے جوان کے ہم عمر کسی ڈاڑھی مندے نوجوان کو کھڑا کر کے دیکھ لو کہ حسن و جمال میں کون بڑھا ہوا ہے۔

یا

لندن اور جرمن کے ایسے دو ہم عمر نوجوانوں کو لے لیجئے۔ کہ جن کے ڈاڑھی نکلنا ابھی شروع ہوئی ہے اور چھ ماہ تک دونوں کو ڈاڑھی نہ منڈانے دیا جائے پھر چھ ماہ کے بعد ان میں سے اگر ایک نوجوان تو ڈاڑھی منڈائے اور دوسرا اس کے ہم عمر ڈاڑھی نہ منڈائے تو اس وقت ان دونوں نوجوانوں کو برابر کھڑا کر کے دیکھا جائے کہ ان میں سے کونسا حسین و جمیل معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی ایک ہی نظر فیصلہ کر دے گی کہ بلاشبہ ڈاڑھی میں جو حسن و جمال ہے وہ ڈاڑھی کے منڈوانے میں نہیں۔

پس جس طرح عورتوں کے لئے سر کے بال اور چوٹی باعث زینت ہیں اسی طرح مردوں کے لئے ڈاڑھی باعث زینت ہے اور اگر زینت کے رکھنے کی ضرورت نہیں تو عورتوں کو بھی سر منڈانا چاہیئے۔

حکایت

سنا گیا ہے کہ یورپ کے کسی خطہ میں بعض عورتوں کو یہ ضبط سوار ہوا کہ سر منڈا دینا چاہیئے تاکہ دماغ کے بخارات نکل جانے کی وجہ سے مردوں کی طرح دماغ صحیح اور تندرست

اور قوی ہو جائے ان عورتوں نے جب چند بار سر منڈایا تو ان عورتوں کے ڈاڑھی نکلنے لگی۔ تب سر منڈانا چھوڑا۔

مسئلہ

بعض فقہاء کرام نے بطور معنی لکھا ہے کہ بتلاؤ کونسی ڈاڑھی کا منڈانا واجب ہے اور پھر اس کا جواب دیا ہے کہ عورت کے اگر ڈاڑھی نکل آئے تو اس کا منڈانا واجب ہے۔

لباسِ نبوی ﷺ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس نہایت سادہ اور معمولی ہوتا تھا۔ فقیرانہ اور درویشانہ زندگی تھی عام لباس آپ کا تہمد۔ اور چادر اور کرتہ اور جبہ اور کبیل تھا جس میں بیوند لگا ہوتا تھا۔

آپ کو سبز لباس پسند تھا۔ آپ کی پوشاک عموماً سفید ہوتی تھی۔
چادر یعنی چادر جس پر سبز اور سرخ خطوط ہوں۔ آپ کو بہت مرغوب تھی جو بردیانی کے نام سے مشہور تھی خالص سرخ سے منع فرماتے۔

ٹوپی۔ سر سے چٹی ہوئی ہوتی تھی اونچی ٹوپی کبھی استعمال نہیں فرمائی ابو بکرؓ اغاری سے مروی ہے کہ صحابہ کرام کی ٹوپیاں چھٹی سر سے لگی ہوئی ہوتی تھیں اونچی نہیں ہوتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عمامہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمامہ کے نیچے ٹوپی کا التزام رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم میں اور مشرکین میں یہی فرق ہے کہ ہم ٹوپوں پر عمامہ باندھتے ہیں۔ (ابوداؤد)

حضور پر زجب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دو شانوں کے درمیان لٹکاتے اور کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب ڈال لیتے اور کبھی تحت الحناک تھوڑی کے نیچے پیٹ لیتے حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے جنگ بدر اور جنگ حنین میں میری امداد کے لئے ایسے فرشتے امارے جو عمامے باندھے ہوئے تھے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ بِخَمْسَةِ أَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ۔

پاجامہ۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے منیٰ کے بازار میں پاجامہ بچھا ہوا دیکھا۔ دیکھ کر اسے پسند فرمایا اور فرمایا کہ اس میں بہ نسبت ازار کے تستر زیادہ ہے اور اس کو خرید فرمایا۔ لیکن استعمال کرنا ثابت نہیں۔

قمیص پیرا ہن آپؐ کو بہت محبوب تھا۔ سینہ پر اس کا گریبان تھا کبھی کبھی اس کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہوتی تھیں۔

لُنگی آپؐ کے تمام کپڑے ٹخنوں سے اوپر رہتے تھے بالخصوص کپڑے ہتھ آدھی پنڈلی تک ہوتا تھا۔

موزے بھی استعمال فرماتے تھے اور ان پر مسح فرماتے۔

گدا۔ آپؐ کا گدا ایک چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی۔ اور بار بار اوقات حضورؐ پر نور ایک بورے پر سویا کرتے تھے حصر (بوریا) آپؐ کا بستر تھا۔

انگوٹھی۔ دست مبارک میں چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرماتے تھے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب قیصر روم اور نجاشی شاہ حبشہ وغیرہ کو دعوت اسلام کے خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا کہ سلاطین بدوں مہر کے کوئی تحریر قبول نہیں کرتے اس لئے آپؐ نے چاندی کی ایک انگوٹھی نوائی جس میں تین سطروں میں اوپر نیچے محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

نعلین مبارکین

نعلین مبارکین چپل کے طرز کے ہوتے تھے کہ جس میں نیچے صرف ایک تلاء ہوتا تھا اور اوپر دو تسمے لگے ہوتے تھے جن میں انگلیاں ڈال لیتے تھے

صَلُّوا عَلَیْهِ وَآلِہِ

۴۸۴

ہَذَا امثالِ نعالِہِ

نقشہ نقل شریف

یہ نقشہ لک زور احمد حضرت حکیم الامت مولانا اثر علی صاحب فہرست سرہ سے نقل کیا ہے۔

ساہبا سجد صا نظر اہد بود

بقامے کر نشان کف پائے تو بود

خرقہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الْمَزْمِلُ قُمْ اللَّيْلَ وَقَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَثِّرُ
قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ

اے برادر و رباسِ صوف باش

باصفتہائے خدا موصوف باش

آپ کے پاس صوف کا ایک کالا کبل بھی تھا۔ جس میں پیوند لگے ہوئے تھے جس کو خرقہ (گدڑی) کہتے ہیں۔ صوف کا کالا کبل جس میں پیوند لگے ہوئے ہوں یہ انبیاء کرام کی سنت ہے جو اولیاء اللہ اور درویشوں کو راشت میں ملے افسوس اور ہزار افسوس کہ یہ سنت اب دنیا سے رخصت ہوئی صوفی کو صوفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ جو صوف کا کبل انبیاء کرام کی سنت پر عمل کرنے کیلئے پہنتا ہو اور دنیا کو تین طلاق مغلطہ باندھ دیکر بے سکر ہو گیا ہو اور حلقہ شامی و امیری کو اس خرقہ درویشی کے مقابلہ میں سیج سمجھتا ہو۔

گرچہ درویشی بردست لے لے لے

ہم نہ درویشی نہ باشد خوب تر

قال ابن مسعود كانت الانبياء
يركبون الحمير ويلبسون الصوف
ويحتلبون الشاة رواه الطيالسي.
وعند صلى الله عليه وسلم قال
كان على موسى يوم كلمه ربه كساء
عبد الله بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء
گدھوں پر سواری کرتے تھے اور صوف کا
لباس پہنتے تھے اور بکریوں کا دودھ دہتے
تھے۔ اس روایت کو ابو داؤد طيالسی نے
روایت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

صوف و صکتہ صوف
وجبتہ صوف و سر اوہل
صوف و کانت نفلہ من
حمار میت رواہ الترمذی
وتال غریب والمحاکم
وصحیحہ علی شرط البخاری
زمر قافیہ ج ۵

نے ارشاد فرمایا کہ جس روز موسیٰ علیہ السلام
حق تعالیٰ جل شانہ سے ہم کلام ہوئے اس
روز ان کا کبیل صوف کا تھا۔ اور ٹوپی بھی
صوف کی تھی۔ اور جیب بھی صوف کا تھا اور
پاجامہ بھی صوف کا تھا۔ اور بیلین مردہ گدھے
کی کھال کے تھے۔ اس حدیث کو ترمذی نے
روایت کیا اور کہا غریب الاسناد ہے اور حاکم

نے بھی روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث شرط بخاری پر صحیح ہے۔ ۱۵
ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری راوی ہیں کہ ایک دن عائشہ صدیقہ نے صوف
کا ایک مڑا کبیل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے اور ایک موٹا ہتھکڑی نکال کر ہم
کو دکھلایا اور یہ کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان دو کپڑوں میں ہوئی
عائشہ صدیقہ کا مقصد آپ کی سادگی اور تواضع اور شان درویشی و
فقیری کو بتلانا تھا کہ حضور پر نور کی زندگی ایسی تھی رواہ البخاری فی فرض الخمس
اللباس وسلم و ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ۔ ۱۵
اور حق تعالیٰ جل شانہ کے اس سر ایاظت خطاب یعنی یَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ
اور یَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ میں اشارہ اس طرف ہے کہ بارگاہ خداوندی میں
کبیل اور گدڑی غایت درجہ محبوب تھا کہ اس لباس کے عنوان سے حضور
پر نور کو خطاب فرمایا۔ اس لئے حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے لکھا ہے
کہ ادیار کرام کے نزدیک سورہ منزل کو سورۃ الخرقہ کہتے ہیں جس میں خرقہ
(گدڑی) کے آداب اور شرائط کا ذکر ہے۔ دیکھو تفسیر عزیزی۔

لباس نبوی ﷺ لباسِ برائی بھی واسما عیسیٰ تھا

مَعَاذَ اللَّهِ - مَعَاذَ اللَّهِ

قومی اور وطنی لباس نہ تھا

نبی اکرم ﷺ اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس اور یہ معاشرہ معاذ اللہ قومیت یا وطنیت کے اتباع کے ارادے سے نہ تھا بلکہ وحی ربانی اور الہامِ یزدانی کے اتباع سے تھا عرب میں قدیم سے حلہ یعنی چادر اور تہ بند کا دستور چلا آ رہا تھا حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی لباس تھا جیسا کہ نازق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آذر بایجان کے عربوں کو حلہ پہننے کی یہ کہہ کر ترغیب دی کہ وہ تمہارے باپ اسمعیل علیہ السلام کا لباس ہے۔

اتّباعاً فارتدوا
اذا راور چادر کو پہنو اور اپنے باپ
علیکم بلباس ابیکم اسمعیل و
اسمعیل کے لباس کو لازم پکڑو۔
ایاکم والتنعّم وزی العجم

معاذ اللہ اللہ کا نبی لباس یا معاشرہ میں قوم کا مقلد اور تابع بن کر نہیں آتا۔ اللہ کی وحی اور اس کے حکم سے قوم کے عقائد اور اخلاق و اعمال اور عبادات اور معاملات سب کے متعلق ہدایتیں اور احکام جاری کرتا ہے۔ یہاں تک کہ بول و براز کے آداب بھی ان کو سکھاتا ہے۔

معاش اور معاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں کہ جس کے متعلق اللہ کے رسول کے پاس کوئی غیبی اشارہ اور الہام باطنی ہنویہ ناممکن ہے کہ نبی عام لوگوں کے رسم و رواج کی پیروی کرے۔ آنحضرت نے لباس کے متعلق بھی احکام جاری فرمائے کہ فلاں جائز ہے اور فلاں حرام یہاں تک کہ مسلمان اور کافر کے

لباس میں امتیاز ہو گیا اور بیشمار احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ
الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے کافروں کی تشبیہ کی ممانعت کی ہے اور ان کی مخالفت کا حکم
دیا۔ اور جس لباس سے تکبر اور تفاخر اور اسراف اور تنعم مترشح ہوتا ہو اس کو
ممنوع قرار دیا۔ اور اُس کو لباس کو بھی ممنوع قرار دیا جو دشمنانِ خدا سے مشابہت
کا سبب بنے۔ مشرکین حریر اور دیبا کو استعمال کرتے تھے۔ آپ نے اس کے
استعمال سے منع فرمایا۔ مشرکین ازار کو بطور تکبر ٹخنوں سے نیچا گھسٹا ہوا
پہنتے تھے۔ آپ نے اس کو ناجائز قرار دیا۔ زرین مفرق لباس کے استعمال کو ممنوع
قرار دیا کہ تکبر اور تنعم اور اسراف کا شائبہ بھی نہ رہے۔ مشرکین ٹہپوں پر عامہ نہیں
باندھتے تھے آپ نے حکم دیا،

فَرَقَ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِينَ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق
الْعَائِدِ عَلَى الْقُلَانِسِ یہ ہے کہ ہم عامہ ٹہپوں پر باندھتے ہیں

اس طرح آپ نے مسلمانوں اور کافروں کے لباس میں تفرق قائم فرمایا۔

اور صحیحین میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔

خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَوْفُوا اللَّهَ کافروں کی مخالفت کرو۔ ڈاڑھیوں کو
وَاحْفَظُوا الشَّوَارِبَ بڑھاؤ اور مونچھوں کو کم کراؤ۔

یعنی اپنی صورت اور ہیئت کافروں کی سی نہ بناؤ تمہاری وضع قطع کافروں

سے جدا رہنی چاہیے۔

مسند احمد و سنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا
وسلم من تشبه بقوم فهو منهم جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو وہ شخص اسی قوم
میں شمار ہو گا۔

علامہ قاری اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ حدیث من تشبه سے لباس اور ظاہری امور میں مشابہت اختیار کرنا مراد ہے معنوی اخلاق کی مشابہت کو تشبیہ نہیں کہتے بلکہ اسے تخلیق کہتے ہیں۔

اور صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

ان هذه من ثياب الكفار فلا تبها یہ کافروں جیسے کپڑے ہیں پس انکو نہ پہننا پس ثابت ہو گیا کہ حضور پر نور کا لباس اور آپ کی وضع تمام ترویجی الہی کے تابع تھی۔ قوم اور وطن کے اتباع میں تھی حضور پر نور اگر بالفرض والتقدیر۔ لندن یا جرمن میں بھی مبعوث ہوتے تو وہاں بھی لندن کی وحشیوں کی وہی اصلاح فرماتے جو کہ مکہ کے وحشیوں کی فرمائی۔ اور ان کی شہوت پرستی کو خدا پرستی سے اور ان کی بے پردگی کو پردہ سے اور ان کی بے حیائی کو عفت اور عصمت اور حیا اور شرم سے بدل ڈالتے لہذا کسی نادان کا یہ گمان اور یہ خیال کرنا کہ معاذ اللہ اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام لندن یا جرمن میں مبعوث ہوتے تو مغربی رسم و رواج کے تابع ہوتے تو یہ ایک مرعوبانہ اور محکومانہ اور غلامانہ اور احمقانہ ذہنیت کا کرشمہ ہے جس کی حقیقت ایک مجنونانہ بڑے زیادہ کچھ نہیں۔ اللہ کی وحی کے تابع ہوتا ہے ان اتبع الا ما یوحی الی۔ معاذ اللہ۔ نبی۔ قوم اور وطن کے تابع نہیں ہوتا بلکہ قوم کو اپنی اتباع کی دعوت دیتا ہے اور صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ) میں ان کو رنگتا ہے۔

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ومن احسن من اللہ صبغۃ ومن احسن من اللہ صبغۃ

کے دشمنوں کے طور و طریق ان کی وضع قطع اور لباس ہی پر ہیز کیا جائے تاکہ زندگی کے ہر شعبہ میں کھڑے برت اور کافروں سے اجتناب ظاہر ہو اور ایمانی رنگ گوشت کی زندگی میں ہر طرح اللہ ہر جانب سے جھلکتا نظر آئے اس مہم کی توضیح کیلئے یہ چند الفاظ حضرات قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ جن کا عنوان التبیہ علی مانی التبیہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
التَّشْبِہُ عَلٰی مَا فِی التَّشْبِہِ
 یعنی

مسئلہ تشبہ بالکفار پر ایک اجمالی نظر

’محمدؐ تعالیٰ جب یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس انوار اور ردار جبہ اور عمامہ اور ظاہری وضع قطع یہ سب اپنے جدا مجد حضرت اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتدار میں تھا۔ معاذ اللہ مشرکین مکہ اور قوم اور وطن کی اتباع اور مشابہت میں نہ تھا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ طالبان حق کی تنبیہ کے لئے مسئلہ تشبہ کی حقیقت پر کچھ مختصر سا کلام کر دیا جائے کیونکہ مسئلہ تشبہ اسلام کے ان اہم ترین مسائل میں سے ہے کہ جن پر اسلام کے بہت سے احکام قابل تسلیم نہ رہیں گے یہی وجہ ہے کہ جو لوگ مغربی تہذیب کے دلدادہ اور شیدائی ہیں اور اسلامی احکام کی حدود و قیود سے آزاد ہونا چاہتے ہیں۔ ان کا سب سے پہلا حملہ اسلام کے اسی مسئلہ تشبہ پر ہوتا ہے اور اپنی تمام تر سعی اس کے شانے میں ضرب

کرتے ہیں تاکہ آئندہ کے لئے راستہ صاف ہو جائے اور دعویٰ اسلام کے ساتھ مغربی
تہذیب میں کوئی رکاوٹ نہ رہے زبان کے اعتبار سے مسلمان کہلائیں اور معاشرہ اور
تہذیب اور وضع قطع اور مہیئت اور لباس میں انگریز بنے رہیں۔ ع
”ابن خیال ست و محال ست و جنوں“

شریعت اسلامیہ میں چونکہ تشبیہ بالکفار کا مسئلہ خاص اہمیت رکھتا ہے جو
بے شمار آیات اور احادیث سے ثابت ہے اس لئے تفسیر اور حدیث اور فقہ اور
علم العقائد کی کوئی کتاب مسئلہ تشبیہ کے بیان سے خالی نہیں حضرات فقہاء و مفسرین
نے مسئلہ تشبیہ کو باب الارتداد میں بیان کیا ہے کہ مسلمان کن چیزوں کے ارتکاب سے
مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ان میں سے ایک تشبیہ بالکفار بھی ہے
اور اس کے درجات اور مراتب ہیں۔ اور ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے۔

ساتویں صدی کے عالم جلیل شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ حلیؒ ”متوفی
۷۲۸ھ“ نے اسی مسئلہ تشبیہ کی حقیقت واضح کرنے کی لئے اقتضای الصراط المستقیم
مخالفت اصحاب الجہنم کے نام سے ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی جس میں مسئلہ تشبیہ کے
مختلف پہلوؤں پر کتاب و سنت اور عقل اور نقل کی روشنی میں کلام فرمایا اور
کتاب و سنت کے نصوص سے یہ واضح کر دیا کہ دینی و دنیوی زندگی کا کوئی شعبہ
ایسا نہیں کہ جہاں شریعت غزا اور ملت بیضی نے کفر اور شرک کی نجاست اور ظلمت
کی مشابہت سے حفاظت کا اپنے دوستوں کو کوئی حکم نہ دیا ہو اور یہ ثابت کر دیا کہ
صراط المستقیم کا اقتضای یہی ہے کہ مفسوب علیہم اور ضالین کے مشابہت سے احتراز کیا جائے
اب اس انگریزی اور مغربی دور میں پھر یہ فتنہ رونما ہوا اور علماء دین نے اپنی پوری
توجہ اس پر صرف کی مگر اس دور پر فتن میں مسئلہ تشبیہ پر کوئی ایسی جامع کتاب نہیں لکھی
گئی کہ جس میں اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر منظم اور مرتب اور مدلل اور سلسل کلام کیا گیا

سيرة النبي صمد سوم
 ہوا اور ساتھ ہی ساتھ مشکین کے شکوک اور موسوسین کے وساوس اور اہل ملام کا ایسا ازالہ
 اور قلع اور قمع کر دیا گیا ہو کہ جس کے بعد کسی کو لب کشائی کی گنجائش باقی نہ رہے سوا الحمد للہ
 یہ فرضیہ دینی ہمارے محب محترم عالم ربانی ناضل لاثانی مولانا قاری حافظ محمد طیب صاحب
 مہتمم دارالعلوم دیوبند حفظہ اللہ تعالیٰ واطال اللہ حیاتہ ذخرا للمسلمین آمین یا رب
 العلمین کے قلم حکمت رقم سے ادا ہوا جزاء اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین خیرا۔
 موصوف نے التنبہ فی الاسلام کے نام سے دو حصوں میں ایک کتاب تحریر فرمائی
 یہ مسئلہ تشبیہ کی تحقیق و تدقیق میں بے نظر اور بے مثال کتاب ہے اور بلاشبہ وہ اپنا شبیہ
 اور شبیل نہیں رکھتی حضرت حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب قدس اللہ سرہ
 کتاب مذکور کے منسلق ارشاد فرماتے ہیں۔

بعد الحمد والصلوة۔ اس احقر نے رسالہ ہذا کو حرفا حرفا دیکھا ایک ایک حرف
 کے ساتھ قلب میں سرور اور آنکھوں میں نور بڑھتا جاتا تھا۔ تشبیہ کا مسئلہ ایسا
 سبب و مفصل و مدلل لکھا ہوا میں نے نہیں دیکھا۔ جن لطائف تک ذہن جانیکا حتم
 نکٹ تھا وہ منصفہ ظہور پگئے۔ بعید سے بعید شبہات تک کا قلع قمع کر دیا گیا اللہ تعالیٰ رسالہ کو نافع
 اور مقبول فرما کر ان کلم طیب کے عموم میں داخل فرمائے جن کی شان میں لیہ یصلحہ الکلم الطیب
 وارد ہے اور صاحب سالہ کو اس جماعت میں داخل فرمائے۔ جس کی شان میں ہدوا الی

الطیب من القول و ہدوا الی صراط الحمید وارد ہے انتہی

اس لئے ناظرین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ اگر مسئلہ تشبیہ کی پوری تحقیق اور تفصیل
 درکار ہو تو التنبہ فی الاسلام کی مراجعت فرمائیں اس وقت یہ ناچیز نہایت اختصار کیا ہے
 اس مسئلہ کو پیش کر رہا ہے جس کا بہت سا حصہ اقتضائے صراط المستقیم اور التنبہ فی الاسلام
 سے ماخوذ ہے اور بہت موضوعات میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس
 اللہ سرہ کے مختلف مواعظ اور ملفوظات میں مسئلہ تشبیہ پر جو امور نظر سے گزرے وہ بھی اس مختصر تحریر
 میں درج کر دیئے تاکہ ناظرین کرام کیلئے موجب ہدایت اور باعث بصیرت ہوں۔ فاقول ربانہ

تحقیق و تدقیق و تہذیب و تہذیب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُحَمَّدٌ وَنَصَلِّیْ عَلٰی سُلَیْمٍ الْکَدِیْمِ ۝

حدیث میں ہے بدأ الاسلام غریبا وسعود غریبا فطویف
للغرباء۔ اسلام شروع میں غریب الوطن تھا یعنی بکیں اور بے یار و مددگار تھا
اور بے سہارا تھا خلافت راشدہ کے دور سعادت سراپا مین و برکت میں آفتاب اور
ماہتاب سبکدھڑکا اور قیصر و کسریٰ کی حکومت اور سلطنت کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔ اور
اپنے سادہ معاشرہ اور خدا پرستانہ تمدن سے قیصر و کسریٰ کی نظر فریب اور پریشان
و شکوہ معاشرہ اور تمدن کو کھٹے بندوں زمین پر پچھاڑا جس کا تماشہ ساری دنیا
نے دیکھا۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس سالہ غزوات اور پھر صدیق اکبر اور فاروق
اعظم کے دس سالہ سلسلہ جہادات و فتوحات کا یہ غنیمتی اثر ہوا کہ دس صدی تک پوری
دوئے زمین پر اسلام ہی کو اقتدار اعلیٰ حاصل رہا اور اسلام ہی کا تمدن اور معاشرہ
دنیا کے ہر تمدن اور معاشرہ پر غالب رہا۔ دنیا کی قومیں اسلامی معاشرہ اور تمدن کو
اپنے لئے باعث عزت سمجھتی رہیں خلفاء عباسیہ کے دور میں علم و حکمت کا بازار
گرم ہوا اور صنعت و حرفت بام عروج پر پہنچی اور یورپ کے باشندے اس وقت
ایک جاہل اور وحشی قوم تھے انہوں نے مسلمانوں سے علم و حکمت سیکھا اور صنعت
و حرفت اور تہذیب و تمدن کا سبق لیا۔

اور دنیاوی شاہراہ ترقی پر گامزن ہوئے بعد ازاں جب اسلامی حکومتوں کے
فرمانروا حکومت کے نشہ میں عیش پرستی کا شکار بن گئے۔ اور میر جعفر اور میر

صادق جیسے منافق اُن کے وزیر بن گئے۔

گر بہ میر و سگ وزیر و موش را دیواں کشند

انجینیں ارکانِ دولت ملک را ویاں کشند

تو نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ اسلامی حکومتیں معرضِ نوال اور اختلال میں پڑ گئیں اور اسلام کی ہاتھ کی پچھاڑی ہوئی قومیں برسراِقتدار آ گئیں اور اپنی بد اعمالی اور شومی قسمت سے حاکم محکوم بن گئے۔ اور محکوم حاکم ہو گئے۔

چند روز تک مسلمانوں کو اپنی اس ذلت اور انقلاب کی حالت کا احساس رہا۔ مگر رفتہ رفتہ مسلمانوں نے ان کے معاشرہ اور تمدن اور وضع قطع کو قبول کرنا شروع کر دیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ اسلامی ممالک کے باشندے غیروں کے معاشرے میں ایسے رنگے گئے کہ اپنی اور پرانے مسلم اور غیر مسلم کا ظاہر نظر میں کوئی فرق نہ رہا۔

اور حسبِ ارشادِ نبوی وسیعود غریباً اسلام ابتدا کی طرح اس دور میں پھر غریب اور گدائے بے نوا اور بکیں و بے یار و مددگار بن گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ راجعون۔

اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلامی معاشرہ میں کسی قسم کی کوئی خرابی یا کوتاہی ہے اور نئے معاشرہ میں کوئی خوبی یا کمال یا کوئی حسن و جمال ہے۔

بلکہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ نئے معاشرہ کی بساط تمام تر نفسانی شہوات و لذات اور نام و نمود اور فخر و مباہات پر بھیجی ہوئی ہے اور قوت و شوکت کے زیر سایہ وہ پرورش پا رہا ہے جو بالطبع نفس کو غایت درجہ محبوب ہے۔

اور اسلامی معاشرہ کی بساط سادگی اور تواضع اور زہد اور قناعت اور خدا پرستی

اور نفس کشی پر بھی ہوئی ہے جس کو نفس پسند نہیں کرتا۔

ابوبکر و عمر ایک طرف ایسے امیر مملکت تھے کہ دنیا کی سب سے بڑی دو طاقتیں قیصر و کسریٰ بھی ان سے ٹھراتی تھیں۔ اور دوسری طرف شیخ طریقت بھی تھے کبیل پوشش اور مسجد کے امام بھی تھے جن کو دیکھ کر لوگ اپنے دین کو درست کرتے تھے۔

خداوند علیم و حکیم کی فضا و قدر نے قوم عاد اور قوم ثمود اور فرعون اور نمرود کی طرح مغربی اقوام کو چند روزہ اقتدار عطا کیا۔ جن کے آتے ہی نفسانی اور شہوانی معاشرہ کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ اور چھپے ہوئے شہوت پرست ناپا ہو گئے اور ظاہر ہے کہ جس چیز کو قوت و شوکت اور حکومت و سلطنت کی سرپرستی حاصل ہو تو سادہ لوح اور عام طبیعتیں اسی میں جذب ہو جاتی ہیں خصوصاً جس معاشرہ میں نفسانی خواہشوں کو آزادی ملتی ہو اور حکومت اور سلطنت کے سرپرستی کی وجہ سے اس کے حصول میں کوئی مانع بھی نہ رہے تو بلاشبہ ایسا معاشرہ مخلوق خدا کے لئے فتنہ و غلطی ہوگا۔

افسوس اور صد افسوس کہ مسلمان بھی اب اسی رُوم میں بہے جا رہے ہیں اور جو قومیں ان کے اسلاف اور بزرگوں کی کچھاڑی ہوئی اور باج گزار تھیں ان کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ اور اپنے اسلاف کے خصائل و عادات اور ان کے ملبوسات کو ترک کر کے دن بدن مفضوب علیہم اور ضالین یعنی یہود و نصاریٰ کے مائلت اور مشابہت اختیار کرتے جاتے رہے ہیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ مشرق کا نور مغرب کی ظلمت پر کیوں فریفتہ ہو گیا۔

اے میرے مسلمان بھائیو! یہ دنیا سرائے فانی ہے تِلْكَ الْآيَاتُ مُنْذِرَاتُهَا بَيْنَ النَّاسِ کا منظر ہے۔ جن تمدن قوموں نے انبیاء کرام کے مقابلہ میں

مَنْ أَشَدُّ مَنَا قُوَّةَ الْغَرِّ لَكَ يَا أَدَمُ تَمْدَنُ أَوْ مَعَا شَرِّهِ فِي دُنْيَا سَعَى كَيْفَ نَكَلُ
 كَمَا قَالَ تَعَالَى عَمْرُوَهَا أَكْثَرُ مِمَّا عَمِرُوا هَالِكٌ مِثْلُهَا فِي
 الْبِلَادِ أَوْ أَنْبِيَاءِ اللَّهِ كِي كَدْرِي أَوْ كَيْلٍ أَوْ عَمَامَةٍ أَوْ دَسْتَارٍ أَوْ تَهْبِندٍ أَوْ
 أَزَارٍ كَمَا تَمْسُخُ كَيْفَا انْجَامٍ كَارُوهُ سَبَّ كَيْ سَبَّ تَبَاهٍ أَوْ بَرَادٍ هُوَ كَيْ فَهْلُ تَرَامِي
 لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ - وَهَلْ تَحْسُ مِنْهُمْ مِّنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا
 كَيْ كَانَامٍ وَنَشَانٍ نَزَلًا - كَيْ كَوْ حَقِّ تَعَالَى نَعَزَقُ كَيْ أَوْ كَيْ كَوْ زَمِينٍ مِّنْ حَنْبِلَا
 أَوْ كَيْ بِرَآسْمَانٍ پَسے پتھر بر سٹے اَوْ كَيْ كَوْ جِيخٍ سَعَى هَلَاكُ كَيْ - اِنْ كُلِّ اِكَا
 كَذِبِ الرِّسْلِ فَحَقٌّ وَعِيدٌ -

آدم پر مکر مطلب

اب میں مختصر طور پر اہل اسلام کی خدمت میں مسئلہ تشبہ کی حقیقت عرض
 کرتا ہوں اور اس کے حسن کو واضح کرتا ہوں امید کہ اہل اسلام اس کو غور سے
 پڑھیں گے۔ ان اربید الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا
 بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالِيهِ اٰنِيْبُ -

تشبہ کی حقیقت

حق جل شانہ نے زمین سے لیکر آسمان تک خواہ حیوانات ہوں یا نباتات
 یا جمادات سب کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا اور سب کو ایک ہی خوان وجود سے
 حصہ ملا مگر باوجود اس کے ہر چیز کی صورت اور شکل علیحدہ بنائی تاکہ ان میں امتیاز
 قائم رہے اور ایک دوسرے سے پہچانا جلتے کیونکہ امتیاز کا ذریعہ صرف یہی ظاہر
 شکل و صورت اور ظاہری رنگ و روپ ہے انسان اور حیوان میں شیر اور گدھے
 میں گھاس اور زعفران میں۔ باورچی خانہ اور پاخانہ میں جیل خانہ اور سفاف خانہ
 میں جو امتیاز ہے۔ وہ صرف اسی ظاہری شکل و ہیئت کی بنا پر ہے اگر کسی نوع کا کوئی

کوئی فرد اپنی خصوصیات اور امتیازات کو چھوڑ کر دوسری نوع کی امتیازات و خصوصیات اختیار کر لے تو اس کو پہلی نوع کا فرد نہ کہیں گے۔ بلکہ وہ دوسری نوع کا فرد کہلائے گا۔ اگر کوئی مرد مردانہ خصوصیات اور امتیازات کو چھوڑ کر زنانہ خصوصیات کو اختیار کرے، عورتوں ہی کا لباس پہننے لگے اور انہی کی طرح بوٹے لگے حتیٰ کہ اُس مرد کی تمام حرکات و سکنات عورتوں ہی جیسی ہو جائیں تو وہ شخص مرد نہ کہلائے گا بلکہ بیچڑا کہلائے گا، حالانکہ اس کی حقیقت رجولیت میں کوئی فرق نہیں آیا صرف لباس اور سہیت کی تبدیلی ہوئی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر اس مادی عالم میں ہر نوع کی خصوصیات اور امتیازات کی حفاظت نہ کی جائے اور التباس اور اختلاط کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر اُس نوع کا وجود باقی نہ رہے گا۔

اختلاف اقوام و اُمم:

اسی طرح اقوام اور اُمم کے اختلاف کو سمجھو کہ مادی کائنات کی طرح دنیا کی قومیں اپنے معنوی خصائص اور باطنی امتیازات کے ذریعے ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا ہیں۔ مسلم قوم، ہندو قوم، عیسائی قوم، یہودی قوم۔ ہر قوم ایک باپ کی اولاد ہونے کے مختلف قومیں بن گئیں، مذہب اور ملت کے اختلاف کے علاوہ۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ہر قوم کا تمدن اور اس کی تہذیب اور اس کا معاشرہ اور اس کا طرز لباس اور طریق خورد و نوش دوسرے سے جدا ہے اور ہر قوم ایک خدا کے ماننے کی ہر ایک کی عبادت کی صورت اور شکل علیحدہ ہوگی۔ عبادت کی انہیں خاص خاص شکلوں اور صورتوں کی وجہ سے ایک مسلم اور موجد مشرک اور بت پرست سے علیحدہ ہے اور ایک عیسائی ایک پارسی سے جدا ہے۔

غرض یہ کہ قوموں میں امتیاز کا ذریعہ سوائے ان قومی خصوصیات کے اور کیا ہے جب تک ان مخصوص شکلوں اور ہیئتوں کی حفاظت نہ کی جائے تو قوموں کا امتیاز باقی نہیں رہ سکتا پس جب کسی قوم کی مذہبی اور معاشرتی خصوصیات باقی ہیں اس وقت تک وہ قوم بھی باقی ہے اور جب

کسی قوم نے اپنی خصوصیات اور اشکال کو چھوڑ کر دوسری قوم کی خصوصیات کو اختیار کر لیا اور یہ قوم دوسری قوم کے ساتھ مختلف انداز میں مشتبہ ہو گئی تو سمجھو کہ یہ قوم اب فنا ہو گئی اور اب منقسم ہستی پر اس کا کوئی ذاتی وجود باقی نہیں رہا۔

تشبہ کی تعریف ۱

اب اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد تشبہ کی تعریف سنئے تاکہ آپ تشبہ کی قباحتوں اور مفرقوں کا اندازہ لگا سکیں۔

(۱)

اپنی حقیقت اور اپنی صورت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حقیقت اور اس کی صورت اور اس کے وجود میں مدغم ہو جانے کا نام تشبہ ہے۔

بالمعاظہ دیگر (۲)

یا اپنی ہستی کو دوسرے کی ہستی میں فنا کر دینے کا نام تشبہ ہے۔

یا (۳)

اپنی ہست اور وضع کو تبدیل کر کے دوسری قوم کی وضع اور ہست اختیار کرنے کا نام تشبہ ہے۔

یا (۴)

اپنی شان امتیازی کو چھوڑ کر دوسری قوم کی شان امتیازی کو اختیار کرنے کا نام تشبہ ہے۔

یا (۵)

اپنی اور اپنوں کی صورت اور سیرت کو چھوڑ کر غیروں اور پرانیوں کی صورت اور سیرت کو

اپنالینے کا نام تشبہ ہے

اس لئے شریعت حکم دیتی ہے کہ مسلمان قوم دوسری قوموں سے ظاہری طور پر ممتاز اور جدا

ہونی چاہئے لباس میں بھی ممتاز ہونی چاہئے اور وضع و قطع میں بھی اس لئے کہ ظاہری علامت

کے علاوہ خاص جسم کے اندر بھی کسی علامت کا ہونا ضروری ہے سو وہ عقدہ اور ڈاڑھی ہے اور

وہ ظاہری علامت لباس ہے بغیر ان دو علامتوں کے شناخت نہیں ہو سکتی نہ تو صرف دائرہ ہی کافی ہے اس لئے کہ لوگوں کے دائرہ ہی نہیں ہوتی اُن کی شناخت کس طرح ہوگی نیز بعض قومیں دائرہ ہی رکھتی ہیں۔ اُن سے شناخت سوائے لباس کے کسی چیز سے نہیں ہو سکتی معلوم ہوا کہ اسلامی امتیاز کے لئے لباس اور دائرہ ہی دونوں کی ضرورت ہے منع تشبیہ کے حکم کا منشاء، معاذ اللہ تعصب اور تنگ نظری نہیں بلکہ غیرت اور محبت ہے جس سے مقصد ملت اسلامیہ اور امت مسلمہ کو غیروں کے لباس اور اشتباہ کی تباہی سے بچانا ہے اس لئے کہ جو قوم اپنی خصوصیات اور امتیازات کی محافظ نہ ہو وہ کوئی آزاد اور مستقل قوم کہلانے کی مستحق نہیں۔

تشبیہ بالکفار کا حکم

تشبیہ بالکفار اعتقادات اور عبادات میں کفر ہے اور مذہبی رسومات میں حرام ہے جیسا کہ نصاریٰ کی طرح سینہ پر صلیب لٹکانا اور یہود کی طرح زنا باندھ لینا یا پیشانی پر قشقہ لگانا ایسا تشبیہ بلاشبہ حرام ہے جس میں اندیشہ کفر ہے اس لئے کہ علی الاعلان شعائر کفر کا اختیار کرنا اس کے رضا قلبی کی علامت ہے۔

اور تشبیہ کی یہ قسم ثانی اگرچہ قسم اول سے درجہ میں ذرا کم ہے مگر پیشاب اور پاخانہ میں فرق ہونے سے کیا کوئی پیشاب کا پینا گوارا کرے گا ہرگز نہیں اور عبادات اور مذہبی رسومات اور عیدین میں کفار کی مشابہت کی ممانعت اشارات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ و کثیرہ سے ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے اقتضائے الصراط المستقیم نے بالتفصیل اور ان تمام آیات اور روایات کو بیان کیا۔

(۳)

اور معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر میں تشبیہ کردہ تحریمی ہے مثلاً کسی قوم کا وہ مخصوص لباس استعمال کرنا جو خاص اُن ہی کی طرف منسوب ہو اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا ایک فرد سمجھا جائے گا جیسے نصرانی ٹرپا (یعنی ہیٹ) اور ہندو دائہ دھوتی اور جو گیانہ جوتی یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے اور تشبیہ میں داخل ہے بالخصوص جبکہ بطور تفاخر یا انگریزوں کی ومنع بنانے کی نیت سے

پہنی جلتے تو اور بھی زیادہ گناہ ہے۔ جو گیوں اور پنڈتوں کی وضع قطع اختیار کرنے کا جو حکم ہے وہی انگریزی وضع قطع اختیار کرنے کا حکم ہے۔

اور علیٰ ہذا کافروں کی زبان اور ان کے لب و لہجہ اور طرز کلام کو اس لئے اختیار کرنا کہ ہم بھی انگریزوں کے مشابہ بن جائیں اور ان کے زمرہ میں داخل ہو جائیں تو بلاشبہ یہ ممنوع ہوگا، ہاں اگر انگریزی زبان سیکھنے سے انگریزوں کی مشابہت مقصود نہ ہو بلکہ محض زبان سیکھنا مقصود ہو کہ کافروں کی غرض سے آگاہ ہو جائیں اور ان سے تمہارتی اور دنیاوی امور میں خط و کتابت کر سکیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جیسے کوئی ہندی اور سنسکرت اس لئے سیکھے کہ ہندوؤں اور پنڈتوں کی مشابہت ہو جائے اور ہندو مجھے اپنا وطن بھائی سمجھیں اور اپنے زمرہ میں مجھے شمار کریں۔ جیسا کہ آجکل بھارت میں یہ فتنہ برپا ہے) تو بلاشبہ اس نیت سے ہندی زبان سیکھنا ممنوع ہوگا اور اگر فقط یہ غرض ہو کہ ہندوؤں کی غرض سے آگاہی ہو جائے اور ان کی خطوط پڑھ لیا کریں۔ تو ایسی صورت میں ہندی زبان سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۴)

اور ایجادات اور انتظامات اور اسلحہ اور سامان جنگ میں غیر قوموں کے طریقے لے لینا جائز ہے جیسے توپ اور بندق اور ہوائی جہاز اور موٹر اور مشین گن وغیرہ وغیرہ یہ درحقیقت تشبہ بھی نہیں خیریت اسلام نے ایجادات کے طریقے نہیں تہلکے ایجادات اور صنعت اور حرفت کو لوگوں کی عقل اور تجربہ اور ضرورت پر چھوڑ دیا البتہ اس کے احکام بتلا دے کہ کونسی صنعت اور حرفت جائز ہے اور کس حد تک جائز ہے اور کس طریق سے اس کا استعمال جائز ہے اسلام میں مقاصد کی تعلیم ہے غیر مقاصد کی تعلیم نہیں طیب جوہ بنانے کی ترکیب نہیں بتاتا اور نہیں سکھاتا ہاں یہ بتلاتا ہے کہ جوہ اس طرح مت سلوانا کہ اس کی میخیں اُبھری ہوئی ہوں جس سے پیر زخمی ہو جائے، اسی طرح اسلام ایجادات نہیں سکھاتا ہاں یہ بتلاتا ہے کہ ایجاد ایسی نہ ہو کہ جس سے تمہارے دین میں خلل آجائے

یا جان کا خطرہ ہو۔

یہاں ایجابات کا حکم ہے کہ جن کا بدل مسلمانوں کے پاس نہیں اور جو ایجابا ایسی ہو کہ جس کا بدل مسلمانوں کے یہاں بھی موجود ہو تو اس میں تشبیہ مکروہ ہے جیسے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فارسی کمان کے استعمال سے منع فرمایا اس لئے کہ اس کا بدل مسلمانوں کے پاس عربی کمان موجود تھی اور دونوں کی منفعت برابر تھی صرف ساخت کا فرق تھا، اسلام میں تعصب نہیں غیرت ہے پس جو چیز مسلمان کے پاس بھی ہے اور کفار کے پاس بھی ہے صرف وضع قطع کا فرق ہے تو ایسی صورت میں اسلام نے تشبیہ بالکفر سے منع کیا ہے کہ اس میں علاوہ گناہ کے ایک بے غیرتی تو ہے کہ بلا وجہ اور بلا ضرورت اپنے کو دوسری قوموں کا محتاج اور تابع بنائیں مگر آج کل مسلمانوں میں غیرت نہیں رہی کہ یہ اپنے گھر سے بے خبر ہو کر بلکہ یوں کہے کہ اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسروں کی عادات اور معاشرت کا اتباع کرنے لگے ان کی مثال ایسی ہے جیسے مولانا دوم فرماتے ہیں:-

یک سجد پر نان ترا بر سر قمر تو بھی جوئی لب نان در ہر
تا بزانوئے میانِ قعر آب وز عطش و ز جوع گشتستی خراب

ہاں جن نئی ایجابات اور جدید اسلحہ کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود نہیں مسلمانوں کے لئے ان نئی ایجابات اور جدید اسلحہ کا استعمال اپنی ضرورت اور راحت اور دفع حاجت کے لئے جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کے استعمال سے نیت اور ارادہ کافروں کی مشابہت کا نہ ہو۔ محض اپنے فائدہ کے لئے جدید اسلحہ اور نئی ایجابات کا استعمال شرعاً جائز ہے مگر تشبیہ بالکفار کے ارادہ اور نیت سے ان کے استعمال کو شریعت پسند نہیں کرتی۔

شراب کے طریقہ پر اگر دودھ کا بھی دودھ تہہ سلسل اختیار کیا جائے تو شریعت اسلامیہ اس کو ممنوع قرار دیتی ہے دودھ کے استعمال میں شراب کی مشابہت اختیار کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص کے دل میں شراب کی رغبت اور محبت کا خاص داعیہ مظہر اور مستور ہے۔

اسی طرح کسی جائز چیز کا استعمال۔ کافروں کی مشابہت کی نیت اور ارادہ سے اور دشمنان دین کی تشبیہ کے قصد سے اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے دل میں کافروں کی طرف میلان اور غبت خاص طور پر مرکوز خاطر ہے۔

پس جس طرح تم کو اپنے دشمنوں کی مشابہت اور ان کا تشبیہ گوارا نہیں تو اسی طرح خداوند قدوس کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے دوست اور تمام پیرواد (یعنی مسلمان) اس کے دشمنوں (یعنی کافروں) کی مشابہت اختیار کریں یا ان کے تشبیہ کی نیت اور ارادہ سے کوئی کام کریں حتیٰ علیٰ شانہ کار شاد ہے۔
وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ فَتَمْسُكُمُ النَّارُ۔

تشبیہ بالکفار کی ممانعت کی وجہ

دین اسلام ایک کامل اور مکمل مذہب ہے اور تمام ملتوں اور شریعتوں کا ناسخ بن کر آیا ہے وہ اپنے پیروؤں کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ناقص اور منسوخ ملتوں کے پیروؤں کی مشابہت اختیار کی جائے، غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے۔

جس طرح ہر ملت اور ہر امت کی حقیقت جدا ہے اسی طرح ہر ایک کی صورت اور ہیئت بھی جدا ہے، دنیا میں ظاہری صورت اور شکل ہی امتیاز کا ذریعہ ہے۔

ایک قوم دوسری قوم سے اسی ظاہری معاشرہ کی بنا پر ممتاز اور جدا بھی جاتی ہے۔

جب ایک قوم دوسری قوم کی خصوصیات اور امتیازات اور اس کی صورت اور ہیئت کو اختیار کر لیتی ہے تو اس کی اپنی ذاتی قومیت فنا ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ اپنی قومیت اور اپنی شخصیت کو دوسرے کی قومیت اور شخصیت میں فنا کر دینا سراسر غیرت کے خلاف ہے۔

اسلام ایک کامل مذہب ہے جس طرح وہ اعتقادات اور عبادات میں مستقل ہے کسی تابع اور عقیدہ نہیں اسی طرح اسلام اپنے معاشرہ اور عادات میں بھی مستقل ہے کسی دوسرے تابع اور عقیدہ نہیں۔ کسی حکومت میں یہ جائز نہیں کہ اس سلطنت کی فوج دشمنوں کی فوج کی دروی استعمال کر کے یا اپنے فوجی دستہ کے ساتھ دشمن حکومت کا جھنڈا استعمال کر کے جو سپاہی ایسا رویہ اختیار کرے گا وہ قابل۔

گردن زدنی بکھا جائے گا۔

اسی طرح حزب اللہ مسلمانوں کو یہ اجازت نہ ہوگی کہ حزب الشیطان کی ہیئت اختیار کریں جس سے دیکھنے والوں کو اشتباہ ہو تا ہو۔ یا فرض کر دے کہ کوئی جماعت حکومت سے برسر بغاوت ہو اور وہ جماعت اپنا کوئی امتیازی لباس یا نشان بنائے تو حکومت اپنے وفاداروں کو ہرگز ہرگز اس باغی جماعت کی تشبیہ کی اجازت نہیں دے گی۔

حیرت کا مقام ہے کہ ایک برطانوی جرنیل کو تو یہ حق حاصل ہو کہ وہ جرمنی یا روسی وردی کے استعمال کو جرم قرار دیدے کیونکہ وہ برطانیہ کا دشمن ہے مگر اللہ کے رسول کو یہ حق نہ ہو کہ وہ دشمنان خدا کی وضع قطع کو جرم قرار دے کیوں نہیں۔ من تشبہ بقوم فهو منهم۔ جو خدا کے دشمنوں کے مشابہ بنے گا اور انہی جیسا لباس اور ان کی وردی پہنے گا تو وہ بلاشبہ دشمنان خدا کی فوج سے سمجھا جائے گا۔

اسلام نور مطلق ہے۔ اور کفر ظلمت ہے۔

اسلام حق ہے۔ اور کفر باطل ہے۔

اسلام حسن مطلق اور جمال مطلق ہے۔ اور کفر قبح مطلق ہے۔

اسلام روز روشن ہے۔ اور کفر شب تاریک ہے۔

اسلام عزت ہے۔ اور کفر ذلت ہے۔

لہذا اسلام اپنے پیروؤں کو ظلمت اور ذلت اور باطل کا لباس پہننے کی اور ان کے ہم شکل بننے کی اجازت نہیں دیتا تا کہ الباس نہ ہو۔

پس جس طرح اسلام کی حقیقت کفر کی حقیقت سے جدا ہے اسی طرح اسلام یہ چاہتا ہے کہ اُس کے پیروؤں کی صورت و شکل و لباس بھی اُس کے دشمنوں سے جدا اور علحدہ ہو۔

خلاصہ کلام

یہ کہ شریعت میں تشبیہ بالغیر کی مانعت کسی تعصب پر مبنی نہیں بلکہ غیرت اور حمیت اور تحفظ خود اختیاری پر مبنی ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک قوم نہیں کہلا سکتی جب تک اس کی خصوصیات

اسی طرح ملت اسلام اور امت اسلامیہ کو کفر اور الحاد و ابدہ زندہ قہر سے محفوظ رکھنے کا ذریعہ
سوائے اس کے کچھ نہیں کہ اسلامی خصوصیات اور امتیازات کو محفوظ رکھا جائے اور تشبیہ با کفار سے
اس کو بچایا جائے کیونکہ تشبیہ کے معنی اپنی ہستی کو دوسرے میں فنا کر دینے کے ہیں۔

قَالَ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُ

اے ایمان والو۔ کفر کرنے والوں کے مشابہ اور
 مانند نہ بنو۔

مؤمن خدا کے دوست کو خدا کے دشمن۔ (کافر سے جدا اور متنازع نہنا چاہیے حکومت کے وفادار کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ حکومت کے دشمنوں اور باغیوں کے مشابہ ادا ان کا ہم رنگ اہم لباس بنے۔

وَقَالَ تَعَالَى . يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى
وَقَالَ تَعَالَى . الْفَرِيقَانِ لِلَّذِينَ آمَنُوا
أَنْ يَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ
وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ
فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ
قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ . ٥٤

یعنی اندیشہ یہ ہے کہ اگر تم نے یہود اور نصاریٰ کی مشابہت اور مماثلت اختیار کی تو تمہارا

یعنی اندیشہ یہ ہے کہ اگر تم نے یہود اور نصاریٰ کی مشابہت اور مماثلت اختیار کی تو تمہارے دل بھی ان کی طرح سخت ہمدجائیں گے اور قبول کی صلاحیت ان سے جاتی رہے گی۔
علامہ ابن حجر کی بیٹی نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر ص ۱۱ میں مالک بن وینار

محدث کی روایت سے ایک نبی کی وحی نقل کی ہے جو یہ ہے۔

قَالَ مَا لِكَ بِنِّ دِينَارٍ وَحَى اللَّهُ إِلَى
النَّبِيِّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ أَنْ قُلْ لِقَوْمِكَ
لَا تَدْخُلُوا مَدَاخِلَ عِدَائِي وَلَا يَلْبِسُوا
مَلَابِسَ عِدَائِي وَلَا يَرْكَبُوا مَوَالِكَ
عِدَائِي وَلَا يَطْعَمُوا مَطَاعِمَ عِدَائِي
فَيَكُونُوا عِدَائِي كَمَا هُمْ عِدَائِي۔

ہاں کہ بن دینار کہتے ہیں کہ انبیاء سابقین میں سے
ایک نبی کی طرف اللہ کی طرف سے یہ وحی آئی کہ
آپ اپنی قوم سے یہ کہیں کہ میرے دشمنوں کے گھسنے
کی جگہ میں نہ گھسیں اور نہ میرے دشمنوں جیسا لباس
پہنیں اور نہ میرے دشمنوں جیسے کھانے کھائیں اور نہ
میرے دشمنوں جیسی سواریوں پر سوار ہوں۔ یعنی ہر

کتاب الادوار ص ۱۱۱
چیز میں ان سے متجانہ اور جدار میں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی
میرے دشمنوں کی طرح میرے دشمن بن جائیں۔

اس وحی کا آخری جملہ فیکونوا عدا فی کما هم اعدا فی۔ ایسا ہے جیسا کہ قرآن کریم
میں مسلمانوں کا فزوں کے ساتھ اٹھنے اور بیٹھنے کی مانعت کے بعد یہ فرمایا انکم اذا مثلهم
اس وقت تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے اور ارشاد فرمایا ومن یتولهم منکم فانه منہم
جو کافروں سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے شمار ہوگا اور حدیث میں ہے من تشبه بقوم فهو
منہم۔ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی قوم میں سے شمار ہوگا۔

تشبه بالاغباء کے مفاسد اور نتائج۔

غیروں کی سی وضع قطع لو مان جیسا لباس اختیار کرنے میں بہت سے مفاسد ہیں۔

(۱)

پہلا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ کفر اور اسلام میں ظاہر کوئی امتیاز نہ رہے گا۔ اور ملت حقہ۔ ملت باطلہ
کے ساتھ ملتیں ہو جائے گی پھر پوچھتے ہو تو حقیقت یہ ہے کہ تشبہ بالنصاری۔ معاذ اللہ نصرانی
کا دواڑہ اور اس کی دہلیز ہے۔

(۲)

دوم یہ کہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے آخر قومی نشان اور قومی

پہچان بھی کوئی چیز ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ شخص فلاں قوم کا ہے پس اگر یہ ضروری ہے تو اس کا طریقہ
سوائے اس کے کیا ہے کہ کسی دوسری قوموں کا لباس نہ پہنیں جیسے اور قومیں اپنی اپنی وضع کی پابند
ہیں اسی طرح اسلامی غیرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم بھی اپنی وضع کے پابند رہیں اور دوسری قوموں
کے مقابلہ میں ہماری خاص پہچان ہو۔

(۳)

کافروں کا معاشرہ اقدس اور لباس اختیار کرنا وہ پردہ ان کی سیادت اور برتری کو تسلیم کرنا ہے۔
بلکہ

اپنی کمتری اور کمتری اور تابع ہونے کا اقرار اور اعلان ہے جس کی اسلام اجازت نہیں دیتا اس لئے
کہ کمتری برتری وضع اختیار کرنا ہے نہ کبر و عکس مجہول۔ حاکم کی تقلید پر مجبور ہوتا ہے اور اس کی خوشنودی
کے لئے اس جیسا لباس پہنتا ہے، اسلام جب ایک کامل اور مستقل دین ہے تو وہ اور وہی کیوں تقلید کرتا

(۴)

نیز اس تشبہ یا کفار کا ایک نتیجہ یہ ہو گا کہ رفتہ رفتہ کافروں سے مشابہت کا دل میں میلان اور
داعیہ پیدا ہو گا جو صراحتاً ممنوع ہے۔ کما قال تعالیٰ

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا تَكُونُوا
النَّارَ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ
تَمُوتُونَ -

بلکہ غیر مسلموں کا لباس اور شعار اختیار کرنا ان کی محبت کی علامت ہے جو شرعاً ممنوع ہے کما قال تعالیٰ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا
الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ
أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ
وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں۔
وہ تمہارے دوست نہیں اور تم میں سے جو ان کو دوست

فَاِنَّكَ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ - ۵
بنائے گارہ انہی میں سے ہوجائے گا تحقیق اللہ تعالیٰ
نہیں ہدایت کرتا ظالم لوگوں کو۔

کیا یہ صریح ظلم نہیں کہ دعویٰ تو ہو ایمان اور اسلام کا یعنی اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا اور صورت
اور ہیئت اور وضع قطع اور لباس اس کے دشمنوں کا ہو۔ کوئی بادشاہ اور کوئی حکومت کبھی اس امر کو
برداشت نہیں کر سکتی کہ دعویٰ تو ہو اس کی وفاداری کا اور دستاویز تعلقات ہوں۔ حکومت کے دشمنوں
سے دوستی اور تجارتی تعلقات اور ان کے ساتھ نشست و برخاست یہ سب باتیں قانوناً جرم ہیں۔ بس
اگر خدا و مبرا حکم الحاکمین اپنے دشمنوں اور اپنے وزراء اور سفراء یعنی انبیاء و مرسلین کے منکروں اور مخالفوں سے
دوستاویز تعلقات اور ان کے ساتھ نشست و برخاست اور وضع قطع اور ہیئت اور لباس میں ان کی
مشابہت سے منع کرتا ہے تو اس پر کیوں ناک مٹہ چڑھاتے ہو۔

(۵)

اس کے بعد رفتہ رفتہ اسلامی لباس اور اسلامی تمدن کے استہزاء اور تمسخر کی نوبت آئے گی
اسلامی لباس کو حقیر سمجھے گا اور تبعاً اس کے پہننے والوں کو بھی حقیر سمجھے گا۔ اگر اسلامی لباس کو حقیر نہ سمجھتا
تو انگریزی لباس کو کیوں اختیار کرتا۔

(۶)

اسلامی احکام کے اجراء میں دشواری پیش آئے گی۔ مسلمان اس کی کافرانہ صورت دیکھ کر گمان
کریں گے کہ یہ کوئی یہودی یا نصرانی ہے یا ہندو ہے اور اگر کوئی ایسی لاش مل جائے تو تردد ہوگا کہ
اس کافر یا انسان کی نماز جنازہ پڑھیں یا نہ پڑھیں اور کس قبرستان میں اس کو دفن کریں۔

(۷)

جب اسلامی وضع کو چھوڑ کر دوسری قوم کی وضع قطع اختیار کرے گا تو قوم میں اس کی کوئی عزت
باقی نہیں رہے گی اور جب قوم ہی نے اس کی عزت نہ کی تو غیروں کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس کی عزت

کریں۔ غیر بھی اسی کی عزت کرتے ہیں جس کی قوم میں عزت ہو۔

(۸)

دوسری قوم کا لباس اختیار کرنا اپنی قوم سے بے تعلقی کی دلیل ہے۔

(۹)

افسوس کہ دعویٰ تھا اسلام کا۔ مگر لباس اور طعام اور معاشرہ اور تمدن اور زبان اور طرز زندگی سب کا سب اسلام کے دشمنوں جیسا۔ جب حال یہ ہے تو اسلام کے دعوے ہی کی کیا ضرورت ہے۔ اسلام کو ایسے مسلمانوں کی نہ کوئی حاجت ہے اور نہ کوئی پروا ہے کہ جو اس کے دشمنوں کی مشابہت کو اپنے لئے موجب عزت اور باعزت فخر سمجھتے ہوں۔

مجھ میں نہیں آتا کہ آخر کافروں کی وضع قطع اختیار کرنے کی کیا ضرورت اور کیا مصلحت داعی ہوئی بلا ضرورت کافر قوم کے لباس اختیار کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ۔ لاؤ ہم بھی کافر نہیں اگر اگر چہ سورت ہی کے اقتبلہ سے بن جائیں۔

یا بالفاظ دیگر

یوں کہہ لاؤ کہ اپنے دشمنوں کا لباس ہے ہم بھی رواداری ظاہر کرنے کے لئے دشمن کے ہم شکل اور ہم لباس بن جائیں اور نصاریٰ کا دشمن اسلام اور دشمن مسلمان ہونا زور و زور کی طرح واضح ہے۔ قرآن وحدیث نے خبر دی ہے ان الکافرین کانوا لکمد و امبینا اللہ تقسیم ہند کے وقت اسلام کے ساتھ نصاریٰ کی دشمنی کا مشاہدہ ہو گیا کہ جس قدر زائد سے زائد علاقہ برطانیہ ہندوؤں کو دے سکتی تھی وہ ہندوؤں کو دے گئی اور مسلمانوں کو محروم کر گئی۔ برطانیہ نے باہر سے چار لاکھ یہودی لاکر فلسطین میں بسائے اور اس طرح فلسطین کو تقسیم کیا۔ اس قاعدہ سے ہندوستان میں جہاں کہیں گئے، چار لاکھ اور آٹھ لاکھ مسلمان آباد تھے۔ برطانیہ کو چاہیے تھا کہ فلسطین کی طرح ہندوستان کے ان علاقوں کو بھی تقسیم کرتی۔ موجودہ حالات میں یہودیوں اور مسلمانوں کی کل آبادی فلسطین میں آٹھ لاکھ ہے اور ہندوستان کے صوبہ یوپی میں تنہا مسلمانوں کی تعداد اسی لاکھ ہے۔

تقسیم فلسطین کے اصول سے صوبہ یوپی میں بھی انہی لاکھ مسلمانوں کی الگ ریاست قائم کرنی تھی غرض
یکہ نصاریٰ کی مسلمانوں سے دشمنی آئندہ کی طرح روشن ہے پھر نہ معلوم کیوں مسلمان اپنے دشمنوں کے
معاشرہ کو اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ اہل وجہ یہ ہے کہ لوگ انگریزی وضع قطع کو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وضع
قطع اہل حکومت اور اہل شوکت کی ہے جس کا حامل یہ ہوا کہ انگریزوں کی ہم شکل بنیں گے تو عزت
اور شوکت حاصل ہوگی۔

گھمانسوس کہ عزت اور شوکت تو اس لئے حاصل کی جاتی ہے کہ غیروں کے مقابلہ میں اس سے
کام لیا جائے۔ اپنی قوم پر اور اپنوں پر عیب جمانے کے لئے عزت و شوکت حاصل نہیں کی جاتی دعویٰ
تو قومی ہمدردی کا مگر اپنی قوم کے معاشرہ سے دشت اور نفرت اور غیر قوم کے معاشرہ سے انس
اور محبت۔

گر گٹ کی طرح وقتاً فوقتاً رنگ بدلنے میں کیا خاک عزت رکھی ہے کہ ٹکٹکی باز ہے ہوئے
یورپ کو دیکھ رہے ہیں جو فلیشن اور لباس انھوں نے اختیار کیا وہی لباس اور فلیشن ان عاشقانِ مغرب
نے بھی اختیار کر لیا۔ جو کسی کا عاشق بنے گا اس کو معشوق کے سامنے ذلیل و خوار بن کر رہنا پڑے گا۔ اب
اختیار ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے اور خلفاء راشدین کے اور ان کے معاشرہ کے عاشق بن جاؤ
یا یورپ کے ادبائشوں اور عیاشیوں کے معاشرہ کے عاشق ہو جاؤ۔ خوب سمجھ لو کہ عشق کی بنیاد ذلیل

ترقی کا راز و مدار

یہ امر تمام روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اسلام کی روشنی مکہ مکرمہ کے افق سے رئے
زمین پر پھیلی جس سے تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں کی کایا پٹ ہو گئی اور دینی اور دنیوی ترقی ان کو
حاصل ہو گئی اور آسمان شریعت کے پھیلانے کے ضمن میں ان کو جو سلطنت قاہرہ اور سطوت جہانماری
اور فرماں روائی ان کو حاصل ہوئی اس کا سبب یہ نہ تھا کہ انھوں نے سلاطینِ وقت کے مروجہ علوم
نہایت سرگرمی سے ماہل کئے تھے یا تجارت و صنعت میں انھوں نے بڑی دستگاہ پیدا کی تھی یا سود

کار مبارک کو انھوں نے وسیع پیمانہ پر پھیلایا تھا اور بڑی تجارتوں کے لئے سودی بینک قائم کئے تھے۔
 بلکہ اس کا اصلی سبب یہ تھا کہ آسمانی شریعت کی مشعل ہدایت اُن کی بارگاہی اہل بیت تھی اور
 اتباع نبوی یہی اُن کی قوت تھی اور یہی ان کا لشکر تھا اور یہی ان کا ہتھیار تھا اور ان کی فتح و نصرت
 کا جھنڈا تھا جس سے چند روز میں انھوں نے عظیم الشان سلطنت قائم کر لی کہ جس نے قیصر و کسریٰ کی
 عظمت و جلال کو خاک میں ملا دیا۔

یہ ایک ایسا بدیہی مسئلہ ہے کہ جس پر کسی دلیل اور برہان قائم کرنے کی حاجت نہیں اور یہود
 اور نصاریٰ کے مؤرخین اس پر گواہ ہیں کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مبعوث ہوئے، اور
 تنہا عرب کے وحشیوں اور جاہلوں اور ادنیٰ چرانے والوں کو توحید و تفرید کا سبق پڑھایا اور آسمانی
 کتاب کی تعلیم دی ایک طرف تو ان کو عبودیت اور معرفت سے آگاہ کیا اور دوسری طرف ان کو جہان بینی
 اور عدل و عمرانی کے وہ طریقے بتلائے کہ جس سے چند ہی روز میں ایک زبردست سلطنت کے مالک
 بن گئے حالانکہ ان کے پاس نہ کوئی مال و دولت تھا نہ کوئی فوج اور طاقت تھی اور نہ انھوں نے فیر
 توہم کے علوم و فنون حاصل کئے اور نہ انھوں نے سود کو حلال قرار دیا تھا۔ یہ سب اتباع شریعت
 کی برکت تھی۔

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیق اکبر آپ کے جانشین ہوئے تو آپ نے
 بھی اپنے زمانہ خلافت میں شریعت کی پابندی کو پورا پورا ملحوظ رکھا اور آپ کے عہد خلافت میں جن
 قبیلوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان پر فوج کشی کی اور قسم کھا کے یہ فرمایا کہ جو رسی اُن حضرت
 کے زمانے میں دیتے تھے اگر اس کے دینے میں بھی تاہل کریں گے تو میں ان سے جہاد و قتال کروں گا۔
 اور مرتدین اور مدعیان نبوت سے جہاد و قتال کیا اور ان کا قلع قمع کیا۔

اسی طرح خلیفہ ثانی کے زمانے میں جو ہیبت اور شوکت تھی وہ بھی اتباع شریعت

ہی کی برکت تھی دنیا کے بڑے بڑے سلاطین ان سے ڈرتے تھے۔

خوب سمجھ لو کہ جس نبی امی فدا نفسی دالی دالی کے اتباع کی برکت سے صحابہ کرم و القرون

اور سلیمان جیسی حکومت ملی اور حبس سے قیصر و کسریٰ کا تختہ الٹا گیا اور ان کی فوجوں کو اور ان کے تمدن اور معاشرہ کو صحابہ نے کھلے بندوں بچھاڑا۔ اسی طریق کو اختیار کر دے تو ترقی ہوگی امام مالک کا ارشاد ہے۔

لا یصلح آخر هذه الامۃ اس امت کے آخر کو اسی چیز سے صلاح اور فلاح
الا بصلاح بد اولها حاصل ہوگی جس چیز سے امت اول کو صلاح اور فلاح
حاصل ہوئی۔

شریعت اسلام نے حکمرانی کے وہ اصول بتائے کہ جو دنیا نے نہ کبھی دیکھے تھے نہ سنے تھے۔
اسی کے اتباع سے ترقی ہوگی۔ غیروں کی پیروی اور نقالی سے ترقی نہیں ہو سکتی ترقی کا دار و مدار۔
یہود و نصاریٰ کی مشابہت پر نہیں محض لباس و ملت اور حقارت کو دفع نہیں کر سکتا اسوۂ نبوی
کی پیروی پر ہے جیسا کہ خلفائے راشدین اور خلفائے امیہ و خلفائے عباسیہ کے دوسرے جو ترقی
ہوئی وہ مشابہت کفار کی بنیاد پر نہ تھی بلکہ اتباع نبوی کی بنیاد پر تھی۔

بلکہ

ہمارے تنزل کا اصل سبب تشبہ بالا غیار ہے اور تشبہ بالا غیار سے انحراف ہے اور
علیٰ ہذا یہ گمان کرنا کہ اسلامی لباس انگریزوں کی ٹکاہوں میں بے وقعتی کا موجب ہے، سو یہ خیال
خام ہے عزت و وقعت کا دار و مدار قابلیت پر ہے نہ کہ لباس پر۔ بلکہ نقل انارے دلے کو خوشامد
بجھتے ہیں، اسلامی لباس میں بے وقعتی نہیں بے وقعتی تو غیروں کے لباس میں ہے، لندن میں گول میز کانفرنس
ہوئی بہت سے ہندو لیڈر انگریزی لباس میں گئے مگر گاندھی آپ نے لنگوٹے میں گیا۔ سو حکومت برطانیہ
نے جو اعزاز ننگے فقیر گاندھی کا کیا وہ انگریزی لباس والوں کا نہیں کیا۔

دہلی میں بہت سے دربار ہوئے جو دلیان ریاست لائق اور قابل تھے اور اسلامی
لباس میں آتے تھے ان کا اعزاز و اکرام کوٹ تپلون دالوں سے زیادہ ہوتا تھا۔
خوب سمجھ لو کہ مسلمان خواہ کتنے ہی کافروں کے معاشرہ اور تمدن کے رنگ میں رنگے

جائیں یہود و نصاریٰ مسلمان سے اس وقت تک کہی راہنی نہیں ہو سکتے جب تک کہ مسلمان -
اپنے کو ملتعت اسلام کا پیرو بتاتے رہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے ومن ترض عنک الیہ ..

ولا النصاریٰ حتی تتبع ملتہم

اے مسلمانو!

اگر ترقی چاہتے ہو تو اس طریقے کو اختیار کرو کہ جس طریق سے عہدِ اول میں اسلام کو ترقی ہوئی
اور چارواںک عالم میں اسلام کا ڈنکا بجا۔ جیسا کہ تاریخ عالم اس کی شاہد ہے کہ جو شوکت و اقتدار
اور فتوحات کی ترقی اور علمی اور فنی اور اخلاقی عروج خلفائے راشدین اور خلفائے بنی امیہ و
و خلفائے بنی عباس کے زمانے میں مسلمانوں کو حاصل ہوا امریکہ و برطانیہ کو مل کر بھی وہ عروج حاصل نہیں
مغربی قومیں۔ عرب کے مابلوں سے زیادہ وحشی تھیں خلفاء عباسیہ کے دور میں جو علم و حکمت کا
چرچا ہوا تو مغربی اقوام نے مسلمانوں سے علوم و فنون حاصل کئے اور اپنی زبانوں میں ترجمے کئے اور
ترقی کی جس منزل پہنچے وہ دنیا کے سامنے ہے۔ اب اسلامی فرمانرواؤں کو چاہیے کہ علوم جدیدہ کو
اپنی زبان میں منتقل کریں تاکہ عام مسلمان اس سے استفادہ کر سکیں اور کالج میں جا کر عمر عزیز کے چودہ
سال اور اپنی گاڑھی کمائی کے بیس بیس ہزار روپہ غیر قوموں کی زبان سیکھنے کے لئے نذر نہ کریں۔
انگریزی لباس کے اقتصاد کی نتائج :

پہلے اکثر و بیشتر کپڑے گھر میں سلاکتے تھے خصوصاً عورتوں کے زمانے کپڑے ہندی کے
یہاں بھیجنا بہت محبوب تھا، جب سے فیشن کا دروازہ کھلا سارے گھر کے کپڑے درزیوں کے جانے
لگے، آمدنی میں تو اضافہ نہ ہوا خرچ میں اضافہ ہو گیا اب یا تو قرض کرو یا حصول زر کے ناجائز طریقے
اختیار کرو۔ انگریزی ساز و سامان کے لئے انگریزی جیسی دوست بھی تو چاہیے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ ہرقت
دماغ میں یہ بسا ہوا ہے کہ جس طرح بھی ہوا انگریزی کی طرح زندگی بسر کریں۔

ان بدنام کنندگان اسلام سے پوچھتا ہوں کہ تم نے کس وجہ سے انگریزی لباس کو اسلامی لباس
پر ترجیح دی اگر وجہ یہ ہے کہ اسلامی لباس میں کوئی جسمانی مضرت یا نقصان محسوس کیا ہے تو اس کو

بیان کریں تاکہ اس پر غور کیا جائے کہ اسلامی لباس میں جسمانی مضر تیاں ہیں یا انگریزی لباس میں۔ اور اگر وجہ یہ ہے کہ اسلامی لباس میں حقارت پائی جاتی ہے تو پھر اگر یہی بات ہے تو پھر اسلام کے دعوے کی بھی ضرورت نہیں۔ مغربی قومیں تو مسرے سے اسلام اور مسلمان ہی کو حقیر اور ذلیل سمجھتی ہیں۔ ولن تعرضی عندہ الیہود وکلا النصاری حتی تتبع ملتہم۔ اسلام کو ایسے مسلمانوں کی کوئی ضرورت نہیں کہ جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہوں اور ہر نئے فیشن کے ولداوہ اور عاشق ہوں اور استقلال اور خودداری سے کوہے ہوں جیسا ویس ویسا بھیس ان کا مذہب ہو جس کے مزاج میں استقلال اور خودداری نہ ہو وہ کیا حکومت کر سکے گا۔

الحاصل

جب تک خلفائے اسلام۔ اتباع شریعت میں سرگرم رہے ان کی سلطنت رو بہ ترقی رہی اور مخالفوں کی نظروں میں ان کی عزت اور ہیبت رہی اور دشمنوں کے دل ان سے ہٹتے رہتے اور تائبند الہی ان کے شامل حال رہی۔

قال تعالیٰ یٰٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اِنَّ
تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَیُخْرِجْکُمْ
وَاَنْتُمْ الْاَغْلٰوْنَ اِنْ کُنْتُمْ
مُّؤْمِنِیْنَ

اے مومنو۔ اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو
اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت
رکھے گا اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم اپنے مسلمان
بنے رہے۔

پھر جس قدر وقتاً فوقتاً سلاطین اسلام میں پابندی شریعت کا خیال کم ہوتا گیا اور عیش و عشرت اور نفسانی خواہشوں میں تو غل بڑھتا گیا اسی قدر اسلامی سلطنت کی بنیاد کم زور ہوتی گئی اور اسلامی حکومت کا دائرہ منحصر ہوتا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْیِثُ مَا یَقْوِمُ حَتّٰی یَغْیِثَ ذَا مَا بِاَنْفُسِہِمۡ
اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر پیدا نہیں کرتے جب تک وہ خود اپنی حالتوں میں تغیر نہ پیدا کریں۔
یعنی اللہ تعالیٰ کسی کو اپنی نگہبانی اور مہربانی سے محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی چال اور طور طریق کو
اللہ کے ساتھ نہ بدلیں۔

تشبیہ کے مفاسد اور مضرتوں پر فاروق اعظم کا تنبیہ

حضرت عمر کے عہد خلافت میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور قسیر و کسریٰ کی حکومت کا تختہ الٹا گیا۔ تو فاروق اعظم کو فکر و انگیز ہوئی کہ عجمیوں کے اختلاط سے اسلامی اقتبانات اور خصوصیات میں کوئی فرق نہ آجائے اس لئے ایک طرف تو مسلمانوں کو تاکید اکید کی غیر مسلموں کی تشبیہ سے پرہیز کریں اور ان جیسی ہیئت اور لباس اور وضع قطع اختیار نہ کریں۔ اور دوسروں کی طرف کافروں کے لئے ایک فرمان جاری کیا کہ کفار اپنی خصوصیات اور اقتبانات میں نمایاں رہیں اور مسلمانوں کی وضع قطع اور ان کی ازار و عمامہ نہ استعمال کریں تاکہ اپنے اور پرانے میں التباس نہ ہو سکے اور اشتباہ اور التباس کا دروازہ بند ہو جائے۔

مسلمانوں کے نام فاروق اعظم کا فرمان

روی البخاری فی صحیحہ عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کتب الی المسلمین المقیمین ببلاد فارس یا کھرو زما اهل الشرك اقتضام الصراط المستقیم

امام بخاری حضرت سے راوی ہیں کہ حضرت عمر نے ان مسلمانوں کے نام جو بلاد فارس میں مقیم تھے یہ فرمان جاری کیا کہ اے مسلمانو! اپنے آپ کو اہل شرک اہل کفر کے لباس اور ہیئت قدر کھنا۔ اقتضام الصراط المستقیم

اور ایک روایت میں ہے کہ اس طرح فرمان جاری فرمایا:

اما بعد فاتزروا وارثدوا واشعلوا
وعلیکم لباس ابیکم اسماعیل
وایاکم والتنعم وزی العجم و
تمعددوا واخشنو شنوا واخلولقوا
الحديث

اما بعد اے مسلمانو! ازار اور چادر کا استعمال رکھو اور حرمت پہنواد اپنے جدا مجد اسمعیل علیہ السلام کے لباس رنگی اور چادر کو لازم مکرپو اور اپنے آپ کو عیش پرستی اور عجمیوں کے لباس اور ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رکھو مبادا کہ تم لباس اور وضع قطع میں عجمیوں کے

مشابہ بن جاؤ اور حضرت اسمعیل کے نبیرہ معد بن عدنان

فتح الباری ص ۲۴ ج ۱۰

باب لیس الحریم الرجال وقد جاء مجوزاً من کتاب الباس فی وضع قطع اختیار کرو اور موٹے اور کھورے اور

پرنے کپڑے پہنوجا اہل تواضع کا لباس ہے لہ

اور مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ ہم آذربایجان میں تھے کہ ہمارے امیر لشکر عقبہ بن فرقہ کے نام فاروق اعظم کا یہ فرمان پہنچا

یا عقبہ بن فرقہ ایا کما ایاکم والستعم
وزی اهل الشرك ولبوس الحریر
اقتضاء الصراط المستقیم ص ۶۰

اے عقبہ بن فرقہ تم سب کا یہ فرض ہے کہ اپنے

آپ کو عیش پرستی اور کافروں اور مشرکوں کے لباس

اور ہتھیت اور وضع قطع سے اپنے کو دور اور محفوظ رکھیں اور دشمنین لباس کے استعمال سے پرہیز رکھیں۔ اقتضاء الصراط المستقیم
کافروں کے متعلق فاروق اعظم کا فرمان
فاروق اعظم کا وہ فرمان کہ جو نصارائے شام کے عہد اور اقرار کے بعد بطور شرائط تمام قلم و خلافت میں جاری کیا گیا اور جن شرائط پر نصارائے شام کو جان و مال اور اہل و عیال کا امن دیا گیا وہ یہ تھا۔

نحن نوفر المسلمین ونقوم لهم
من مجالسنا ان ارادوا الجلوس
ولا تشبه بهم فی شیء من ملا
یسهم فی قلنسوة ولا عمامة ولا نعلین
ولا فرق شعرو ولا یتکلم بکلامهم
ولا نکتنی بکناهم ولا یرکب السروج ولا
تقلد السیون ولا یتخذ شیئاً من
السلاح ولا فحماً ولا ننقش
خوانیمنا بالعربیة ولا نبیع

ہم نصارائے شام اپنی جانوں اور مالوں اور اہل و عیال اور اپنے اہل مذہب کے لئے امیر المؤمنین فاروق اعظم سے امان طلب کرتے ہیں اور اپنے نفسوں پر بطور شرط اور عہد و موافقہ کو لازم گردانتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کی تعظیم و توقیر کریں گے (۱) اور اگر مسلمان ہماری مجلسوں میں بیٹھنا چاہیں گے تو ہم ان کے لئے مجلس چھوڑ دیں گے (۲) اور ہم کسی امر میں مسلمانوں کے ساتھ تشبیہ اور مشابہت نہ کریں گے، نہ لباس میں نہ ٹوپی میں نہ غلام میں نہ جوتے میں نہ سر کی مانگ میں (۳) ہم ان جیسا کلام نہ کریں گے

الخمر و ان نجزم مقاد م رؤسنا
 و ان نلزم من بنا حيث كنا
 ان نشد الزنا نير على اوسا لهما
 و ان لا نظهر الصليب على كنا لسا
 و ان لا نظهر صليبنا ولا كتبنا في شيعه
 من طرق المسلمين ولا اسواقهم
 ولا نضرب بنواتيسنا في كنا لسا
 الا ضربا خفيفا ولا نرفع اصواتنا
 مع سوتانا ولا نظهر النيران معهم
 في شيعه من طرق المسلمين رواه
 حرب باسناد جيد اقتضاء الصراط المستقيم

۵۰

۵۱ اور نہ مسلمانوں جیسا نام اور کنیت رکھیں گے
 ۵۲ اور نہ زمین پر گھوڑے کی سواری کریں گے (۵۱)
 اور نہ تلوار لٹکائیں گے (۵۲) اور نہ کسی قسم کا ہتھیار
 بنائیں گے اور نہ اٹھائیں گے (۵۳) اور نہ اپنی مہروں
 پر عربی نقش کندہ کریں گے (۵۴) اور نہ شراب کا
 کاروبار کریں گے (۵۵) اور نہ کھلے حقہ کے بال
 کٹائیں گے (۵۶) اور نہ جہاں بھی رہیں گے اپنی ہی
 وضع پر رہیں گے (۵۷) اور اپنے گلوں میں نہ نار
 لٹکائیں گے (۵۸) اور نہ اپنے گرجاؤں پر صلیب کو
 بلند نہ کریں گے (۵۹) اور مسلمانوں کے کسی راستہ
 اور بازار میں اپنی مذہبی کتاب شائع نہ کریں گے
 (۶۰) اور نہ اپنے گرجاؤں میں ناقوس نہایت آہستہ

بجائیں گے (۶۱) اور نہ اپنے مردوں کے ساتھ آوازیں بلند نہ کریں گے (۶۲) اور نہ اپنے
 مردوں کے ساتھ آگ نہیں لے جائیں گے، یہ مجوس کے متعلق ہے جہاں گ کی پرستش کرتے تھے۔
 اس روایت کی نہایت عمدہ اور کھری ہے۔

عبدالرحمن بن حم اسعری فرماتے ہیں کہ فاروق اعظم اور نصاریٰ شام کے مابین جو شرائط امن
 طے پائے وہ تحریر میں نے لکھی جس میں علاوہ شرائط مذکورہ کے یہ شرائط بھی تھے،
 ان لا یخذ ث فی مدینتنا ولا فی
 ما حولها دیرا ولا کنیسه ولا صومعه
 راهب ولا یخذ ما خرب منها
 ولا یحیی ما کان خطا للمسلمین

(۶۳) اور نہ اپنی آبادی میں کوئی بنا کر جائیں
 بنائیں گے (۶۴) اور جو گرجا خراب ہو جائے گا اسکی
 تجدید نہیں کریں گے (۶۵) اور جو خطہ زمین مسلمانوں
 کے لئے ہوگا ہم اس کو آباد نہیں کریں گے (۶۶) اور

واکلا تمنع کنا نستان یمنزلها احد
 من المسلمین فی لیل او نهار و ان
 توسع ابوابها للمسارعة و ابن السبیل
 و ان تنزل من رأینا من المسلمین
 ثلاثة ایا نطعمهم و لا نووی فی
 کنا نسا و لا منار لنا جاسوسا و لا نکت
 عشا للمسلمین و لا نعلم اولادنا
 القرآن و لا نظهر شرکا و لا ندعوا
 الیه احد و لا نمنع احد اعت
 ذوی قرابتنا الدخول فی الاسلام
 ان ارادوا .

کسی مسلمان کو دن ہو یا رات کسی وقت بھی اپنے گرجا
 میں اترنے سے نہ روکیں گے (۱۲۳) اور اپنے گرجاؤں
 کے دروازے مسافروں اور گزرنے والوں کے لئے
 کھلا رکھیں گے (۱۲۴) اور عین دن تک مسلمان جہاں
 کی جہانی کریں گے (۱۲۵) اسیا اپنے کسی اور کسی مکان
 میں مسلمانوں کے جاسوس کو ٹھکانہ نہیں دیں گے
 (۱۲۶) اور مسلمانوں کے کسی غل و غش کو پوشیدہ نہ
 رکھیں گے (۱۲۷) اور اپنی اولاد کو قرآن کی تعلیم نہیں
 دیں گے (۱۲۸) اور کسی شرک کی رسم کو ظاہر اور علانیہ
 طور پر نہ کریں گے (۱۲۹) اور نہ کسی کو شرک دعوت
 دیں گے (۱۳۰) اور نہ اپنے کسی رشتہ دار کو اسلام
 میں داخل ہونے سے روکیں گے۔

عبدالرحمن بن غنم اشعری فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ شرائط نامہ لکھ کر فاروق اعظم کے ملاحظہ کیلئے
 لکرا منے لکھا تو فرمایا کہ اس تحریر میں اتنا اضافہ اور کمزور۔

ولا تضرب احدا من المسلمین
 شرطنا لکم ذالک علی انفسنا و
 اهل ملتنا و قبلنا علی الامان فان
 نحن خالفنا فی شیء مما شرطنا لکم
 و وظفنا علی انفسنا فلا ذمہ لنا وقد
 حل لکم ما یحل من اهل المعاندة
 و الشقاق تفسیر ابن کثیر ج ۳ ج ۲

(۱۳۱) اور ہم کسی مسلمان کو ماریں گے نہیں یعنی تکلیف
 نہیں پہنچائیں گے ہم نے اپنی شرائط پر اپنے لئے اور
 اچھے اہل مذہب کے لئے امان حاصل کیا ہے پس
 اگر ہم نے شرائط مذکورہ بالا میں سے کسی شرط سے خلاف
 ورزی کی تو ہمارا عہد امان فتح ہو جائے گا۔ اور جو
 معاملہ اہل اسلام کے دشمنوں اور مخالفین کے
 ساتھ ہے وہی ان کے لئے روا ہو جائے گا۔

سورۃ توبہ، نفسیہ آیت جزئیہ . و نفاری کا اقرار نامہ ختم ہوا

ایک شبہہ اور اس کا جواب :

شبہہ یہ کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص سر سے پیر تک انگریزی یا ہندوانہ لباس میں غرق ہو جائے تو کیا اس کے اعتقاد توحید و رسالت میں کوئی فرق آجائے گا یا اس لباس سے وہ کافر ہو جائے گا۔

جواب :

اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے اپنا مردانہ لباس تو اتار دیں اور دولت خانہ میں جا کر بیگم صاحبہ کا خواب کا پاجامہ اور سرخ ریشمین اور زین کرتا اور بنا کی دوپٹہ اور ہاتھوں میں چوڑیاں پاؤں میں پازیب اور گلے میں ہار ڈال کر۔ باہر تشریف لاکر دفتر میں کرسی پر جلاس فرمائیں تو کیا آپ بیگم صاحبہ بن جائیں گے اور کیا آپ کی باطنی رجولیت میں کوئی فرق یا خلل آجائے گا اور دفتر میں کرسی پر جلاس فرمانا کیا گوارا کریں گے، امید ہے کہ آپ کو اپنے اصول و قاعدہ کی بنا پر اس کو گوارا کرنا چاہیئے کیونکہ آپ کے نزدیک ظاہری مشابہت میں کوئی حرج نہیں محض لباس میں کیا رکھا ہے اور جب انگریزی لباس سے مسلمان کافر نہیں بن جاتا تو کیا ایک مرد، بیگم صاحبہ کا لباس پہن لینے سے عورت یا بیگم صاحبہ بن جائے گا، محض زنانہ لباس سے اس کی رجولیت اور مردانگی میں کیا فرق آجائے گا۔ اور علیٰ ہذا اگر کوئی شخص کسی مخنت (بیچڑے) کا لباس پہن لے تو کیا حقیقتہً وہ مخنت ہو جائیگا بے شک زنانہ لباس سے فی الحال تو مرد عورت نہیں بن جائے گا لیکن اگر خدا نخواستہ چند روز اسی زنانہ اور مخنتانہ لباس میں گزر گئے تو آپ دیکھ لیں گے کہ چند روز کے بعد آپ کے اخلاق و اعمال زنانہ اور مخنتانہ ہو جائیں گے اور آپ کا لب و لہجہ اور طرز کلام اور نشست و برخاست زنانہ اور مخنتانہ ہو جائیگی کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے، تمام عقائد کا اتفاق ہے کہ جس طرح باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے اسی طرح ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ اچھے اعمال سے قلب متورس ہوتا ہے اور بُرے اعمال سے قلب تاسیک ہوتا ہے۔

پس اسی طرح سمجھیے کہ انگریزی یا ہندوانہ لباس سے فی الحال اگرچہ اسلامی عقائد میں خلل نہیں آیا لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ آئندہ چل کر بھی اس کے باطنی اعتقاد میں خلل نہ آئے گا۔ خوب یاد رکھو کہ جب تک تمہارا اسلامی عقیدہ اندر سے محفوظ ہے اس وقت تک تو تم انگریزی اور ہندوانہ لباس کے استعمال سے عیسائیوں اور مشرکوں کے فقط مشابہ ہو اور حسب ارشاد نبوی من تشبه بقوم فهو منهم۔ مجرم تشبہ کے مجرم ہو۔ اور خدا نخواستہ اور خدا نخواستہ اور خدا نخواستہ جس دن تمہارے ظاہر کا اثر تمہارے باطن میں پہنچ جائے اور اسلامی عقائد میں بھی خلل آجائے تو سمجھ لینا کہ تم اس وقت مشرکین اور نصاریٰ کے مشابہ نہیں رہے بلکہ خود نصرانی اور مشرک ہو گئے جو حکم اُن کا ہے وہی ان کا ہے۔ اگرچہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کریں۔ ایسا اسلام قومی اسلام کہلائے گا شرعی اسلام نہ کہلائے گا شرعی اسلام وہ ہے کہ جو قواعد شرعیہ کے مطابق ہو۔

قانون پاکستانی وہ ہے کہ جو پاکستان حکومت کے قوانین کو ماننا ہو۔ اور دشمنان حکومت کی دردی کے استعمال سے اپنے کو محفوظ رکھتا ہو اور جو شخص پاکستان کے قوانین اور احکام پر نکتہ چینی کرتا ہو اور بھارت کی دردی پہن کر بازاروں میں پھرتا ہو اگرچہ ایسا شخص قومی حیثیت سے پاکستانی ہو مگر حکومت کے قانون اور ضابطہ سے وہ دشمنان حکومت میں سے ہے۔

ہمارے اس بیان سے ایک اور شبہ کا بھی جواب حل آیا وہ یہ کہ کوئی یہ کہے کہ نماز لباس پہننے میں قباحیت یہ ہے کہ عورت دوسری جنس ہے اور مرد دوسری جنس ہے۔ جواب یہ ہوا کہ شریعت کی نظر میں مومن اور کافر دو الگ الگ جنسیں ہیں ایک جنس کو دوسری جنس کی مشابہت کی اجازت نہیں جیسے حکومت کی نظر میں دنا دار اور باغی دو الگ الگ قسمیں ہیں اور دونوں کے احکام الگ الگ ہیں اگرچہ وہ دونوں ایک ہی باپ کی اولاد ایک نماندان کے دو فرد ہوں، اسی طرح اسلام کی نظر میں مومن اور کافر دو الگ الگ قسمیں ہیں اور ہر ایک کے احکام الگ الگ ہیں ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن اور جس طرح تمام متمدن حکومتوں میں یہ قانون ہے کہ حکومت کے دشمن اور باغی کو عدالت اور وزارت کا منصب نہیں دیا جاسکتا اسی طرح اسلام کہتا ہے کہ دشمن اسلام و کافر کو اسلامی حکومت

کا امیر اور وزیر نہیں بنایا جاسکتا۔

۱۱۔ اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم

کہ دل آزرده مشوی ورنہ سخن بسیار است

اسلامی لباس کی تعریف

قال اللہ تعالیٰ ولباس التقویٰ ذلک خیر ذراع صا آیات اللہ لعلہم یدکون

کسی فعل اور عمل کو اسلامی کہنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کام کو کیا ہو اور دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے اس کی اجازت دی ہو اور اس سے منع نہ فرمایا۔ پس جس امر سے نبی اکرم صلی علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو وہ امر غیر اسلامی ہو گا اور جس کو خود کیا ہو یا اس کی اجازت دی ہو وہ امر اسلامی کہلائے گا، مثلاً جو کی روٹی کھانا آپ کی سنت فعلی ہے اور اس پر عمل کرنا اعلیٰ اور افضل ہے اور خمیری روٹی اور بریانی اور مرغ متحن کا استعمال جائز ہے کیونکہ ان لذائذ اور طہیات کی شریعت سے اجازت ثابت ہے اور کتے اور خنزیر اور شراب کا استعمال غیر اسلامی ہو گا کیونکہ شریعت میں ان چیزوں کی ممانعت آئی ہے، اسی طرح لباس کو سمجھو کہ جو لباس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال کیا مثلاً کرتا اور لنگی اور جامہ اور جبہ اور عمامہ وہ لباس اسلامی ہے ہی۔ اور جو لباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استعمال نہیں کیا مثلاً پاجامہ اور سلیم شاہی جوتہ اور صابن لیکن آپ کی شریعت سے ان کی اجازت ثابت ہے ممانعت نہیں فرمائی جیسے ریشمین کپڑوں اور عفرانی رنگ اور ٹخنوں سے نیچے لنگی اور پاجامہ پہننے کی ممانعت فرمائی تو یہ ریشمی اور عفرانی لباس غیر اسلامی لباس کہلائے گا۔

اسی طرح قرآن و حدیث سے اعداء اللہ و دشمنان خدا یعنی کافروں کے تشبہ سے ممانعت ثابت ہے اس لئے کافروں جیسا لباس پہننا جس سے دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ شخص یہودی ہے یا نصرانی ہے یا مجوسی ہے یا ہندو ہے بلاشبہ ایسا لباس غیر اسلامی ہو گا، گاندھی کی دھرتی اور انگریزی ٹوپ اور تنکوں اور کرزن فین سب کا ایک ہی حکم ہے، یہاں سے اہل فیشن کے اس تشبہ کا بھی حل ہو گیا

کہ جو عطار پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر کوٹ و تہون غیر اسلامی لباس ہے تو عطار کے لیے کرتے اور
 اچکنیں اور سلیم شاہی جوتے بھی غیر اسلامی لباس ہوں گے کیونکہ حضور پر نور اور آپ کے صحابہ کرام سے
 اس قسم کا لباس اور اس قسم کا معاشرہ تاریخ اور سیرت سے کہیں ثابت نہیں۔
 جواب :

یہ ہے کہ جس چیز کی حضور پر نور نے قولاً یا فعلاً اجازت دی ہو وہ سب شرعی اور اسلامی
 کہلائے گی اور جس چیز کی ممانعت فرمائی ہو وہ سب غیر اسلامی اور غیر شرعی کہلائے گی حضور پر نور
 نے اس قسم کے کتے اور اچکنیں اور جوتے اگرچہ نہیں پہنے اور اس قسم کے کھانے پلاؤ اور
 نردے اور کوفتے اور شامی کباب خوش نہیں فرمائے لیکن اس قسم کے توسعات اور تنوعات
 عائل کرنے کی آں حضرت نے اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ حدود شرعیہ میں داخل ہیں اور
 اس قسم کے توسعات اور تنوعات اور عیش و عشرت کے سامان خلافت راشدہ کے
 زمانے میں ظاہر ہوئے اور جو اسباب راحت - حدود شرعیہ میں تھے ان پر صحابہ کرام نے انکار
 نہیں فرمایا۔ الا یہ کہ جن خالص حضرات پر زہد کا خاص رنگ تھا تو وہ باریک کپڑے پہنتے اور
 دریم و دنیا کے جمع کرنے سے بھی منع فرماتے تھے۔ ۵

موسیا آداب وانا دیکھند
 سوختہ جانان روانان دیکھند

خلاصہ کلام

یہ کہ جو لباس اور جو کھانا اور جو دنیا اور جو وضع و قطع اور جو معاشرہ حدود شرعیہ کے
 اندر رہے گا وہ اسلامی کہلائے گا اور جو لباس اور جو کھانا اور جو وضع و قطع حدود شرعیہ
 سے خارج ہوگی وہ غیر اسلامی کہلائے گی۔ بَلَّغْ حَدِّ دِ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدْ وَهَذَا مِنْ بَيِّنَاتٍ
 حَدِّ دِ اللَّهِ فَمَنْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۖ ۵

واحد تبیح میں زمار کا دورانہ ڈال

یا برہمن کی طرف ہو یا سلمان کی طرف

اب یہ حقیر و فقیر سراپا تعمیر سیرۃ المصطفیٰ کے حصہ سوم کو اس دعا پر ختم
 کرتا ہے۔ رَبَّنَا الْكَفَّ بِلَنَا مِنْكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبَّ عَلَيْنَا
 إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

— نہ مہر بن —

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُكَ يَا وَلِيَّ صَلَاتِي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

دلائل نبوت و براہین رسالت

یعنی

معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حق جل شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے انسانوں اور آدمیوں میں سے نبی اور رسول بھیجے تاکہ ان برگزیدہ ہستیوں کے واسطے سے بندوں تک اپنے احکام پہنچائے اور اُسے بتایا کہ بھولا ہوا وعدہ ان کو یاد دلانے اور اپنی حجت ان پر تمام کرے لئلا یكون للناس على الله حجة بعد الرسل اور حضرات انبیاء کرام کی تبلیغ کے بعد مخلوق کو اطاعتِ خداوندی میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ رسول اور نبی چونکہ انسان ہی ہوتے تھے اور ان کی ظاہری صورت اور دوسرے انسان کی صورت میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا، اس لئے حق تعالیٰ نے اُن کو معجزات عطا فرمائے جو اُن کی صداقت کی دلیل اور برہان ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بیان فرماتا ہے۔

یہ عصا اور یہ بیضا کا معجزہ تیرے پروردگار
کی طرف سے تیری رسالت کی دوروشن دلیلیں ہیں۔

فَإِنَّكَ بِرُحَانِ
مِنْ رَبِّكَ

ہر دعوے کے لئے دلیل ضروری ہے اور حسیا دعویٰ اسی کے مناسب دلیل چاہیے
پس جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں فرستادہ خداوند المجلل ہوں اور
اس کا سیف ہوں اور اس کے احکام اور ہدایات لے کر آیا ہوں لہذا اس کی صداقت ثابت
کرنے کے لئے غیبی طور پر ایسے امور کا ظہور ضروری ہے کہ جس کے مثل لانے سے مخلوق بالکل
مجبور اور معذور ہو تاکہ مخلوق ان خارق عادت امور کو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہوا
دیکھ کر یہ یقین کر لے کہ یہ تائید زبانی اور کرشمہ بزبانی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے بلا کسی
ظاہری کے اس مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے اور دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ یہ معجزہ جو ظاہر
ہو رہا ہے محض اللہ کا فعل ہے۔ معاذ اللہ۔ رسول کا فعل نہیں اور نہ رسول کے ارادہ اور
اختیار کو اس میں کوئی دخل ہے اور نہ کسی مناعی اور جلی تدبیر سے وقوع میں آیا ہے بلکہ محض قدرت
خداوندی سے ظاہر ہوا ہے کیونکہ ایسا کرشمہ دکھلانا انسان کی قدرت اور صنعت اور تدبیر سے باہر
ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص مؤید من اللہ ہے اور اسی کے اتباع سے بندہ خدا تک پہنچ سکتا ہے اور
دنیا اور آخرت کی کامیابی اسی کے دامن پکڑنے میں ہے معجزہ کو دیکھتے ہی (بشرطیکہ دل عناد اور حسد اور
کبی سے پاک ہو) نبی کے سچے ہونے کا بے اختیار دل کو یقین آجاتا ہے اور نفس اس کی تصدیق پر
مجبور ہو جاتا ہے ماذرونی طور پر نفس میں انکار اور تکذیب کی مجال نہیں رہتی نبوت و رسالت کا دعویٰ
ایک امر عظیم ہے، اس لئے اس کے اثبات کے لئے برہان بھی عظیم چاہیے پس معجزہ جو اللہ تعالیٰ کی
قدرت اور قہر کا نمونہ ہوتا ہے جب نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے تو اس کے غلبے اور رب کے سامنے
کسی کا پاؤں نہیں جتا اور اختیار کی باگ ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے، دلائل عقلیہ میں دشمن کے نزاع
اور جدال کا راستہ بالکل بند نہیں ہوتا مگر معجزات اور آیات یتینات کے مشاہدہ کے بعد سوائے
عناد اور انزلی بد نصیب کے کفر اور انکار کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی معجزہ ظاہر و باطن کو عاجز کر کے
بھوڑتا ہے۔

سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب کے آخر میں یعنی آخری نبی خاتم النبیین

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جن پر نبوت اور پیغمبری ختم ہوئی، جن کی پیغمبری سے دین کامل ہو گیا اور کام اخلاق پورے ہو گئے، جب یہ مقصود حاصل ہو گیا اور دین اور اخلاق دونوں پورے اور کامل ہو چکے تو حضور پر نور کے بعد کسی پیغمبر کی ضرورت نہ رہی، حضور خلفاء اور دین کے علماء جو اسلام کے مددگار اور محافظ ہیں قیامت تک اسلام کی نگہبانی اور اس کی اشاعت کے واسطے کافی ہوتے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **الیوم اکملت لکم دینکم۔ دین تو کامل ہو گیا۔**

پس خاتم الانبیاء کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے اس کا وجود نالتو اور بے کار ہے حق تو یہ ہے کہ نبی اُمّی۔ فداہ نفسی و ابی دأمی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی معجزہ اور نشان کی ضرورت نہیں، آپ کی صورت اور آپ کی سیرت آپ کی رفتار، آپ کی گفتار، آپ کی کردار، ہر چیز آپ کی معجزہ اور آپ کی صداقت کا نشان تھی وگ صورت دیکھتے ہی کہہ دیتے تھے کہ یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں۔
ورد دل ہر اتمی کز حق مزہ است **روے داواز پیہر معجز است**

مرد حقانی کی پیشانی کا نور **کب چہا رہتا ہے پیش ذی شعور**
 امام غزالی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ اور احوال و اعمال اور عادات و خصال اور آپ کے انتظام اور تدبیر خلایق اور سیاست ملکیہ پر نظر کی جائے کہ آپ نے کس طرح مختلف طبیعتوں اور متضاد مزاجوں کو ایک قانون الہی کا شیدائی اور فدائی بنا دیا۔

نیز حضور پر نور نے مخلوق خدا کو جو قوانین شریعت عطا کئے اُن کے حقائق اور دقائق اور نکات اور اشارات اور باریکیوں اور گہرائیوں کی تحقیق اور تدقیق میں اُمت کے علماء محققین اور فقہاء مجتہدین عمر بھر حیران اور عاجز رہے، ان امور میں اگر غور و فکر کیا جائے تو عقل سلیم کو ذرہ برابر شک اور شبہ نہیں رہتا کہ ان تمام امور کی سرانجام دہی بلا تائید غیبی محض طاقت بشری اور کسی تدبیر و حیلہ سے نامکن اور محال ہے۔ ایسے اخلاق ناضلہ اور ایسی شریعت کا ملکہ کا ظہور کسی جھوٹے اور شرابی

شخص سے تصور میں نہیں آسکتا۔ سب کو معلوم ہے کہ حضور پر نور محض اُمّی دَان پڑھا تھے۔ نہ آپ نے کسی سے علم پڑھا اور نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا اور نہ ہی طلب علم کے لئے کوئی سفر کیا، ہمیشہ جاہل عربوں میں رہے، یتیم اور یتیم تھے، ان حالات میں بغیر کچھ اور پڑھے علم و حکمت کا چشمہ آپ کی زبان مبارک سے جاری ہو جانا اور ایسے علوم و معارف کا آپ کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہونا کہ اولین اور آخرین میں اس کی کہیں نظیر نہ ہو، بغیر وحی الہی کے اس چیز کا حاصل ہونا ناممکن ہے، محض انسانی طاقت اور فراست ان اُمور کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے۔ اور علیٰ ہذا آپ کے بے مثال اخلاق و عادات اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ ذات والا صفات خداوند ذوالجلال کی برگزیدہ اور پسندیدہ ہستی ہے جس پر خدا کا غضب برتا ہے اُسے بد اخلاق اور بد اعمال بنا دیتا ہے نیز باوجود بے سرد سامانی کے عرب و عجم پر آپ کے خادموں کی نجاتیابی اور کامرانی یہ بھی اس امر کی صریح دلیل ہے کہ تائید ربانی اور فضل یزدانی آپ کی ساتھ ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ ظاہری امور آپ کی صداقت کے اثبات کے لئے کافی اور کافی تھے لیکن ہم ان ظاہری امور کے علاوہ آپ کی صداقت کے کچھ باطنی نشانات یعنی کچھ معجزات بھی ذکر کرتے ہیں تاکہ کسی ادنیٰ عقل و اسے کو بھی آپ کی صداقت میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اس کے بعد امام غزالی نے مختصر طور پر آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات کو بلا تفصیل کے ذکر فرمایا ہے۔

تعداد معجزات :

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایک ہزار تک پہنچے

۱۔ احیاء علوم الدین۔ للغزالی۔ ج ۲ : ۲، ص ۳۲۲ و اتحان شرح احیاء العلوم۔ للعلامۃ الزمیری

ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ ایک ہزار دو سو تک پہنچے ہیں اور بعض علماء نے آپ کے معجزات کی تین ہزار ذکر فرمائی ہے اور ائمہ حدیث نے معجزات نبوی پر مستقل کتابیں بھی ہیں جیسے دلائل النبوة امام بیہقی اور امام ابو نعیم کی۔ لہ

اور شیخ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ کے نام سے ایک مستقل کتاب آپ کے معجزات میں لکھی ہے جس میں ایک ہزار معجزات ہیں۔

اور حق یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات شمار سے متجاوز ہیں، اس لئے کہ آپ کا ہر قول اور ہر فعل اور ہر حال عجیب و غریب مصلح اور اسرار و حکم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے خارق العادات ہے اور معجزہ ہے، علماء نصاریٰ نے عہد قدیم کی معجزات کی تعداد ۶۷ لکھی ہے۔ اور حضرت مسیح کے معجزات حمل کے وقت سے لے کر آسمان پر جانے تک ۲۷ گنائے ہیں اور پھر آپ کے حواریں کے ہیں معجزات شمار کئے ہیں لیکن ان واقعات کے لکھنے والوں کے پاس ان معجزات کی نہ کوئی سلسلہ سند موجود ہے اور نہ ان کے راویوں کے اور نہ ناقلوں کی عدالت اور ثقاہت کی کوئی دلیل موجود ہے، بخلاف معجزات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ والہ الف نتیجہ کے وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور متصل اسانید کے ساتھ مروی ہیں اور صد ہا ان میں سے متواتر اور مشہور ہیں اور جلالت شان اور عزابت اور ندرت میں تمام انبیاء کرام کے معجزات سے بڑھ کر ہیں۔

اقسام معجزات:

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت چونکہ تمام عالم کے لئے ہے اور

لہ قال الحافظ العسقلانی ذکر النووی فی مقدمہ شرح سلم ان معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم تیزید علی الف واما تین وقال البیہقی فی المدخل بمغنی الفوائد قال الزاہدی من الخفیۃ نظر علی ید یہ الف معجزۃ وقیل ثلاثۃ آلاف نقلی بحسب جامعہ من الامۃ کالی نعیم و البیہقی وغیرہما فتح اباری ص ۲۱ ج ۶ باب علامات النبوة فی الاسلام۔

قیامت تک کے لئے ہے، اس لئے حق جل شانہ نے آپ کو جملہ اقسام عالم سے معجزات اور نشانات عطا فرمائے تاکہ عالم کی ہر چیز آپ کی نبوت کی دلیل اور برہان ہو اور عالم کی کوئی نوع ایسی باقی نہ رہے کہ جو آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے اس لئے کہ معجزہ - نبوت کی دلیل اور برہان ہوتا ہے، پس جبکہ عالم کی تمام انواع و اقسام میں سے آپ کے معجزات ہوں گے تو عالم کی تمام انواع و اقسام آپ کی نبوت و رسالت کی شاہد اور گواہ ہوں گی۔

اور تاکہ تمام انبیاء و مرسلین پر آپ کی برتری و رفیع روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ آپ کے تنہا معجزات تمام انبیاء کے کل معجزات سے زیادہ ہیں اور کسی کو آپ کی نبوت میں شک اور شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے حق جل شانہ نے آپ کو جو معجزات اور نشانات عطا فرمائے وہ دو قسم کے ہیں ایک عقلی اور ایک حسی۔ عقلی وہ ہیں جن کے سمجھنے میں عقل درکار ہوتی ہے اور اس قسم کے معجزات کو وہی لوگ سمجھتے ہیں کہ جز دانشمند اور فہیم ہوتے ہیں اور معجزات حسیہ وہ خارق عادت امور ہیں کہ جن کا ادراک حواس سے ہوتا ہے ایسے معجزات کے طلب گار اکثر وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جن کو عقلی اصول سمجھنے کا سلیقہ نہیں ہوتا یا ضدی اور عنادی ہوتے ہیں۔

معجزات عقلیہ

پہلا عقلی معجزہ:

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اور سیرت ا
خال اخلاق فی غلہ
اور اعمال حسنہ و جمیلہ اور آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ میں۔ اہل عقل کے لئے یہ آپ کی نبوت و رسالت
کی دلیل عقلی تھی جو شخص آپ کی صورت اور آپ کی سیرت کا مشاہدہ کرے اور بالبدان بہت اس بات کا
یقین کر لیتا کہ جس ذات بابرکات میں ایسے اخلاق اور اعمال اور ایسے کمالات علمیہ و عملیہ جمع ہوں
جو نہ کسی نے دیکھے ہوں اور نہ سنے ہوں وہ ذات بلاشبہ برگزیدہ خداوندی ہے جس کو حق تعالیٰ

نے تمام عالم سے ایک ممتاز اور جدا صودت اور سیرت پر پیدا کیا ہے ایسے کمالات کا کسب و اکتساب اور مجاہدہ اور ریاضت سے حاصل کرنا ناممکن ہے۔

انتخاب دفتر تکوین عالم ذات اور برتر از آیات جسد انبیاء آیات اور
مشرق بصر وجودی اسوا مشکوٰۃ اور مستنیر از طلعت اوہر قریب و ہر بعید
از حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس سرہ

دوسرا عقلی معجزہ:

حق بل شانہ لے آپ کو ایک کامل اور معجز کتاب یعنی قرآن کریم عطا فرمائی جو آپ کی نبوت کا معجزہ دائمہ ہے جو حکمت علمیہ اور حکمت عملیہ اور حکمت اخلاق اور تدبیر منزلی اور سیاست ملکیت اور طہارت ظاہری اور طہارت باطنی کے علوم و معارف کا ایک بے مثال خزانہ اور گنجینہ ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی معجز اور لا جواب کتاب کا ایک اتنی شخص کی زبان سے ظاہر ہونا کہ جس نے نہ کسی استاد سے تعلیم پائی ہو اور نہ کسی مکتب کا دروازہ جھانکا ہو اور نہ کسی عالم اور حکیم کی صحبت اٹھائی ہو سوائے وحی ربانی اور تعلیم نبدانی اور الہام روحانی اور القاء غیبی و آسمانی اور کیا ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم حضور پر نور کا سب سے بڑا معجزہ ہے جس کی جانب زوال اور انقطاع کو راہ نہیں اور ایسے تواتر سے منقول ہے کہ ایسا تو اتر دنیا کی کسی کتاب کو حاصل نہیں اور ایسے لا جواب علوم و معارف کا خزانہ ہے کہ بڑے سے بڑے حکماء اور مدعیان عقل اس کا جواب نہیں لاسکے کیا باعتبار فصاحت و بلاغت کے اور کیا باعتبار علوم و معارف کے اور کیا باعتبار تحریف و تبدیلی سے محفوظ رہنے کے کسی چیز میں بھی دنیا کی کوئی کتاب قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور نہ انشاء اللہ کر سکے گی، اب ہم اس سے زیادہ کیا کہیں کہ جو خود قرآن تیرہ سو برس سے پکار پکار کہہ رہا ہے کہ جس میں ہمت ہو وہ میرا جواب لکھ دے مگر آج تک کسی کا حوصلہ نہیں ہوا کہ اس کی ایک چھوٹی سی سورت کا مثل پیش کرے آپ کے عہد نبوت سے لے کر اب تک ہر قرن میں عربی

زبان کے بڑے بڑے فصحاء و بلغاء جو دین اسلام کے مخالف تھے اور میں کسی سے اس کا جواب نہ ہو سکا۔

حضرت الاستاذ مولانا سید انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ اپنے ایک قصیدہ نعتیہ میں فرماتے ہیں۔

خاص کر دش حق با عجاز کتاب مستطاب • حجت و فرقان معجز محکم و فصل خطاب
نجم بخش در براعت ہمت بر ترز آفتاب • حرف حزن اد شفا ہست بدی بہر شید

قرآن کریم میں دعوت اور حجت و دونوں موجود ہیں

حافظ فضل اللہ توربشتی اپنے رسالہ عقائد المعتمد فی المعتمد میں فرماتے ہیں حضرات انبیاء جب من جانب اللہ دعوت حق پر مامور ہوتے ہیں تو ان کو اثبات دعویٰ کے لئے بطور حجت معجزہ عطا ہوتا ہے گویا کہ دعوت اور حجت دو علمودہ علیحدہ اور جدا جدا چیزیں ہیں مگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف قرآن مجید کا ایسا معجزہ عطا کیا گیا جس میں دعوت اور حجت دونوں چیزیں جمع کر دی گئیں۔ قرآن کریم معنی کے لحاظ سے دعوت اور وجہ بلاغت اور وجہ اعجاز کے لحاظ سے حجت و دعوت ہے پس قرآن کی حجت خود اس کی نفیس ذات میں ہے اور اسی میں اس کی دعوت بھی مضمر ہے پس کیا قرآن کریم کے ثمرات و فضل کے لئے یہ کافی نہیں کہ ایک ہی چیز میں دعوت اور حجت دونوں جمع ہیں اور دونوں قیامت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ انتہی کلامہ ملخصاً۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب گرویلے باید از دوسے رو متاب

*

تیسرا عقلی معجزہ:

بعد ازاں حافظ تور شہتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کے حالات زندگی بھی آپ کی نبوت کی دلیل ہیں جن میں غور کرنے سے فوراً آپ کی نبوت کی صداقت کا یقین حاصل ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ آپ ابتداء حال میں ایک یتیم تھے نہ آپ کے پاس کوئی قوت تھی جس کے ذریعے لوگوں کو اپنی بات منواتے، نہ صاحب مال و جاہ تھے کہ اس کی لالچ اور طمع دے کر قریش کو فریفتہ کرتے اور نہ آپ کسی سلطنت اور ریاست کے مالک اور وارث تھے کہ لوگ بطع روزی و حصول جاہ آپ کی پیروی کرتے بلکہ آپ تنہا اور بے یار و مددگار تھے، کسی شخص کو آپ کی دعوت سے اتفاق نہ تھا، حتیٰ کہ اس معاملہ میں آپ کے قریبی رشتہ دار بھی آپ کے مخالف اور دشمن بن گئے تھے۔ آپ توحید کی منادی بن کر آئے اور تمام جزیرۃ العرب شرمک اور بت پرستی میں مبتلا تھا اور غارتگری، اور زنا کاری اور مرفار خوری وغیرہ اس قوم کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ جب آنحضرت کی دعوت ظاہر ہوئی تو یک بارگی ان کا حال بدل گیا اور سب یک دل اور یک زبان اور یک جان ہو کر دین حق پر متفق ہو گئے اور ان کی حرص اور طمع اور شہوت رانی اور تمام برائیاں یکلخت مبدل بمکام اخلاق اور محاسن اعمال ہو گئیں اور دین حق کا تبارع میں ایسے سرشار ہوئے کہ اس کے لئے مشقت اور درویشی اور اہل و عیال کی مفارقت کو اختیار کیا اور اپنی جانوں اور مالوں کو خدا کی راہ میں پانی کی طرح بہا دیا جس میں کسی دنیادی غرض کے شائبہ کا بھی احتمال نہیں اور اس ناہنجار قوم کو اس قابل بنادیا کہ دنیا کی سب سے بڑی و سلطنتوں کو بیک وقت زیر و زبر کر دیا اور قیصر و کسریٰ کے خزانوں کو مسجد نبوی کے صحن میں ڈال دیا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

در نشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اور دل کی ہادی ہو گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

انسان جب ان حالات اور انقلابات میں غور و تأمل کرے تو وہ یہ یقین جانے کہ ایسے کارہائے نمایاں کسی عقلی اور فکری تدبیر سے حاصل نہیں ہو سکتے آدمی کی قوت اصرعی اس مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتی، یہ کرشمہ نیروانی اور تائید آسمانی ہے کہ خداوند علیم و قدیر کے حکم و تقدیر کے سوا ممکن نہیں اور بندہ کے کسب اور اختیار کو اس میں کوئی دخل نہیں قرآن کریم میں بھی اسی جانب اشارہ ہے۔ **لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلَكِنَّ اَللّٰهَ اَلْفَ بَيْنَهُمْ**۔ اے نبی کریم اگر آپ اس ناہنجار قوم میں موانعت اور موافقت پیدا کرنے کے لئے روئے زمین کے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو اب ان میں الفت نہیں پیدا کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان میں محبت اور الفت پیدا کر دی۔

چوتھا عقلی معجزہ:

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علماء توریت اور انجیل کے سامنے علی الاعلان یہ بیان فرمانا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ظہور اور بعثت کی خبر توریت اور انجیل میں دی ہے اور انبیاء سابقین نے یہ اطلاع دی ہے کہ اخیر زمانہ میں ایک پیغمبر آخر الزماں مبعوث ہوگا جس کی نبوت تمام انس و جن کے لئے یکساں ہوگی اور اہل کتاب تم کو اس کا علم ہے لہذا تم مجھ پر ایمان لاؤ، آپ کے اس دعوے اور اس حجت کے بعد بیت سے اہل کتاب ایمان لائے اور اس بات کی شہادت دی کہ آپ بے شک وہی نبی برحق ہیں جن کی توریت اور انجیل میں پہلے خبر دی گئی ہے۔

اور بیت سے اہل کتاب باوجود اس علم کے حسد کی بناء پر ایمان نہیں لائے حالانکہ آپ کے ظہور سے پہلے علماء اہل کتاب ان بشارات کو نقل کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اہل مکہ نبی آخر الزماں کا ظہور کا زمانہ قریب آن پہنچا ہے، ان کو یہ خون ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بعد ہماری

سرداری ختم ہو جائے گی اس لئے ایمان نہیں لائے، مگر یہ کسی کی مجال نہ ہوئی کہ قرآن کریم کی ان آیات کی تکذیب کر سکے جن میں حضور پر نور کے متعلق یہ مذکور ہے کہ آپ کا ذکر توریت اور انجیل میں ہے بلکہ قرآن کریم نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ آپ کے صحابہ کا تذکرہ بھی توریت اور انجیل میں ہے۔ کما قال تعلیٰ ذلک مثلهم فی التورۃ و مثلهم فی الانجیل اور علماء اہل کتاب یہ نہیں کہہ سکتے کہ معاذ اللہ۔ قرآن کریم کی یہ خبر غلط ہے اور توریت اور انجیل میں نہ حضور پر نور کی کوئی بشارت مذکور ہے اور نہ آپ کے صحابہ کا ذکر ہے۔ جس وقت قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہو رہی تھیں کہ اس نبی اُمّی کا ذکر توریت اور انجیل میں موجود ہے تو اس وقت ملک میں ہزار ہا علماء یہود اور انصاری موجود تھے۔ اگر قرآن کریم کا یہ دعویٰ غلط ہوتا تو علماء یہود و نصاریٰ اس غلطی کو فاش کرتے تاکہ جو یہود و نصاریٰ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں اور آئندہ کو کوئی یہودی اور عیسائی اپنا دین چھوڑ کر مسلمان نہ ہو جائے۔

پانچواں عقلی معجزہ:

جس وقت اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے اس وقت تمام دنیا گمراہی میں ڈوبی ہوئی تھی اور قسم قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھی اس وقت زیادہ تر دنیا میں چھ مذہب رائج تھے۔

اول مذہب مجوس: جو ایران اور فارس سے لے کر خراساں اور ترکستان تک پھیلا ہوا تھا کسرنے کی حکومت اس مذہب کی سرپرست تھی۔ مجوس دوزخ کے قائل تھے نیردان اور اہرن اور آگ کی پرستش کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے اور بیٹی اور بہن سے نکاح کرتے تھے اور بچہ پالی اور خالہ کا تو ذکر ہی کیا۔

دوم مذہب عیسوی :- یہ مذہب شام اور عراق وغیرہ میں پھیلا ہوا تھا۔ قیصر روم چونکہ مذہب عیسائی تھا اس لئے یہ مذہب شاہان روم سرپرستوں میں نشوونما پا رہا تھا۔

یہ لوگ تثلیث اور اہلیت اور الوہیت مسیح اور کفارہ کے قائل تھے۔

سوم مذہب یہود :- جو توریت کو مانتے تھے مگر خدا اور تکبر کا یہ عالم تھا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور علماء کو نصیحتوں پر قتل کر ڈالنا ان کا دستور ہو گیا تھا لکھا قال تعالیٰ
وَلْيَقْتُلُوا النَّبِيِّينَ الْبَغِيضَ وَلْيَقْتُلُوا الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ، یہود اکثر زمین میں
اور خیر اور مدنیہ کے اطراف و جوار میں رہتے تھے جب جاہ و مال اور دین فروشی اور مسائل
پر رشوت سنانی اور محنت انبیاء میں تحریف ان کا خاص شعار تھا۔

چہارم مذہب مشرکین :- یعنی بت پرستوں کا مذہب جو بتوں کو پرستتے تھے، یہ
مذہب جزیرۃ العرب اور ہندوستان میں شائع تھا۔

پنجم مذہب صابئین :- جو روحانیات کے قائل تھے اور کواکب اور نجوم کی
پرستش کرتے تھے، یہ مذہب حجاز اور عراق میں زیادہ رائج تھا عمرو کے زمانہ میں لوگ
زیادہ تر اسی مذہب کے تھے جن کی ہدایت کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیف
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا حق جل شانہ کے اس ارشاد ان الذین آمنوا والذین
ہادوا والصابئین والنصارے والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ لیفصل
بینہم لیم القیامۃ ان اللہ علی کل شئی شہید ۔ اس آیت میں ان ہی پانچ مذاہب کا
ذکر فرمایا ہے جو آپ کی بعثت کے وقت دنیا میں رائج تھے۔

ششم مذہب دھریہ :- گزشتہ آیت قرآنیہ میں جن پانچ مذاہب کا
ذکر ہے، وہ تو مشہور تھے، ان کے علاوہ ایک فرقہ دھریہ تھا جس کا قول حق تعالیٰ نے یہ
نقل فرمایا د قالوا ما ہی الا حیاتنا الدنیا نفوت ونحیا وما یمہلکنا الا الدھر وما لہم
بذلک من علم ان ہم الا یظنون ۔ اور ما یجا قرآن کریم میں فرقہ دھریہ کا ذکر ہے۔

اس فرقہ کے مدعی اس ناچیز نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام اثبات صانع
عالم و ابطال دہریت و مادیت ہے طالبین حق اس کی مراجعت کریں

دنیا میں مذاہب اسلام کی آمد

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دین حق لے کر دنیا میں تشریف لائے دنیا میں اس
وقت یہ مختلف مذاہب موجود تھے اور سلاطین اور امراء اور والیان ریاست کی سرپرستی میں
بدورش پارہے تھے اور دین اسلام ان سب ادیان اور مذاہب کے خلاف تھا اور جو اس مذہب
اسلام کو لے کر آیا وہ ایک تنہا اور بے کس اور اُمتی تھا، اس نے مبعوث ہونے کے بعد دین اسلام کو
دنیا کے سامنے پیش کیا اور ہر ملت اور ہر مذہب کا دلائل اور براہین سے ایسا رد کیا کہ دنیا حیران رہ
گئی اور بڑے بڑے زیرک اور عقلاء اور فضلاء یہود و نصاریٰ سے آپ کے مناظرے ہوئے مگر تمام
فضلاء مل کر بھی آپ کی کسی دلیل اور براہین پر نقص نہ وارد کر سکے حالانکہ آپ اُمتی تھے لکھنا پڑھنا
نہیں جانتے تھے، قرآن کریم اور حدیث نبوی مذاہب باطلہ کی تردید اور ابطال سے بھرا پڑا ہے
یہ اس امر کی واضح اور روشن دلیل ہے کہ آپ بلاشبہ مکرم من اللہ اور موبد من اللہ تھے، اس نے
کہ باوجود اُمتی ہونے کے دلائل قاطعہ اور براہین ساحلہ سے حق کو ثابت کر دیا اور دنیا کے تمام
مذاہب کو دلائل سے باطل کر دکھلانا بدون الہام ربانی اور تائید رحمانی ناممکن اور محال ہے، تیرہ
سال کی مسلسل دعوت و تبلیغ کے بعد جب دنیا پر حق واضح ہو گیا اور کسی شک و شبہ کی گنجائش
نہ رہی تو آپ نے حکم خداوندی کہ مکرمہ سے ہجرت کی اور پھر ہجرت کے ایک سال بعد مکرمہ خداوندی
معاندین حق سے جہاد و قتال کا آغاز فرمایا اور حسب وعدہ خداوندی مظفر منصور ہوئے اور ان
غزوات و مسایا میں تائید غیبی کے وہ عجیب و غریب کرشمے ظاہر ہوئے کہ دشمنان حق ان کو دیکھ کر
سمجھ گئے کہ اس بے سرو سامانی میں یہ حیرت انگیز کامرانی اور ساند سامان والوں کی ان فیکروں
اور درویشوں کے مقابلہ میں ناکامی اور یہ ذلت و رسوائی بدوں تائید آسمانی ناممکن اور محال

ہے، بالآخر جب مجبور ہو گئے توحق کے سامنے گردن ڈال دی اور اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔

چھٹا عقلی معجزہ ۱۰۔

آپ کا غیب کی خبریں دنیا اور پھر ذرہ برابر اس کے خلاف نہ ہونا اور نہ ان کا غلط ہونا ایسا عجیبائے سابقین اور اسام سابقہ کے واقعات کو اس طرح بیان کرنا کہ اگر آپ اس موقع پر موجود تھے اور آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور کانوں سے سن رہے تھے اور منافقین اور منافقین اور دشمنوں کے دل خطرات اور خیالات کو بر ملا بیان کرنا جن کا حلال حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں شرح طہر پر موجود ہے یہ سب اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ شخص صاحب وحی ہے اس لئے کہ اسی طرح کی پیشین گوئیاں محض عقل سے ناممکن اور محال ہیں ایسی خبریں کا علم کہ چرچل اور دم اور قرآن اور ملائک سے کہیں بالا اور برتر ہوں سوائے وحی ربانی اور انعامیہ وحی کے نہیں ہو سکتا۔

ساتواں عقلی معجزہ ۱۱۔

آپ کا استہاب الاموات ہونا بھی آپ کے نبی برحق ہونے کی صریح دلیل ہے آپ نے جو دعاء فرمائی وہ بارگاہ الہی میں قبول ہوئی۔

معجزات حسیہ

حق جل شانہ نے آپ کو ان عقلی اور باطنی نشانات کے علاوہ جن کو ہم بیان کر چکے ہیں بشارت ظاہری اور حسی نشانات بھی عطا فرمائے جن کا اندازہ جو اس سے ہر لمحہ جیسے کفار مکہ کی درخواست پر آپ کی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا اور آپ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا جس سے تقریباً ڈیڑھ ہزار اصحاب میراں ہو گئے اور سب نے دمنو کیا اور یہاں کو پانی پلایا۔

اور پھر بقدر حاجت برتنوں اور مشینوں میں بھر کر رکھ لیا۔ اور تھوڑے طعام کا ایک لشکر عظیم کی سیری کے لئے کافی ہو جانا اور آپ کے بلانے سے درختوں کا حاضر ہو جانا اور شجر اور حجر کا آپ کو سلام کرنا اور زہر آلود ٹھنی ہوئی بکری کے دست کا دسترخوان پر لونا اور آپ سے یہ کہنا کہ مجھے تناول نہ فرمائیے دشمنوں نے مجھ میں زہر ملا دیا ہے۔ اور آپ کے ہاتھ میں سنگریزوں کا تسلیج پڑھنا وغیرہ وغیرہ تاکہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص اللہ کا برگزیدہ بندہ اور اس کا راز دار اور اس کا نائب اور اس کا سفیر ہے جو اس کے احکام اور ہدایات کرے کر آیا ہے، اس لئے کہ قدرت خداوندی کے عجیب و غریب کرشمے اس کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ سنارت خداوندی کی شان اور اقیانازی کے نشانات ہیں۔ قدرت بشریہ ان کرشموں کے ظاہر کرنے سے عاجز اور ورہاندہ ہے ایسے عجیب و غریب خوارق کا ظہور بدوں تائید ایزدی ناممکن اور محال ہے معلوم ہوا کہ یہ شخص مومین اللہ ہے اور اس شخص کو ایسی ذات بابرکات کی غیبی تائید مل رہی ہے کہ جس کے دست قدرت میں طبعیات اور غفریات فلکیات کی باگ ہے کہ جب چاہتا ہے تو اپنے اس برگزیدہ بندہ کی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے تو اس کی انگلیوں سے بلا سبب ظاہری کے چٹھے جاری کر دیتا ہے تاکہ ماہرین طبعیات اور شیعہ نگاہان اسباب و علل کو معلوم ہو جائے کہ کوئی ذات ایسی بھی ہے جو کسی سبب اور کسی علت کی پابندی نہیں۔

ع۔ دوست سلطان آنچر خراہمی کند

اور یہ مدعی نبوت جس کے ہاتھ پر غیبی کرشمے ظاہر ہو رہے ہیں وہ اسی تاؤر مطلق اور ضائع برحق کا فرستادہ ہے کہ جو اسباب فکلی اور غفیری کا خالق اور مالک ہے اور ان غیبی کرشموں کے ظاہر کرنے سے خالق مطلق کا مقصود یہ ہے کہ مخلوق پر یہ امر خوب واضح ہو جائے کہ جس طرح حضور پرورد کی زبان فیض ترجمان۔ خلائے عظیم و حکیم کے علم و حکمت کا آئینہ ہے، اسی طرح حضور پرورد کا دست مبارک خداوند قدیر کے دست قدرت کا آئینہ ہے کہ جس کے ذریعہ قدرت غیبیہ کے عجیب و غریب کرشمے ظاہر ہو رہے ہیں۔ کما قال تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یدلہ

فوق ابیدیم۔ وقال تعالیٰ وعلو صیغۃ اذویت وکن اللہ رتے ایک بشر کے ہاتھ پر ایسے خارق کا ظہور کہ جو بلاشبہ قدرت بشری سے خارج ہوں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص کے ہاتھ کے پچھے دست قدرت پوشیدہ لمہ پر کار فرما ہے اور اس نبی کے ہاتھ سے جو کچھ ظاہر ہو رہا ہے وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اس نبی کا فعل نہیں۔

ماریت اذویت گفت حق کار حق بر کار ہادار و سبق
گر ہر انیم تیر آن نے زناست مان کمان و تیر اندازش خداست
اور جب ان امتیازی نشانات سے لوگوں پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حضور پرورد اللہ کے برگزیدہ بندہ اور اس کے نائب اور اس کے سفیر میں تو لوگ آپ کو مستحق اطاعت جانیں گے۔ اور آپ کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت سمجھیں گے۔

خلاصہ کلام :

یہ کہ معجزات کے غایت کرنے میں حکمت یہ ہے کہ عوام کتاب کی نبوت کا یقین نہ آجائے اور نبی کے حق میں یہ معجزات منصب مفاہات کے لئے بمنزل سند اور دستاویز کے ہو جائیں معجزات قرآپ کے بے شمار ہیں مگر ہم اس وقت صرف ان معجزات کو ذکر کرتے ہیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور ان میں سے ہر ایک اگرچہ حد تو اتنا کہ نہ پہنچا ہو مگر ان کی نمونہ تعداد اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جس سے ان میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے حضرت علیؑ کی شجاعت اور حاتم طائیؑ کی سخاوت کے افراد اگرچہ فرویت اور احادیث کی شکل میں ہیں اور تو ان کی حد کو نہیں پہنچے، مگر ان کی نمونہ تعداد اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ جس کے بعد شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی، یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ کی شجاعت اور حاتم طائیؑ

کی خدات و دنیا میں ضربِ اشل ہو گئی۔ یہود کے نزدیک حضرت موسیٰ کا معجزہ عصا اور چوہہ پیرضا حضرت موسیٰ کی نبوت کی دلیل ہے۔

اور نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیاء موتی اھسا بلا ناکہ و ابر میں حضرت عیسیٰ کی نبوت کی دلیل ہے اسی طرح معجزات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے کلائل اور براہین ہیں۔

اور مسیحیوں کا اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے انکار کرنا ہے ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ یہود حضرت مسیح کے معجزات کا انکار کرتے ہیں۔

معجزات نبوی کی تفصیل:

اب ہم اس سچی اور اجمالی بیان کے بعد معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

معجزہ کی تعریف:

معجزہ اُس امر خارق العادہ کو کہتے ہیں کہ جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہوا اور کل عوام اس کے معارضہ اور مقابلہ یعنی اس کے مثل لانے سے عاجز اور درماندہ ہو تاکہ منکرین اور منافقین پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ شخص برگزیدہ خدا ہے کہ جس کے دشمنوں کے عاجز کرنے کے لئے خدا نے غیب سے یہ کرشمہ قدرت ظاہر فرمایا ہے اور لوگوں پر یہ امر مشکف ہو جائے کہ تا یہ غیبی اس کی پشت پر ہے، یہ شخص کوئی ساحر اور کاہن نہیں کہ کوئی اس کا معارضہ اور مقابلہ کرے لہذا اگر کسی کو صلاح اور فلاح درکار ہے تو وہ صرف اس برگزیدہ ہستی پر ایمان لانے اور اس کی اتباع اور پیروی سے نال ہو سکتی ہے جس برگزیدہ ذات کو حق تعالیٰ نے اپنا خلیفہ اور نائب اور امیر اور مستند بنا کر بھیجا ہو اس کی تکذیب اور مخالفت کا انجام سوائے شقاوت اور ہلاکت کے کیا

ہر سکتا ہے۔ فانظر کیف کان عاقبة الکذبین۔ لہ

معجزاتِ علمیہ اور معجزاتِ عملیہ:

معجزات کی دو قسمیں ہیں ایک معجزاتِ علمیہ اور ایک معجزاتِ عملیہ معجزہ علمی اس کو کہتے ہیں کہ مدعی نبوت کے ہاتھ سے ایسا عمل یعنی ایسا کام ظاہر ہو کہ اس جیسا کام کہنے سے سب عاجز آجائیں۔ اور معجزہ علمی اس کا نام ہے کہ مدعی نبوت سے ایسے علوم اور معارف ظاہر ہوں کہ ساری دنیا اس کے معارف اور مقابل یعنی اس کے مثل لائے سے عاجز ہو۔

حق جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں قسم کے اس قدر کثیر معجزات عطا فرمائے جو محاصرہ اور شمار سے باہر ہیں۔

قرآن حکیم سب بڑا معجزہ ہے:

اں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم ہے جو علمی معجزہ ہے اور تمام انبیاء کے معجزات سے بڑھا ہوا ہے سب جانتے ہیں کہ علم کو عمل بد شرف ہے یہی وجہ ہے کہ ہر فن میں استادوں کی تعظیم کی جاتی ہے لہذا ہر رشتہ میں مانسوں کی تحزاہ اہلکاروں سے زیادہ ہوتی ہے، یہ شرف علم ہی کا ہے۔ محنت تو اہل کار زیادہ کرتے ہیں۔ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی معجزہ ہے اور آپ کے معجزات میں عمدہ ترین معجزہ ہے، ایسا معجزہ لہ کسی پیغمبر کو غایت نہیں ہوا۔ سب انبیاء اور مرسلین کے معجزے ایک خاص وقت میں ظاہر ہوئے اور ختم ہو گئے اور معجزہ قرآن ایسا معجزہ ہے کہ جس کی جانب نڈال انقطاع کو راہ نہیں، ابتدا، نزول سے لے کر اب سہل سہل ہر گیارہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا تغیر و تبدل اور ہر کم و کاست باقی اور محفوظ ہے اور اللہ تعالیٰ یہ معجزہ تا قیام قیامت اسی طرح باقی رہے گا جس طرح آپ پر نازل ہوا تھا۔

وجوہ اعجاز :

علماء نے اپنی کتابوں میں مختلف طریقوں سے قرآن کریم کا معجزہ ہونا ثابت کیا ہے جو بہت ہی ہم ان میں سے اُن چند وجوہ کو بیان کرتے ہیں جو بائبل صاف اور سیک ہیں۔

اعجاز قرآن کی پہلی وجہ :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر (جادو) کا چرچا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عصا اور یوسف کا معجزہ عطا فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب کا زور تھا، حق تعالیٰ نے اُن کو شفا مرضی اور احیاء موتی کا معجزہ عطا فرمایا اور ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کرامت میں فصاحت و بلاغت کا چرچا تھا، عرب لوگ اپنے سوا تمام ممالک کو غم یعنی گونگا کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں۔ پس سب سے بڑا معجزہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن کریم کا عطا کیا جس کی فصاحت اور بلاغت اور سلاست اور دل آویزی اور لطافت کے مقابلہ سے بڑے بڑے فصیح و بلیغ عاجز رہے اور یہی معجزہ کی تعریف ہے کہ جس کے مقابلہ سے دنیا عاجز اور در ماند ہو، معجزہ خود نبی کی قدرت سے بھی باہر ہوتا ہے، قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام تھا حضور پر نور کا کلام نہ تھا جس طرح تمام عالم اس قرآن کے مثل لانے سے عاجز تھا اسی طرح یہ قرآن خود حضور پر نور کی قدرت سے بھی نہ تھا حضور پر نور کا کلام حدیث ہے، اس میں اور قرآن میں زمین و آسمان کا فرق ہے، نصحاء و عرب کے مجمع میں آپ نے فأتوا بسورۃ من مثله کا ڈنکا بجایا کہ اگر کہیں اس قرآن کے کلام الہی ہونے میں کوئی شبہ ہے تو تم سب مل کر انا اعطینا جیسی سورت بنالاء قرآن نے لٹکار لٹکار کر کفار کو مقابلہ اور تحری کی دعوت دی مگر تمام نصحاء عرب اس کے مثل لانے سے عاجز ہو گئے حالانکہ کلام الہی ان الفاظ اور حروف سے مرکب ہے جن سے اُن کا کلام مرکب تھا اور وہی عربی زبان ہے جو اُن کی زبان تھی۔ اور پھر مزید برآں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

محض اتنی تھے نہ کسی سے بڑھانہ لکھا اور نہ کسی عالم کی صحبت نصیب ہوئی پھر ایسا کلام معجز نظام اور حقائق و معارف الہیام آپ کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہونا یہ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ یہ کلام اللہ کا کلام ہے کسی بشر کا کلام نہیں، اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کلام سے صرف یہ تعلق ہے کہ جبریل امین - حق تعالیٰ کا جو کلام بطور وحی و پیغام لے کر آپ پر نازل ہوئے آپ نے وہ بلا کم و کاست بندوں تک پہنچا دیا تاکہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں۔ قاضی عیاض شفا میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں باعتبار بلاغت کے سات ہزار سے زیادہ معجزے ہیں، اس لئے کہ انا اعطیناک السورۃ جسی چھوٹی سورت میں دس کلمے ہیں اور تمام کلام اللہ میں تقریباً ستر ہزار لکھے ہیں سو جب ستر ہزار کو دس پر تقسیم کیا جائے تو خارج قسمت سات ہزار سات سو ہوگا، پس قرآن کریم میں سات ہزار سات سو معجزے ہوئے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

بعض بے وقوف یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں اور کتاب میں بھی ایسی ہی کہ جو اپنی نظیر نہیں رکھیں جیسے شاہنامہ فردوسی اور گلستان سعدی -

جواب:

یہ قول اس امر کی دلیل ہے کہ اس شخص کو معجزہ کی حقیقت اور اعجاز کی کیفیت معلوم نہیں قرآن کریم کا اعجاز اس وجہ سے ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنکے کی جوئے کفار عرب کے سامنے قرآن کریم کو پیش کیا اور بلا تکبر و دل بڑے دند سے کہا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور میرا معجزہ ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہو تو اس کے مقابلے میں ایسا فصیح و بلیغ کلام بنا کر پیش کرے تیس سال تک مسلسل یہ مناوی اور چیلنج ہوتا رہا مگر کوئی شخص اس کے مثل ایک سطر بھی بنا کر نہ لاسکا اور سارا عالم اس کے مقابلے اور حارثہ سے عاجز اور درماندہ رہا بتلانے والے نبلائی کہ کیا یہ تمدی اور مقابلہ

کی دعوت اور کس کتاب میں کہاں واقع ہوئی اور کس نے تحدی اور مقابلہ کی دعوت دی اور کس مقام پر مخالفین کا غرظ ظاہر ہوا محض انہدامِ منظر کا نام اعجاز نہیں۔ بسا اوقات حسن و جمال اور خوبی و کمال کی بنا پر کسی عالم کو یا کسی تصنیف کو بے نظیر اور بے مثال کہ دیا جاتا ہے، لیکن مطلب نہیں ہوتا کہ یہ تصنیف یا یہ مصنف معجزہ ہے۔

نیز بسا اوقات انسان اپنے دُعم میں کسی چیز کو بے نظیر سمجھتا ہے اور واقع میں اس کی نظیر موجود ہوتی ہے، شاہنامہ فردوسی کے مقابلے میں مرزا محمد تورانی مختص بآشوب نے صورتِ نقد و تہ ایک کتاب لکھی جو شاہنامہ فردوسی سے بہتر ہے جس میں فردوسی پر اکثر جرح کرتا ہے۔

نیز یہ کہ معجزہ کے لئے لازم ہے کہ وہ امر خارق للعادة ہو اس میں اسباب ظاہری کا کوئی دخل نہ ہو، بحر اور معجزہ میں فرق یہی ہے کہ بحر تعلیم اور تعلیم اور کسب و اکتساب سے حاصل ہو سکتا ہے اور معجزہ کوئی فن نہیں کہ جو تعلیم اور تعلیم سے حاصل ہو سکے۔

اور ظاہر ہے کہ سعدی اور فردوسی نے سالہا سال تعلیم اور تعلیم کی محنتیں اور مشقتیں اٹھائی اور برسوں مدرسوں میں پڑھے اور استادوں کی جوتیاں سیدھی کرتے رہے اور ان سے پڑھتے رہے اور اصلاح لیتے رہے، پس اگر سالہا سال کی محنتوں اور مدتوں کی مشاقی اور جدوجہد کے بعد ان کا کلام دوسروں کے کلام سے فائق ہو گیا تو وہ نہ ممکن تعجب ہے اور نہ اس کو معجزہ کہا جاسکتا ہے۔

مرزا نے میں اور ہر زبان میں بڑے بڑے فاضل اور ادیب اور انشا پرداز گزرے ہیں جیسے عربی میں بدیع الزمان ہمدانی اور حمیری مکر وہ معجزہ نہیں۔

اور فارسی میں سعدی اور فردوسی اور انگریزی میں ملٹن اور سنسکرت میں کالیداس اور اردو میں محمد حسین آزاد اور حالی وغیرہ وغیرہ۔

جن کا کلام اپنے ہم معروض کے کلام سے فائق اور ممتاز ہو گیا تو یہ سالہا سال کی محنتوں اور مشقتوں کا ثمرہ ہے کوئی معجزہ نہیں۔

اس سلسلے میں بعض خوش فہم فیضی کی بے نقط تفسیر کا نام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے نقط ہے۔
 آج تک اس کا جواب نہیں ہو سکا، اس کا جواب خود فیضی کی زبان سے سننے کو وہ اپنی تفسیر کے
 دیباچہ میں قرآن کریم کو خدا کی اتاری ہوئی کتاب مانتے ہیں اور اس کے سوا تمام علوم اور کتب کو درجہ
 قرار دیتے ہیں، چنانچہ فیضی کہتے ہیں۔

العلوم كلها صواعق العلم كلام الله
 وكلام الله لا عدد لمحامد ولا
 مكارم ولا حصص لرسومه ولا
 احصاء لعلومه وما علم علوم كلام
 الله كلها احد الا الله ورسوله
 والوالعلم ما علموا الا عدا ادا
 تمام علوم، سوائے علم قرآنی کے سب درجہ میں
 اور کلام اللہ کے مناقب کی کوئی شمار نہیں اور اس کے
 محاسن کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی صداقت کے
 نشان غیر مخصوص ہیں اور علوم قرآن اس درجہ بے
 شمار ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں جو علوم قرآن
 کریم میں ہیں ان کو یہ تمام و کمال سوائے خدا
 اور اس کے رسول کے کوئی نہیں جانتا اور تمام

اہل علم کو مل کر جو قرآن کا علم ہاتھ آیا ہے وہ
 اس کے غیر محدود علم کا ایک محدود حصہ ہے۔
 کلام اللہ کے معلق یہ خود فیضی کا اقرار اور اعتراف ہے۔ اب اس اقرار کے بعد فیضی کو شہادت
 میں پیش کرنا سخت بے حیائی اور ڈھٹائی ہے اور مدعی شہادت اور گواہ چست کامضمون ہے۔
 اور اگر بالفرض والتقدیر فیضی اور سعدی اور فردوسی قرآن کی طرح دنیا کو متقابلہ کپڑے چیلنج
 کرتے تو معلوم کتنے شاہنشاہے اور کتنی گلستا میں غلامان غلامان نبی امی فداہ نفسی دابی راجی۔ لکھ کر
 دنیا کے سامنے ڈال دیتے۔

اعجاز کی دوسری وجہ :

اعجاز قرآن کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ علوم ہدایت کا جامع ہے، جو شخص قرآن کریم کے

علوم اور معارف کی تحقیق و تفتیش کرے گا تو اس کو اس کتاب میں عقائد اور اعمال اور تہذیب
اخلاق اور تمدن اور معاشرت اور اصول حکومت و سیاست اور ترقی روحانیت اور تحصیل معرفت
ربانی اور تزکیہ روحانی اور حکمرانی اور عدل عمرانی اور رسول الی اللہ اور قرب یزفانی کے وہ مقام
تواضع اور سامان اس کو اس کتاب میں نظر آئیں گے جس کو دیکھ کر بے اختیار اس کا دل اور اس کی
زبان گواہی دیں گے کہ بلاشبہ یہ اللہ کا کلام ہے اور یقیناً یہ اللہ کی آماری ہوئی کتاب ہے
ایسے علوم اور معارف کا خزانہ اور گنجینہ تو عالم کے تمام حکماء کی بھی نہیں پیش کر سکتے چہ جائیکہ
ایک آتی قوم کے ایک آتی فرد سے اس کی توقع کہ وہ ایک جامع کتاب دنیا کے سامنے پیش کرے
کہ جو دنیا اور آخرت و دونوں کی صلاح اور فلاح کی کفیل اور ذمہ دار ہو اور حقوق خداوندی اور
حقوق العباد اور حقوق نفس کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہو اور عالم کے تمام مذاہب باطلہ
یہود اور نصاریٰ اور مشرکین اور مجوس اور صابئین کا وہیل اور برہان کے ساتھ رد کرتی ہو اور کسی
مذہب کے عالم میں یہ قدرت نہ ہو کہ وہ دلائل قرآنی کا جواب دے سکے — کیا ایسا
امر کی دلیل اور برہان نہیں کہ یہ قرآن بلاشبہ اللہ کی آماری ہوئی کتاب ہے۔

اعجاز کی تیسری وجہ:

اعجاز قرآن کی تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم حالات آئندہ کی خبروں پر مشتمل ہے کہ
جن چیزوں کا نام و نشان اور وہم و گمان نہ تھا اور انسانی ادراک ان کے تصور سے بھی قاصر تھا
قرآن کریم نے پیشتر سے ان کے وقوع اور ظہور کے خبر دی اور پھر ظالم و کاست قرآن کریم کی خبر کے
مطابق وہ چیز واقع ہوئی، جیسے آپ نے ہجرت سے پہلے بتا دیے فارس و رومیوں کی غلبہ کی خبر
دی کہ اقبال تعالیٰ الم غلبت الما و مرنے ادنیٰ الارض۔ الایۃ اور غزوہ بدر میں کفار کی
شکست کی خبر دی سیہنم الجمع و یولون الدبر اور دین اسلام کے ظہور اور غلبہ کی خبر
دی کہ اقبال تعالیٰ هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہر علی الدین کلمہ

وغیرہ وغیرہ جن کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ پیشین گوئیوں کی بیان میں آئے گی۔

غرض یہ کہ قرآن کریم نے آئندہ کے متعلق جو خبریں دی ہیں وہ اسی طرح واقع ہوئیں جس طرح قرآن کریم نے ان کی خبر دی تھی۔

اور علیٰ ہذا قرآن کریم کا انبیاء سابقین کے قصص اور اہم سابقہ کے واقعات اور حالات پر مثل ہونا مثل قصہ سیدنا ابراہیم و حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ و حضرت یونس وغیرہم اودھند و القرمین اور قصہ اصحاب کہف وغیرہ جن کا پورا علم علماء اہل کتاب کو بھی نہ تھا نہ ہی اتنی فداہ دانی نے جب ان آیات کو علماء اہل کتاب کے سامنے عادت کیا تو کوئی انکار نہ کر سکا۔

حضرت اہل علم اگر وجوہ اعجاز کی تحقیق اور تفصیل چاہیں تو قاضی ابوبکر باقلانی کی اعجاز القرآن اور شفا قاضی عیاض میں بحث اعجاز القرآن کی مراجعت کریں۔

اگر وہ اس ناچیز نے بھی ایک مختصر سا لہ اُعْجَانُ الْقُرْآن کے نام سے لکھا ہے، اس کو دیکھ لیں۔

حدیث نبوی، دوسرا معجزہ:

قرآن کریم کے بعد آپ کا علمی معجزہ حدیث نبوی ہے جس کو شریعت اور ملت کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جس کی کاملیت اور جامعیت کو دیکھ کر ادنیٰ عقل والا اس یقین پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ایسے انوکھے عقل اور افراتفرق الفطرت و تنور اور آئین کا منبع اور سرچشمہ سوائے خداوند عظیم و حکیم کے ذات باریکات کے کوئی ذات انسانی نہیں ہو سکتی۔ خاص کر کہ جو ذات انسانی محض اتنی جو جس نے نہ لکھا ہو نہ پڑھا ہو اس کی زبان سے ایسی خیر العقول علوم و معارف کا چشمہ کیسے جاری ہوا معلوم ہوا کہ اس اتنی نبی کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ نکل رہا ہے وہ حقیقت پس پر دہ لسان غیب برل رہی ہے موسیٰ علیہ السلام نے درخت میں سے جو آواز سنی وہ حقیقت و درخت کی آواز نہ تھی بلکہ وہ آواز خداوند قدوس کی تھی اور یہ درخت بمنزل ٹیلیفون کے تھا کہ جو عالم غیب کی آواز کو موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا رہا تھا۔

اسی طرح اُس نجی انی فداہ نفسی راہی دانی کو سمجھ کر اس کی زبان فیض ترجمان سے جو نعل رہا
تھا وہ وحی ربانی اور آوازِ بزدانی تھی معاذ اللہ لفظی نفسانی نہ تھا۔ وہ مابین طوق عن الہوی
ان ہوا لا وحی یوحی ۵۔

گفتہ اور گشتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود
اس لئے کہ شریعت اسلامیہ جن عقائد اور اعتقادات کی تعلیم دیتی ہے، وہ خرافات اور
بے اصل باتوں سے پاک اور منزہ ہیں اور عقلی اور نقلی اور فطری دلائل سے ثابت ہیں جن کی نسبت
یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ عقائد قطعاً صحیح اور واقعی ہیں۔

اور شریعت اسلامیہ نے جن مکالم اخلاق کا حکم دیا ہے اولین اور آخرین کے صحیفوں میں اسکی
نظیر نہیں اور عقلی مذاہم شریعت اسلامیہ نے جن عبادات اور معاملات اور افعال و اعمال کا حکم دیا وہ بیشمار
حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی جزئی تفصیل اور مبادا اور معاہدہ کی جزئیات
شریعت اسلامیہ نے حل کئے ہیں وہ عقل انسان سے کہیں بالا اور برتر ہیں۔

اور علماء فرنگ کا اقرار ہے کہ توریت اور انجیل اور عہد قدیم اور عہد جدید کے تمام صحیفے تعلیمات
اسلامیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

نیز دنیا میں اُبیار اور حکما اور سلاطین اور علماء لاکھوں کی تعداد میں گزرے مگر جس حیرت انگیز
احتیاط کے ساتھ ان حضرات معالی اللہ علیہم السلام کی حرکات اور مکانات اور آپ کی زبان مبارک سے نکلے
ہوئے الفاظ اور کلمات کو محفوظ کیا گیا۔ اولین اور آخرین میں اس کی نظیر نہیں۔ ایک آپ کی زندگی کی
محفوظ رکھنے کے لئے آپ کے افعال و اقوال کے روایت کرنے والے ہزار ہا مادیوں کی زندگیاں
اس لئے زیرِ تحقیق لائی گئیں کہ آپ کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے شک و شبہ کا کوئی شائبہ
باقی نہ رہے۔ علم اسماء الرجال اور علم الاسناد اور علم اصول الحدیث اسکی خاطر ایجاد ہوئے جن کا منشاء
صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور اعمال ایسے محفوظ ہو جائیں کہ سلسلہ
سند اور طرق اور اسانید کو دیکھ کر پڑھنے والے کو ایسا علم یقینی حاصل ہو جائے کہ جو معنی مشاہد کے

مساوی اور ہم مرتبہ ہوا صحاح ستہ اور دوسری کتب احادیث کو دیکھنے سے انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے کہ کس حیرت انگیز انتظام اور اہتمام سے حدیث نبوی کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے اور حضرت محدثین کو راز اللہ مراد قدیم نے احادیث نبوی کی صحت اور جانچ پڑتال کے لئے کس قدر سخت ضوابط اور قواعد مرتب کئے ہیں۔

مولا امام مالک اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ وغیرہ دنیا کے سامنے موجود ہیں، مگر کسی علماء و زنادق کی یہ مجال نہیں ہوئی کہ ایک لفظ کی بھی اوریشی کر سکے۔

پھر ان کتابوں کی مندرجہ احادیث میں سے ایک ایک حدیث کو تحقیق اور تدقیق کی کوئی پرسی کہ ہر ایک حدیث کے تمام راویوں کا حال تہلکا دیا اور ہر حدیث کا درجہ قائم کر دیا کہ یہ صحیح ہے یا حسن یا غریب ہے یا ضعیف ہے یا منکر ہے۔

پھر لطف یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی روایت کرنے والا پہلا طبقہ صحابہ کرام کا ہے جس میں سے بعدہ تعالیٰ ایک شخص بھی قسم کھانے کو دروغ گو ثابت نہیں ہوا صحابہ کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ اتنی بڑی جماعت میں سے کسی فرد واحد کی نسبت آج تک یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اُس نے کبھی جھوٹ بولا ہو یہ اُس نبی اُمتی فداہ نفسی و ابی و امی کا اعجاز ہے کہ اس کے ترتیب یافتہ افراد میں سے ایک فرد واحد بگیا جھوٹا نہیں نکلا۔ ان پہلے راویوں کے بعد دوسرے اور تیسرے درجہ کے راویوں کی زندگیاں بھی عام طور پر کذب اور دروغ سے محفوظ پائی جاتی ہیں۔ ان سب کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ اپنی طرف سے کوئی بات نسبت کرنا گناہ کبیرہ اور جرم عظیم ہے۔

آج دنیا میں کوئی حضرت مسیح کا پیرو یہ نہیں بتا سکتا کہ ان کا سلسلہ اسناد کیا ہے اور کس ذریعہ اور کس سند سے اُن کو یہ انجیلیں اور حواریین کے رسائل اور خطوط ملے اور اس سلسلہ سند کے مادی کون کون لوگ ہیں اور کون ان میں سے ثقہ اور معتمد ہے اور کون غیر معتبر علماء و نصاریٰ حضرت مسیح کا

ایک کلمہ بھی سبقتل کے ساتھ نہیں پیش کر سکتے۔ اور حضرات محدثین کا یہ حال ہے کہ بغیر سند کے کوئی نفعدان کی بارگاہ میں قابل التفات بھی نہیں اور حدیث کی مشہور کتابیں اسی محفوظ ذریعہ اور محتاط لوگوں کے عہد میں مرتب اور مدون ہوئیں اور مدون و مرتب ہو جانے کے بعد ان کے مصنفین ہی کے زمانے سے لوگوں نے ان کا پڑھنا اور حفظ یا ذکرنا شروع کر دیا اور آج تک ان کتابوں کی سندیں متواتر سلسلوں سے دنیا میں موجود ہیں اور مشرق و مغرب کے علماء کے زیرِ درس ہیں۔ غور تو کیجئے کہ ایک ذات بابرکات قدسی صفات کے اقوال و افعال کے محفوظ رکھنے کے لئے یہ انتظام اور یہ اہتمام کیا۔ انسانی تدبیر اور جہد و کوشش ہے حاشا و کلام۔ یہ صرف تائید ربانی اللہ فضل بزدلی کا کرشمہ ہے کہ جو پردہ غیب سے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیث کی حفاظت کے لئے نمودار ہوا ہے، علم حدیث اور اس کے متعلقہ علوم و فنون پر غور کرنے کے بعد دنیا کی تمام تاریخوں کا مرتبہ نگاہ سے گزرتا ہے اور بلاشبہ جزوات تمام اقوام اور تمام ممالک کے لئے قیامت تک کے لئے ہادی اور رہبر بن کر آئی اس کی زندگی اور اس کے اقوال و افعال ایسے ہی معجزہ نظریہ پر محفوظ ہونے چاہئیں کہ قیامت تک آنے والوں کے لئے کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے اور جو شخص اس نبی اُمّی کی زندگی کو آنکھ سے دیکھنا چاہے تو حدیث نبوی کے پردہ سے اُس کو دیکھ سکے۔

یہ جو کچھ کہا گیا ہے یہ حدیث نبوی کے اس اعجاز کا بیان تھا کہ جس کا تعلق روایت حدیث سے ہے ایسی الفاظ حدیث کے بے مثال حفاظت سے متعلق ہے۔

اور اگر حدیث نبوی کے اعجاز کو روایت اور تفقہ کے اعتبار سے دیکھنا چاہتے ہو تو ائمہ مجتہدین اور فقہاء امت کی کتابیں دیکھو جس سے تم کو یہ معلوم ہوگا کہ قوانین شریعت کس درجہ دقیق اور عمیق ہیں۔ کہ جن کے استنباط اور استخراج میں علماء امت اور فقہاء ملت کس درجہ حیران اور پریشان رہے باوجود غایت بنہم و ذکا و فصوح شریعت کی تحقیق اور دقیق میں غریب گزاردیں اور یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

محش غایتیہ دارند سعدی را سخن پلایاں بمیرد تشنه مستقی و دریا بچنیں باقی

جس طرح حضرات محدثین کا وجود نبی اُمّی سے اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے اسی طرح حضرات فقہاء کا وجود بھی نبی اُمّی سے اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے فرق اتنا ہے کہ پہلا معجزہ روایت کا ہے اور دوسرا معجزہ روایت کا ہے۔

علمائے اُمت محمدیہ تفسیر المعجزہ؛

مجموعہ معجزات کے اس اُمت کے علماء و صلحاء آپ کی نبوت و رسالت کا معجزہ ہیں کہ حق جل شانہ نے آپ کی اُمت کو خیر الام بنایا اور انبیاء و کلام کا وارث بنایا۔ اور ایسا بے مثال حافظ اور بے نظیر علم و فہم عطا کیا کہ اولین و آخرین میں اُس کی نظیر نہیں حضرات محدثین کو قوت حافظ میں کو ان کا تین کا نمونہ بنایا اور حضرات فقہاء کو قوت اجتہاد و استنباط عطاء کی اور فہم و ادراک و حکمت سخی و دقیقہ دسی میں ملائکہ مقررین کا نمونہ بنایا اور اولیاء عارفین کو اپنے عشق و محبت کی دولت ہے نوازنا اور عرش عظیم اور بیت معمور کا میل و نہار طواف کرنے والے فرشتوں کا نمونہ بنایا کسی امت میں علماء اسلام جیسا علم اور فہم اور تحقیق و تدقیق کا نام و نشان نہ ملے گا اور نہ ان کی بے مثال اور بلند پہلے تصانیف کی کوئی نظیر نظر آئے گی۔

مغربی اقوام نے صنعت اور کارگری میں حیرت انگیز کوششیں دکھائیں، مگر ان قوموں میں تو ریت و عمارتیں کا کوئی بنیادی اور علم نظر آتا ہے کہ جس کو توریت و انجیل از بر یاد ہو اور نہ یحییٰ بن سید القبطان اور یحییٰ بن معین جیسا اسما و ارجال کا حافظ و علم پیدا ہو جن قوموں نے اپنے پیغمبروں کی کتابوں اور صحیفوں میں ویدہ و دانستہ تحریف کر ڈالی ہو ایسی قوموں میں احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین جیسا حافظ حدیث ہر ناما مکن اور محال ہے اور نہ یہود اور نصاریٰ کی اولین و آخرین میں ابو حنیفہ اور شافعی جیسا فقیہ اور مجتہد نظر آتا ہے کہ جو دین و دنیا اور اعتقادات اور عبادات اور معاملات اور معاشرت اور سیاست

ملکیہ و دنیویہ کے تمام مسائل کو توحید و تائیل کی نصوص کی روشنی میں حل کر سکے اور نہ ابوالحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی اور غزالی اور رازی جیسا کوئی محکم کسی امت میں نظر آتا ہے کہ کہ جب میدانِ مباحثہ و مناظرہ میں نکلے تو عقائدِ اسلامیہ کی تحقیق کے لئے عقلی و نقلی دلائل کا لشکر اس کے ساتھ ہوا اور باطل کی گردن پر اس کی تیغ بے دریغ چل رہی ہو اور دنیائے اسلام کی سرفرازی اور سر بلندی اور کفر و باطل کی ذلت و خواری اور سرنگونی کا تماشا دینا دیکھ رہی ہو اور نہ بنید شیلی اور بایزید اور معروف کرخی جیسا عابد و زاہد و خداوند و اجداد الجلال کا عاشق اور محبوب کسی امت میں پیدا ہوا۔

اور نہ خلیل بن احمد اور سیبویہ جیسا علمِ اعراب کا مجدد و امام کسی ملت میں ہوا اور نہ عبدالقادر جیرجانی اور سعد الدین نقاش زانی جیسا اسرارِ بلاغت اور دلائلِ اعجاز کا امام کسی امت میں پیدا ہوا۔

علامہ یہود اور علماء نصاریٰ۔ عبرانی یا سریانی یا انگریزی زبان کی لغت میں کوئی لسانِ عرب اور قاموس اور تاج العروس جیسی کتاب تو دکھلائیں، جمال الدین ابن حاجب اور طاعی کا تو ذکر کیا کروں میزان و مشعب اور صرف میر و نوح میر جو علم صرف و نحو کی بائبل ابتدائی کتابیں ہیں۔ روئے زمین کے علماء یہود و نصاریٰ، عبرانی و سریانی یا انگریزی زبان کے متعلق کوئی میزان و مشعب تو دکھلائیں، بطور نمونہ ان چند علوم کا ذکر کر دیا آگے تیس کر لو

یہود اور نصاریٰ سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ علماء اسلام کا شریعت موسویہ اور شریعت عیسویہ کے علماء اور فضلاء سے موازنہ کر کے دیکھو صنعتی اور حرفتی ترقی پر نظر نہ کر دے علمی اور اخلاقی ترقی نہیں بلکہ یہ کاری گری ہے، اس میں دن بدن اور ترقی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اسلام میں یہ علمی اور عملی اور اخلاقی ترقی سب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع کی برکت سے ہوتی کیا یہ اسلام کا معجزہ نہیں کہ شریعت اسلامیہ کی اتباع کی برکت سے علم و حکمت کے دروازے کھل گئے اور امت محمدیہ میں ایسے بے مثال علماء و فضلاء اور اولیاء اور اقیام پیدا ہوئے کہ کسی

امت میں ان کی تکفیر نہیں۔

چوتھا معجزہ:

وہ غیبی آوازیں ہیں کہ جو بہت سے کاہنوں وغیرہ کو جنگلوں اور سیلابوں میں سنائی دے کر یہ نبی برحق ہیں جو من جانب اللہ مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور ان ہی کی متابعت میں نجات ہے اس قسم کے معجزات کا بیان خصائص کبریٰ للسیوطی میں اندھا دیکھو۔

پانچواں معجزہ:

یہ ہے کہ شجر اور حجر میں سے ایسی آوازیں سنائی دیں کہ جن میں آپ کی نبوت کی گواہی اور آپ پر سلام تھا اَنَسَلَامُ عَلَیْکَ یَا سَرُّوْهُ اللہ اور ایک بار حضور پر نور نے درخت کو بلایا، تو حسبِ احکم حاضر ہو گیا اور جب واپسی کا حکم دیا تو واپس ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق انبیاء سابقین کی پیشین گوئیاں

منجملہ دلائل نبوت آپ کی نبوت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گزشتہ انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو بشارتیں دی ہیں کہ آخر زمانے میں ایک کامل نبی ملک عرب میں مبعوث ہونے والا ہے

اور اسی بنا پر اہل کتاب اُس آنے والے نبی کے منتظر تھے، اسی لئے بہت سے ذی علم مخلص اہل کتاب جیسے عبداللہ بن سلامؓ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت کو سننے ہی ایمان لے آئے اور بیت سے علماء اہل کتاب آپ کے ظہور سے پہلے ان بشارات کو نقل کرتے تھے۔ اور ان بشارات کی صحت کی گواہی دیتے تھے۔ اور لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ نبی آخر الزماں کے ظہور کا زمانہ قریب آگیا مگر باوجود اس علم اور یقین کے ازراہ حسد و عناد آپ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور آپ کے دشمن ہو گئے کما قال تعالیٰ

الذین آتیناھم الکتاب یعرفونہما جن لوگوں کو ہم نے کتاب یعنی توریت و انجیل دی
 یعرفون ابناءہم و ان فریقاً منہم لیکون وہ آپ کو خوب پہچانتے ہیں کہ یہ وہی نبی ہیں،
 الحق و ہم یعلمون جن کی توریت اور انجیل میں بشارت دی گئی کہ

اہل کتاب آپ کی صورت و شکل کو دیکھ کر آپ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جس طرح یہ
 اپنے بیٹوں کی صورت و شکل دیکھ کر پہچانتے ہیں اور تحقیق ان میں کا ایک فریق حق کو
 چھپاتا ہے، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں۔

بافرض واقعتاً اگر آپ کی نبوت کی بشارتیں توریت و انجیل میں مذکور نہ ہوتیں تو علماء یہود و نصاریٰ برہمچاریوں کی تردید کرتے اور جن مجلسوں میں جہاں اس قسم کی آیتیں الہی الہی الذی یجعل وہ مکتبوا عندھم فی التورۃ والا انجیل تلاوت کی جاتی تھیں وہاں جا کر کھلم کھلا یہ کہتے کہ یہ سب غلط ہے اور تمام یہود و نصاریٰ کو اس سے آگاہ کرتے بلکہ مشرکین مکہ کو جو آپ کے خاص دشمن تھے ان کو آگاہ کرتے اور جو یہود و نصاریٰ اسلام میں داخل ہو چکے تھے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے نیز آپ کا علماء و یہود کے مدارس میں جا کر تمہاری کتب کے ساتھ یہ بیان کرنا کہ میں وہی نبی ہوں کہ جس کی توریت و انجیل میں خبر دی گئی ہے، یہ اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپ کو ان بشارتوں کا یقین صادق اور جزم واثق تھا۔

کتاب تاریخ ادبیات میں بتفصیل یہ حالات مذکور ہیں کہ اکثر علماء یہود و نصاریٰ کو صحف سابقہ کی پیشین گوئیوں کی بناء پر اس حضرت سے اللہ علیہ السلام کی پیدائش اور بعثت کا زمانہ معلوم تھا

۱۔ چنانچہ سیف زکریا بن سالم یمن نے عبدالمطلب کو آپ کی پیدائش کے قریب زمانہ میں خبر دی تھی کہ آپ کے خاندان میں نبی آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے۔

۲۔ آپ کی عمر بارہ سال کی تھی کہ آپ کو اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ تمام کا سفر پیش آیا جہاں ایک نصرانی عالم بحیراراہب نے آپ کو دیکھ کر ابوطالب سے کہا کہ اپنے بھتیجے کی خبر دے دو رکھنا یہ نبی آخر الزماں ہوگا، میں نے کتب سادہ میں نبی آخر الزماں کی جو علامات دیکھی ہیں وہ سب کی سب اس میں موجود ہیں۔ یہودی اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے جس کا مفصل قصہ گزر چکا ہے۔

۳۔ دوسری مرتبہ آپ پچیس سال کی عمر میں دوبارہ تشریف لے گئے، وہاں فسطوراراہب نے آپ کو منور دیکھا اور قافہ والوں سے کہا کہ یہ شخص نبی آخر الزماں ہوگا۔ ہمارے نوشتوں میں جو علامات خاتم الانبیاء کی کئی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔ یہ قصہ بھی ابتداء کتاب میں

مفضل گزر چکا ہے۔

۴۔ پھر ابتداء بعثت میں جب حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا نابدھانی درقرین نوفل کے پاس لے گئیں تو یہی کہا کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں کہ جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے بشاعت دی ہے، یہ قصبہ بھی ابتداء کتب میں گزر چکا ہے۔

۵۔ حضرت سلمان فارسی ابتداء بخوسی تھے، اُس مذہب سے بیزار ہو کر یہودی مذہب اختیار کیا، لیکن یہودیت سے بھی قلب کو تسکین میسر نہ آئی تو یہودی مذہب چھوڑ کر عیسائی بن گئے علماء نصاریٰ جو نبی آخر الزمان کی جو پیشین گوئیاں سنیں تھیں وہ خوب یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان آپ کی خبر سن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں کہ جن کی پیشین گوئیاں میں سن چکا ہوں۔ یہ قصبہ بھی مفضل گزر چکا ہے۔

۶۔ بخاشی شاہ حبشہ نے بھی انبیاء سابقین کی پیشین گوئیوں کے موافق پا کر آپ کو نبی آخر الزمان تسلیم کیا اور مشرف باسلام ہوا، یہ قصبہ بھی مفضل گزر چکا ہے۔

۷۔ پھر شہر میں جب آپ نے قیصرِ روم یعنی ہرقل کو دعوتِ اسلام کا خط لکھا تو اس نے بھی آپ کے حالات دریافت کرنے کے بعد یہ اقرار کیا کہ یہ وہی نبی آخر الزمان ہیں جن کی کتب سابقہ میں خبر دی گئی ہے اور جن کا ہم کو انتظار تھا۔ یہ قصبہ بھی مفضل گزر چکا ہے۔

تمہیدی امور

قبل اس کے کہ ہم کتب سابقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں اور خبروں کو ذکر کریں بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ طالبانِ حق کی تنبیہ کے لئے چند امور ذکر کروں تاکہ اہل کتاب کے دھوکے میں نہ آئیں۔
امراؤں!

یہود و نصاریٰ کا یہ خیال خام ہے کہ کسی نبی کی نبوت ثابت کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ انبیاء

سابقین نے اس نبی کی آمد کی پیشین گوئی کی ہو اور اس آنے والے نبی کی نشانیاں لوگوں کو بتلائی ہوں کہ جس مدعی نبوت میں یہ نشانیاں پائی جائیں وہ نبی صادق ہے ورنہ کاذب اور پھر علماء ربودہ نصاریٰ اپنے اس خود تراشیدہ معیار کی بناء پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ کتب سابقہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی پیشین گوئی نہیں اور جو پیشین گوئیاں علماء اسلام پیش کرتے ہیں وہ حسنور پر نور پر منطبق نہیں۔

۱۔ اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ اول تو یہ خود تراشیدہ قاعدہ ہی غلط ہے۔ اثبات نبوت کیلئے نبی سابق کا نبی لاحق کی خبر دنیا ضروری نہیں اس لئے کہ اگر نبی لاحق کی نبوت کا ثبوت نبی سابق کی خبر موقوف ہو تو تسلسل لازم آئے گا۔

۲۔ حضرت حزقیل اور حضرت دانیال اور حضرت اشعیا وغیرہم جن کا نبی ہونا اہل کتاب کے نزدیک مسلم ہے ان کا ذکر اور ان کی خبر کتب سابقہ میں موجود نہیں معلوم ہوا کہ اہل نبوت کا دار و مدار معجزات اور علامات نبوت پر ہے۔ البتہ نبی سابق کا۔ نبی لاحق کے ظہور اور بعثت کی خبر دنیا یہ اُس آنے والے نبی کی جلالت قدر اور عظمت شان پر دلالت کرتا ہے۔ رہا انبیاء سابقین کی پیشین گوئیوں کا حضور پر نور پر انطباق سوائے اللہ تعالیٰ ہر بشارت کے ذیل میں خوب واضح ہو جائے گا۔

۳۔ علماء نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء سابقین نے حضرت مسیح کی آمد کی پیشین گوئی کی ہے مگر یہود کے سلف اور خلف حضرت عیسیٰ کے پیشین گوئیوں کے قطعاً منکر ہیں۔ اور علماء نصاریٰ جن خبروں کو حضرت مسیح کے حق میں بتاتے ہیں یہ یہود ان میں ایسی تاویل کرتے ہیں کہ جن سے وہ خبریں حضرت مسیح پر صادق نہیں آتیں۔

پس جس طرح یہود حضرت مسیح کی بشارتوں کے منکر ہیں اسی طرح نصاریٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتوں اور پیشین گوئیوں کے منکر ہیں۔

۴۔ نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ اگر نبی سابق نبی لاحق کی خبروں کی صفات اور علامات اور

خصوصیاتِ شخصیت کی ایسی تشریح کر دے کہ اس نبی کو دیکھتے ہی خواص اور عوام کو اس کی نبوت کا بالبداہت یقین آجائے کہ کوئی شبہ کی گنجائش اس میں باقی نہ رہے نبی کی شناخت اگر ایسی یہ بھی ہو جائے تو پھر معجزات اور دلائلِ نبوت اور براہینِ رسالت کی ضرورت نہ رہے گی۔

امروم:

انبیاء بنی اسرائیل میں سے بہت سے نبیوں نے جیسے اشیار اور ارمیاہ اور دانیال اور حزقیل اور عیسیٰ علیہم السلام نے بہت سے آئندہ واقعات اور پیش آنے والے حالات کی خبریں دی ہیں جیسے بخت نصر اور فرشتے اور اسکندر وغیرہ کا ظہر ہونا اور زمین اور دم اور مصر اور نیوی اور بابل میں حوادث کا پیش آنا پس عقل سلیم اس امر کو قریب قریب ناممکن کے بجوتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ایسے ایسے چھوٹے چھوٹے حوادث کی تو خبریں اور نبی اکرم صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر نہ دیں کہ جس سے بڑھ کر آج تک دنیا میں کوئی واقعہ ہی پیش نہیں آیا معلوم ہو کہ انبیاء سابقین نے آپ کے ظہورِ باقر کے بعد بالضرور بشارتیں ہی تھیں مگر اہل کتاب نے ان بشارتوں کو اپنی کتابوں سے نکال دیا یا بدل دیا اور جو بشارتیں ان کی باقی رہ گئی ہیں ان میں تاویلیں کرتے ہیں۔

امروم:

نصاری کا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین تھے کہ ان کے بعد کسی نبی کا آنا ناممکن ہے اور اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا یہ دعویٰ باطل غلط ہے۔

۱۔ اس نے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد

کوئی نئی نہیں کسی انجیل میں کسی جگہ بھی یہ ذکر نہیں کہ حضرت عیسیٰ خاتم النبیین ہیں

۲۔ نیز حضرت عیسیٰ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میرے آسمان پر چلے جانے کے بعد کوئی پتا بنی نہیں آئے گا۔ بلکہ اپنے بعد ایک آنے والے عظیم الشان رسول یعنی فارقلیط کی بشارت دی اور اس پر ایمان لانے کی تاکید تاکید کی اور اسی بنا پر علماء اہل کتاب کی فارقلیط کی آمد کے منتظر رہے جس کا انجیل میں وعدہ کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے مومنانس نے اپنے حق میں فارقلیط ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت سے لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔

۳۔ نیز نصاریٰ حواریین اور پولوس کی نبوت کے قائل ہیں حالانکہ یہ سب عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہیں۔

۴۔ کتاب الاعمال کے گیا جہوں باب میں لکھا ہے۔

۲۴۔ انہی دنوں چند نئی یروشلم سے انطاکیہ میں آئے۔

۲۸۔ ان میں ایک نے جس کا نام اگس تھا کھڑے ہو کر روح کے ہدایت سے ظاہر کیا کہ تمام دنیا

میں بڑا کال پڑے گا اور یہ کلوڈس (قیصر روم) کے عہد میں واقع ہوا۔ انتہی

یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ یروشلم سے انطاکیہ میں چند نئی آئے جن میں سے ایک کا نام اگس اور عربی نسخہ میں آغا بوس تھا اور یہ امر دوزکشن کی طرح واضح ہے کہ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کا ہے پس جب ان کے بعد نئی ثابت ہوئے تو حضرت عیسیٰ کا خاتم النبیین ہونا قطعی غلط ہوا۔

۵۔ نیز ریکل متی کے ساتویں باب درس ۱۵ میں حضرت مسیح کی تعلیم اور تنبیہ اس طرح مذکور ہے مجموعے

نبیوں سے خبردار رہو۔ الی آخرہ۔

دوسرے کلام چلا گیا جس میں حضرت مسیح نے خبردار کیا کہ میرے بعد بہت سے جھوٹے دعیان نبوت ظاہر ہوں گے اور میرے نام سے نبوت کا دعویٰ کریں گے یعنی یہ کہیں گے کہ میں مسیح موعود ہوں دہیہ کا دایان کا ایک دہقان کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں)

تم اُن سے خبردار رہنا وہ باطن میں بھاڑنے والے بھڑیے ہیں حضرت مسیح نے اس تعلیم میں یہ قید لگائی کہ میرے بعد جھوٹے دعیان نبوت کے دھوکہ میں نہ آنا اور یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی بنی نہیں

آئے گا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ مدعیان نبوت کا امتحان کرو پتے کی تصدیق کرو اور جھوٹے کی تکذیب کرو چنانچہ
یہ خاکے پیچے خط کے باب چہارم میں ہے۔ اسے عزیز و ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ رعوں کو
آزاد کرو وہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں کیونکہ ہیبت سے جھوٹے نبی و نیا میں غلطی کھڑے ہوئے ہیں۔ ۶۱
خلاصہ یہ کہ خود نصاریٰ کے ان نصوص سے یہ امر واضح ہو گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم النبیین تھے۔

امر چہارم:

نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت اسمعیل کی والدہ ماجدہ، کنیز اور باندی تھیں اس لئے شرف اور تہ
میں بنی اسمعیل، بنی اسرائیل کے ہم پڑ نہیں۔

جواب:

اول:- یہود کی معتبر روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت ہاجرہ شاہ مرفوعون کی بیٹی تھیں لڑکی
اور باندی نہ تھیں قرأت کا ایک معتبر مفسر شعلو الحق کتاب بدائش باب آیت اول کی تہ میں لکھتا ہے
اَبْتُ بَوَکُشَا یَا کَبْرَا لِسَمِ شَمْعُو سَارَا امر من تَاب شَمْعَا بَنٰی شِفْحَا ذَرَبَتْ
سِرَا وَ کَبْرَا بَنٰی بَیْت اِخْبَرَا ۵
جب اس نے (درمیان شاہ مصر نے) سارہ کی وجہ سے کراوات کر دیا تو کہا میری بیٹی کا اس کے گھر میں لڑکی
ہو کر رہنا دوسرے گھر میں ملکہ ہو کر رہنے سے بہتر ہے۔

معلوم ہوا کہ ہاجرہ، دواہل کنیز اور لڑکی نہ تھیں بلکہ مرفوعون مصر کی بیٹی تھیں جس کو بادشاہ نے حضرت
سارہ کی خدمت کے لئے دیا تھا، بادشاہ نے جب حضرت سارہ کی کراستیں دیکھیں تو اس کو یقین ہو گیا
کہ سارہ اور اس کا شوہر ابراہیم خدا کا مقبول اور برگزیدہ بندہ ہے اس لئے اس نے حضرت سارہ کا بہت
اعزاز و اکرام کیا حتیٰ کہ اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کی زوجیت کے لئے دیدیا تاکہ اس زمانہ کے
رسم و رساج کے مطابق دوسری بی بی، پہلی بی بی کی خدمت گزار بن کر رہے۔

دوم:

یہ کہ محض کنیز ہونا عیب نہیں حضرت یزیدؓ علیہ السلام کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا خاص کہ جب کہ توریت میں دو عہد لکھے گئے ہیں ایک عبد اسماعیلی اور ایک عبد اسحاقی اور حق تعالیٰ نے دونوں کے حق میں حضرت ابراہیمؑ سے برکت دینے کا وعدہ فرمایا اور حضرت ابراہیمؑ سے حضرت اسمعیلؑ کے حق میں برکت اولاد اور امت عظیم کا وعدہ کتاب تکوین اور باب سوم کتاب الاعمال سے بالکل واضح ہے کہ نبی اسماعیلؑ میں سے ایک عظیم الشان نبی ظاہر ہو گا۔ پس خدا تعالیٰ کے وعدہ برکت کو ذکر کرنا اور نبی اور خیالی عیوب کا زبان سے نکالنا عقلاً و نقلاً مایوس ہے۔

نصاری کو چاہیے کہ روم و کوس و روس و افسطس کے بیٹے وغیرہ کا خیال کر کے شرمائیں اور پھر یہود اور زرن اور یاء کا حال جرا بجا درسیح کے بیان میں کرتے ہیں اس کا ذرا بھی خیال کریں تو مذمت سے سر نہ اٹھا سکیں۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ حضرت ہاجرہؑ شاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ بادشاہ نے حضرت سارہؑ کی بزرگی دیکھ کر ان کی خدمت کے لئے پیش کیا اور اس زمانے کا رسم و رواج بھی یہی تھا کہ امیر مل کو جو بیٹی دیتے تھے تو وہ بمنزلہ خادمہ کے ہوتی تھی، اسی وجہ سے صحیح بنامی میں یہ لفظ آیا ہے، ناخذ مہا باجر

نصاری نے بجائے خادمہ کے کنیز اور باندی سے اس کا ترجمہ کر ڈالا جو سراسر بے انصافی ہے۔ حیرت کا مقام ہے کہ علامہ یہود و نصاریٰ نے ان حضرات انبیاء کو جو حضرت مسیحؑ کے سلسلہ اجداد میں ہیں معاذ اللہ، معاذ اللہ، شرک اور بت پرستی اور زنا کاری اور شرب خوری ہیں میں ملوث سمجھتے ہیں اور ان امور کو قابل طعن نہیں سمجھتے اور حضرت اسماعیلؑ علیہ السلام کے والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؑ پر خادمہ کا لفظ موجب طعن سمجھتے ہیں۔

آدم بر سر مطلب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء سابقین کے ہزار ہا پیشین گوئیوں میں سے صرف چند پیشین گوئیاں بطور نمونہ تحریر و انجیل سے بدیہ ناظرین کو دی جائیں۔ باقی اگر تفصیل درکار ہو تو ازانہ الادبام بزبان فارسی اور انھما الحق بزبان عربی ہر دو نسخہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ انوی بانی مدرسہ مولویہ مکہ معظمہ قدس اللہ سرہ کی مراجعت کریں۔

بشارت اول۔ از تورات سفر اتشمار باب (۱۸) آیت (۱۸)

۱۸۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ انھوں نے جو کچھ کہا سوا چھا کہا میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں تجھ سا بنی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اُسے فرماؤں گا وہ سب اُن سے کہے گا۔ ۱۹۔ اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو نہیں وہ میرا نام لیکے کہے گا نہ سننے گا تو میں اُس کا حساب اُس سے لوں گا۔ ۲۰۔ لیکن وہ بنی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا اور مجھو دوں کے نام سے کہے تو وہ بنی قتل کیا جائے۔ ۲۱۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں تو جان رکھ کہ جب بنی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی“ انتہی

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ یہ بشارت خاص سرور عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور یہود کا یہ خیال ہے کہ یہ بشارت یروث علیہ السلام کے لئے ہے اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے ہے، لیکن حق یہ ہے کہ اس بشارت کا مصداق بجز خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ یہ بشارت اُس بنی کے لہو لک ہے کہ جو موعی علیہ السلام

کے ماشاں یعنی مانند ہوا اور بنی اسرائیل میں سے نہ ہو بلکہ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمعیل میں سے ہو اور پھر اُس بشارت میں اُس آلے والے بنی کی صفات کا ذکر ہے، اس لئے اہل اسلام کہتے ہیں کہ یہ خاص اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے بچند وجوہ۔

اول:

یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ میں اُن کے یعنی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے تھو سا ایک بنی برہا کروں گا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بنی، بنی اسرائیل میں سے نہ ہوگا اس لئے کہ یہ خطابات ایک دو شخص کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ بنی اسرائیل کے تمام اسباط اور گروہوں کو تھے، لہذا اس خطاب کی مخاطب مجموع قوم بنی اسرائیل ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ اس پوری قوم بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک بنی برہا کروں گا جو اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ بنی بنی اسرائیل میں نہ ہوگا اس لئے کہ اگر یہ بنی بنی اسرائیل میں سے ہوتا تو یہ فرماتے کہ خود تم میں سے ایک بنی پیدا ہوگا۔ کما قال تعالیٰ لَقَدْ صَنَّا اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ لَهْ اُورِيَهُمْ نَفَرَاتِهِ كَتَحَارَىٰ بَهَائِيُونَ میں سے وہ بنی ظاہر ہوگا کما قال تعالیٰ خُطَابًا لِّبَنِي إِسْرَآئِيلَ وَجَعَلْنَا فِيهِمْ أَنْبِيَاءَ۔

غرض یہ کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تمام بنی اسرائیل کو ایک شخصی کے یہ خطاب فرمانا کہ وہ بنی موعود تھارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اس امر کی صاف دلیل ہے کہ وہ بنی موعود بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمعیل میں سے ہوگا۔ کیونکہ بنی اسمعیل، بنی اسرائیل کے بھائی ہیں، نصاریٰ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے خود بنی اسرائیل ہی مراد ہیں مگر یہ بالکل غلط ہے اور سراسر خلاف عقل ہے اور ساری دنیا کے فحنت کے خلاف ہے جب یہ کہا جائے کہ نذیر کے بھائی تو زیدان بھائیوں میں داخل نہ ہوگا بلکہ بھائیوں کے علاوہ ہوگا کیونکہ مضاف الیہ

بالتفاق عطا مضامین سے خارج ہوتا ہے نیز کسی شخص اور اس کی اطاعت کو دنیا کے کسی محاورہ میں بطریق حقیقت یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ اس کے بھائی ہیں پس بنی اسرائیل کے بھائیوں سے بنی اسرائیل کی اولاد مراد لینا ہے سراسر نادانی اور جہالت ہے محاورہ میں یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ زید بنی تمیم کا بھائی ہے اور یہود قوم عاد کے بھائی ہیں اور صامع قوم ثمود کے بھائی ہیں یعنی اس قوم کے ایک فرد ہیں لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ قوم عاد قوم عاد کے بھائی ہیں اور ثمود ثمود کے بھائی ہیں اور بنو تمیم بنو تمیم کے بھائی اور بنو ہاشم بنو ہاشم کے بھائی ہیں۔

اسی طرح یہ کہنا کہ بنی اسرائیل، بنی اسرائیل کے بھائی ہیں صریح نادانی اور جہالت ہے اور یہ کہنا بنی اسرائیل کے بھائیوں سے ان کی نسل اور اولاد مراد کہنے کبھی ہوتی حماقت ہے۔ نیز کتاب پیدائش کے سولہویں باب، ورس تیرہ میں بنی اسرائیل کے مقابلہ میں حضرت اسمعیل اور ان کی اولاد کا اس طرح ذکر ہے۔

۱۲۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود باش اختیار کرے گا۔ ۱۱

اور توریت سفر پیدائش کے پچیسویں باب درس ۸ میں ہے۔

کہ اسمعیل اپنے سب بھائیوں کے سامنے مرگیا۔ ۱۲

پس ان دونوں جگہ بنی اسمعیل کے بھائیوں سے بالاتفاق بنی عیص اور بنی اسرائیل مراد ہیں اور یہ امر باتفاق یہود و نصاریٰ ثابت ہے کہ خالص بنی عیص میں سے کوئی صاحب نبوت نہیں ہوا اور یہ امر بھی فریقین میں مسلم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جہاد اولاد قطورہ سے ہوئی ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت اور برکت کا کوئی وعدہ نہیں فرمایا۔ البتہ حضرت اسمعیل کے حق میں برکت کا وعدہ فرمایا۔

اہل کتاب کی ایک تحریف کا ذکر:

علماء اہل کتاب نے اس بشارت میں ایک لفظ یہ اضافہ کر دیا ہے خلا تیرے ہی دیر

تیرے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک پیغمبر قائم کرے گا دیکھو اسی باب کا درس ۵ تا کہ یہ
بشارت نبی کریم علیہ السلام و التسلیم پر صادق نہ آئے سو جاننا چاہیے کہ یہ لفظ تیرے ہی درمیان
سے بعد میں بڑھایا گیا ہے دلیل اس تحریر کی یہ ہے کہ توریت سفر ایشیاء باب ۱۱ اور ۱۲ میں اٹھارہ
میں خدا تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو خطاب میں الفاظ یہ ہیں، میں ان کے لئے اُن کے
بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔ ۱۱

اس میں تیرے ہی درمیان سے۔ کا لفظ مذکور نہیں اور عجیب بات ہے کہ کتاب الاعمال باب
آیت ۲۲ میں اس خبر کا ذکر آیا ہے مگر تیرے درمیان کا لفظ مذکور نہیں۔

نیز حضرت مسیح کے حواریوں نے جہاں کہیں بھی اس کلام کو نقل کیا ہے، اس میں یہ جملہ یعنی
کہ تیرے ہی درمیان سے کبھی ذکر نہیں کیا معلوم ہوا کہ یہ جملہ الحاقی ہے۔

اذاً اگر بالفرض داقتدیر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ جملہ الحاقی نہیں تو ہو سکتا
ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ تیرے درمیان سے یعنی خدا پرستوں کی نسل سے مطلب یہ کہ وہ حضرت
ابراہیم حنیف کی نسل سے ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کو مخاطب بنا کر یہ فرمانا کہ ان کے
بھائیوں میں سے حق تعالیٰ ایک نبی برپا کرے گا۔ اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وہ بنی اسرائیل نہ ہوگا
وہ نہ بنی اسرائیل نبی کی خبر دنیا منظور ہوتا تو یہ فرمانے کے زمان میں سے یا ان کی اولاد میں سے وہ نبی بڑا
ہوگا ایسی صورت میں بھائیوں کا لفظ بڑھانا محض لغو و فضول ہوگا بھائیوں کا لفظ باوازا بلند
پکار رہا ہے کہ اس نبی موعود کو ان لوگوں کے ساتھ، علاوہ صلیبی یا بطنی نہ ہوگا۔ اسی وہ نبی بنی اسرائیل
کی نسل سے نہ ہوگا۔

اذاً ظاہر ہے کہ حضرت یوشع علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں بنی اسرائیل میں سے

ہیں۔ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل میں سے نہیں لہذا یہ دونوں بنی اس بشارت کا مصداق نہیں بن سکتے اس بشارت کا مصداق صرف وہی بنی ہو سکتا ہے کہ جو بنی اسماعیل میں سے ہو لہذا بنی اسرائیل میں سے کوئی پیغمبر اس بشارت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔

دوم:

یہ کہ اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے مانند یوشع علیہ السلام ہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام اس لئے کہ یہ دونوں حضرات بنی اسرائیل میں سے ہیں اور تورات سفر استثناء باب ۳ چوتھیوں اور دس دہم میں ہے کہ بنی اسرائیل میں موسیٰ کے مانند کوئی نبی نہیں اٹھا جس سے خداوند آگے سامنے آسکیں گے۔ انتہی۔

علامہ ازیں حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تلمیذ شاگرد تھے اور تبلیغ اور متبوع فاضل نہیں ہوتے نیز حضرت یوشع اس وقت موجود تھے اور اس بشارت میں یہ مذکور ہے کہ ایک نبی برپا کروں گا جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نبی کا وجود زمانہ تقبل میں ہوگا۔

اور یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے زمانے میں نبی ہو چکے تھے پس وہ اس بشارت کا جس میں آئندہ نبی کی خبر دی گئی ہے کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

علیٰ ہذا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فاضل نہیں اس لئے کہ نصاریٰ حیارے کے نزدیک قرہ ابن اللہ یا خود خدا ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ اللہ نہ ابن اللہ بلکہ خدا کے ایک بندے ہیں پس بندے اور خدا میں کیا مماثلت۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ اعتقاد نصاریٰ مقتول و مصلوب ہو کر اپنی امت کے لئے کفارہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ مقتول و مصلوب ہوئے اور نہ کفارہ ہوئے۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت حدود و قصاص زندا جبر و تعزیرات مثل و طہارت کے احکام سے پاک ہے بخلاف شریعت موسویہ کے وہ ان تمام امور پر مشتمل ہے۔ ان نبی

ہائے اس کے کہ کسی قسم کے عداوتہ فاجعہ پیش آتا آپ کی شان و شوکت بلند ہوتی گئی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ نبی موعود نہ ہوتے تو ضرور قتل کئے جاتے۔ ہاں حسبِ زعم نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مقتول و مصلوب ہوئے۔ پس اگر حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بشارت کا مصداق قرار دیا جائے تو علیٰ زعم النصاریٰ عیاضاً باللہ ان کا کاذب ہر نالایم آتا اور قرآن عزیز میں بھی اس طرح اشارہ ہے، کما قال اللہ تعالیٰ شانہ :

وَلَوْ كُنَّا أَنْ تَشْبَثَ لَكَ تَقَدَّرَ ذَنْبٌ مَذْكُورٌ
إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا إِذْ الْآتَاءُ قَدْ كُنَّا خَفِضَ
الْجَوَارِ وَضِعْفَ الْمَكَاتِ ثُمَّ لَا نَجِدُكَ
عَلَيْكَ نَصِيرًا وَلَوْ نَقُولُ عَلَيْكَ بَعْضُ
آيَاتِنَا فَأَرْسِلْ لَنَا خُذْ نَامُنْهُ بِالْيَمِينِ
ثُمَّ لَنَقْطَعَنَّ مِنْهُ أَلْوِيَّتَ نَحْبَ - ۱۵
اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ قریب تھے
کہ ان کی جانب اقل قلیل مائل ہو جاتے۔ اس وقت
ہم آپ کو زندگی اور موت کا وہ چند عذاب چکھاتے
پھر آپ ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاتے
اگر محمدؐ ہم پر کچھ انصرا کرتے تو ہم ان کا دامن پکڑ لیتے
اور ان کی شہرہ کو کاٹ دیتے۔

(ایک ضروری تنبیہ) بیرونی درس میں جو یہ مذکور ہے کہ وہ نبی اگر مجھ پر جھوٹ باندھے تو لوٹا والا جائے گا۔ سو جاننا چاہیے کہ وہ قتل ہر ناعلیٰ الاطلاق صادق ہونے کی دلیل نہیں ورنہ ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کہ جو دشمنوں کے ہاتھ سے قتل کئے گئے زیرِ تامل ہوگی کہ قال اللہ تعالیٰ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ الْبَغْيَ الْحَقَّ ۚ خَصْرًا نَصَارَىٰ کو اپنے عقیدہ فاسدہ کی بناء پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنا بہت دشوار ہو جائے گی۔

بلکہ خاص اس نبی موعود کا قتل ہر ناعلیٰ کے صادق ہونے کی علامت ہے، جیسا کہ تورات کی اس عبارت سے ظاہر ہے۔ ”وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے گا اچھا“ وہ قتل کیا جائے گا۔ ۱۰۔ دونوں جدولوں میں وہ کی ضروری خاص اس نبی موعود کی طرف راجع ہے اگر یہ حکم مطلق نبی کے حق میں ہو تو معاذ اللہ حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ جھوٹے نبی ٹھہرتے ہیں۔ اور نصاریٰ کے عقیدہ کی بنا پر چونکہ حضرت عیسیٰ مقتول اور

مطلوب ہرے تو وہ بھی ماذ اللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ خبر خاص اس نبی موعود کے حق میں ہے کہ جس کی یہ بشارت دی گئی ہے، اگر اس خبر کو مطلق نبی کے حق میں مانا جائے تو یہود بے بہبود جو حضرت عیسیٰ کو نبی نہیں مانتے ان کو اپنے کفر کے لئے ایک دلیل ہاتھ آجائے گی۔

ششم یہ کہ اس بندت میں یہ بھی ملحق ہے کہ اس نبی موعود کے صادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کا کابو راجہ کا مین اس کی تمام پیشین گوئیاں صادق ہوں گی۔ سو الحمد للہ ہم الحمد للہ کہ اس صادق مصدق کی کوئی پیشین گوئی آج تک ذرہ بذر بھی غلط ثابت نہیں ہوئی، اور ہم پورے دعوے کے ساتھ یہ بانگ وہل اعلان کرتے ہیں کہ قیامت تک بھی کوئی حاسد اس صادق مصدق کی کسی پیشین گوئی غلط ثابت نہیں کر سکتا۔

اور یہ وصف قرآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسا نمایاں اور اجلی تھا کہ آپ کے دشمنوں اور حاسدوں کو بھی بجز صادق امین کہنے کے کوئی چارہ نظر نہ آتا تھا۔

کوئی مالے یا نہ مانے

یہ گنگار است تو اس نبی اتی فداہ نفسی والی ذاتی کے صادق مصدق ہونے پر جو غرض احمد و حمد سے بدرجہا نادر یقین رکھتا ہے اور اس خدا سے وعدہ لا شریک لہ کی قسم لکھ کر اس کو اور اس کے تہم طائلہ کو گواہ بنا کر صمیم قلب اور خلوص اعتقاد سے یہ تصدیق اور اقرار کرتا ہے کہ بے شک و شبہ آپ صادق مصدق صدق الاولین والآخرین ہیں۔ اللہم یتثبت نا علی ذلک اصبحت ہنتم یہ کہ کتاب الاموال باب سوم آیت ہفتم کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی منظر حضرت عیسیٰ علیہ السلام و السلام بلکہ تمام انبیاء کرام کے علاوہ ہے۔

وہ عبارت یہ ہے:

اب اے بیانیوں جاننا ہوں کہ تم نے یہ نادانی سے کیا جیسے تھکے سر واروں نے بھی بہرین ہاتھوں کی خدا نے اپنے سب نبیوں کی زبان سے آگے سے فری تھی کہ مسیح دکھائے گا سو پوری کریں۔ ۱۹۔ پس تو کہ روادار متوجہ ہو کہ تھکے گناہ مٹائے جائیں

کہ خداوند حضور تبارک و تعالیٰ کی بخشش ایام آریں۔ ۲۰۔ مسیح کو پھر بھیجے جس کی منادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہوئی۔ ۲۱۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسی لئے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے ان سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں۔ ۲۲۔ کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی تیری مانند اٹھا دے گا جو کچھ وہ کہے اس کی سب سنو۔ ۲۳۔ اور ایسا ہو گا کہ ہر نفس کہ جو اس نبی کی نہ سنے وہ ختم سے نیست کیا جاوے گا۔ ۲۴۔ بلکہ سب نبیوں نے سوا میں سے ایسے کچھوں تک قبضوں نے کلام کیا ان دونوں کی خبر دی ہے۔ ۲۵۔ تم نبیوں کی داد لاؤ۔ اس عہد کے جو خدا نے باپ دادوں سے باندھا ہے جب ابراہام سے کہا کہ تیری اولاد سے دنیا کے سارے گھرنے برکت پائیں آہ

اس عہد میں اول حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اور ان کی اس تکلیف کا جو ان کو علیٰ زعمہم یہود و نصہم اللہ سے پیشی آئی ذکر ہے۔ اور ان کے نزول من السماء کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اس نبی کی بشارت کا ذکر ہے کہ جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

خداوند عالم تمہارے بھائیوں یعنی نبی اسماعیل میں ایک نبی بھیجنے والا ہے، اور علاوہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام نبیوں نے اس نبی موعود کے آنے کی خبر دی ہے اور جب تک یہ وعدہ ظہور میں نہ آئے گا اس وقت تک یہ زمین و آسمان ضرور قائم رہیں گے اور اُسی زلزلے میں خدا کا وہ عہد بھی پورا ہو گا کہ جو اس نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا کہ تمہارے دنیا کے سارے گھرانے برکت پائیں گے۔

الحاصل حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کا ذکر کر کے یہ کہا (سو پوری کہیں) اور

جس نبی کی موسیٰ اور ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام اور تمام انبیاء کرام علیہم الف الف صلوٰۃ والسلام
الف سلام نے بشارت دی ہے، اس کے انتظار کو ان الفاظ سے ظاہر کیا کہ ”موجود ہے کہ آسمان
اس کے لئے رہے کہ اس وقت کہ سب چیزیں کہ جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی
شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں“ ۱ھ

اس امر کی صاف دلیل ہے کہ یہ نبی مقرر اور رسول مقرر ان تمام انبیاء و رسل کے علاوہ ہے
جو حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام تک گزرے۔ لہذا اس بشارت کا
مصدق حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ کے زمانے تک کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ پس حضرت یحییٰ
یا حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو اس بشارت کا مصداق قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔
ہشتم یہ کہ انجیل یوحنا باب اولیٰ آیت انیسویں میں ہے۔

”جب یہودیوں نے یہ فحکم سے کاہنوں اور لادویوں کو بھیجا کہ اس کو پوچھیں کہ تو کون
ہے اور اس نے اقرار کیا کہ اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں تب انہوں نے
اس سے پوچھا تو اس کو کہہ دیا تو ایسا ہے اُس نے کہا میں نہیں ہوں۔ پس آیا تو
وہ نبی ہے اُس نے جواب دیا نہیں“ ۱ھ

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو حضرت مسیح اور ایلیا علیہما الصلوٰۃ والسلام کے سوا بھی
ایک نبی کا انتظار تھا۔ اور وہ نبی ان کے نزدیک ایسا معروف و معروف تھا کہ اس کے نام کے ذکر کرنے
کی بھی حضرت مسیح اور حضرت ایلیا کے نام کی طرح حاجت نہ تھی۔ بلکہ فقط ”وہ نبی“ کا اشارہ ہی
اُس کے لئے کافی تھا۔

پس اگر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی اس بشارت کا مصداق تھے تو پھر ان کو انتظار کس کا تھا
وہ نبی جس کا کہ ان کو انتظار تھا وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اسی وجہ سے کہ
اہل کتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ”وہ نبی“ کا لفظ استعمال کرتے تھے اس لئے ہمیشہ
سے اہل اسلام نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حضرت (جو بعینہ وہ نبی کا ترجمہ ہے) بولتے ہیں۔

نہم یہ کہ انجیل پر خائب نہم کی آیت چلم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی موعود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے چنانچہ انجیل میں ہے۔
 ۴۴۔ تب آن لوگوں میں سے پیروں نے یہ سن کر کہانی کی حقیقت یہ وہ نبی ہے۔

اور ان نے کہا یہ مسیح ہے۔ ۱۰۵

نبی مہمود کو حضرت مسیح کے مقابلے میں ذکر کرنا اس کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ وہ نبی مہمود حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ ہے۔ پس اگر وہ نبی سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد نہوں تو یہود کو کہنا نبی ہے کہ جس کا انتظار تھا۔

”نہم“ آپ کے عہد نبوت میں بہت سے علماء یہود و نصاریٰ اس امر کا احترام کیا کہ آپ وہی نبی برحق ہیں جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے اور آپ ہی اس بشارت کے مصداق ہیں بعد ازاں ان میں سے بہت سے اسلام لائے جیسے خضر بنی ہودی اور ضغاطرہ بنی عیسائی اور بہت سونے انرا کیا کہ اسلام نہیں لانے چھے ہر قل شاہِ روم اور عبد اللہ بن مسویا یہودی وغیرہ مانے انرا کیا کہ آپ وہی نبی برحق ہیں جن کی حضرت موسیٰ اور حضرت ہمنی نے بشارت دی ہے مگر اسلام نہیں لائے۔

بشارت دوم از تورات کتاب پیدائش باب ۱۱ آیات ۱۰ تا ۱۲

انجیل کے حق میں میں نے تیری شہی دیکھ میں اُسے برکت دوں گا اور اُسے برومند کروں گا اور اُسے بہت بڑھوں گا اور اُس سے ہر سردار پیدا ہوں گے اور میں اُس سے بڑی قوم بناؤں گا

اور اسی باب کی آٹھویں آیت میں ہے۔

اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تُو پروسی ہے دیتا ہوں اور

اور کتاب پیدائش کے باب ۱۱، آیت ۱۱ میں ہے۔

خداوند کے فرشتے نے اُسے (ابراہیم) کو کہہ کر مخاطب ہے اور ایک بیٹا تجھے گی اس کا نام

انہیں رکھنا خدا نے تیرا دکھ سن لیا وہ وحشی آدمی ہو گا اس کا ہاتھ سب سے زبردست ہو گا اور سب کے ہاتھ اس کے بر خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے برآمد باشعور کرے گا۔ اتنی
 اللہ باب ۲۵، آیت ۱۱ میں ہے

آپ کے فرزند اسحاق کو اللہ نے برکت دی۔ آہ

الحاصل حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابراہیم سے حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بابت وعدہ فرمایا کہ ان کو برکت اور گناہ کا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اول حضرت اسحاق کی اولاد نے برکت حاصل کی اور تقریباً کئی ہزار سال تک اس سلسلہ نبوت و رسالت آپ کی اولاد میں جاری رہا اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تک برابر حضرت اسحاق کی اولاد میں انبیاء و رسل ہوتے رہے۔ بعد ازاں جب دوسرے وعدہ کا وقت آگیا تو شریف نبوت و رسالت بحسب بنی اسرائیل سے بنی اسماعیل کی جانب منتقل ہو گیا اور علمائے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہنر فاران کی چوٹیوں سے اور سینا اور سعید کا نور فاران پر چمکے گئے۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء وہذا فضل العظیم

تورات سفر پیدائش باب ۱۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ماجرا اور حضرت اسماعیل کو حجاز میں لے کر آئے اور وادی فاران میں مکہ مکرمہ کے قریب چھوڑ کر واپس ہو گئے۔

حضرت سارہ کے وصال کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اسی وادی نلدان میں واپس تشریف لائے۔ اس عرصہ میں حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان ہو چکے تھے۔ دونوں نے مل کر کعبۃ اللہ کی تعمیر شروع کی کما قال تعالیٰ تبارک و تعالیٰ۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ
 الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ
 اس وقت کو یاد کر جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے

اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ رَبَّنَا
وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ
ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً
لَّكَ ط ۱۷

تھے اور یہ دعا مانگتے تھے کہ اے پروردگار یہ نعمت
ترجم سے قبول فرما۔ تو بے شک سننے والا اور جاننے
والا ہے۔ اور اے پروردگار ہم کو اور ہماری ذریت
سے ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ اس مقام پر کس کی ذریتہ مراد ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
کی ذریتہ مراد ہے جو کہ وادی فاران اور حرم الہی اور کعبۃ اللہ کے آس پاس مقیم ہے، اسی ذریتہ
کے لئے حضرت ابراہیم نے اول یہ دعا فرمائی، سَبِّحْنَا وَاجْعَلْنَا اِمَّةً اور دوسری دعا یہ فرمائی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَاٰی فِي هَذِهِ الذَّرِيَّةِ
ذُرِّيَّةً هَاجِرَةً وَاسْمِعِلْ عَلَيْهِمَا الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ
وَسَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ اَيْنِكَ وَيَعْلَمُهُمْ
اَلِكُتُبِ وَالْحِكْمَةِ وَبَرِّكْ لَهُمْ اِنَّكَ اَنْتَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ط ۱۸

اے پروردگار ہاجرہ اور اسماعیل کی ذریت
میں ایک ایسا رسول بھیج جو تیری کتاب کی
تلاوت کرے اور لوگوں کو کتاب و حکمت
کی تعلیم دے اور ان کو کفر اور شرک سے پاک
کرے بیشک تو ہی غالب اور حکیم ہے۔

حق تعالیٰ نے جن طرح قرآن کریم اس وعائے ابراہیمی کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح اس کی
اہمیت کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
اَلِكُتُبِ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ط ۱۹

اللہ ہی نے بے پڑھوں میں اُن ہی میں کا ایک
رسول بھیجا جو ان پر خدا کی آیتوں کی تلاوت کرتا
ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت
کی تعلیم دیتا ہے اور وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا
تھے

یہ کفار میں کلام اس پر غور کریں کہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
خلافہ علیہ السلام سے زائد کون با برکت اور بردمند ہوا اور کھان کی زمین کس کی وراثت میں آئی

اور حضورِ مجیدؐ نور کے سوا کوئی ہے کہ جس کا ہاتھ سب کے اُپر رہا ہو اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں دی گئی ہوں۔

اور بارہ سرداروں سے بارہ خلفاءِ مراد میں کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 یدور دوحی الا سلام الی اثنی عشر اسلام کا رحمن (جسکی) بارہ خلفاء پر گہونے کا
 خلیفۃ کلّہم من قریش جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

اس عظیم حکیم نے اپنی حکمت بالغہ سے اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد
فائدہ جلیلہ کو اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد پر برکت دینے میں اس وجہ سے معصوم
 رکھا کہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں خاتم النبیین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونے والے تھے
 پس اگر حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وعدہ کو مقدم کر دیا جاتا تو پھر اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کی اولاد سے سلسلہ نبوت و رسالت منقطع ہو جاتا، اس لئے کہ خاتم الانبیاء و المرسلین کے بعد کوئی
 نبی و رسول نہیں بنایا جاسکتا۔

اور اسی وجہ سے کہ اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں بکثرت نبی ہوں گے تو نبی اکرمؐ
 کو اس انعام کی تذکیر ان الفاظ سے کی گئی۔

اَوْجَعَلْ فِیْکُمْ اَنْبِیَاءَ ”تم میں حق تعالیٰ نے بہت نبی پیدا کئے“

اور حضرت ابراہیمؑ نے جو حضرت اسماعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لئے دعا فرمائی تو یہ فرمایا

”رَبِّیْ اَوْثَقْ فِیْہُمْ رَسُوْلًا“ یعنی اے پروردگار ان میں ایک عظیم الشان رسول بھیج

اور یہ نہیں فرمایا رَبَّنَا اَوْثَقْ فِیْہُمْ رَسُوْلًا یعنی اے اللہ ان میں بہت سے رسول اور

نبی بھیج

جس سے صاف یہ معلوم کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اسماعیل میں سے صرف ایک ایسے
 رسول کے مبعوث ہونے کی دعا فرماتے تھے کہ جس کے آنے کے بعد کسی نبی اور رسول کی حاجت نہ رہے۔
 صحیفہ مفرد کے ساتھ ذکر فرمایا رَسُوْلًا صحیفہ جمع کے ساتھ نہیں ذکر فرمایا۔

وَعَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى رَبَّنَا
وَأَبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ لَعَلَّ امَّةَ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقِيلَ
قَدْ اسْتَجِيبَ لَكَ وَهُوَ كَأَنَّ فِي اخِرِ الزَّمَانِ
وَكَذَا قَالَ السُّكْدِي وَتَقَادَرَتْ تَفْسِيرُكَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ

ابو العالیہ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے
یہ دعا فرمائی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ
تو اللہ کی جانب سے یہ کہا گیا کہ تمہاری دعا قبول
ہوئی، یہ پیغمبر اخیر زمانے میں ہوگا۔ ایسا ہی سُدی
اور تقادہ سے مروی ہے۔

هُوَ كَأَنَّ فِي اخِرِ الزَّمَانِ سے خاتم النبیین ہونا مراد ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ ارشاد اَنَا دَعُوهُ اَبْنِي اِبْرَاهِيمَ یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں: اسی طرف مغیر ہے۔
اور اسی درجہ سے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا رامت محمد یہ عظیم الشان احسان
ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ كَمَا بَرَكْتَ
اِس احسان کے شکر میں امت پر لازم ہو گیا۔

یہ کہا جائے کہ تمام انبیاء و رسل میں سے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صلوٰۃ والسلام کے
کے لئے مخصوص کرنا ان کی اس دعا کی اجابت ہے۔ رَبِّ هَبْ فِي حُكْمَاؤِ الْبَشَرِ بِالْقَاصِ الْجَبِيْنَ وَ
اجْعَلْ لِيْ بَيِّنَاتٍ مِّنْ ذٰلِكَ لِاَخِيْرِيْنَ اِنَّكَ جُنَّاحٌ حَقٌّ تَعَالٰی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم و حکمت بھی
عطا فرمائی اور صالحین میں بھی داخل فرمایا، اور آخر میں یعنی اس آخری امت میں کَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ
کے ذریعے سے ان کا ذکر خیر جاری فرمایا اور انشاء اللہ العزیز الی یوم القیامۃ اسی طرح جاری رہے گا۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

ابو محمد حضرت ابراہیم سے برکت دینے کا وعدہ تھا اس لئے کَمَا بَارَكْتَ کا اور اضافہ کر دیا گیا۔
اور عجب نہیں کہ اُن بارہ سرداروں سے کہ جن سے غطفاء مراد لئے گئے تھے نعم نبوت کی طرف اشارہ
ہو یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری نہ رہے گا بلکہ غلامت و نیابت

کا سلسلہ جاری ہوگا اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے امت سے صوفی خلافت کے جاری رکھنے کا وعدہ

فرمایا نبوت و رسالت کا کسی درجہ میں بھی وعدہ نہیں فرمایا کَمَا قَالَ تَعَالَى

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ حَيْثُ

وقال النبي صلى الله عليه وسلم خلافة

النبوة بعدى ثلاثون عاما

وقال النبي صلى الله عليه وسلم كَأَنَّهُ

بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء كلما

هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ

بَعْدِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ رَوَاهُ البخاري

بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے۔ (بخاری)

بشارت سوم، از تورات سفر استثناء باب آیت ۲

جَاءَ الرَّبُّ مِنَ سَيْنَاءَ وَاشْرَقَ لَهُمْ مِنْ سَاعِيرٍ وَتَلَاءَ كَلَامَهُ مِنْ جِبَالٍ فَإِذَا

وَأَتَى مِنْ رِبْعَاتِ الْقُدْسِ دَعْنٌ وَحَيْثُ نَارُ شَرِيعَةٍ ۱۷

اور الجواب النسخ میں بعض تورات سے اس طرح نقل کیا ہے۔

جَاءَ الرَّبُّ مِنَ سَيْنَاءَ وَاشْرَقَ لَنَا مِنْ سَاعِيرٍ وَاسْتَطَعْنَا مِنْ جِبَالٍ فَإِذَا

اور اردو نسخہ میں اس طرح ہے ۲ اور اُس نے (یعنی موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ خداوند سینا سے

آیا اور میرے اُن پر طلوع ہوا۔ غار ان ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دن ہزار قدسیوں کے ساتھ

آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت اُن کے لئے تھی۔ آم

تین بشارتیں مذکور ہیں (۱) طور سینا پر حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس آیت میں کو تورات کا عطار ہونا مراد ہے (۲) اور سایہ ایک پہاڑی کا نام ہے کہ جو شہر

ناصرہ مولدِ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں واقع ہے۔ اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور نزولِ انجیل کی طرف اشارہ ہے (۱۳) اور فاران سے مکہ کے پہاڑ مراد ہے۔ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور نزولِ قرآن کی جانب اشارہ ہے۔
 فار حرار اسی فاران پہاڑ میں واقع ہے جس میں سب سے پہلے اِقْرَأِ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کی ابتدائی پانچ آیتیں آپ پر نازل ہوئیں تو ریت کتاب پیدائش کے اکیسویں باب درس ۲۰ میں حضرت باجرہ اور حضرت اسماعیل کے ذکر میں ہے۔

۲۰۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑھا اور بیابان میں رہا کیا اور تیرا انداز ہو گیا۔

۲۱۔ اور وہ فالان کے بیابان میں رہا۔ انتہی

اور حضرت اسماعیل کی سکونت کا مکہ مکرمہ میں ہونا سب کو مسلم ہے معلوم ہوا کہ توریت کی اس آیت میں اُس نبوت کی بشارت ہے جو فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوگی اور کوہِ ودشت کو اپنے نویسے بھر دے گی، اب ناظرین خود دیکھ لیں کہ سوائے نبوتِ محمدیہ کے وہ کونسی نبوت ہے کہ جو فالان سے ظاہر ہوئی اور اس نے تمام عالم کو انوارِ ہدایت سے منور کر دیا۔ فاران کی نبوت بلاشبہ سینا اور ساعیر کی نبوت سے کہیں زیادہ روشن تھی اور آتشِ شریعت سے بھی قرآنِ کریم مراد ہے اس لئے کہ وہ احکامِ جہاد اور احکامِ حدود و قصاص پر مشتمل ہے اور دس ہزار قدوسیوں سے لشکر ملائکہ مراد ہے۔ یا اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے وقت و دن ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ پر حاکم کرنا مراد ہے۔ اور حضرت مسیح کے ساتھ بقول نصاریٰ صرف بارہ حواری تھے اور وہ بھی سب جان بچا کر بھاگ گئے اور ایک خاص حواری یہود نے تیس دم رشوت لے کر اپنے خداوند کو گرفتار کرادیا تھا۔

اور اس بشارت کی حسن ترتیب اور حسن بیان قابلِ غور ہے۔ اول یہ فرمایا جَاءَ النَّبِيُّ سِينًا، خداوند سینا سے آیا۔ اور اس کے بعد یہ فرمایا۔ وَاشْرَدْتُ مِنْ سَاعِيرٍ، میرے طلوع ہوا اور اخیر میں یہ فرمایا وَاسْتَفْلَكُنْ مِنْ جِبَالٍ، فَارَانَ کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا۔ جس سے مقصد یہ ہے کہ نزولِ تورات بمنزلِ طلوعِ فجر کے ہے۔ اور نزولِ انجیل بمنزلِ طلوعِ شمس کے ہے اور نزولِ

قرآن بمنزلہ استواء خمس فی نصف النہر ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفر کی تاریک شب کا خاتمہ اور پہلی پھٹکے ایمان و ہدایت کی صبح صادق کا ظہور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ہوا۔ اور فرعون اور قارون اور ہامان جیسے ائمہ الکفر عذاب الہی سے ہلاک ہوئے۔

اد جب حضرت مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہوا تو آفتاب ہدایت بھی افق مشرق پر نکلا ہوا اور حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو آفتاب ہدایت ٹھیک نصف النہار پر آگیا اور کوئی چپتر زمین کا ایسا باقی نہ رہا کہ جہاں اس آفتاب کی روشنی نہ پہنچی ہو اور قرآن عزیز میں بھی اس بشارت کی طرف اشارہ ہے۔

(وَالَّتَيْنِ وَاللَّتِي يُثَوِّنَ وَطُوبَىٰ لِّسَيِّدَيْنِ وَهَٰذَا الْبَلَدُ الْأَمِينُ عَلَيْهِ)

تین اور زیتون چونکہ ارض مقدس میں پیدا ہوتے ہیں جس جگہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے اس نے اس سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی جانب اشارہ ہے اور بلد امین سے مراد مکہ مکرمہ ہے کہ جس سے آفتاب نبوت و رسالت کا طلوع ہوا۔

حق تعالیٰ شانہ نے مکہ کی صفات اکامین ذکر فرمائی ہے جس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ سردار عالم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خزانہ الہی کے وریث ہیں کہ بطور امانت اس بلد امین کے سپرد کر دئے گئے ہیں۔ بلد امین نے تین سال تک اس وریث امانت الہی کی حفاظت کی مگر جب وقت بہت ہی نازک ہو گیا تو اس وقت بلد امین نے بادل ناخواستہ یہ امانت مدینہ طیبہ کے سپرد کر دی۔ کذا فی ہدایۃ الحیاد

الحاصل اس کلام میں تین پیغمبروں کی بشارتیں دی گئیں: اور بشارت کا اختتام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک پر ہوا تاکہ ختم نبوت کی طرف اشارہ ہو جائے۔

مخالفین کہتے ہیں کہ فاران سینار کے ایک علاقہ کا نام ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

چونکہ اس علاقہ میں ظاہر نہیں ہوئے اس لئے یہ بشارت اُن کے حق میں نہیں سمجھتی۔ جواب یہ ہے کہ،
 قورات کتاب پیدائش باب المیماں اندر ۳۳ تا ۳۱ میں لکھا ہے کہ بی بی ماجرا اور
 حضرت اسماعیل بی بی سارہ کے ناراض ہو جانے سے ارض مقدس کو چھوڑ کر دشت فاران میں سکونت
 پذیر ہوئے جس کی بنا پر فاران وہی مقام ہوگا جو حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کا سکونت گاہ ثابت ہوا۔
 اور یہ امر رسالت متواترہ سے ثابت ہے کہ بی بی ماجرا اور حضرت اسماعیل وادی حجاز کے
 اُس میدان میں مقیم ہوئے جہاں اس وقت مکہ آباد ہے اور یہیں آپ کی اولاد بھی قیام پذیر ہوئی معلوم
 ہوا کہ فاران علاقہ سینا کے کسی پہاڑ کا نام نہیں بلکہ مکہ مکرمہ کے پہاڑ کا نام ہے جہاں حضرت ماجرا اور
 حضرت اسماعیل کی سکونت تھی۔

سامری قورات کے عربی ترجمہ میں جس کو علامہ جرمن نے ۱۸۷۸ء میں بمقام گائنگن چھپوایا
 ہے، حضرت اسماعیل کی سکونت گاہ کے متعلق تحریر ہے: وسكن فی بدیۃ فاران (ای الحجاز)
 واخذت لہ امرأۃ من ارض مصر (کون الدینا ۲۱-۲۲)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سمویل نبی کے وفات کے بعد دشت فاران میں تشریف
 لے گئے اور وہاں آپ نے ایک زبور تصنیف کی جس میں نہایت افسوس کے فرائض ہیں کہ قیدار
 کے قیام گاہ میں سکونت پذیر ہوں وکیو سمویل نبی کی پہلی کتاب باب ۱۱ میں اور دیکھو زبور ۱۲۰
 درس پنجم۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیدار فاران میں رہتا تھا۔ قیدار حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کے دوسرے فرزند ہیں۔ اشیا پیغمبر کے صحیفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اور اس کی اولاد مغربی ملک میں
 رہتی تھی۔ بطلیموس نے حجاز کا وسطی علاقہ اُس کی جائے سکونت بتایا ہے اس بنا پر یہ امر ثابت ہے کہ
 وادی حجاز اور فاران دونوں ایک ہی مقام ہیں، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور گائیں ہوا
 جو حجاز کا مشہور شہر ہے کذا فی البشاشات الاحمدیہ اور آتش شریعت سے مراد یہ ہے کہ وہ

صلی: یہ رسالہ جناب حکیم مدظلہ شریف صاحب قادری حیدر آبادی کی تصنیف ہے، رجالہ کل (۳۲) صفحات کے ہے
 اور مینہ اور مرقعہ جشور اور اشباب سے پاک ہے ۱۲۰۰ھ

شرعیات احکام حیات و قصاص و حدود و تعزیرات پر مثل ہوگی اور اس کی بہت دنیاوی بادشاہت ساتھ
لئے ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ کی بہت دنیاوی بادشاہت کو ساتھ لئے ہوئے نہ تھی اور نہ وہ مجرمین سے
انتقام پر تیار تھے۔

بشارت چہام۔ از تورات سفر استشنا باب (۳۳)، آیت (۲۱)

انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نہیں مجھے غیرت دلائی اور اپنی داہیات
باتوں سے مجھے غصہ دلایا۔ سو میں بھی انہیں اُس سے جو گردہیں نہیں غیرت میں ڈالوں گا
اور بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا، اور

اس بشارت میں بے عقل قوم سے جہلائے عرب مردوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
بعثت سے قبل جہالت اور گمراہی میں مبتلا تھے۔

علوم عقلیہ و شرعیہ نے اقصیت تو دیکھ کر انسان کو تو سوائے بت پرستی کے اور کسی شے کا علم نہ تھا۔
یہود اور نصاریٰ اُن کو بہت حقیر جانتے تھے۔ اُن کو جاہل اور اپنے کو عالم کہتے تھے۔

لیکن جب یہود و نصاریٰ نے تورات و انجیل کی اہل تعلیم کو بھلا دیا اور یہائے توحید کے شرک
میں مبتلا ہو گئے۔ کَمَا قَالَ تَعَالَى شَانَهُ۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَنَحْنُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ
النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ۔ ملہ یہود نے عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور نصاریٰ نے
عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا اور خدا کا بیٹا بنا لیا۔ اُس وقت غیر مطلق حق جل جلالہ کی غیرت
جوش میں آئی اور حسب وعدہ انہیں جہلا دادا صمیمین میں سے ایک نبی اُمّی۔ ذہا نفسی ابی دمی کو
مبعوث فرمایا جس کے ہاتھوں اپنے دین کو عزت ملی اور یہود بے ہیبت و کمان کے ہاتھوں قتل کرایا۔
اور مصر و شام پر ان کا قبضہ کر لیا۔ کَمَا قَالَ تَعَالَى۔

يَسْبِغْ يَلَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ الْعَزِيزُ الَّذِي هُوَ الَّذِي
تہم آسمان اور زمین کی چیزیں خدائے بادشاہ
پاک زہد دست عمت دے ہی کی تسبیح و تہلیل

بَقَّتْ فِي الْأَمِّيَّتَيْنِ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو
عَلَيْهِمَا آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمَا وَيُعَلِّمُهُمَا تِلْكَ
وَالْحِكْمَةُ قَالَيْنِ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَا فِیْ
مَثَلٍ لِّمِثْلِهِ

پڑھتی ہیں۔ اسی خلونہ قدوس نے ناخواندوں
میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا جو ان پر
اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور کتاب و
حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بے شک وہ لوگ
اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ۵

امین سے عربوں کی جاہل قوم مراد ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کی قوم جاہل
اور حقیر تھی اور نہ بنی اسرائیل کو ان سے عزت و لائی گئی ہے پس یہ بشارت سوائے عرب قوم کے
کسی قوم پر صادق نہیں آتی۔

باتی بے عقل قوم اور شعب جاہل سے لہذا نہیں مراد لہذا جیسا کہ پوروس کے رسالہ رومیہ سے
مترشح ہوتا ہے صحیح نہیں اس لیے یونانیوں نے اس زمانے میں علم و فنون کے اعتبار سے تمام عالم پر
فائق تھے وہ شعب جاہل اور بے عقل قوم کا کیے مصداق ہو سکتے ہیں یہ قراط، بقراط، فیثاغورث
افلاطون، جالینوس، ارسطاطالیس، ارشمیدس و میناس، اقلیدس، یہ سب کے سب حضرت مسیح
علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری اور بعثت سے کئی صدی قبل تمام علوم و فنون کے ماہر اور احکام
کے پورے عالم تھے ۵

بشارت پنجم از قورات سفر پیدائش باب (۴۹)

(۱) اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور کہا کہ اپنے کو جمع کرو تاکہ میں اس کی تجلّی
دوں تم پر جیسے گاتھیں خبر کروں۔ (۲)۔ اے یعقوب کے بیٹو! اپنے کو اکٹھے
کر دو اور سنو اور اپنے باپ اسرائیل کی سنو اور میرا کیت دم میں ہے۔
یہود اسے ریاست کا مصداق نہ ہو گا۔ اور نہ حاکم اس کے ہاؤں کے درمیان سے جاتا
رہے گا جب تک کہ شیلانہ آوے اور تو میں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی۔ آمین

آیات مسطورہ میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ جب تک کہ خیر زمانے میں شیلا کا ظہور نہ ہو اس وقت تک یہودادہ کی نسل سے حکومت و ریاست منقطع نہ ہوگی۔

اہل اسلام کے نزدیک شیلا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب قرار دیتے ہیں۔ مگر نصاریٰ کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس عبارت کا سیاق اس کو مقتضی ہے کہ شیلا کو نسل یہودادہ سے خارج مانا جائے اس لئے کہ شیلا کے ظہور سے نسل یہودادہ کی حکومت و ریاست کا انقطاع جب ہی مستور ہو سکتا ہے کہ جب شیلا نسل یہودادہ سے نہ ہو۔ ورنہ اگر شیلا نسل یہودادہ سے ہو تو اس کا ظہور تو بقائے حکومت یہودادہ کا باعث ہوگا نہ کہ انقطاع حکومت یہودادہ کا۔

اردو بائبل کے ابواب بلکہ انجیل متی کے پہلے ہی مغویہ پر دروغ کر کرنے سے یہ بات بخوبی منکشف ہو سکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نسل یہودادہ سے خارج نہیں اس لئے کہ آپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں اور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام بالاجماع یہودادہ کی نسل سے ہیں۔

لہذا شیلا کا مصداق وہی نبی ہو سکتا ہے جو نسل یہودادہ سے خارج ہو۔ اور اس کا ظہور اخیر زمانے میں ہو جیسا کہ آیت اول کے اس جملے سے ظاہر ہے۔

”تا کہ میں اُس کی جو کچھ دلوں میں تم پہنچتے کا تمہیں خبر دوں“

اور یہ دونوں امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر صادق آ سکتے ہیں کہ آپ یہودادہ کی نسل سے بھی نہ تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے اور آپ کا ظہور بھی خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے اخیر زمانے میں ہوا۔

اور آپ کی بعثت کے بعد سے یہودادہ کی نسل میں جو کچھ حکومت و ریاست تھی وہ سب جاتی رہی، تفریحی بنی الغیر اور خیر سب آپ ہی کے زمانے میں نفع ہو گئے، اور اس جگہ میں کہ ”قومیں اس کے پاس اکٹھی ہوں گی“

عمر بعثت کی طرف اشارہ ہے۔ كَمَا قَالَ تَعَالَى شَانَهُ
 قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ۝ اے نبی کہہ دیجئے کہ
 اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔“
 بخلاف حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ ان کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے
 تھی۔ كَلَّمَآل تَعَالَى شَانَهُ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَآءِیْل ۝ نیز مختلف قومیں اور مختلف لوگ
 حضور پر نور ہی کے پاس اکٹھے ہوئے اور آپ کے دین میں فوج فوج اور جوق جوق داخل ہوئے
 یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مہمل نہیں ہوئی اور گیارھویں آیت میں ہے۔
 ”وہ اپنا گدھا انکھور کے درخت سے باندھے گا۔“

سودا راج النبوة میں ہے کہ جب اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر فتح فرمایا تو وہاں
 ایک سیاہ حمار دیکھا۔ آپ نے اس سے کلام فرمایا اور اس کا نام دریافت فرمایا، اس نے جواب دیا کہ
 میرا نام نیرید بن شہاب ہے۔ حق تعالیٰ نے میری وادی کی نسل سے ساٹھ حمار پیدا کئے جس پر سوار
 نبی کے کسی نے سواری نہیں کی اور مجھ کو امتیہ ہے کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں گے۔ میری وادی کی نسل
 سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے آپ کے سوا کوئی باقی نہیں
 رہا۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سواری فرمائی اور وہ حمار آپ کی وفات کے بعد صدقہ وصال
 سے ایک کنویں میں گر کر مر گیا۔

(اور اسی گیارھویں آیت میں ہے)
 ”وہ اپنا لباس مئے میں اور اپنی پوشاک آپ انکھور میں دھو دے گا۔“
 اس آیت میں اہل عبرانی سے ترجمہ کرنے میں کچھ تصرف کیا گیا ہے اور حقیقت اس طرح تھا۔
 ”وہ اپنا لباس مئے سے اور اپنی پوشاک آپ انکھور سے دھو دے گا۔“
 یعنی اس نبی آخر الزماں کی شریعت میں شراب حرام کی جائے گی، اور جس طرح دیگر نجاسات سے

پتروں کے دھونے کا حکم دیا جاتا ہے، اسی طرح شراب سے بھی کپڑوں کے پاک رکھنے اور دھونے کا حکم دیا جائے گا۔

ادعجب نہیں کہ اس سے محبت الہی کی شراب میں استغراق مراد ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بہت ارفع ہے۔ آپ ترسید الاولین والآخرین بلا فخر ہیں۔ آپ کی امت میں ہزار ہا بلکہ لاکھوں ایسے گزرمگئے کہ مشق الہی اور محبت ربانی میں کوئی امت ان کی ہمسری نہیں کر سکتی۔
(اور پھر بارہویں آیت میں ہے)

”اس کی آنکھیں منے سے لال ہوں گی اداس کے دانت دودھ سے سفید ہوں گے۔“

اس آیت میں اسی نبی مقرر کے حلیہ جمہا کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی آنکھیں سُرخ اور دانت سفید ہوں گے۔ چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کے لئے بصری تشریف لے گئے تو ایک سایہ دار درخت کے قریب قیام فرمایا جہاں منظر راہب کا مکہ تھا۔ منظر راہب نے میسرہ غلام سے جو آپ کے ہمراہ تھے دریافت کیا کہ آپ کی آنکھوں میں سُرخی ہے میسرہ نے یہ جواب دیا کہ آپ کی آنکھوں میں بیٹہ سُرخ رہتی ہے کبھی جدا نہیں ہوتی، اس وقت منظر راہب نے یہ کہا کہ یہ آخری پیغمبر ہیں۔ کاش میں ان کی بعثت کا زمانہ پاؤں۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ جب حضرت حاطب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والاناہ سلطان مقوقس شاہ مصر کے نام لے کر گئے تو منظر مصر نے نبی آخر الزماں کی علامات بیان کرتے ہوئے یہ کہا کہ سُرخ اُن کی آنکھوں سے جدا نہیں ہوتی۔ حضرت حاطب نے فرمایا کہ بے شک آپ کی چشمان مبارک سے سُرخ کبھی جدا نہیں ہوتی چنانچہ آپ کے شاہل میں اشکل العینین کا لفظ آیا ہے اَشْکُلٌ ایسی آنکھ دالے کو کہتے ہیں کہ جس کی سفیدی میں سُرخ ڈھلے ہوں اور بعض روایات میں اَذْجَجٌ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جس کی آنکھ میں سیاہی ہو۔

سود و فز روایتوں میں کوئی تعارض نہیں جس حال کے لئے سُرخ اور سیاہی دونوں دیکھ رہے ہیں۔

محض سُرخِ اور محض سیاہی سے اتنا حسن پیدا نہیں ہوتا جتنا کہ سُرخِی اور سیاہی سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔
 وَللّٰہِ دَرُ الْقَائِلِ ۛ

کیا بیاں ہو خوبی چشمِ سیاہ آیتِ مازناغِ جس کی گواہ
 تھی سفیدی اور سیاہی دریاں سُرخِ دُورے اُس میں خشکِ گلستان
 تھا سفیدی اور سیاہی کا یہ حال تھیں بہم دونوں بحرِ اعتدال
 اَشْکَلُ الْعَيْنَيْنِ بھی وارد ہوا، وصفِ چشمِ حضرتِ خیرِ الورئے
 الغرضِ القصد جو وصفِ کمال چشمِ خوبانِ جہاں کا ہے جمال
 وہ سبھی اوصافِ بحیرِ ویاں عینِ محبوبِ خدا میں تھے عیاں
 اداں سب سے زیادہ وصفِ غلص چشمِ حضرت سے رکھے تھا اختلاص
 یعنی وہ چشمِ مبارکِ دل پذیر نورِ تاریکی میں تھی یکساں بصیر
 دیکھتے ہیں لوگ جو وقتِ سحر تیرہ شب میں آپ کو آنکھ
 دوسرا ایک اندر یہ اعجاز تھا چشمِ پاکِ صاحبِ اعجاز کا
 پیشِ منظر آپ بیاں دیکھتے ہٹھکے پیچھے بھی دیا دیکھتے
 بشارتِ ششم از زبورِ سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۵۱

میرے دل میں اچھا مضمون جو شِمارتا ہے میں اُن چیزوں کو جو میں نے بادشاہ کے
 حق میں بنائی ہیں بیان کرتا ہوں۔ میری زبان ماہر کھنے والے کاظم ہے (۲) اُو حسن
 میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہر نٹوں میں لطف بنایا گیا ہے۔ اس لئے
 خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا۔ (۳) اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حرمت اور
 بندگاری ہے حاصل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ (۴) اور اپنی بزرگاری سے سوار ہو
 اور پجائی اور ملامت اور صداقت کے واسطے اقبالِ مندی کے لئے آگے بڑھ۔
 اور تیرا دانا ہاتھ تجھ کو مہیب کام سکھائے گا (۵) تیرے تیر تیر ہیں۔ لوگ تیرے

نیچے گرے پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔ (۶۱) تیرا تخت اسے خدا ابدالا باد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا راسخی کا عصا ہے، تو خدا کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے تیرے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ پیچ کیا (۸) ترے سارے لباس سے مراد عود اور تاج کی خوشبو آتی ہے کہ جن سے راسخی دانت کے محلوں کے درمیان تجھ کو خوش کیا ہے۔ (۹) بادشاہوں کی بیٹیلیں تیری عزت والیں ہیں۔ ملکہ اوفیر کے سونے سے آراستہ ہونے کے تیرے داپنے ہاتھ کھڑی ہے :

(اور بارہویں آیت میں ہے)

"اور صورت کی مٹی دیے لادے گی۔ قوم کے مدت مند تیری خوشامد کریں گے"

(اور سترھویں آیت میں ہے)

(۱۶۱) تیرے بیٹے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ تو انھیں تمام زمین کا سردار

مقرر کرے گا۔ (۱۶۲) میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا اور سارے لوگ

ابدالا باد تک تیری ستایش کریں گے۔ اتنی تمام اہل کتاب کے نزدیک یہ امر مسلم ہے

کہ اس زبرد میں حضرت سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عظیم الشان دانشور

رسول کی بشارت دے رہے ہیں اور فرط محبت میں اُس کو مخاطب بنا کر اس کے اوصاف بیان

فرما رہے ہیں اور یہ بتلا رہے ہیں کہ وہ نبی جب ظاہر ہوگا تو ان صفات کے ساتھ موصوف ہوگا

وہ اوصاف حسب ذیل ہیں :

(۱) بادشاہ یعنی سب سے اعلیٰ اور افضل ہونا۔ (۲) حسین ہونا۔ (۳) ہرمنوں

میں لطف کا ہونا یعنی شیریں زبان اور فصیح اللسان ہونا۔ (۴) مبارک الی اللہ ہونا

(۵) پہلوان یعنی قوی ہونا۔ (۶) شمشیر بند ہونا۔ (۷) صاحب حق و صداقت ہونا

(۸) اقبال مند ہونا۔ (۹) اُس کے دائیں ہاتھ سے کسی عجیب و غریب کثرہ کا ظاہر

ہونا (۱۱) تیرا زمانہ ہونا (۱۱) لوگوں کو اس کے نیچے گرے پڑنا یعنی خلق اللہ کا اس کے تابع ہونا (۱۲) تخت کا ابدالاً ایک رہنا یعنی اس کی شریعت اور حکومت اسلام کا قیام قیامت مآتی رہنا (۱۳) حصائے سلطنت کا حصائے لاسی ہونا (۱۴) صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہونا (۱۵) اس کے کپڑوں سے خوشبو کا آنا (۱۶) اُس کے گھرانہ میں بادشاہوں کی بیٹیوں کا آنا (۱۷) ہدایا اور تحائف کا آنا (۱۸) اولاد کا بجائے باپ کے سوار اور حاکم ہونا (۱۹) تمام پشتوں میں قرنا بعد قرن اور سلا اور بعد نسل اس کا ذکر مآتی رہنا (۲۰) ابدالاً ایک لوگوں کا اُس کی ستائش کرنا۔

ابن اسلام کے نزدیک اس بشارت کا مصداق صادق مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں۔ بیہود کے نزدیک داؤد علیہ السلام کے بعد سے اب تک کوئی نبی ان صفات کے ساتھ مرسوف ہو کر ظاہر نہیں ہوا اور نصاریٰ یہ کہتے ہیں اس بشارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں مگر اہل اسلام کا دعویٰ ہے کہ اس بشارت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ یہی حق ہے اس لئے کہ جو اوصاف اس بشارت میں مذکور ہیں وہ صرف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی پر صادق ہیں۔

(۱)۔ بادشاہت کا ثبوت اُن حضرات کے لئے شمس فی نصف النہار سے نا اہل اور روشن ہے، حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو دین اور دنیا دونوں کی بادشاہی عطا فرمائی۔ احکام خداوندی کو بادشاہوں کی طرح جاری فرمایا جس طرح نصاریٰ کے زعم میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیہود معین اللہ تعالیٰ سے متہمہ و مجبور تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجبور نہ تھے، آپ نے توبہ و کوان کے قلموں سے کمال باہر کیا۔

الحاصل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دین و دنیا کے بادشاہ تھے۔ تمام انبیاء و رسل سے افضل اور برتر تھے۔ یہی رسول کو قرآن کریم جیسی معجز کتب عطا کی گئی اور نہ کسی کو آپ جیسی کامل و مکمل شریعت

عطا کی گئی کہ فلاح و ارباب اور نجات اور مسیحیوں کی پوری پوری کفیل ہو جس نے عقاید و اعمال کی سنگین غلطیوں پر متنبہ کیا ہو۔ خدا تک پہنچنے کے لئے راستہ ایسا صاف کر دیا ہو کہ چلنے والوں کے لئے کوئی روڑا ٹکنا نہ دکھا ہو۔ تہذیب و اخلاق اور تدبیر منزل سیاست ملکیہ و مدنیہ کے لحاظ سے بھی نہایت کامل و مکمل ہو۔ غرض یہ کہ اس میں جامعیت کبریٰ کا وصف نمایاں ہو۔ ان تمام محاسن اور خوبیوں کا جامع صرف دین اسلام ہے جس کو اُن حضرات علیہ السلام و علیہ السلام کے پاس سے لائے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۖ بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

یہی وہ کامل و مکمل دین ہے کہ اُس کے طلوع ہوتے ہی سب ادیان و مذاہب کے چراغ گل ہو گئے۔

رات محفل میں ہر اک مہ پارہ گرم لافقا صبح کو خورشید جو نکلا تو مطلع صاف تھا
پس جس نبی کی کتاب تمام کتب الہیہ اور صحت سادہ سے افضل ہو اور اس کی ضرورت تمام شرائع اور ادیان سے بدرجہا برتر اور کامل اور اکمل ہو اور اس کے معجزات بھی تمام انبیاء کو ام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے بڑھے ہوئے ہوں اور اُس کی اُمت بھی تمام اُمتوں سے علم اور علو عقائد و اخلاق و کام و دشمنان تہذیب و تمدن سیاست ملکیہ اور مدنیہ کے لحاظ سے فائق اور برتر ہو تو اُس نبی کے سید الداعین و آخرین اور بادشاہ دو جہاں ہونے میں کیا کلام اور شبہ ہو سکتا ہے۔

(۲) حسن و جمال میں آپ کا یہ حال تھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نامہ کسی کو حسین اور خوبصورت نہیں دیکھا۔ مگر یا کہ آنحضرت کے پیرو مبارک میں گھومتا ہے اور جب بسم فرماتے تو زمان مبارک کی چمک دیکھوں پڑتی تھی۔

حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

وَ أَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي وَ أَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

میری آنکھ نے آپ سے زائچہ نہیں دیکھا اور آپ سے زاید جمل اور خوبصورت عورتوں نے نہیں بنا

خَلَقْتَ مُبْرءً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا أُنْشِئَ

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے گویا کہ آپ حسبِ نشا پیدا کئے گئے

وَلِلّٰهِ دُرُّ الْقَائِلِ جَزَاءُ اللّٰهِ خَيْرًا - اٰمِنٌ

راہت کی امام باصف نے حسن سبط رسول مجتبیٰ نے

کہ ہند بن ابی مالہ مرا خال رسول اللہ کا تھا و صاف حال

کیا میں نے سوال اُس باخبر سے خبر دے علیہ خیر البشر سے

کہ ہوں مشتاق ان باتوں کا عید بیاں کہ کچھ تو حال جدِ امجد

غرض میری ہے یہ سن کر وہا حوال کرد جو ہو کے اسنادِ اعمال

کہا بس ہند نے یوں مجھ سے اُس دم رسول اللہ تھے فَخْهُ مُقْتَضًى

ننگا ہوں میں وہ معنی خوش میر تھے دلوں میں بھی بزرگ دنامور تھے

تجلی مدئے انور کی نہ پوچھو قمر ہو جس طرح سے چودھوی کو

میانہ کب قد خیر انور لے تھا میانہ پن سے بھی وہ قد جدا تھا

اگر کو تاہ کہئے تھے نہ کوتاہ غرض گم کیفیت نے کی یہاں راہ

قدِ بالا کا تھا اُن کے یہ عالم میانہ سے دوازہ اُطول سے کچھ کم

بزرگی تھی سرِ عالی میں پیدا نہایت حسن و موزونی ہویدا

خیمِ نبی عیساں بالوں میں کم تھی کچھ اک ٹرو لیدگی لیکن بہم تھی

بکھرتے تھے جو فرق پاک پر بال دو فرقہ اُن کو کرتے تھے فی الحال

اگر از خود نہ بال اُن کے بکھرتے تکلف سے نہ ہرگز فسق کرتے

بجال و فزہ سر کے بال اُن کے گزرتے نہ رہا تے گوش سے تھے

درخشانی کا عالم رنگ میں تھا کشادہ تھی جبینِ عالم آرا

مقوس و دونوں ابروئے مقوس مقدس و دونوں ابروئے مقدس

بانہ از مناسب طاق ابرو
 عجب خمدار و باریک مَطْوَل
 میان ابرو اک رگ ہویدا
 کہوں کیا جِشِ ذابنی کا عالم
 معطلے بینی خیر البشر تھی
 جو کوئی بے تامل دیکھتا تھا
 ملائم آپ کے رُخسار نیکو
 بزیبائی کشادہ وہ دہن تھا
 کہوں دانتوں کا کیا وہ حُسن ساوہ
 دقیق المسر بہتہ یعنی خطِ مو
 برصفت گردنِ شایانِ معراج
 مُصَفَّایہ یعنی وہ گردن تھی ایسی
 کہوں کیا عضوِ عضو ان کے بدن کا
 بخوبی تھے تنہا و رخسارِ عالم
 شکمِ سینہ صفائی میں برابر
 فراخی دونوں شانوں میں عیاں تھی
 بدن جو کچھ کھلا ہوا شکم سے تھا
 گلوئے پاک سے تانائے والا
 سوا اس کے شکمِ سینہ سراسر
 کلائی دونوں شانے اور بانہ
 وہ ان کے صدرِ عالی کی بلندی
 نہ تھی پیوستگی آپس میں ان کو
 بخوبی طاق تھا ثانی و اول
 بہت ہوتی غضب کے وقت پیدا
 کہ تھے نوروں کے شعلے جس سے توأم
 بانہ از بلندی جسدہ گر تھی
 بلندی کا گمساں ہوتا تھا پیدا
 بھلا تشبیہ دہن میں کس سے اس کو
 کشادہ وہ دہن تھا اور زیبا
 سپید و صاف آپس میں کشادہ
 کھینچا سینے سے تھا تانائے گلبو
 کہا راوی نے شکلِ صورتِ عاج
 بشکلِ فقرہ بانڈ و ضیا تھی
 بوضع خود مناسب اور زیبا
 مقامی عضو تن مربوط باہم
 مگر سینہ عریض دہن خوشتر
 سر ہر استخوان میں تھی بزرگی
 درخشندہ وہ نورِ پاک سے تھا
 خطِ مو تھا کھینچا باریک و زیبا
 شعری مو سے تھا صفائی برابر
 مزین تھے بزیب کشدہ مو
 خطِ مو سے رکھے تھی ارجمندی

طویل الزمرد در نوز دست والا
 کثادہ تھی کھت دست مصفا
 بزرگی اس کھت پامیں میاں تھی
 نمایاں دونوں قدموں میں بزرگی
 کشیدہ تھیں وہ انگشتان والا
 کھت پامیں سمدانی تھی یہ غولی
 بقب ہے سائل لا طرف بن کا
 ہوا دار و بوضعت پائے اقدس
 جدار تہی زمیں سے یوں کھت پا
 زمیں پر جب خسراں آپ جاتے
 انھیں ہوتا خیال مثل پیشیں
 ہوا یہ حال بھی دار و بہ اخبار
 تو اُس دم تھے عیاں یہ صاف معنی
 اُنھیں جب دیکھنا منظور ہوتا
 بیت رہتے تھے آنکھوں کو بھکائے
 زمیں اکثر مشرف تھی نظر سے
 تانکس سوچ تھا کی ہی نظر میں
 بیان کرتا ہے راوی بعد اس کے
 تو یہ ارشاد فرماتے تھے حضرت
 عجیب اخلاق تھے خیر الوری کے
 سلویہ ادرعات مصطفیٰ کی
 جناب پاک کرتے اُس کو خوش کام
 بتقدیم سلام دین اسلام
 چلو تم مجھ سے آگے کر کے سبقت
 کہ ہوں مخدوم پیچھے خادم آگے
 کہ ہوتا جو کوئی اُن سے ملاقی
 چلو تم مجھ سے آگے کر کے سبقت
 کہ ہوں مخدوم پیچھے خادم آگے
 کہ ہوتا جو کوئی اُن سے ملاقی

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانِ معمر نے حضرت ابو
 علیہ السلام کو دیکھ کر اپنے ماتھے کاٹ ڈالے تھے اگر وہ ہمارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتیں

تو دلوں کے کٹرے کر ڈالیں گے

اے زینب! اس کو نسبت اپنے پرستار سے
غرض یہ کہ آپ کا حسن و جمال دنیا میں مشہور تھا اور حسن و جمال کیلئے تشاہدہ جاہ و جلال بھی آپ کے
مہل تھا کسی کی یہ بہت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔

(۱۳) اور آپ کا خوش بیان اور شیریں زبان اور فیض اللسان ہر نامسب کو تسلیم ہے آپ کے
انفاس قدسیہ اور کلمات طہیات اس وقت باسانید صحیحہ و جیدہ محفوظ ہیں جن سے آپ کی
فصاحت و بلاغت اور شیریں زبانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

(۱۴) اور آپ مبارک الی الدہر بھی ہیں جیسا کہ بشارت دوم میں گزرا، مشرق و مغرب
شمال و جنوب میں کروڑ ہا مسلمان نماز میں اور نماز کے بعد اور مختلف اوقات میں
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ اے اللہ برکت نازل فرما محمد کی آل پر جیسے
حَمَامًا بَارَكْتَ عَلَى اِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ اور ان کی آل پر برکت نازل فرمائی
اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۵ بلاشبہ آپ متائش اور بڑی بزرگی والے ہیں۔
پڑھتے ہیں۔ اس سے زائد اور کیا مبارک الی الدہر ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے جس کے لئے دینا کے
ہر گوشے میں برکت کی دُعا مانگی جاتی ہو۔

(۵) توت میں آپ کا یہ حال تھا کہ رکنا نہ پہلوان کو کہ جو توت میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا
ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگل میں مل گیا اور یہ کہا کہ آپ مجھ کو کچھاڑ دیں تو میں آپ کے
نبی برحق جانوں۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو کچھاڑ دیا اُس نے دوبارہ لڑنے کے لئے کہا
آپ نے اُس کو دوبارہ بھی کچھاڑ دیا۔ اُس کو بہت تعجب ہوا۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا اگر تو اللہ
سے ڈرے اور میرا اتباع کرے تو اس سے زائد عجیب چیز دکھلاؤں۔ اُس نے پوچھا کہ اس سے
زائد کیا عجیب ہے، آپ نے ایک درخت کو بلایا آپ کے بلاتے ہی آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔
بعد ازاں یہ فرمایا کہ لوٹ جا سو وہ درخت یہ سن کر اپنی جگہ لوٹ گیا۔

(۶) اور آپ کا مشیر بند اور صاحبِ جہاد ہونا بھی مسلم ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ مشیر بند تھے اور نہ صاحبِ جہاد اور قبولِ نصاریٰ اُن میں اتنی قوت بھی نہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو یہود سے بچا سکے

(۷) اور آپ صاحبِ حق و صداقت بھی تھے۔ کما قال تعالیٰ شانہ :

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ
بِالْهُدَىٰ وَذِينَ الْحَقِّ لِيُظْهَرُوا عَلَى الَّذِينَ
كُفَرُوا وَكَوْكَرُوا الْمُشْرِكُونَ - ۱۷

خدا ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور یقین حق
دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غلبہ
کروے اگرچہ مشرک کہیں ناگوار گزرے۔

بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۝
وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ
بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ - ۱۸

آپ شاعر و مجنون نہیں، بلکہ حق کو لے کر آتے
ہیں اور پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔
اور جو کچھ بات لے کر آیا، اور جس نے اس کی تصدیق
کی، یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

ایک مرتبہ نضر بن الحارث نے قریش کو مخاطب بنا کر یہ کہا:

قَدْ كَانَ مُحَمَّدٌ نَبِيًّا مَّا حَدَّثَا
أَرْضَاكَ فَيَكُمُ وَاصِدُكُمْ حَدِيثًا
عَظَمْتُمْ أَمَانَةً حَقًّا إِذَا سَأَلْتُمْنِي صَدَقِيهِ
الشَّيْبَ وَجَاكُمُ بَا جَاءَكُمْ قُلْتُمْ إِنَّهُ
سَاحِرٌ كَذَّابٌ مَا هُوَ بَسَاحِرٌ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں فرج ان تھے سب سے
زائد پسندیدہ سب سے زیادہ سچے سب سے زائد امین۔
لیکن جب تم نے اُن کے جابنیں راس میں بڑھایا
دیکھا، اور وہ تمہارے پاس یہ دین حق لے کر آئے
تو تم اُن کو ساحر اور جادوگر کہنے لگے۔ مگر کو نہیں، خدا
کی قسم وہ ساحر نہیں۔

اور ہرقل شاہِ روم نے جب ابرہہؓ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ بیانات کیا کہ

تم نے کبھی اُس کو مستہر بالکذب کیا ہے تو اس پر ابوسفیان نے یہ جواب دیا کہ ہم نے ان سے کبھی کوئی کذب نہیں دیکھا۔

(۸) اور اقبال مند ہونا بھی ظاہر ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے جیسا آپ کا اقبال عطا فرمایا۔ ایسا اقبال آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا اور نہ ہو گا۔

(۹) اور دلائل ہاتھ سے مہیب کام اور عجیب و غریب کرشمہ ظاہر ہونے سے مجرۂ شقی قرکی طرف اشارہ ہے۔

چروکتش بر آہنخت شمشیر بزم بہ معجز میان تسرزد و دو نیم
اور علیٰ ہذا جنگ بدر اور جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک سے تمام مشرکین کو خیرہ کر دینا یہ بھی آپ کے دلائل ہاتھ کا مہیب کام تھا۔

(۱۰) تیر انداز ہونا بنی اسماعیل کا مشہور شعار ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔

ارموا بنی اسماعیل فان اباکم اے بنی اسماعیل تیر اندازی کیا کرو اس لئے کہ تمہارا
کان رامیا۔ باپ تیر انداز تھا۔

(اور دوسری حدیث میں ہے)

من تعلم السریۃ شہد کہما فلیس منا جو تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(۱۱) اور لوگوں کا آپ کے پیچے گرنا یعنی خلق اللہ کا آپ کے تابع ہونا۔ یہ بھی اظہار الشہس

ہے۔ چند ہی روز میں ہزاران ہزار اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے۔ کما قال اللہ تعالیٰ شانہ

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ

النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کو اللہ کے دین میں جوق و جوق داخل ہوتے ہوئے

فَتَبْتَ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرُكَ ط دیکھ لیا تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیے اور استغفار پڑھے

اِنَّهُ كَانَ كَوَّابًا ط بیخک خدا بہت توبہ قبول فرمانے والا ہے۔

(۱۳ و ۱۴) اور آپ کی شریعت ابدالاً بادیک رہے گی، چنانچہ قرآن کریم حسبِ عدۃ الہی۔
 اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْهُ لَمَشِیْقٌ ۝
 لِّحَافِظُوْنَ ۝ کے محافظ ہیں۔

تیرہ صدی سے باطل محفوظ چلا آتا ہے۔ بحوالہ اب تک اُس کے ایک نقطہ اور ایک شوشہ میں بھی
 مکرر تفاوت نہیں آیا۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت اسی طرح رہے گا اور یہود و نصاریٰ کو اپنی
 تورات و انجیل کا حال خوب معلوم ہے، مکنے کی حاجت نہیں۔ اور آپ کی سلطنت کا عصا و استی
 اور صداقت کا عصا ہے، ہمیشہ اُس سے اتحاقِ حق اور الباطل باطل ہوتا رہتا ہے۔

(۱۴) اور آپ صداقت کے دوست اور شرارت کے دشمن تھے۔ کما قال للہ جل جلالہ
 لَقَدْ جَاءَكُمْ ذِکْرٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ۝ غَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ ۝
 اَنگھے ہیں کہ جن پر تمھاری تکلیف شاق ہے تمھاری
 بھلائی کے لئے حرص ہیں۔ بر زمین پر نہایت شفیق
 اور مہربان ہیں۔

یَاٰیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ
 وَ الْمُنافِقِیْنَ وَ اَعْلَظْ عَلَیْہِمْ ۝
 اے نبی کریم! کفار و منافقین سے جنگ کیجئے
 اور ان پر سختی کیجئے۔

اور آپ کی امت کے یہ اوصاف ہیں۔
 اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ اُولٰٓئِ
 عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٌ عَلَی الْکَافِرِیْنَ
 یُجَاهِدُوْنَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ
 کُوفۃً لَّا یُمِیْطُ ۝
 لافوں پر سخت اور آپس میں بہت مہربان
 مؤمنوں پر نرم اور کافروں پر سخت۔ اللہ کے
 راستہ میں جہاد کریں گے اور کس ملامت کرنے
 دے کی ملامت کی بالکل پروا نہ کریں گے
 اور عجب نہیں کہ فرارت سے ابو جہل مراد ہو کہ جو سرتاپا شرارت تھا اور صداقت سے ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہوں جو کہ سرتاپا صدق و صداقت تھے اللہ بے شک ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے اہل تھے کہ ان کو خلیفہ و صدیق یعنی دوست بنایا جائے۔

(۱۵) اور آپ کے کپڑوں سے خوشبو بھی آیا کرتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک عورت نے آپ کا پسینہ مبارک اس لئے جمع کیا تاکہ وہ لہن کے کپڑوں کو اس سے معطر کرے۔

(۱۶) اور قرن اول میں بہت سی فہر ادیاں مسلمانوں کی عادم بنی ہیں چنانچہ شہر البویزدہ و شاہ کسریٰ کی بیٹی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں تھی۔

(۱۷) نجاشی شاہجہ اور منذر بن سادہ شاہ بحرین اور شاد عثمان اور میت سے امیر کبیر آپ پر ایمان لائے اور آپ کے ملحقہ لوگش بنے اور آپ کی خدمت میں سلاطین و امراء نے ہدایا بھیج کر فرزند و سر فرازی حاصل کی۔ چنانچہ مقوقس شاہ قبط نے آپ کی خدمت میں تین باندیاں اور ایک حبشی غلام اور ایک سفید خنجر اور ایک سفید ہمار اور ایک گھوڑا اور کچھ کپڑے بطور ہدیہ ارسال کئے۔

(۱۸) اور آپ کے بعد قریش میں خلافت رہی۔ آپ کی اولاد میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں صد با خلیفہ اور حکمران ہوئے۔ حجاز و یمن و مصر و شام وغیرہ وغیرہ میں حکومت و سلطنت پر فائز رہے اور قیامت کے قریب امام ہدیؑ کا ظہور ہوگا جو امام حسنؑ کی اولاد سے ہوں گے اور تمام روئے زمین کے خلیفہ ہوں گے۔

(۱۹ و ۲۰) اور آپ کی ستائش و ذکر خیر بھی ابد الابد تک رہے گا۔ ہر انسان میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللہ کے ساتھ بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللہ روزانہ پانچ مرتبہ کر دے یا مسلمان پکارتے ہیں۔ کوئی غلط اور خطبہ ایسا نہیں کہ جس میں آپ کا نام پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ لیا جاتا ہو۔ محمدؐ اور احمدؑ کے معنی ستورہ کے ہیں۔ اس بشارت کے شروع میں اَحْمَدُ کا لفظ مرا حثا ذکر تھا مگر صد کی وجہ سے نکال دیا گیا مگر تاہم یہ اوصاف تو سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہیں آتے۔

نصاری کے زعم و اعتقاد پر تو حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی طرح اس بشارت

کا مصداق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ نصاریٰ صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کے ترجمہ پر... باب کو حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت قرار دیتے ہیں اور وہ یہ ہے۔

”ہمارے پیغام پر کوئی اعتقاد دلایا۔ اور خداوند کا ہاتھ کس پر ظاہر ہوا۔ اس کے ڈبل و ڈول کی کچھ خبر ہی نہ تھی اور نہ کچھ رونق کہ ہم اُس پر نگاہ کریں اور کوئی نمائش بھی نہیں کہ ہم اُس کے مشتاق ہوں وہ آدمیوں میں نہایت ذلیل و حقیر تھا۔ آھ (اور پھر آیت ختم ہو گئی ہے)

”وہ ہمارے گناہوں کے سبب گھٹائی کیا گیا۔ اور ہماری بدکاریوں کے باعث کچلا گیا“ اور اللہ تم معاذا اللہ جب نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے تھے تو وہ اوصاف زبور کا جو بالکل اس کی ضد ہیں کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔

ہمارے اعتقاد میں منجملہ دیگر تعریفات کے صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام کا ترجمہ ہواں باب قطعاً و یقیناً الحاقی اور اختزاعی ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاشا ثم حاشا ہرگز ایسے نہ تھے۔ وہ تو دنیا اور آخرت میں دھجہ (دبیر اور عزت والے) اور خدا کے مقربین میں سے تھے۔ لیکن بایں ہمہ اس بشارت کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں اس لئے کہ نہ آپ شمشیر بند اور تیر انداز تھے اور نہ مجاہد تھے اور نہ آپ کی شریعت داعی ہے۔ اور نہ آپ کی بعثت عام تھی، اور نہ آپ کے گھرانے میں کوئی شہزادی آئی کہ جو آپ کی بیوی یا لونڈی ہوتی اس لئے کہ آپ نے کوئی نکاح ہی نہیں فرمایا۔ نیز آپ کے کوئی باپ وادانہ تھا نہ آپ کو بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

بشارت ہفتم از زبور سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۱۶۹
(۱) خداوند کی ستائش کرو۔ خداوند کا ایک نیکی کا گواہ اور اس کی مدح پاک لوگوں کی جماعت میں (۲) اسرائیل اپنے بنانے والے سے شادمان ہوئے۔ بنی صیہون اپنے بادشاہ کے سبب خوش کریں (۳) وہ اُس کے نام کی ستائش کرتے ہوئے

ناچیں۔ وہ جلد اور برہنہ بجاتے ہوئے اس کی شاخانی کریں وہم ایک نیک خداوند
اپنے لوگوں سے خوش ہوتا ہے۔ وہ علیوں کو نجات کی زینت بخشا ہے (۵)
پاک لوگ اپنی بزرگاری پر فخر کریں، اور اپنے بستروں پر پڑے ہوئے بلند آواز
سے گایا کریں۔ (۶) خدا کی ستائش اُن کی زبانوں پر ہو دین اور ایک مددگار
تو اُن کے ہاتھوں میں ہو۔ (۷) تاکہ غیر امتوں سے انتقام لیں۔ اور لوگوں
کو سزا دیں (۸) اُن کے بادشاہوں کو زنجیروں سے اور اُن کے امیروں کو لوہے
کی بیڑیوں سے جکڑیں (۹) تاکہ اُن پر وہ فتویٰ جو لکھا ہوا ہے جاری کریں کہ اُس کے
باپ لوگوں کی یہی شوکت ہے کہ خداوند کی ستائش کر دے۔ آمین

اس بشارت میں نبی مبینہ کو بادشاہ کے لفظ سے اور اُس کے مطیعین کو صالحین اور پاک
لوگوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی وہ نبی موعود بادشاہ ہو گا۔ اور اُس کی تشریف ریزی موافق خوشنودی حق
اور مقتضائے غضب الہی کافروں کے حق میں ہوگی اور اس کے اصحاب اور احباب اس کے ساتھ
ہو کہ کافروں سے جہاد و قتال کریں گے۔

بعد ازاں مطیعین کے کچھ اوصاف ذکر کئے گئے ہیں جو میں اَوَّلُہَا اِیَّیْہَا اَخِرُ ہَا اَمَّتْ مِرَّہ
پر پورے مطیع ہیں وہی وہ اُمت ہے کہ جو اپنے بستروں پر بھی اللہ کو یاد کرتی ہے۔ کما قال تعالیٰ۔
يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قَعُودًا وَّ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وہ اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کر وٹ پریشے
جُتُوْہِہْم۔ لے ہوئے یاد کرتے ہیں۔

اور یہی وہ اُمت ہے کہ نمازیں اور حجاب میں اور ہر اذان میں اور عید الفطر اور عید النحر اور ایام
تشریق اور ایام حج اور منیٰ اور مدینہ اور عرفات میں اللہ کو طہ آواز سے پکارتی ہے، بخلاف یہود
و نصاریٰ کے کہ یہود تو بوقت اور نصاریٰ ناقوس بجاتے ہیں اور بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا اور اللہ کو
یا اکر نام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ وسلم کی اُمت کا شعلہ ہے۔

اور مجاہدین و انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہی کی دعوہ عالماتواروں نے رقم و شام دو گھر
ممالک کو فتح کیا اور شہسبے بڑے بادشاہوں اور امیروں کو قید کیا ہے اور اہل کتب کے نزدیک اس
بشارت کا مصداق رسولیٰ علیہ السلام ہو سکتے ہیں کیونکہ اہل کتاب کا زعم باطل اور اعتقاد ناحق ہے
ہے کہ معاذ اللہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اخیر عمر میں مرتد اور بت پرست ہو گئے تھے۔

اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے اعتقاد کے مطابق اس بشارت کا مصداق
ہو سکتے ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک تو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی مقتول و مصلوب ہوئے
اور اہل ذہاب کے اکثر حواریین گرفتار کئے گئے وہ دوسرے بادشاہوں اور امیروں کو کہاں قید کرتے
اور بشارت میں یہ مذکور ہے کہ وہ شخص موعود بادشاہ ہو گا اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بادشاہ نہ تھے
اور معنوی بادشاہت بہرہی کو حاصل رہی اس میں حضرت عیسیٰ کی کیا خصوصیت۔

دعا کا فرد سے قتال و جہاد کرنا اور ان کو گرفتار کرنا سوریہ میں عبادت ہے نہ کہ قابل اعتراض
جیسا کہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور موسیٰ علیہ السلام کے بعد یسع بن زون علیہ السلام کا جہاد کرنا، اور
علیٰ ذی السیماں علیہ السلام اور ان کے صحابہ کا جہاد و فرما تمام بنو و نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ غلام
کلام ہے کہ اس جہاد کا مصداق حضرت مسیح نہیں ہو سکتا اس لئے کہ نہ ہند کو رکھنا انہوں نے ہندو بنڈیہ کہہ رہا ہے
کہ انے والا نبی بادشاہ ہو گا اور اپنے اصحاب کے ساتھ سلاطین کفار سے جہاد و قتال کرے گا اور بڑے
بڑے جبارین و حکمران مقتول ہو کر اسیر اور گرفتار ہوں گے اور آپ کے اصحاب تکبیر کہتے ہوئے آپ کے
ساتھ ہوں گے۔

بتکبیر مردان شمشیر زن کہ مرد و عا شہما ند زن

اور تمام امراں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ظاہر ہوئے۔

بشارت ششم از زبور باب ۴۲۔ در کس اول

(۱) خدا بادشاہ کو اپنی عدالتیں عطا کرے بادشاہ کے بیٹے کو اپنی صداقت دے۔ (۲)

وہ تیرے لوگوں میں صداقت سے حکم کرے گا اور تیرے حکمرانوں میں صداقت سے (۳) پہاڑ لوگوں کیلئے

سلامتی ظاہر کریں گے اور ٹیلے بھی صداقت سے (۴) وہ قوم کے مسکینوں کا انصاف کرے گا، اور محتاجوں کے فرزندوں کو بچائے گا۔ اور عالم کے ٹکڑے ٹکڑے کرے گا۔ (۵) جب تک کہ سورج اور چاند باقی رہیں گے ساری پشتوں کے لوگ تجھ سے لڑا کریں گے (۶) وہ مارش کی مانند جو کاٹے ہوئے گھاس پر پڑے نازل ہوگا اور سپوہنی کے مہینہ کی طرح جزیرین کو سیراب کرتا ہے۔ (۷) اس کے عہر میں جب تک کہ چاند باقی رہے گا صادق چلیں گے اور سلامتی فرمان ہوگی۔ (۸) سمندر سے سمندر تک اور دیا سے انتہا زمین تک اس کا حکم جاری ہوگا۔ (۹) جو بیابان کے باشندے ہیں اس کے سامنے جھکیں گے اور اس کے دشمن مائی پائیں گے۔ (۱۰) ترسیں اور جزیروں کے سلاطین نذری لائیں گے اور بادشاہ کے بادشاہ سے گزاریں گے (۱۱) اسارے بادشاہ اس کے حضور بجدہ کریں گے ساری گردیں اس کی بندگی کریں گی۔ (۱۲) کیونکہ وہ دہائی دینے والے محتاج کو اور مسکین کو اور ان کو جن کا کوئی مددگار نہ ہوگا چھڑائے گا (۱۳) وہ مسکین اور محتاج پر ترس کھائے گا اور محتاجوں کی جان بچائے گا (۱۴) وہ ان کی جانوں کو ظلم اور غضب سے بچائے گا، ان کا خون اس کی نظر میں بیش قیمت ہوگا۔ (۱۵) وہ صیتر ہے گا اور سب کا سونا اس کو دیا جائے گا، اس کے حق میں سدا و عا ہوگی، ہر روز اس کو مبارک باکس جائے گی۔ (۱۶) اناج کی کثرت سرزمین میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہوگی، اس کا بھل بنانا کے درخت کی طرح جھڑ جھڑائے گا اور شہر کے لوگ میدان کے گھاس کے مانند سرسبز ہونگے (۱۷) اس کا نام ابد تک باقی رہے گا جب تک آفتاب رہے گا اس کے نام کا رواج ہوگا لوگ اس کے باعث اپنے تئیں مبارک کہیں گے ساری قومیں اسے مبارکباد دیں گی (۱۸) خدا اسرائیل کا چراکیلا ہی عجائب کام کرتا ہے مبارک ہے (۱۹) اس کا جلیل نام ابد تک مبارک ہے سلام جہان اس کے جلال سے محمد ہوا آمین آمین (۲۰) ولو دین یسی کی دعائیں تمام ہوئیں۔

ریپڑ وال زبور ختم ہوا۔

جاننا چاہیے کہ اس زبور میں ایسے پیغمبر کی لہر کی خبر دی گئی ہے کہ جس کو نبوت در سات

کے ساتھ من جانب اللہ بادشاہت اور حکومت بھی حاصل ہوگی اور اس کا دائرہ سلطنت اتنا وسیع ہوگا کہ مجبور کرکشاں ہوگا اللہ عدالت اور صداقت کے ساتھ اس کی عدالتیں چلیں گی۔ یہ اور محتاجوں کو ان کا حق دلانے کا اور ظالموں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دشمن لرزاں و ترساں ہوں گے اور سلاطین عالم اس کے لئے دہیے اور تحفے لائیں گے اور تمام قبائل اس کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے۔ ہر طرف سے ہر روز ساری قومیں اس کے حق میں دعا اور مبارک باد کہیں گی۔ اور اب تک اس کا نام باقی رہے گا، جب تک آفتاب رہے گا اس کے نام کا دعاء رہے گا۔

ابلی مقل ایک سرسری نظر سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ اوصاف مذکورہ حضرت مسیح علیہ السلام میں نہ تھے بلکہ راسخاں خاتمت جناب سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے کائنات نے آپ کو نبوت کے ساتھ سلیمان اور داؤد اقرین جیسی حکومت و عطا فرمائی کہ جس میں قوموں کے درمیان ایسی عدالت اور صداقت جاری ہوئی کہ دنیا نے نہ ایسی صداقت اور عدالت دیکھی اور نہ ہی ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لیا گیا اور زمین کو ظلم اور غضب سے پاک کر دیا بلکہ بھر اور مھرا دے بیان میں آپ کی حکومت پھیلی اور دشمن آپ سے تھکا گئے اور بڑے بڑے سلاطین آپ کے حضور سجدہ میں گرے اور دہیے اور تحفے آپ کی بارگاہ میں بھیجے اور آپ نے صداقت اور عدالت کے جاری کرنے کے لئے جہاد واد اور غزوات کئے اور آپ کی جاری کردہ صداقت اور عدالت کو صدیق اکبر و صادق اعظم جیسے صداقت اور عدالت کے علمبرداروں نے جو کمال کو پہنچایا۔

اور اب تک جب تک کہ چاند سورج قائم ہیں آپ کا نام مبارک ہر افغان اور ہندو اور ہر دعا اور ہر منبر و محراب میں لیا جائے گا۔ بلکہ خطبوں میں آپ کے نام مبارک کے ساتھ آپ کے خلفاء راشدین کا نام بھی لیا جائے گا جنہوں نے دنیا میں صداقت و عدالت کا علم غنڈ کیا۔

اے علمبردار و دو نصاریٰ یہ ناجیز تم کو صداقت اور عدالت کا واسطہ دے کر پوچھتا ہے کہ جس صداقت اور عدالت کے جاری کرنے کا ذکر اس نذر میں ہے خدا را یہ بتلاؤ کہ سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہاں ظہور ہوا اوصاف مذکورہ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریین

پہا لبطاق کسی صورت سے محن نظر نہیں آتا۔

گزارش

حضرت اہل علم کی خدمت میں گزارش ہے کہ بور کا باب اور باب اسی پہرہ میں باب کا تہہ ہے جس میں محابہ کرام کے اوصاف کی طرف اشارہ ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں اور تشریح اور تطبیق کے لئے اناتہ الامام بزبان فارسی ص ۳۳ تا ۳۵ مصنفہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیوانی قدس اللہ سرہ ملاحظہ فرمائیں۔

بشارت ہیم از صحیفہ ملاکی علیہ الصلوٰۃ والسلام باب سیم آیت اول

دیکھو میں اپنے رسول کو بچوں کا اور میرے آگے میری راہ کو درست کرے گا اور وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں فتنہ کا رسول جس سے تم خوش ہو وہ اپنی بیل میں ناگہاں آدے گا۔ دیکھو وہ یقیناً آدے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ پر اس کے آنیکے دن کون شفیق کے گا۔ اور جب وہ نمود ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا۔ آہ

اس بشارت میں ایسے رسول کی آمد و ظہور کا ذکر ہے کہ جو صاحب خزان ہوگا اور اسی وجہ سے آپ کی بعثت سے قبل یہود و نصاریٰ کو رسول اللہ کا انتظار تھا۔ اور قصیر دم بھی اسی پیشین گوئی کے مطابق رسول اللہ کے ظہور کا منتظر تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ہرقل میں مذکور ہے مگر آجکل فتنوں میں بھلے فتنہ کے رسول کے عہد کا رسول مذکور ہے

لیکن اس صورت میں بھی عہد سے فتنہ ہی کا عہد مراد ہے جیسا کہ سفر پیدائش کے باب ہختم کی آیت دوم سے معلوم ہوتا ہے۔

اور میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو سو یہ ہے کہ تم میرے ہر ایک فرزند نذیریہ کا فتنہ کیا جائے، اور تم اپنے بدن کی کھڑکی کا فتنہ کرو۔ اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔

بشارتِ ہم از صحیفہ جتوق علیہ الصلوٰۃ والسلام باب سوم آیت

خدا تیمان سے۔ اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے محور ہوئی۔ اُس کی جگہ گاہٹ نور کی مانند تھی۔ اُس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں۔ انتہی

یہ بشارت سرورِ عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نہایت ہی ظاہر ہے سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون پیغمبر فاران سے مبعوث ہوا۔ اور زمین اس کی حمد سے محور ہوئی ہر چنانچہ ہر دوست اور دشمن کی زبان پر آپ کا نام محمد اور احمد ہے۔ اور ایک قدیم عربی نسخہ میں یہ لفظ ہیں۔
وامتلاّت الارض من تحمید یعنی تمام زمین احمد یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد سے بھر گئی۔ احمد

مگر ماسدین نے اس جملہ کا رہنا گوارا نہ کیا۔ اور بعد کی اشاعت میں اس جملہ کو صحیفہ مذکورہ سے علیدہ کر دیا اور علیٰ ہذا سارا عالم میں آپ کے نورِ ہدایت سے جگمگا اٹھا۔

بشارت یا زہم از صحیفہ سبغیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۱۱ آیت

خداوند نے مجھے یوں فرمایا جانگجبان مجھلا جو کچھ دیکھے سوتلائے۔ اُس نے سوار دیکھے گھڑ خیر ہوں کے جو درد آتے تھے اور گدھوں بھی سوار اور اونٹوں پر بھی سوار آہ

اس بشارت میں حضرت ثنیاہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اوّل حضرت علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف گدھے کی سواری سے ان ہی کی طرف اشارہ ہے چنانچہ جناب سید علیہ الصلوٰۃ والسلام گدھے پر سوار ہو کر یرشلم (بیت المقدس) داخل ہوتے تھے۔ دوسرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اونٹ کی سواری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف اشارہ ہے۔ جو عرب کی خاص اور شہرِ سواری ہے۔

چنانچہ آپ جب مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو اس وقت اونٹ پر سوار تھے اور پھر ایت نہم میں بابل کے سقوط میں اُس کے گرنے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ بابل کا سقوط خلفاء راشدین کے زمانے

میں ہوا حضرت مسیح اور حواریین کے زمانے میں بابل کا سقوط نہیں ہوا۔

بشارت دوازدهم از محیضہ یسعیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۱ آیت ۱۶ و ۱۷

اس باب میں عرب کی بابت الہامی کلام کا ذکر ہے، چنانچہ آیت ۱۶ میں ہے۔ (۱۶)

خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا، ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی سی ایک ٹھیک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ ۱۷ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے، قیدار کے بہادر لوگ

گھٹ جائیں گے، کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا۔ آمین

چنانچہ ٹھیک ہجرت کے ایک سال بعد جنگ بدر میں بنی قیدار یعنی قریش کی ساری حشمت جاتی رہی۔

شتر سردار مارے گئے اور شتر قید ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے اور بنی قیدار کا بنی انجیل سے ہونا تورات وغیرہ اور تورات سے ثابت ہے اور علمائے انصاری کے نزدیک مسلم ہے۔

بشارت سیزدهم از محیضہ یسعیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۲، آیت ۲۳

اور چاند مضطرب ہوگا اور سورج شرمندہ کہ جس وقت رب الانوار کو وہ صیہون پر اور

یروشلم میں اپنے بزرگوں کے گروہ کے آگے حشمت کے ساتھ سلطنت کرے گا۔ آمین

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حشمت کے ساتھ سلطنت فرمائی اور چاند مضطرب

یعنی اپنی اہلی حالت سے متغیر ہوا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لکھا قال تعالیٰ شانہ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ اَشْهَقَ الْقَدْرُ قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

اور سورج بھی شرمندہ ہوا۔ چنانچہ غزوہ خیبر میں اس کو حرکت معکوس کرنا پڑی۔

بشارت چہاردهم از محیضہ یسعیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام باب ۲۱ آیت ۱۳

سو خداوند کا کلام ان سے یہ ہوگا حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ تانوں پر تانوں، تھوڑا سیباں تھوڑا دواں۔

چنانچہ قرآن عزیز اسی طرح نبخا بنما نازل ہوا۔ رہی انجیل سودہ علماء کربلا کے نزدیک منزل

من اللہ ہی نہیں بلکہ وہ حواریین کی تصنیف ہے اور صحیفہ مذکور کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب موصوف کا منزل من اللہ ہونا ضروری ہے۔

آدم ہمارے نزدیک جبرائیل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی گئی وہ تمام کتاب ایک ہی مرتبہ ازل ہوں۔ قرآن کریم کی طرح نینجا نینجا نازل نہیں ہوئی۔ قال تعالیٰ شانہ

وَقَرَأْنَا أَنْزَلْنَاكَ نُفَصِّرُكَ عَلَى النَّاسِ
عَلَى مُلْكِكَ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ
الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ
لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ
تَرْتِيلًا ۝

قرآن کو ہم نے متفرق کر کے نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں۔
اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا نازل کیا کافر کہتے ہیں کہ قرآن ایک ہی بار کیوں نہ نازل کیا گیا۔ کہہ دو کہ ہم نے اسے اسی طرح نازل کیا تاکہ آپ کے دل کو مضبوط رکھیں اس لئے ہم نے ٹھہر ٹھہر پڑھ سنایا۔

بشارت پانزدہم از صحیفہ یسعیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باب آیت اول

دیکھو میرا بندہ جسے میں نبھا تا میرا برگزیدہ جس سے میرا جملہ ماضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائے گا۔

یہ بشارت بھی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے صریح ہے اس لئے کہ میرا بندہ یہ ترجمہ عبد اللہ کا ہے اور عبد اللہ بھی آپ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں ہے۔

لَمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا ۝ جب عبد اللہ کھڑا ہوا۔

اور قرآن عزیز میں بشارت عبد اللہ کے لقب سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ انا تعالیٰ

سُبْحَنَ الَّذِي أَسْرَىٰ لِعَبْدِهِ ۝ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو رہے گیا۔
مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا ۝ اس چیز سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا۔
نصاری کہتے ہیں کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں ہے۔

لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نصاریٰ کے اعتقاد میں خدا کے بندے نہیں بلکہ خدا اور معبود ہیں۔ لہذا وہ اس کے مصداق نہیں ہو سکتے اور برگزیدہ بعینہ ترجمہ مصطفیٰ کا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور و معروف نام ہے۔ اور جس سے میراجی راضی ہے۔ یہ ترجمہ تفسیری کا ہے کہ جو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام پاک ہے۔

اور بزعم نصاریٰ اس جملہ کلمات یعنی جس سے میراجی راضی ہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ وہ ان کے زعم میں مصلوب و مقتول ہوئے اور جو مقتول و مصلوب ہو جائے وہ نصاریٰ کے نزدیک ملعون ہے جیسا کہ کلیتوں کے تفسیر سے خطا کے تیرھویں درس سے معلوم ہوتا ہے۔ صحیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہیں مول نے کہ شریعت کی نعمت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی مکڑی پر لٹکا یا گیا وہ لعنتی ہے۔ آھ

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نصاریٰ کے اس زعم باطل کی بنا پر معاذ اللہ خدا ان سے راضی نہیں۔

الحاصل محمد مصطفیٰ احمد مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے شبہ خدا کے برگزیدہ بندہ اور رسول ہیں جن سے خدا راضی ہے۔

اور کتب سیر میں آپ کے اسماء مبارکہ میں آپ کا نام نامی مرتضیٰ اور رضی بھی لکھا ہے۔ اور اسی وجہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آپ کے صحابہ کرام کا خاص شعار ہے، لکھا قال تعالیٰ شاعر

نَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ	البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا جبکہ
تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۖ	وہ اس درخت کے نیچے آپ بیعت کر رہے تھے۔
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے
أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ	ساتھ میں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں مہربان
رُكَّاسًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ	ہیں۔ آپ ان کو رک کر سجدہ و بھوکرتے اللہ کا فضل اور

وَرِضُوا أَنَا سَيِّئًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ
مَنْ أَثَرُ السُّجُودِ ذَلِكُمْ مَثَلُهُمْ
فی التَّوْرَةِ ۝
اللہ کی رضا طلب کرتے دیکھیں گے صلاح اور
تقویٰ کی نشانی اُن کے چہروں پر سجدہ کے اثر
سے نمایاں ہے، یہ ہے اُن کی شان کہ جو توراہ
میں مذکور ہے۔

۴۔ اور روح سے مراد وحی الہی ہے کہ جس پر ارواح و قلوب کی حیات کا دار و مدار ہے۔
کما قال تعالیٰ شانہ۔
وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ لَّغِنَا
سَمِيعًا لِّتُنذِرَ لِّلْعَالَمِينَ
یعنی قرآن عظیم کو اُناراجس نے نازل ہو کر مردہ قلوب کو حیات اور بے شمار نفی دلوں کو شفاء بخشی
کما قال تعالیٰ شانہ۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَلَكًا مَّوْشًى ۝
رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ - ۵
اور اُنارہتے میں ہم ایسا قرآن کر جو مومنین کیلئے
سراسر شفا اور رحمت ہے۔
۵۔ اور مبعوث ہو کر آپ نے باذن الہی عدالت کو کبھی جاری فرمایا کما قال اللہ جل جلالہ عز وجل
فَلَمَّا دَاخَعُوا وَاسْتَقَفُوا لَمَّا أُوتُوا
وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ أَنتُمْ بِنَاءُ
أَنزَلَ اللَّهُ مِن جِبِّكَ وَ أُوتُوا
يَا عَدُوَّ بَيْنَكُمْ - ۶
پس اسی طرف بلائے اور اسی پر قائم رہئے جیسا کہ
آپ کو حکم کیا گیا ہے اور اسی خواہشوں کی پیروی نہ
فرمائیے اور یہ کہیے کہ میں ایمان لایا اللہ کی اتاری
ہوئی کتاب پر اور حکم کیا گیا ہوں کہ تمہارے عدویات
عدل و انصاف کروں۔

اور چونکہ عدالت کا جاری کرنا شوکت کے مقتضی ہے اس لئے یہ وصف بھی علی زعم انصاری
حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں اس لئے کہ انصاری کے نزدیک نصرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ

والسلام میں تو اتنی قوت بھی نہ تھی کہ جو اپنے کو قتل و صلب سے بچا سکتے شوکت تو درکنار

۶۔ پھر باب مذکور کی دوسری آیت میں ہے۔

کودہ نہ چلائے گا، اور اپنی صدا بلند نہ کرے گا اور اپنی آواز بازاروں میں نہ سنائے گا۔
یہ جملہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح صادق آتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری کے باب
کراہتہ السخب فی الاسواق میں عطار بن لیسا سے روایت ہے کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر یہ دریافت کیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے وہ اوصاف جو قرآن و سنت میں
مذکور ہیں بیان فرمائیے جواب میں عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ نے بہت سے اوصاف ذکر فرمائے۔
مفجملہ اُن کے یہ فرمایا:

لیس بلفظ ولا غلیظ ولا سخیّا وہ نبی نہ بدخواہ نہ سنگدل ہوگا اور نہ بانزاروں
بالا سواق میں شوق کرنے والا۔

۷۔ اور باب مذکور کی تیسری آیت میں ہے۔

وہ عدالت کو جاری کرائے گا کہ دائم رہے یعنی وہ نبی صاحب حکومت اور صاحب عدالت
ہوگا اور حضرت عیسیٰ کے یہاں حکومت کا نام بھی نہ تھا نہ کافروں سے جہاد کیا اور نہ مجرموں پر کوئی عدالت
جاری کی اس کا مصداق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں اور دائم رہنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی شریعت خراہ کا الیوم القیامۃ باقی رہنا مراد ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اب تک
برابر محفوظ ہے ادا انشاء اللہ ثم انشاء اللہ ہمیشہ رہے گی کوئی امت اس بارہ میں امت محمدیہ کی عمر
نہیں کر سکتی کسی امت نے بھی اپنے نبی کی شریعت اور اس نبی کے اقوال و افعال کی حفاظت امت محمدیہ
کے مقابلہ میں عشر عشر بھی نہیں کی۔ اور شریعت کچھ دائم ہونے سے خاتم الانبیاء ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اسلئے
شریعت کا دوام اور بقا والیوم القیامۃ محب ہی ہو سکتا ہے کہ اس نبی کے بعد اور کوئی نبی نہ بنایا جائے۔ ورنہ
اگر اس کے بعد کوئی اور نبی بنایا جائے تو شریعت سابقہ شریعت لاحقہ سے منسوخ ہو جانے کی وجہ
صحاہی نہ رہے گی۔ ۸۔ اور باب مذکور کی چوتھی آیت میں ہے۔

اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ سلا جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔
 چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال جب ہوا کہ جب راستی زمین پر قائم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 اَیُّوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج کے دن تمھارے لئے تمھارے دین کو میں نے
 وَ اَکْمَلْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ رَحِیْمٌ کمال کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور
 لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۞ میں نے اسلام کو تمھارے دین بننے کیلئے پسند کر لیا۔

کی بشارت نازل ہو گئی۔ اور
 اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۞ بے شک میں نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی۔
 اور اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۞ جب خدا کی مدد اور فتح آپہنچی۔
 کا وعدہ پورا ہو گیا اور عرب نہیں کہ راستی قائم کرنے سے خلافت صدیقیہ کی جانب اشارہ ہو
 جیسا کہ بعض علماء کی رائے ہے اس لئے کہ راستی ترجمہ صدق کا ہے اور صدق کا اطلاق صدیق پر
 ایسا ہی ہے جیسا کہ عدل کا اطلاق زید پر چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفا میں صدیق
 اکبر کو نام بن کر اس طرف اشارہ فرمادیا کہ میرے بعد صدیق اکبر خلیفہ ہونے چاہئیں تاکہ صدق اور
 راستی قائم ہو۔

۹۔ اور سچی آیت میں ہے۔

تیرا اتمہ پکڑوں گا اور تیری حفاظت کروں گا۔

یہ جہد بھی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ اللہ نے
 آپ سے وعدہ فرمایا تھا۔

وَاللّٰهُ یُعِصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۞ اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔
 چنانچہ یہ وعدہ اللہ کا پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی جنگیاری کی اور حفاظت فرمائی ہاں

۞ المائدہ، آیت ۳۱ - ۞ الفتح، آیت ۱۱ - ۞ النفر، آیت ۱۱

۞ المائدہ، آیت ۶۷

برہم نصاریٰ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت نہیں ہوئی۔

۱۰۔ اور پھر چوتھی آیت میں جو نور کا ذکر ہے کہ لوگوں کے عہد اور قوموں کے نور کے لئے تجھے

دوں گا اُس سے نور ہدایت اور نور شریعت کا دنیا مراد ہے جیسا کہ قرآن عزیز میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے۔
 يَا بَنِيَّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ كُمْ
 بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَا
 إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۝

پس جو لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد
 کی اسی نور کا اتباع کیا کہ جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا
 یہی لوگ نجات دے گا۔
 فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَغَشَّاهُمْ
 وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي
 أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اے نبی ہم نے تمہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے
 والا اور خدا کی طرف خدا کے حکم سے بلانے والا اور
 ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔
 يَا بَنِيَّهَا الْيَتَىٰ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ هَدًى
 وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ وَادْعُ إِلَىٰ آلِ اللَّهِ
 بِإِذْنِهِ وَسِرَّاجًا مُّبِينًا ۝

کافر اپنی مومنوں کی پھونک سے اللہ کے نور کو
 بجھانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو ضرور
 پورا فرمائیں گے، اگرچہ کافروں کو ناکوار ہو۔
 يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ
 بِأَنۢوَٰهِمُ ۚ وَاللَّهُ مُتِمِّمُ نُوْرِهِ
 وَتُوكِّرُهُ ۚ الْكَافِرُونَ ۝

۱۱۔ اور آیت ہشتم میں ہے۔

اور اپنی شوکت دوسرے کو نہ دوں گا۔

یہ جملہ بھی حرفِ بحرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہے۔

اعطيت مَا لَمْ يُعْطِ أَحَدٌ مِّن
 الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي
 مجھ کو جناب اللہ وہ چیزیں عطا کی گئیں کہ جو انبیا
 سابقین میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔

۱۵۔ الاعراب، آیت: ۱۵،

۱۶۔ الصف، آیت: ۸،

۱۷۔ انفار، آیت: ۴،

۱۸۔ الاحزاب، آیت: ۵۷

مثلاً ختمِ نبوت و رسالت، عمومِ بعثت و دعوت، مقامِ محمود، شفاعتِ کبریٰ، معراجِ سبعِ سموات ان فضائل و مزایا سے سوائے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی نبی کو سرفراز نہیں کیا گیا۔ یہ حشمت و شوکت آپ کے سوا کسی کو نہیں دی گئی۔

اور اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو وہ آیات بنیات محاسن اخلاق فضائل و شمائل علم و معارف عطا فرمائے کہ جو کسی نبی اور رسول کو نہیں عطا فرمائے خصوصاً قرآن حکیم کا معجزہ تو ایسا روشن معجزہ ہے کہ جس کے سامنے موافق و مخالف سب ہی کی گردنیں خم ہیں۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ۙ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝۱۶
یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ فضل جس کو چاہتا ہے۔
وہ دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔
۱۶۔ اور گیا رہویں آیت میں ہے۔

بیابانِ عرب اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات میں اپنی آواز بلند کریں گے۔ بلع کے بنے ماے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے لٹکاریں گے، وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ آھ

قیدار حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صاحبزادہ کا نام ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں اور اس بیابان سے فاران کا بیابان مراد ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اجڑہ اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ آئے تھے جہاں کہ کتابِ پیدائش کے اکیسویں باب کی اکیسویں آیت سے ظاہر ہے اور یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اس وقت مکہ معظمہ آباد ہے اور قیدار کے آباد دیہات سے یہی مکہ مراد ہے۔ اسی جگہ حضرت اسماعیل کی اولاد آباد ہوئی اور محصل اس جملہ میں آپ کے مولد یعنی بائے ولادت کی طرف اشارہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے گئے اور آپ کی اُمت اس بیابان میں کَلَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور لَيْلَاتُ اللّٰهِمْ لَيْلَاتُ کے نعروں سے اللہ کے جلال کو ظاہر کرے گی۔ سفرِ اودھ میں

اللہ کی تحمیل کہنا یہ خاص امت محمدیہ کا شعار ہے اذان اور بحیر کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور نصاریٰ میں گنہگاروں کو سبک کرنا پڑھی ہوتی ہے اور بجائے بحیرہ تو حید کے تثلیث اور تحمیل کا فخر لگاتے ہیں کہ خدائے مہم کے پیٹ میں جسم پکڑا اور بندوں کی نجات کے لئے صلیب پر لٹکا اور اس بشارت میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ نبی بشر قیدار بن اسمعیل کی اولاد سے ہوگا، لہذا اس بشارت کا مصداق انبیاء بنی اسرائیل میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہ سب حضرت اسرائیل کی اولاد سے ہیں، نہ کہ قیدار بن اسمعیل کی اولاد سے اور صلح مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے، اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

خلاصہ کلام

یہ کہ یہ کلام معرفت الیام از اول تا آخر بآواز بلند یہ کہہ رہا ہے کہ وہ شخص موعود خدا تعالیٰ کا خاص برگزیدہ اور پسندیدہ بندہ ہوگا اور عامۃ اخلاق کی پیشوائی اور سارے جہان کی بادشاہی اور رہنمائی کا منصب اس کو عنایت ہوگا اور شخص موعود بنی قیدار یعنی بنی اسمعیل میں سے ہوگا۔ نہ کہ بنی اسرائیل میں سے کیونکہ قیدار بالاتفاق حضرت اسمعیل کے بیٹے کا نام ہے۔ پس اس خبر کا مصداق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ بنی اسرائیل میں ہیں۔ بنی قیدار یعنی بنی اسمعیل میں سے نہیں۔

اور سارے جہان کی پیشوائی اور رہنمائی کا منصب بھی اُن کو حاصل نہیں ہوا، اس لئے کہ انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کے گلوہ بھڑوں کی طرف بھیجے گئے یعنی ان کی بعثت عام نہ تھی اور نہ حضرت عیسیٰ نے کوئی حکومت کی اور نہ قوموں میں کوئی عدالت جاری کی، پس اس خبر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے مراد ہو سکتے ہیں۔ اس خبر میں جس قدر اوصاف مذکور ہیں وہ سب سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق اور منطبق ہیں لہذا وہی مراد ہو سکتے ہیں۔

بشارت شانزدہم از صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام باب ۵۲ در س

۱۳۔ دیکھو میرا بندہ اقبال مند ہر گاہ بالا اور ستودہ ہر گاہ اور نہایت بلند ہر گاہ۔ ۱۴۔ جس طرح
پتھر سے تھپے دیکھ کے دنگ ہو گئے کہ اس کا چہرہ ہر ایک بشر سے نادمہ اس کی پیکر بنی آدم سے
زادہ بزرگائی۔ ۱۵۔ اُس طرح وہ ہیئت سی قوموں پر چھڑکے گا۔ اور بادشاہ اس کے آگے اپنا منہ بند
کریں گے، کیونکہ وہ کچھ دیکھیں گے جو ان سے کہا نہ گیا تھا اور جو کچھ انھوں نے نہ سنا تھا وہ دریافت
کریں گے۔ (ختم ہوا)

اس بشارت میں میرے بندے سے آں حضرت صل اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات مراد
ہے جس کے اقبال مند اور بالا اور ستودہ ہونے میں نہ برابر شک نہیں اور لفظ ستودہ ٹھیک لفظ محمد
کا ترجمہ ہے۔ ۱۶۔ محمد ستودہ متیں استوار

اور حق تعالیٰ نے حضرت پر نہ کردہ بلندی اور نہ عطا کی کہ جو نہ کسی نے کبھی سنی اور نہ دیکھی
حضرات نصاریٰ طور کریں کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ بلندی اور اقبال مندی بھی حاصل ہوئی
نصاری کے زعم فاسد کی بنا پر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اقبال مندی اور نہایت بلندی تو کہاں سے
حاصل ہوئی نصاریٰ کے عقیدہ صلیب کی بنا پر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ ذلت اور اہانت حاصل
ہوئی کہ جو دنیا میں کبھی بھی کسی بزرگزیہ حق کو نہیں ہوئی (ہل اسلام تو اس توہین و تذلیل سے بری اور سزاوار
جو نصاریٰ اپنے مزعوم خدا کے لئے تجویز کرتے ہیں اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ حق تعالیٰ کے برگزیدہ
بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کے دشمنوں کو ناکام کیا۔

بشارت ہفتم از صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام باب ۵۳ در س

(۱) اٹھ روشتن ہوا سے زمین گمراہ کہ تیری دعوت آئی اور جلدوز کے جلال نے تجھ پر طوع کیا ہے
۲۔ کہ دیکھ تا کی زمین پر چھا جائے گی اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طاعت ہوگا اور اس کا جلال تجھ پر
نمود ہوگا۔ ۳۔ اور قومی تیری مدد میں اور شاہان تیرے طوع کی تجلی میں چلیں گے اب یہاں سے
زمین مدینہ کو خطاب ہے۔ ۴۔ اپنی آنکھیں اٹھا کر چاندوں طرف بگھا کر وہ سب (لوگ) اکٹھے ہوتے ہیں

وہ تھہ پاس آتے ہیں تیرے بیٹے دُور سے آئیں گے اور تیری بیٹیاں گود میں اٹھائی جائیں گی۔ ۵۔
 تب تو دیکھ گے اور دشمن ہو گے ہاں تیرا دل اُچھلے گا اور کشادہ ہو گا کیونکہ سمندر کی فراوانی تیری طرف
 پھرے گی اور قوموں کی دولت تیرے پاس فراہم ہوگی۔ ۶۔ اونٹوں کی قطاریں اور مردان اور عیض
 کی سائڈیاں آکے تیرے گرد بے شمار ہوں گی وہ سب جو سب کے ہیں آئیں گے وہ سونا اور زبان ہاں گے
 اور خدا کی تعریفوں کی بشارتیں سنائیں گے۔ ۷۔ تیار کی ساری بھیڑیں تیرے پاس جمع ہوں گی بنیٹ
 کے مینڈھے تیری خدمت میں حاضر ہوں گے وہ میری منظوری کے واسطے میرے مذبح پر چڑھائے
 جائیں گے اور میں اپنی شرکت کے گھر کو بزرگی دوں گا۔ ۸۔ یہ کرن میں جب بل کی طرح اُڑتے آتے ہیں
 اور کہہ ترول کی مانند اپنی کابک کی طرف۔ ۹۔ یقیناً بحری مہلک میری راہ تکیں گے اور ترسیں رملہ کیے
 جہاز پہلے آئیں گے تیرے بیٹوں کو ان کے روپے اور سونے میت دُور سے خداوند تیرا خدا اور اسرائیل
 کے قدوس کے نام کے لئے لائیں گے کیونکہ اس نے تجھے بزرگی دی ہے۔ ۱۰۔ اورا بنیوں کے بیٹے تیری
 دیواریں اٹھائیں گے اور ان کے بادشاہ تیری خدمت گزاری کریں گے اگرچہ میں نے اپنے گھر سے تجھے مارا
 پہا پی ہیرانی سے تجھ پر رحم کر دیا گا۔ ۱۱۔ اور تیری پھاٹکیں نہ کھلیں گی وہ دن رات کبھی بند نہ ہوں گی
 تاکہ قوموں کی دولت کو تیرے پاس لائیں اور ان کے ہلو شاہوں کو دھم دھام کے ساتھ۔ ۱۲۔ کہ وہ قوم
 اور وہ مملکت جو تیری خدمت گزاری نہ کرے گی برباد ہو جائے گی ہاں وہ تو میں ایک نعمت ہلاک
 ہو جائے گی۔ ۱۳۔ لبنان کا جلال تجھ پر اسے کا سرور اور صومرا اور دیوار ایک ساتھ تاکہ میں اپنی مقدس
 مکان کو آراستہ کر دیا اپنے ہاؤں کی کسی کو رونق بخشوں۔ ۱۴۔ اور تیرے غار ٹھنڈوں کے بیٹے بھی
 تیرے آگے بٹیرے ہوئے آئیں گے یا وہ سب جنھوں نے تیری تحیر کی تیرے پاؤں پر بیٹیں گے اور
 خداوند کا شہر اسرائیل کے قدوس کا صیہون تیرا نام رکھیں گے۔ ۱۵۔ اس کے بدلے تو ترک کی گئی اور
 تجھ سے نفرت ہوئی ایسا کہ کسی آدمی نے تیری طرف گزرتی نہ کیا میں تجھے شرافت دانی اور پشت و
 پشت لوگوں کا سرور بناؤں گا۔ ۱۶۔ تو قوموں کا دودھ بھی چوسے گی ہاں بادشاہوں کی چھاتی چوگی

اور تو ہنسے گی کہ میں خداوند تیرا بچاؤنے والا اور میں یعقوب کا قادر تیرا چھڑانے والا ہوں۔ ۱۷۔
 میں پیش کے بدے سونا لاؤں گا اور لوہے کے بدے رُودیا اور کھڑی کے بدے پتلی اور تپھروں
 کے بدے لوہا اور میں تیرے حاکموں کو سلامتی اور تیرے عالموں کو صداقت بناؤں گا۔ ۱۸۔ آگے
 کہ کسی تیری سرزمین میں ظلم کی آواز نہیں سنی جائے گی اور نہ کہ تیری سرحدوں میں خرابی یا بربادی کی
 تو انہی دیواروں کا نام نجات اور اپنے دروازوں کا نام ستودگی رکھے گی۔ ۱۹۔ آگے تیری روشنی
 دن کو سورج سے اور رات کو تیری چاندنی چاند سے نہ ہوگی بلکہ خداوند تیرا ابدی نور اور تیرا خدا تیرا
 جلال ہوگا۔ ۲۰۔ تیرا سورج کبھی نہیں ڈھلے گا اور تیرے چاند کا زوال نہ ہوگا کیونکہ خداوند تیرا ابدی
 نور ہوگا اور تیرے ماتم کے دن آخر ہو جائیں گے۔ ۲۱۔ اور تیرے لوگ سب راستباز ہوں گے وہ
 ابد تک سرزمین کے دارشاد اور میری لکائی ہوئی شہنی اور میرے ہاتھ کی کاری گری ٹھہریں گے
 تاکہ میری بزرگی ظاہر ہو۔ ۲۲۔ ایک چھوٹے سے ایک ہزار ہوں گے اور ایک حقیر سے ایک قوی
 گروہ ہوگی میں خداوند اس کے وقت میں یہ سب کچھ جلد کروں گا۔ باب ۶۰ ختم ہوا۔

اس باب کی پہلی آیت میں مکہ معظمہ کو خطاب ہے اور اس کو دشمن اور منور ہونے کی بشارت
 ہے اور نور اور روشنی سے اس حضرت علی اللہ علیہ السلام کی نبوت کا نور یا قرآن کا نور مراد ہے قرآن کریم
 میں آپ کو اور قرآن کریم کو نور میں کہا گیا ہے۔

۲۔ صد سال سے جہیز میں پرکھڑا و شرک اور گمراہی کی ظلمت اور تاریکی چھائی ہوئی وہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور نور قرآن سے نائل ہوگئی۔

۳۔ اور امیر و فقیر اور بادشاہ اس نور کے طلعہ کی تجلی میں چلنے لگے۔

۴۔ اور رفتہ رفتہ وہ نور زمین کے چاروں طرف پہنچنے لگا اور مختلف قبائل اس نور کے
 گرد اکٹھے ہونے لگے اور تیس برس کے اندر وہ نور دنیا بھر میں اور پورے مغرب اور پورے مشرق میں
 کا شرف و حق اور ہند سندھ وغیرہ میں پہنچ گیا۔

۵۔ اور لاکھوں مسلمان پیادہ اور سوار امیر اور غریب حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظمہ میں

جمع ہونے لگے اور بے شمار اونٹوں اور سائڈ نیوں کی قطاریں مکہ معظمہ پہنچنے لگیں اور اونٹوں کی افراط جس قدر عرب اور مکہ مکرمہ کے اطراف اور نواحی میں ہے وہ زمین کے کسی خطہ میں نہیں۔
۷۔ اور خداوند فطال جلال کی حمد و ثناء اور تعریف کرنے والوں کے غول کے غول خانہ کعبہ کے گرد جمع ہونے لگے۔

۸۔ اور دروئے زمین کے سلاطین اہل اسلام خانہ کعبہ اور اہل مکہ کے لئے لاکھوں درہم و دینار کے ہدایا بھیجنے لگے۔

۸۔ اور مدین حضرت ابراہیم کے بیٹے کا نام ہے جو بطن قطوف سے ہے اور شہر مدین انہی کو آباد کیا ہوا ہے۔ اور قیدار حضرت اسماعیل کے دوسرے بیٹے کا نام ہے جیسا کہ تورات کے کتاب پیدائش کے پچیسویں باب میں صراحتہ مذکور ہے اور اہل مدین اور نواحی بسا سب حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں جو مشرف باسلام ہوئے اور ہر سال اونٹوں اور سائڈ نیوں پر سوار ہو کر حج بیت اللہ کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور جن کی حمد و ثناء اور کُبَیْثَاتُ الْاَلْهَمَةِ کُبَیْثَاتُ الْاَلْهَمَةِ لَا شَرِیْکَ لَکَ لُبَیْثَاتُ الْاَدَانِدُ سے دشت و بیابان گزرنے لگتے ہیں اور قیدار کی ساری بھیڑیں وہاں جمع ہو جاتی ہیں اور قبیلہ سے عرب شرقی و شمالی کے قبائل مراد ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ سب یعنی یمن کے قبائل اور قیدار کی بھیڑیں یعنی قریش کے وحشی لوگ اور قبیلہ کے منہ سے یعنی سرخے اور فریہ آدمی۔ ہر طرف سے ندائیں تسبیح و تہلیل اور تمجید و تحمید کے نعرے لگاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔
۹۔ اور کہو تروں کی مانند لوگ خانہ کعبہ کی طرف اُڑ کر پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔
۱۰۔ اور اس وقت جو فرزند جلال لبنان کو حاصل ہے وہ اُس وقت مکہ معظمہ کو حاصل ہوگا اور اس وقت کہ مکہ کی طرف منتقل ہو جائے گا جو خاتم الانبیاء اور سید الاصفیاء کا مولد اور سکن ہوگا اور اس کے اصحاب انبیاء بنی اسرائیل کا نمونہ ہوں گے۔
۱۱۔ اور جو غارت گز خانہ کعبہ کا رخ کرے گا دیکھتے ہوگا جیسا کہ اصحاب نبی کا
۱۲۔ قبیلہ حضرت اسماعیل کے ایک فرزند کا نام ہے۔

قصہ مشہور ہے۔

۱۲۔ اور خدا کا مقدس مکان یعنی خانہ کعبہ راستہ اور پیراستہ ہوگا۔ ہر سال اس پر تہذیب غلات چڑھائے جائیں گے۔

۱۳۔ اور اس بلدیہ مقدس کا نام صیہون ہوگا۔ اس لئے کہ صیہون جس طرح یروشلم کے ایک پہاڑ کا نام ہے اسی طرح صیہون مکہ مکرمہ کا بھی نام ہے جیسے شیخ عبدالحق دہلوی نے ملاح النہج باب چہلم نم اول میں لکھا ہے۔

۱۴۔ اور آپ کے بعد جبرئیل اور حاکم ہوتے وہ عین سلامتی ہوتے اور آپ کی شریعت کے عالم عین صداقت بنے۔

۱۵۔ اور سرزمین عالم صداقت اور عدالت اور سلامتی سے ایسی معمور ہوئی کہ کسی جگہ بوجہ نام کی کمائز نشی گئی۔

۱۶۔ اور امت کو ایسی شریعت کا وارث بنا کر دنیا سے رخصت ہوئے کہ جس کا نور اور روشنی ابد تک چمکتا رہے گا۔

۱۷۔ اور اس کا نور اور جلال ابدی ہوگا۔

۱۸۔ جو نہ کبھی دھٹے گا اور نہ زوال پذیر ہوگا۔

۱۹۔ اور اس نبی کے کام صحابہ راسخ و مستقر ہوں گے۔

۲۰۔ اور ایک چھوٹے سے ہزار اور ایک حقیر سے قوی گروہ ہو جائیں گے۔ وللہ الحمد للہ

گزارش

حضرت اہل علم سے گزارش ہے کہ وہ کتاب بیسیاد کا باب ۵ اور باب ۶ بھی ضرور ملاحظہ فرمائیں اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے اوصاف کا تذکرہ ہے لہ

بشارت ہرشت دہم از کتاب دانیال علیہ السلام باب دوم

کتاب دانیال کے باب دوم میں ایک طویل قصہ مذکور ہے جس کا خلاصہ ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

بخت نصر شاہ بابل نے ایک پریشان کن خواب دیکھا اور خواب دیکھ کر بھول گیا۔ اس سے اور بھی زیادہ پریشان ہوا۔ بادشاہ نے یہ ماجرا دانیال علیہ السلام سے ذکر کیا، دانیال علیہ السلام نے وحی کے ذریعہ وہ خواب بھی بتلایا اور پھر اس کی تعبیر بھی بتلانی۔

۳۱۔ بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مورت ہے جو نہایت خوبصورت بھی ہے اور سمیت ناک بھی ہے اور بادشاہ کے سامنے کھڑی ہے۔

۳۲۔ جس کا سر خالص سونے کا ہے اور اس کا سینہ اور ہاوند چاندی کے ہیں اور اس کا ٹھک اور دائیں تانبے کی ہیں اور اس کی پٹنڈیاں لہے کی ہیں اور اس کے پاؤں کھڑ لہے اور مٹی کے ہیں۔ بادشاہ اس عجیب و غریب مورت کو دیکھ رہا ہے۔

۳۳۔ کہ یکایک ایک پتھر نکلا بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کر نکالے خود بخود نکلا اور اس مورت کے پاؤں پر لگا کر جو لہے اور مٹی کے تھے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

۳۴۔ اور لوہا اور مٹی اور تانبا چاندی اور سونا دھیس سے وہ مورت بنی ہوئی تھی (ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور بتانی کھلیان کے بھوسے کے مانند ہو گئے اور ہوا انھیں اڑا کر لے گئی یہاں تک کہ ان کا پتھر نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا۔ (خواب ختم ہوا)

بادشاہ نے یہ خواب دیکھا تھا مگر بھول گیا تھا۔ دانیال علیہ السلام کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ شاہ نے یہ خواب دیکھا ہے۔ دانیال علیہ السلام نے حسب وحی خداوندی خواب بیان کر کے بادشاہ کو اس کی تعبیر بتلانی کہ اس خواب میں یکے بعد دیگرے پانچ سلطنتیں گیلن اشارہ ہے۔ سونے کے سر سے بابل کا بادشاہ مراد ہے اور تیری سلطنت سونے کی مانند ہے اور تیرے بعد

ایک اور سلطنت آئے گی جو پانڈی کے مانند ہوگی اور تیری سلطنت سے کمتر ہوگی۔ اس کے بعد ایک تیسری سلطنت آئے گی جو تاجپنے کی مانند ہوگی پھر ایک چوتھی سلطنت آئے گی جو روہے کی مانند مضبوط ہوگی، پھر ایک پانچویں سلطنت آئے گی جس کے پاؤں کھڑے رہے اور کھڑی کے ہوں گے یعنی اس سلطنت میں کچھ ضعف اور اضطراب ہوگا، لوہا اور مسی بلا جلا ہوگا یعنی وہ سلطنت قوت اور ضعف کا مجموعہ ہوگی، کبھی اس میں قوت ہوگی اور کبھی ضعف، اس پانچویں سلطنت کے زمانے میں یکایک عالم غیب سے ایک تھمہ نمودار ہوگا جو کسی کے ہاتھ سے کاٹ کر نکالا ہوگا نہ ہرگا بلکہ بجانب اللہ خود بخود بلا سبب ظاہری کے آسمان سے اترے گا۔ اور اس آخری سلطنت کے پاؤں پر گرے گا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا تا آنکہ اس کو ربستانی کھلیان کے ٹھہرے کے مانند بنادے گا اور ہو اس کو اٹھا کر لے جائے گی، یہاں تک کہ اس کا نام و نشان نہ رہے گا اور رفتہ رفتہ وہ پتھر پہاڑ بن کر تمام زمین کو بھر دے گا، جانا جائیے کہ اس تعمیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی نبوت و رسالت اس آپ کی آسمانی بادشاہت کو ایک پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ تبلا لایا ہے کہ وہ پتھر بہت جلد پہاڑ کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا یعنی اول اول وہ چھوٹی سی سلطنت ہوگی اور بعد میں تمام دنیا پر بچا جائے گی، چنانچہ عہد فاروقی میں قیصر و کسریٰ کی شرکت کا خاتمہ ہو گیا اور اس طرح ھُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كَلِمَةً كَادِعَةً پورا اور ہلک کسریٰ نکال کر ظاہر دہ و ہلک قیصر فلا قیصر بعدہ کی تصدیق ہوگی آسمانی بادشاہت کا پتھر زمین پر ایسا لگا کہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو پیس کر رکھ دیا اور جبر شریعت آپ پر آسمان سے نازل ہوئی وہ قیامت تک باقی رہے گی ۱۵

عائکہ بنت عبد المطلب کا خواب :

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عائکہ بنت عبد المطلب کا ایک خواب ذکر کریں جو سیرت کے تمام صحیح ائمہ معتبر کتابوں میں مذکور ہے تاکہ ناظرین کو اس بشارت دانیالیہ کے سمجھنے میں مدد

۱۵ اہل بیت، ص: ۱۳۸، ازالۃ الامام، ص: ۵۰۰ - نیز: حایۃ الیاری لہما حفظ ابن قیمؒ

وے وہ خواب حب ذیل ہے ۔

ابو جہل کی سرکردگی میں قریش کا ایک ہزار کا قافلہ سات سو اونٹ اور سو سواروں اور دیگر سامان حرب کے ساتھ جنگ بدر کے لئے روانہ ہونے لگا تو قبل از دعا گئی عاتکہ بنت عبدالمطلب نے یہ خواب دیکھا کہ ایک شتر سوار کہ میں آیا اور مقام ابط میں اونٹ بٹھلا کر باؤ از بلند یہ کہہ رہا ہے ۔
 الا انصر وایا آل غدر اے اہل غدیر یعنی خدا کے غلام و قوم بہت جلد اپنے
 لمصادعکم فی ثلاث مقتل اور کھڑپڑنے کی جگہ کی طرف تین دن میں نکل جاؤ

اور پھر وہ شتر سوار مسجد الحرام میں گیا اور خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر بھی اسی طرح اعلان کیا ۔
 اس کے بعد وہ سوار جبل اہل قمیص پر چڑھ گیا اور وہی آواز دی اور پھر اوپر سے ایک پتھر اٹھا کر نیچے پھینکا ، وہ پتھر نیچے پہنچ کر چھوڑ کر ہو گیا اور کہہ گا کوئی گھرا لیا نہ رہا کہ جس میں اس کا کوئی ٹکڑا جا کر نہ
 گرا ہو ۔ عاتکہ نے یہ خواب حضرت عباس سے بیان کیا جو اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے انھوں
 نے یہ خواب اپنے مخصوص دوستوں سے بیان کر دیا اور کہہ گئے کہ قوم پر کوئی مصیبت آنے والی ہے
 شدہ شدہ اس خواب کی اطلاع ابو جہل کو بھی ہو گئی ۔ ابو جہل نے جب حضرت عباس کو مسجد حرام میں
 آتے دیکھا تو کہنے لگا اے ابوالفضل (حضرت عباس کی کنیت ہے) تمھارے مرد تو مدعی نبوت تھے
 ہی اب تمھاری عمر تیس ہی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں ، حضرت عباس نے کہا کیا بات ہے ، ابو جہل نے
 عاتکہ کے خواب کا ذکر کیا ۔ خواب بیان ہی کیا جا رہا تھا کہ یکایک فمغم غفاری ابو سفیان کا پیام کے
 اس شان سے مکہ میں پہنچا کہ پیرا بن چاک ہے اور اونٹ کی ناک کٹی ہوئی ہے اور یہ آواز نکال رہا ہے
 اے گروہ قریش! اپنے کاروان تجارت کی خبر لو اور جلد از جلد ابو سفیان کے قافلہ کی مدد کو پہنچو غیر سنستے
 ہی قریش پر سے ساز و سامان کے ساتھ مکہ سے نکل کھڑے ہوئے اور بدر کے میدان میں پہنچ کر اس
 خواب کی تعبیر بحالت بیداری اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ۔

اور اس واقعہ پر بھی غمزدہ کہہ کر جو حادثہ صحیح میں آیا ہے کہ غزوہ خندق میں خندق کھودتے
 وقت جب ایک سخت پتھر نکل آیا تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کمال مار دی جس سے

وہ تپڑ ٹوٹ گیا اور اُس سے رشخنی نمودار ہوئی اور اس میں شام اور فاریں اور مین کے شہر نظر آئے۔
 شاہ اس طرف تھا کہ یہ تمام ممالک اسلام کے مفتوح ہوں گے۔

بشارت نوز ویم از انجیل متی باب سوم آیت اول

اُن دونوں میں یوحنا یہودیہ کے میابان میں ظاہر ہو کے منادی کرنے اور یہ کہنے لگا کہ توبہ
 کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ انتہی

اور اسی انجیل کے باب چہام کے سترھویں آیت میں ہے :- اسی وقت سے یسوع نے
 منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ انتہی

آسمانی بادشاہت سے یہ مراد ہے کہ کوئی کتاب آسمان سے نازل ہو اور اس میں ہر طرح کے
 احکام مذکور ہوں گے اور نہایت شوکت اور حاکمانہ طور سے اس کی نشر و اشاعت کی جائے گی، خدا
 کے سرکشوں اور نافرمانوں پر تہدیدی احکام نافذ ہوں گے۔ غرض یہ کہ نہ تو فقط دنیوی بادشاہت
 ہر جیہ کہ سلاطین دنیا کو حاصل ہوتی ہے اور نہ یہ ہر کہ فقط احکام خداوندی اشاعت نہایت ممکن
 سے مقہور اور مغلوب ہو کر بلا کسی شوکت اور حکومت کے کی جائے، بلکہ احکام آسمانی بھی ہوں اور
 اس کے ساتھ شوکت اور حکومت زمینی بھی ہو۔ احکام خداوندی سے سترابی کرنے والوں کو سزا بھی دی
 جاتی ہو۔ حکومت الہی کے باغیوں سے جہاد بھی کیا جاتا ہو اور یہ دونوں باتیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 اور آپ کے خلفاء کے عہد میں کما حقہ ظہور میں آئیں۔

احکام خداوندی اور شریعت آسمانی بھی نازل ہوئی اور نہایت شوکت اور قوت سے اس کو
 نافذ کیا گیا۔ قیصر و کسری کے تخت کو اُسے کرکے دیا، خدا کے دشمنوں سے جہاد بھی کیا۔ چرادرہ ذل
 پر مدھی قائم کی۔ زنا کاروں کو حرم اور سنگسار کیا۔ شراب خواروں کے گورے گوارے۔ آنکھ کھول کر
 دیکھے کہ آسمانی بادشاہت اس کو کہتے ہیں اور خدا را یہ بھی آسمانی بادشاہت نہیں تو وہ بادشاہت
 تم جلاؤ کہ جس کو آسمانی کہا جائے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ
 اَزَا لَفَى السَّمْعُ وَهُوَ شَهِيدٌ

بشارت بستم انا نبیل متی باب ۲، آیت ۴۴

یسوع نے انھیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راج گیروں نے ناپسند کیا وہی کرنے کا سرا ہوا۔

یہ خدا کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب اس لئے میں تمھیں کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے ملے گی اور ایک قوم کو جو اس کے میوہ لانے دی جائے گی جو اس پتھر پر گرے گا پتھر ہو جائیگا۔ جمی پر وہ گرے اُسے میں ڈالے گا۔ انتہی۔ راج گیر اور مہاروں سے بنی اسرائیل مراد ہیں اور کولنے کے پتھر سے ہمارے نبی اکرم خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آپ بنی اسرائیل کی نظر میں ایک ناپسند پتھر کے مشابہ تھے بنی اسرائیل نے ہر خدا آپ کو رو کرنا چاہا مگر آپ تائید الہی سے کرنے کا سرا یعنی خاتم النبیین ہو کر رہے۔ اور پتھر کے سر زادیہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جو کرنا عمارت کی بنیاد کی طرف خالی تھا وہ اس سے بھر جائے گا اسی طرح قسرت میں جو زادیہ خالی تھا وہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُر ہو گیا اس طرح قسرت کی عمارت پوری ہو گئی۔

مکاردی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان مثلی مثل
الانبياء من قبلی کمثل رجل بنی بنا حنہ
واجملہ الاموضع لبنہ من زاویۃ فجعل النمل
یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ہلا
وضعت اللبۃ وانا خاتم النبیین ﷺ البغوی
فی کتاب الانبیاء و فی روایتہ انا سددت
موضع اللبۃ فتمت بی البیان و ختم بی الرسل
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء سابقین کی ایسی مثال ہے کہ کسی نے ایک محل بنایا عمدہ تیار کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس محل کا چکر لگاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں چھوڑ دی گئی ہے ہی خاتم النبیین پُر یعنی میں نے ہی اس اینٹ کی جگہ کو پُر کیا ہے اور میرے ہی سے تعمیر ختم ہوئی اور مجھ ہی پر انبیاء و رسل کا سلسلہ ختم ہوا۔

پھر آپ پر جو گرا وہ بھی پتھر چھڑ ہوا اور جس پر آپ گرے وہ پتھر اچڑا ہوا۔ چنانچہ جنگ

بد میں قریش آپ پر گرسے اور وہ خدا کے فضل سے چڑر چڑر ہوئے اور فتح مکہ کے وقت آپ ان پر گرسے تب بھی وہی چڑر چڑر ہوئے اور آپ کے بعد صحابہ کلام ایران، شام و روم وغیرہ وغیرہ پر گرسے اور سب کو چڑر کیا اور بھل اور میوہ لانے والی قوم بنی انجیل میں کہ جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سے بھل لائی اور حکومت اور سلطنت کے مالک ہوئے اور یہ آسمانی بادشاہت ان کے حصہ میں آئی۔

لہذا اس بشارت کا مصداق بخیر خاتم النبیین سید الاولین والآخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ رہے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سو وہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے تھے، بنی اسرائیل میں بہت محرم تھے وہ ناپسند تھچر کے کیسے مشابہ ہو سکتے ہیں۔ دوم یہ کہ وہ خاتم النبیین نہیں جیسا کہ سابق میں معلوم ہو چکا ہے کہ اہل کتاب علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک اور نبی کے منتظر تھے۔ نیز سابق میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ جب یہی علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو یہودیوں نے ان سے دریافت کیا۔ الخ

سوم یہ کہ حضرت یحییٰ خود تو کبھی کسی پر نہ گرسے اور یہود جب ان پر گرسے تو بقول نصاریٰ حضرت یحییٰ چڑر چڑر ہوئے۔ واللہ اعلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے آسمان پر چلے جانے کے بعد کوئی سچا نبی نہیں آئے گا۔

بشارت بست و حکم از انجیل یوحنا باب چہار و ہم آیت ۱۵

۱۵۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے۔ ۱۶۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا کہ وہ تمہیں دوسرا دعا کر بخشے گا کہ اب تک تمہارے ساتھ ہے۔ ۲۴۔ وہ تمہیں دینے والا جو روح القدس ہے جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب چیزیں کھلے گا۔ اور سب باتیں جو کچھ میں نے تمہیں کہی ہیں تمہیں یاد دلانے گا۔ ۲۹۔ اور اب میں تمہیں اس کے واقع ہونے سے پیشتر لکھا کہ جب وہ وقوع پائے تو تم ایمان لاؤ۔ ۳۰۔ بعد اس کے میں تم سے

بہت کلام نہ کروں گا اس لئے کہ اس جہان کا سردار آنا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔

اور باب ۱۵ - آیت ۲۰ میں ہے۔

جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمھارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی
سچائی کی روح تودہ میری گواہی دے گا۔ انتہی

اور باب ۱۶ - آیت ۷ میں ہے۔

(۱۶) میں تم سے سچ کہتا ہوں تمھارے لئے میل جانا ہی فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ
جاؤں تودہ مددگار تمھارے پاس نہ آئے لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمھارے پاس بھیج دوں گا۔
(۱۸) اللہ اگر دنیا کو گناہ اور استبدازی اور عدالت سے قصور دار ٹھہرائے گا (۹) گناہ کے
بارہ میں اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ (۱۰) راستبازی کے بارہ میں اس لئے کہ میں
اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دکھیو گے (۱۱) عدالت کے بارہ میں اس لئے کہ اس
جہاں کے سردار پر حکم کیا گیا ہے (۱۲) میری اور سچی بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں اب کہوں پر اب
تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ (۱۳) لیکن جب وہ روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ
دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہیے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ
کی خبریں دے گا۔ (۱۴) وہ میری بزرگی اور جلال کو ظاہر کرے گا۔ انتہی

اسانجیل متی باب آیت ۱۱ میں ہے۔ میں تو بہ کے لئے پانی سے بہتر دیتا ہوں لیکن جو

میرے بعد آئے مجھ سے زیادہ ہے کہ میں اس کے جوتے اٹھانے کے لائق نہیں۔ انتہی
یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے کہ جو آپ نے ملے الی السام سے پیے حوارین کی تسلی کے لئے

فرمایا کہ تم میرے پیروں کی سازشوں اور قتل کے تدبیروں سے ہرگز نہ گھبراؤ اور میری تعلیم سے بخیزو
اور غمگین نہ ہو میں منقرض ہوا ایمان دنیا سے نکل کر ایسی جگہ چلا جاؤں گا کہ جہاں کسی کی رسائی نہیں ہوگی یعنی
آسمان پر چلا جاؤں گا۔ خدا کے یہاں بہت مکان ہیں اور قیامت کے قریب ہر آسمان سے نازل
ہوں گا۔ اور بعد ازاں ایک آنے والی فارق علیط کی بشارت دی کہ ایک زمانہ آئے گا کہ میرے علاوہ

ایک دوسرا فارقلیط (رسول) ظاہر ہوگا اور وہ اگر میری زندگی بیان کرے گا اور میرے نہ ماننے والوں یعنی یہود بے بہو کو خوب سزا دے گا اور وہ دین و دنیا کا سرفار ہوگا اور وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوگا کہ مجھ میں اس کی کوئی بات نہیں حتیٰ جل شانہ نے قرآن کریم میں اس بشارت کا ذکر فرمایا ہے کما قال تعالیٰ۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنِّي رَسُولُ
اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ
مِنَ التَّوْرَةِ وَأُمْتَبِرًا بَرِئًا
لِيَأْتِي مِنِّي بَعْدَ مَعْلَمٍ أَهْمَدُ

اس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ
اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول
ہوں اور تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور
بشارت دینے والا ہوں ایک عظیم الشان رسول
کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

اصل بشارت میں لفظ احمد موجود تھا اور جیسا کہ انجیل برنابا میں اب بھی موجود ہے لیکن جب انجیل کا عبرانی زبان سے یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تو یونانیوں نے اپنی عادت کی بنا پر کدہ ترجمہ کرتے وقت ناموں کا بھی ترجمہ کر دیا کرتے تھے، آں حضرت کے نام مبارک (احمد) کا ترجمہ بھی پیر کلوطس سے کر دیا۔ اور پھر جب یونانی نسخہ کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا تو پیر کلوس کا معرب فارقلیط کر لیا گیا، ایک عرصہ تک اردو اور فارسی اور عربی نسخوں میں فارقلیط کا لفظ رہا اس کے بعد اس کا ترجمہ روح القدس سے کیا گیا اور مسیحین روح القدس کے لفظ کو بطور تفسیر خطوط و حدانی میں لکھتے رہے۔ رفتہ رفتہ فارقلیط کے لفظ کو باطل حذف کر دیا پھر کسی نے فارقلیط کی جگہ روح القدس کا لفظ اور کسی نے روح حق کا لفظ اور کسی نے مددگار اور تسلی دینے والے کا لفظ رکھ دیا اور فارقلیط کے لفظ کو انجیل کے نسخوں سے باطل حذف کر دیا۔

لفظ فارقلیط کی تحقیق

لفظ فارقلیط اصل میں یونانی زبان سے معرب کیا گیا ہے اور یہ لفظ یونانی زبان میں کسی

کئی معنی میں مشترک ہے اور وہ سب معنی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہیں۔
 علامہ نصاریٰ نے فارقلیط کے مختلف معنی بیان کئے ہیں۔

- (۱) کسی نے کہا کہ فارقلیط کے معنی قتل دینے والے کے ہیں جس کا عربی ترجمہ معتری ہے
- (۲) کسی نے کہا اس کے معنی معین اور مددگار کے ہیں (۳) کسی نے کہا اس کے معنی شافع بینی شفاعت کرنے والے کے ہیں (۴) کسی نے کہا اس کے معنی وکیل یعنی وکالت کرنے والے کے ہیں۔ (۵) کسی نے کہا کہ اس کے معنی بڑا سراہنے والا جس کا فارسی ترجمہ ستا سندہ اور عربی ترجمہ حماد اور احمد بصیغہ اتم تفضیل معنی فاعل ہے (۶) اور کسی نے کہا کہ اس کے معنی بڑا سراہا گیا یعنی بڑا ستودہ کے ہیں جس عربی ترجمہ محو ہے اور اصحاب تفسیل معنی مفعول ہے۔ کیونکہ لفظ احمد صغیر اسم تفضیل کا ہے جو کبھی معنی فاعل آتا ہے اور کبھی معنی مفعول پس اگر اصحاب تفسیل معنی فاعل ہوں تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا بڑی حمد و ثناء کرنا یعنی خدا تعالیٰ کا بڑا سراہنے والا اور اگر احمد اتم تفضیل معنی مفعول ہو تو اس کا ترجمہ یہ ہوگا بڑا ستودہ یعنی جبر خدا اور بندوں میں بڑی ستودہ ہے کہ ہر جگہ اس کی توفیق کی جاتی ہے (۷) اور بعضوں نے فارقلیط کا ترجمہ امید گاہ عوام سے کیا ہے (۸) اور بعض نغوں میں رسول کا لفظ ہے (۹) اور بعض نے کہا کہ اس کے معنی روح حق کے ہیں (۱۰) اور کسی نے کہا کہ اس کے معنی ثقہ اور معتبر کے ہیں۔

پس اگر فارقلیط کی اصل یونانی زبان میں پاراکلیطوس قرار دی جائے تو اس کے معنی معین اور مددگار اور دیکھیں اس کا یہ کہا جائے کہ اس کی اصل پیرکلطوس ہے تو اس کے معنی محمد یا احمد یا حماد کے قریب قریب ہیں۔

انجیل کے تمام قدیم نغوں میں عربی اور فارسی اور اردو تمام نغوں میں فارقلیط کا لفظ موجود تھا۔
 مگر اب موجودہ نغوں میں لفظ فارقلیط کے بجائے زیادہ تر مددگار اور روح حق کا لفظ پایا جاتا ہے
 مگر باوجود ان تحریفات و تغیرات و تبدلات کے پھر بھی مدعا محال ہے اس لئے کہ اس بشارت میں
 فارقلیط کے جواہرات ذکر کئے گئے ہیں وہ تمام کے تمام محمد مصطفیٰ اور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر علیٰ وجہ الکمال

راتم سادق اور متعلق ہیں اور فارقلیط کے جو معنی بھی لیے جائیں وہ سب آپ پر صادق ہیں، آپ خلاق تعالیٰ کے وکیل اور سفیر بھی ہیں اور روح حق اور روح صدق اور روح راستی بھی یعنی روح خشیت نہیں جو جھوٹ بولے اور اُمت کے شائع بھی ہیں اور شیر و نذیر بھی ہیں، اور خدا کے ستودہ اور پسندیدہ بندے بھی ہیں اور سب سے زیادہ خدا کی حمد و ثناء کرنے والے بھی ہیں بلکہ یہ تمام آپ کے اسرار ہیں یعنی آپ کے نام ہیں کوئی ان میں سے اسم صفت ہے جیسے وکیل اور شافع اور معین و مددگار اور روح الحق اور کوئی اسم علم ہے جیسے احمد اور محمد اور محمود اور قہار اور آپ کے ناموں میں ایک نام آپ کا حمد بھی ہے، احمد اگرچہ مصدر ہے بمعنی ستورن۔ مگر بالغتہ آپ پر اطلاق کو یا گیا گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کی محبت و حمد و ثناء میں۔

فارقلیط کا سب سے زیادہ صحیح ترجمہ لفظ احمد ہے اور اسی وجہ سے قرآن کریم میں اس بشارت کا ذکر لفظ احمد آیا ہے کَمَا قَالِ تَعَالٰی مُبَشِّرًا اَنْتُمْ سَوَّلَیْ نَآفِیْ مَنۡ بَعْدِیْ اَسْمٰہُ اَحْمَدُ یہ آیت قرآن مجید جس ملک میں نازل ہوا اس وقت اُس ملک میں پیشا پڑا اور عمار نصاریٰ موجود تھے، اگر یہ بشارت اور یہ خبر غلط ہوتی تو ہزار ہا ملاریہ و نصاریٰ اس غلطی کو فاش کرتے اور ہر ملّا اس خبر کی تردید کرتے اور ہر ملاریہ و نصاریٰ اسلام میں داخل ہو گئے تھے وہ اس غلط بیانی کو دیکھ کر فوراً اسلام سے برگشتہ ہو جاتے اور بغیر شور و فزع مچلتے خاموش نہ بیٹھتے، اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پیشین گوئی کو عملی الاعلان ظاہر فرمانا اور بیان کرنا۔ اور عمار نصاریٰ کا خاموش رہنا یہ ان کے اعتراف اور تسلیم کی روشن دلیل ہے اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اگر یہ بات سچی تھی تو اُس وقت کے تمام ملاریہ و نصاریٰ کیوں مسلمان نہ ہو گئے۔

جواب

یہ ہے کہ عمار نصاریٰ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کی پیشین گوئیاں تو ریت میں موجود ہیں مگر باوجود ان پیشین گوئیوں کے اور باوجود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے مشاہدہ کرنے کے بعد پھر بھی عمار یہود و نصاریٰ پر ایمان نہیں لائے بلکہ اُن کے دشمن ہو گئے اور ہر مسلحہ اللہ

بوجہ دنیاوی اغراض یا بوجہ مسد کے حضرت مسیح کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ صاف طور پر علماء یہود یہ کہتے ہیں کہ توریت میں حضرت مسیح کی کوئی بشارت نہیں اور نہ ان کا کوئی ذکر ہے، اسی طرح بہت سے علماء نصاریٰ نے بوجہ سنگلی اور بوجہ دنیاوی اغراض آپ کا پیرو نہ ہونا قبول نہ کیا۔ حالانکہ ان کو یقین تھا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی مسیح بن مریم نے بشارت دی ہے جیسے ہر قل اور مقوقس نے صاف طور پر اس کا اقرار کیا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی انجیل میں بشارت دی گئی مگر اپنی سلطنت کی خاطر اسلام میں داخل نہیں ہوئے اور علماء نصاریٰ میں ہر منصف اور حق پرست تھے۔ جیسے پجاشی شاہ جعفر اللہ ضغاطر دی اور ابن السار طور وغیرہم یہ لوگ ایمان لائے اور بہت سے علماء نصاریٰ نے دیدہ و دانستہ علماء یہود کی طرح صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی توریت و انجیل میں کوئی بشارت نہیں۔ علماء نصاریٰ کی یہ تکذیب ایسی ہے جیسا کہ علماء یہود اور دیگر یہود و حضرت مسیح کی بشارتوں کے منکر اور مکذب ہیں۔ علماء نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ اس بشارت میں ناقصیت کی آمد سے روح القدس کا حواہین پر نازل ہونا مراد ہے، چنانچہ حضرت عیسیٰ کے رفق الی السمار کے بعد جب حواہین ایک مکان میں جمع تھے تو وہ روح ان پر نازل ہوئی اور اس کے روح کے نزول سے حواہین تھوڑی دیر کے لئے مختلف زبانیں بولنے لگے۔

نصاریٰ کا یہ خیال ہر اس خیال خام ہے یہ بشارت کسی مقدس اور برگزیدہ انسان کے حق میں ہے۔ جو خدا کی طرف سے الہام پائے گا اور خدا کی طرف سے اس کو جو القاد ہو گا وہی کہے گا۔ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا۔ اس بشارت کو روح القدس یعنی جبرئیل امین کے نزول سے کوئی واسطہ نہیں اور کسی فرشتہ سے اس بشارت کا کوئی تعلق نہیں۔ ناقصیت کی آمد سے ایک رسول عظیم کی بعثت مراد ہے جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرے گا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں:

”ایک پادری صاحب اپنے ایک رسالہ میں جو لفظ ناقصیت کی تحقیق میں انھوں نے لکھا ہے

اور سترہ ہجری میں کلکتہ میں چھپا تھا، لکھتے ہیں کہ یہ لفظ فارسی طبریانی زبان سے معرب کیا گیا ہے
 پس اگر اس کی یونانی میں پارا کلیطوس اہل تبرا دی جائے تو اس کے معنی معین اور وکیل کے ہیں اور
 اگر کہیں اہل پیر کلوطوس ہے تو اس کے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں پس جس عالم میں اہل اسلام نے
 اس بشارت استدلال کیا تو وہ اہل پیر کلوطوس سمجھا کیونکہ اس کے معنی محمد یا احمد کے قریب ہیں، پس
 اس نے دعویٰ کیا کہ معنی علیہ السلام نے محمد یا احمد کی خبر دی لیکن اہل پارا کلیطوس ہے فقط ہم کہتے ہیں۔
 کہ اہل پیر کلوطوس ہے ایرانی خط میں بہت تشابہ ہے اس کو پارا کلیطوس غلطی سے پڑھ لیا۔

دفعہ دیکھا ظہار الحق ص ۱۵۵ ج ۲

اور ایرانی زبان میں پیر کلوطوس ہونے کی ایک خبری دلیل یہ ہے کہ سینٹ جردم نے جب انجیل کا
 ترجمہ لاطینی زبان میں لکھنا شروع کیا تو پیر کلوطوس کی جگہ پارا کلوطوس لکھ دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس
 کتاب سے نقل کیا تھا پیر کلوطوس تھا۔

اذا اگر ہم اس تحقیق سے قطع نظر بھی کر لیں تو تب بھی ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ اس بشارت میں اس
 آنے والے فارسی طے کے بہت سے اوصاف بیان کئے ہیں جو تمام وکال سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ و احمد
 مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق اللہ طبق ہیں۔

اول یہ کہ جب تک میں نہ ہاؤں گا وہ نہ آئے گا و ہم یہ کہ وہ میری گواہی دے گا۔ سوم یہ کہ
 وہ گناہ اور راستی اور عداوت سے تقصیر وار ٹھیکرائے گا۔ چہارم یہ کہ مجھ پر نہ ایمان لانے والوں کو
 سزا دے گا۔ پنجم وہ تمہاری ماہ بتلا دے گا۔ ششم یہ کہ وہ آئندہ کی خبریں دے گا۔ ہفتم یہ کہ
 وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو اللہ سے منے گا وہی کہے گا۔ ہشتم یہ کہ وہ جہان کا سردار ہوگا۔ نہم۔
 یہ کہ وہ میری تمام باتیں تم کو یاد دلائے گا۔ و ہم یہ کہ جو ہمہ تم اس وقت برداشت نہیں کر سکتے وہ نبی
 اس وقت اگر تم کو بتلائے گا اور جو باتیں غیر مکمل ہیں ان کی تکمیل کرے گا اور یہ تمام باتیں آنحضرت پر صادق آتی
 ہیں۔ (۱) آپ کا تشریف لانا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے پر اس نے موقوف تھا کہ آپ تمام آیتیں

ہیں اس لئے کہ کسی نبی کا اپنا پہلے نبی کے جانے پر جب ہی موقوف ہو سکتا ہے جب دوسری خاتم الانبیاء ہو ورنہ اگر وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو اس کے آنے سے پہلے نبی کا ہانا شرط ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اس لئے کہ جب وہ نبی خاتم الانبیاء نہیں تو پہلے نبی کی موجودگی میں بھی وہ دعوت ہو سکتا ہے پہلے نبی کا ہانا دوسرے کے آنے کے لئے جب ہی شرط ہو سکتا ہے کہ جب دوسرا نبی خاتم الانبیاء ہو۔ الحاصل حضرت مسیحؑ نے اس جملہ سے یہ ظاہر فرمادیا کہ وہ فارغ علیہ الرحمہ وروحہ حق خاتم الانبیاء ہو گا کما قال تعالیٰ:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ
محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا ہے مردوں میں سے کسی باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور آخر انبیاء ہیں۔
اور حضرت مسیحؑ خاتم انبیاء نہ تھے ورنہ علماء نصاریٰ و یہود حضرت مسیحؑ کے بعد ایک نبی کے مس لئے فقط تھے اسد و کانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانے پر موقوف نہ تھا۔ روح کا نزول تو حضرت مسیحؑ کی موجودگی میں بھی ہوتا تھا۔

(۲)۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی بھی دی۔
وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِن شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظُّلُمِ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۚ
اور انہوں نے نہ ان کو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ سولی دی لیکن اشتباہ میں ڈال دئے گئے اور جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا وہ یقیناً شک میں ہیں خود ان کو اس کا یقین نہیں محض گمان کی پیروی ہے۔ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو انہی طرف اٹھایا۔ وہی غالب اور حکیم ہے۔

(۳)۔ اور راسخی اور عدالت سے ملزم بھی کیا (۴)۔ اور حضرت مسیحؑ کے نہانے والوں کو پوری پوری سزا بھی دی کسی سے قتال اور جہاد کیا۔ اور کسی کو جلا وطن کیا۔ جیسا کہ یہود و نصیر اور یہود بنو نصیر

اور یہ وہ جبر و قنقیاع کے واقعات سے ظاہر ہے اور مدح لے نہ کسی گھمڑ مٹھیر یا ادبہ کسی کی سوزش کی اور سوزش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فار قلیط ظاہر ہونے کے بعد حکومت کے ساتھ لوگوں کو تو بیخ اور سوزش کرے گا اور ظاہر ہے کہ مدح القدس کا ظاہر ہو کر عام لوگوں پر حکومت کرنا کہیں ثابت نہیں ادبہ حواریین کا یہ منصب تھا۔ حواریین نے حکومت کے طور پر کسی کی تو بیخ نہیں کی بلکہ داعضانہ طور پر لوگوں کو رکھتے تھے جس میں حکومت کا اندازہ تھا۔ فرض یہ کہ کسی طرح بھی روح القدس کو فار قلیط کا مصداق نہیں قرار دیا جاسکتا۔

اور آیت دہم میں سوزش کی یہ وجہ بیان فرماتا اس لئے کہ وہ محمد پر ایمان نہیں لاتے اس پر رلاتا ہے کہ اس فار قلیط اور مدح اور دلیل و شفیق کا ظہر منکرین عینی علیہ السلام کے سامنے ہر جہاں بھلائی دینے کے کہ اس کا ظہر تو آپ کے نزدیک حواریین پر ہوا کہ جو منکرین عینی علیہ السلام نہ تھے اور نہ حواریین نے کسی کو سوزنا وہ خود ہی ممکن اور عاجز تھے کسی منکر کو کیسے سزا دے سکتے تھے۔ (۵) اور آنحضرت نے صدق اور راستی کی وہ راہیں بتائیں کہ جو نہ کسی نے دیکھی اور نہ سنی آپ کی شریعت غرا اور ملت بے فیائاس کی شاہ ہے۔ (۶) اور آئندہ واقعات کے متعلق آپ نے اتنی خبریں دیں کہ جن کا کوئی مشا نہیں اور ایسی صحیح خبریں دیں جو ہر مہر ظاہر ہوئے اور ان کا ایک حوت بھی غلط واقعہ نہ نکلا اور تاقیامت اس طرح ظاہر ہوتی رہی گی کہ (۷)۔ اس لئے کہ آپ نے انجیل طرے سے کچھ نہیں فرمایا۔ کما قال تعالیٰ وَ مَا يَنْفِقُ عَنْهُ النَّهْوُ اِى انْ هُوَ اِلَّا وَ خَشْيَ الْيَوْمِ عَظِيمِ۔ (۸) اور یا این ہر جہاں کے سردار اور بادشاہ بھی ہوئے اور جہاں اور دنیا کی سرداری سے اس طرف اشارہ ہے کہ آپ کی نبوت تمام عالم کے لئے ہو گی کسی قوم کے ساتھ حضور نہ ہو گی۔ (۹)۔ اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کی صحیح تعلیمات کو محو کر دیا تھا ان کو بھی یاد دلایا جن میں ترمیم و تثلیث کا مسئلہ بھی ہے اس کو خوب یاد دلایا۔ اور حضرت مسیح کے قتل و صلب کی نفی اور فتح الی السام کا اثبات فرمایا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ
سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ
وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسے امر کی طرف
آؤ کہ ہم میں اور تم میں تم ہے وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی
عبدالہ نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں

بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ لَهُ
وَقَالَ الْمَسِيحُ يٰبَنِي آسَىٰ أَوَّلَ الْعَبْدُ
اللَّهُ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مِنْ بَشَرٍ
بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ
وَمَا دُونَهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ
مِنْ أَنْصَارٍ - ۱۰

اور ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائیں
اور فرمایا حضرت مسیح بن مریم نے اے بنی اسرائیل بڑی
کہ صرف ایک اللہ کی جو من میں اور تمہارا پروردگار
ہے تحقیق جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ
قہقہے نے اس پر جنت کو حرام کیا ہے اور اس کا
ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

۱۰۔ آپ نے مبعوث ہونے کے بعد وہ باتیں بھی بتلائیں کہ جو حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے زمانے میں بنی اسرائیل کے قتل سے باہر تھیں یعنی ذات و صفات، شریعت و طریقت، حشر و شرف جنت
و جہنم کے متعلق وہ علوم و معارف کے دریا بہائے کہ جن سے تمام عالم رنگ ہے اور کسی کتاب میں ان
علوم کا نام و نشان نہیں اور جو امور غیر تکمیل شدہ تھے آپ کی شریعت کا ملنے ان سب کی تکمیل بھی کر دی
کہا قال تعالیٰ ۱۔

أَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ
الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ

آج میرے نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر
اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو
پسند کیا دین بنا کر۔

اور قیامت تک کے لئے دنیا کا ایک ایسا کال اور قتل و ستیزہ دین شریعت ادا لئے گئے جو
اُن کے دین اور دنیا کی صلاح اور فلاح کا کھیل ہے اور اس کے قتال و دو قاتل اور اسرار و حکم کو دیکھ کر
دنیا حیران ہے۔ قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا حکم شریعت محمدیہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔
علامہ سیوطی و درویشی کے پاس کوئی شریعت ہی نہیں جس کو سامنے رکھ کر علمائے امت اور فقہاء وقت کی
طرح فتویٰ دے سکیں اس وقت کے نصاریٰ کے پاس شریعت کا کوئی علم نہیں کہ جس کی مدد سے وہ فتویٰ

دے سکیں، رہاں نصاریٰ کے پاس صنعت و حرفت اور کارگیری کے علوم و فنون ہیں مگر ان میں عدل و انصاف اور عدل و انصاف کے متعلق ان کے پاس کوئی آسمانی تائید نہیں کہ جس کی مدد سے وہ دنیا میں عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کر سکیں۔ مغربی اقوام کے پاس جو دستور ہے وہ چند اہل فکر کے افکار اور خیالات کا نتیجہ ہے بشریعت اسلامیہ کی طرح آسمان سے نازل شدہ کوئی تائید ان کے پاس نہیں۔

علامہ یحییٰ بن اسحاق نے اشارت کو روح القدس کے حق میں قرار دیتے ہیں جس کا نزول حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفیع السماء کے ۴۰۰۰ سال بعد حواریین پر ہوا۔ لیکن یہ قول چند وجوہ سے باطل ہے (۱) اس لئے کہ روح کا نازل ہونا حضرت مسیح کے ہمارے پر موقوف نہ تھا بلکہ وہ تو ہر وقت حضرت مسیح کے ساتھ رہتی تھی۔

(۲) اور نہ روح نے کسی کو راستی اور عدالت سے محروم نہیں کیا اور نہ کسی یہودی کو حضرت مسیح پر ایمان لانے کی وجہ سے کبھی سزا دی البتہ ان حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مشرکین اور کافروں سے جفا بھی کیا البتہ یہودیوں کو کافری سزا دی۔ انسان کو محروم نہیں کیا اس لئے کہ نبی و نیا کو التزام دینا اور ان کی سرزنش کرنا غیر حکومت کے ممکن نہیں معلوم ہوا کہ آئے مالانار تعلیٰ اور دوسرا مالانار دنیا کا حاکم اور بادشاہ ہوگا جو مجرموں کی سرزنش کرے گا۔ اور جو دھوپ باب کے دریں میں جو دنیا کے سردار آئے گا وہ ہے اس سے یہی دنیا کا حاکم مراد ہے کہ جس کی حکومت اور توبیخ اور سرزنش کا ذکر ہو چکا ہے۔

(۳) نیز حضرت مسیح کا اس پر ایمان لانے کی تاکید فرمانا باطل ہے بلکہ اس لئے کہ حواریین پیشتر ہی سے روح القدس پر ایمان رکھتے تھے اس کے فرمانے کی کیا حاجت تھی کہ جب وہ آئے تب تم ایمان لاؤ۔ حضرت مسیح کا اس قدر اہتمام فرمانا اس پر ایمان لانے کی وصیت کرنا خود اس کو تنہا رہا ہے کہ وہ آئے مالا شے کچھ ایسی ہوگی جس کا انکار تم سے بعید نہ ہوگا۔

پس اگر نارتعلیٰ سے روح مراد ہوتی تو اس کے لئے چنداں اہتمام تاکید کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ جس کے قلب پر روح کا نزول ہوگا اس سے روح کا انکار ہونا باطل ناممکن ہے۔

روح القدس کا نزول بالبداهت مفید یقین ہے جس طرح روح القدس کے نزول سے بالبداهت

جینبر کو اپنی نبوت کا یقین آجاتا ہے۔ پیش آنے والی چیز سے انسان کو ایسا یقین کامل ہو جاتا ہے کہ قوت خیالہ بھی اس کو دفع نہیں کر سکتی انسان پر جب کوئی حالت طاری ہوتی تو اس کا انکار ممکن نہیں ہوتا۔ (۴)۔ نیز اس بشارت کا سیاق اس بات کو بتا رہا ہے کہ وہ آنے والا فارغیہ حضرت عیسیٰ سے مغایر ہے جیسا کہ سرطویں آیت کا یہ لفظ دوسرا درکار بننے کا۔ صاف مغایرت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ علیحدہ صورت میں ظاہر اور نمودار ہوگا۔

پس اگر فارغیہ سے روح القدس مراد لی جائے تو وہ حضرت عیسیٰ کے کسی طرح مغایر نہیں کیونکہ نصاریٰ کے نزدیک ابن اور روح القدس میں حقیقی اتحاد ہے اور روح القدس جو حواریین پر ظاہر ہوگا وہ کسی علیحدہ صورت میں ظاہر نہیں ہوگی جس طرح کسی شخص پر جن مسلط ہوتا ہے سو جن کی باتیں وہی ہوتی ہیں جو اس شخص کے منہ سے نکلتی ہیں علیحدہ صورت میں اس کا ظہور نہیں ہوتا۔

(۵)۔ نیز اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ جو کچھ میں نے تمہیں کہا، یاد دلانے گا۔ حالانکہ کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حواری حضرت عیسیٰ کے ارشادات فراموش کو کچھ تھے روح القدس نے ان کو علیحدہ صورت میں ظاہر ہو کر یاد دلانے دیے۔

(۶)۔ نیز اس بشارت میں یہ بھی مذکور ہے کہ وہ میرے لئے گواہی دے گا۔ سو یہ وصف صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آسکتا ہے کہ آپ ہی نے ان کو شکرین اور یہود کے سامنے حضرت مسیح کی گواہی دی اور ان لوگوں کے سامنے کہ جو حضرت مسیح سے منکر یا بے خبر تھے، آپ ہی نے حضرت مسیح کی رسالت کا اعلان کیا۔

نجات روح القدس کے وہ حضرت عیسیٰ کے حواریین پر نازل ہوئی اور حواریین پہلے ہی سے حضرت مسیح کو رسول جانتے تھے ان کے سامنے گواہی دینے کی کوئی حاجت نہ تھی۔

گواہی کی ضرورت تو منکرین کے سامنے تھی نہ کہ مؤمنین کے سامنے نجات ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے یہود کے سامنے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر اور دشمن تھے علی الاعلان حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت کی گواہی دی اور ان کے دھوکے قتل و صلب کی

تردید کی اور رفع الی اسماء کو ثابت کیا۔

(۷)۔ نیز حضرت سید اس فارقلیط کی نسبت یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ میں اُس کی کوئی چیز نہیں سو یہ جملہ آنحضرت ہی پر صادق آسکتا ہے کہ مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں روح القدس اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی چیز ہیں۔

(۸)۔ نیز یہ بھی قابل غور ہے کہ اس روح نے کونسی آئندہ کی خبریں بتلائی کہ جس سے اس روح کو اس بشارت کا مصداق کہا جائے۔

(۹)۔ نیز اس بشارت کا تمام سیاق و سباق ولایت کرتا ہے کہ اُنے والا دوسرا فارقلیط اور دوسرا مددگار لباس بشری اور پیکر انسانی میں ظہور کرے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح لباس بشری میں دعوت حق اور لوگوں کی تسلی کے لئے آوے گا پس فارقلیط کا مصداق اُس روح کو سمجھنا کہ جو آدمیوں پر جن کی طرح نازل ہوا مددگار کے بالکل غلط ہے۔

(۱۰)۔ نیز حضرت عیسیٰ کے رفع الی اسماء کے بعد سے عامۃ نصاریٰ فارقلیط کے منظر پر ہے اور یہ کچھ تھے کہ کوئی عظیم الشان نبی مبعوث ہوگا۔ چنانچہ منتسب عیسائی نے دوسری صدی عیسوی میں یہ دعویٰ کیا کہ میں وہی فارقلیط ہوں کہ جس کی حضرت مسیح نے خبر دی ہے بہت سے لوگ اس پر ایمان لے گئے جس کا مفصل مذکرہ ولیم میڈر سی نے اپنی تاریخ کے تیسرے باب میں لکھا ہے اور یہ کتاب ۱۸۵۷ء میں طبع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ علماء یہود اور نصاریٰ یہی سمجھتے تھے کہ فارقلیط سے کوئی انسان مراد ہے نہ کہ روح القدس۔

اور اب التواریخ کا مصنف جو کہ ایک مسیحی عالم ہے لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل یہود و نصاریٰ ایک نبی کے منظر تھے اور اسی وجہ سے ہاشمی حبشہ جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کا حال سن کر ایمان لایا اور کہا کہ بلا شک یہی وہ نبی ہیں کہ جن کی حضرت مسیح نے انجیل میں خبر دی ہے حالانکہ ہاشمی انجیل کا عالم ہونے کے علاوہ بادشاہ بھی تھا۔ کسی قسم کا اُس کو خوف و خطر بھی نہ تھا۔ اور مقوقس شاہ قبلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کے جواب میں یہ لکھا۔

سَلَامٌ عَلَیْكَ اِمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَرَأْتُ
کِتَابَکَ وَنَهَمْتُ مَا ذُکِرَتْ فِیْهِ
وَمَا تَدْعُو اِلَیْہَا وَقَدْ عَلِمْتُ اَنْ نَّبِیًّا
قَدْ بَقِیَ وَقَدْ کُنْتُ اَظُنُّ اَنْہَا
یَخْرُجُ بِالْشَّامِ وَقَدْ اَکْثَمْتُ
رَسُولُکَ -

سلام جو آپ پر ابا بعد میں نے آپ کے والانہر
کو پڑھا اور جو کچھ آپ نے اس میں ذکر فرمایا ہے
اور جس کی طرف دعوت دی ہے اس کو کچھ مجھ کو
خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ اب صرف ایک نبی
باقی رہ گیا ہے میرا گمان یہ تھا کہ وہ نبی شام میں ظاہر
ہو گا اور میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا۔

موقوف اگرچہ اسلام نہ لایا مگر اتنا اقرار ضرور کیا کہ ایک نبی کا آنا باقی رہ گیا ہے۔

اور بارہویں علامہ جو اپنی قوم میں بہت بڑے عالم تھے جب اپنی قوم کے ساتھ ان حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرت باسلام ہوئے تو یہ کہا:-

وَاللّٰہُ لَقَدْ جِئْتُ بِالْحَقِّ وَنَطَقْتُ
بِالصَّدَقِ لَقَدْ وَجَدْتُ وَصْفَکَ
فَیْنَ الْاَنْجِیلِ وَبَشَرَاکَ ابْنُ الْبَتُولِ
فَطَوَّلَ الْیَحْیٰ مَلَکَ وَالشُّکْرَ مَنْ
اَکْرَمَکَ لَا اَثَرَ بَعْدَ عِینٍ وَلَا شَاہِدَ
بَعْدَ یَقِیْنٍ یَدُکَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ وَاَنْکَ مُحَمَّدٌ
رَسُولُ اللّٰہِ

خدا کی قسم آپ حق لے کر آئے ہیں اور اپنے سچ فرمایا
العبتہ تحقیق میں نے آپ کی صفت انجیل میں پائی ہے
اور مسیح بن مریم نے آپ کی بشارت دی ہے۔ آپ
کے لئے طویل و عزیز خیمہ تکریم پیش کرنا ہوں اور
شکر ہے اس کے لئے جو آپ کا اکرام کرے ذات کے
بعد نشان کی اور یقین کے بعد شک کی ضرورت نہیں
اپنا دست مبارک بڑھائیے میں شہادت دیتا ہوں
کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً آپ محمد
رسول اللہ ہیں۔

اور علی ہذا ہر قس شاہِ روم اور دوسرے ذی شوکت علماءِ قرآنہ و انجیل نے آپ کی نبوت درست
کا اقرار کیا پس ثابت ہوا کہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور آپ کا نام انجیل میں لکھا ہوا تھا۔
جس کو دیکھ کر لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی آمد سے پہلے وہ آپ کے منظر تھے جن کو خدا تعالیٰ نے

توفیق دی اور کسی دنیوی طمع نے ان کو نہ گھیرا وہ اس عدوت سے متمتع ہوئے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ
ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ وَلَا يَحْصُدُ اللَّهُ الَّذِي
هَذَا أَنَا لِهَذَا أَوْ مَلَائِكُنَا إِنَّمَا يَخْتَرِكُنَا لَوْلَا أَنَّ هَذَا أَنَا اللَّهُ

(۱۱)۔ اور سولہویں آیت کا یہ جملہ کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ
فارقِ قلیط خرد ہوتا رہے ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا اس لئے کہ فارقِ قلیط بمعنی روح جس کے نصاریٰ قائل ہیں
وہ بھی ہمیشہ ان کے ساتھ نہ رہا۔

بلکہ مراد یہ ہے کہ اُس کی خیریت اور دین ابد تک رہے گا اور اس کے بعد کوئی دین نہ آئے گا
جو ان کے لئے ناسخ ہو۔

(۱۲)۔ اور باب چہارم دہم کی سترھویں آیت کا یہ جملہ بمعنی پچائی کی روح جسے دنیا حاصل نہیں
کر سکتی کیونکہ نہ اسے دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے۔ اے

اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا اس کے مرتبہ کو نہیں جانتی وہ تمام کائنات میں سب بہتر اور برتر ہوگا۔

نصاری کے چند شبہات اوہام اور اُن کا ازالہ

روح الحق اور روح القدس سے اقنوم ثالث مراد ہے۔ لہذا روح القدس
شبہ اول اور روح الحق سے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا کیجئے صحیح ہو سکتا ہے؟
جواب :- عہدِ قدیم اور عہدِ جدید میں روح کا لفظ اقنوم ثالث کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ صالح
اور طالح، باری اور فیض کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔

چنانچہ یہ جملہ کے پہلے خط کے باب چہارم میں ہے :-

(۱)۔ اسے عزیز و اہلک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روح کو آراء وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں۔

(۲)۔ خدا کی روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسم ہو کر آیا ہے

وہ خدا کی طرف سے ہے (۱۳)۔ اور جو کوئی رُوحِ یسوع کا اقرار نہ کرے وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ اور اسیت ششم میں ہے اسی سے ہم حق کی رُوح اور گمراہی کی رُوح کو پہچان لیتے ہیں تاہم اس مقام پر رُوح سے داعیہ صادق اور داعیہ مضل مراد ہے۔ اقنوم ثالث کسی کے نزدیک مراد نہیں۔

اس بشارت میں خطاب حواریین کر ہے لہذا رُوح کا نزول دیکھو حواریین
شبہ ثانیہ کی موجودگی اور حیات میں ہونا چاہیے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور
 حواریین کے صد سال کے بعد ہوا ہے۔

جواب ۱۔ حواریین کو خطاب اس لئے کیا گیا کہ اس وقت وہی حاضر تھے باقی وہ مقصود
 بالخطاب نہیں چنانچہ انجیل متی کے تھیمیسویں باب آیت ۶۴ میں ہے: میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اس کے
 بعد تم اپنی آدم کو آسمان کے بادلوں پر سواتے دیکھو گے۔ آم

اب ان خطاطین کو مرے ہرے ۱۹ سال ہو گئے اور خطاطین میں سے کسی نے بھی حضرت عیسیٰ
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان سے آتے نہیں دیکھا۔

پس جس طرح اس مقام پر مقصود بالخطاب وہ لوگ ہیں کہ جزو دل میں اسرار کے وقت موجود
 ہوں گے۔

اسی طرح اس بشارت میں وہ لوگ مقصود بالخطاب ہیں کہ جو روح حق اور فارقیطا کے ظہور کے وقت
 موجود ہوں گے۔

انجیل یوحنا کے باب چہار دہم آیت تیسویں میں جو سردار کا لفظ آیا ہے اس پر بعض
شبہ ثالثہ شدید التعصب نصاریٰ مضحکہ کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ سردار سے اس بگہ
 شیطان مراد ہے۔

جواب ۱۔ سردار سے شیطان مراد لینا سراسر حیاالت ہے اور محض تعصب اور سرد پر مبنی
 ہے اس لئے کہ سردار عالم بول کر شیطان مراد لینا نہ کسی لغت سے ثابت ہے اور نہ کسی عرف سے اور

سلسلہ سیاق و سباق کے باطن خلاف ہے اس لئے کہ از اول تا آخر روح حق یعنی فاطمہ علیہ السلام کے اوصاف کا تذکرہ ہے جس وقت اس فاطمہ علیہ السلام کا ظہور ہوا اس وقت اس پر ایمان لانے کی تاکید اکیہ ہے اور پھر اس کی علت باطن الفاظ ذکر فرماتا ہے۔
 ”کیوں کے دنیا کا سرور آتا ہے۔“

یہ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ سرور اربعہاں سے سید العالمین اور مقرر انبیاء و المرسلین مراد ہوں۔
 ورنہ معاذ اللہ اگر اس مقام پر سرور سے شیطان ... مراد ہو تو شیطان کا انا اس متذکرہ بالا کی قلت کیسے ہو سکتا ہے ؟ معلوم ہو کہ دنیا کے سرور سے وہی فاطمہ علیہ السلام اور روح حق مراد ہے کہ جس کے استحقاق سے گناہ اور جرم پر دنیا میں شاہانہ اور حاکمانہ سزا نہیں دی جائے گی۔ اور انجیل یوحنا کے سولہویں باب میں اس میں جرم کیا ہے کہ دنیا کا سرور اور جرم منہر الاگیا قطعاً غلط ہے اور بلاشبہ تعریف ہے جو سیاق و سباق کے باطن خلاف ہے ایک طرف تو فاطمہ علیہ السلام کی صفات فاضلہ کا بیان ہوا اور ایک طرف اس سے شیطان مراد ہو یہ کیسے ممکن ہے اور پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ علماء انصاری کے نزدیک کبھی اس سے روح القدس مراد ہو کیا یہ صریح نارائی اور سوئے شیطان نہیں دوم یہ کہ حضرت مسیح کا یہ فرمانا کہ وہ مقرر جہان آنے والا ہے اس امر کی صریح دلیل ہے کہ وہ شخص ابھی تک دنیا میں نہیں آیا اور شیطان باتفاق یسوع و انصاری داخل اسلام ابتداءً آفریش اور انفرادی شہر کی سے دنیا میں موجود ہے اور لوگوں میں مختلف شیطان مرد و لرگوں کے ساتھ ہے۔

وہ شیطان کہاں چلا گیا تھا کہ جس کی نسبت یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ اب آتا ہے کیا وہ پہلے سے موجود

نہ تھا؟

سوم یہ کہ سرور کا اطلاق انجیل میں کے باب دوم کی آیت ششم میں حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا گیا۔

عبارت انجیل حسب ذیل ہے:-

”اے بیت لحم یہوداء کے علاقے تو یہوداء کے مالکوں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں۔“

کیونکہ تجھ میں سے ایک سردار نکلے گا جو میری اُمت اسرائیل کی جگہ بانی کرے گا :- آہ

اس عبارت میں سردار سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں جیسا کہ آیت ہفتم سے آیت دوازدهم تک پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے بلکہ کتب سادہ میں سردار اور حاکم کا اطلاق حق تعالیٰ پر بھی آیا ہے معلوم ہوا کہ سردار سے شیطان مراد لینا بالکل غلط ہے۔

بشارت بہت و دوم از انجیل متی باب ۱۳ - آیت ۳۱

اُس نے ایک اور تمثیل اُن کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہت اس رائی کے دانہ کے مانند ہے جسے کسی آدمی نے بکراپے کھیت میں بکرا دیا۔ ۳۲۔ وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھ جاتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہوتا ہے کہ ہر کے ہر بندے اگر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں :- اُنہی

آسمانی بادشاہت شریعت اسلام پر مراد ہے کہ جو ابتداء میں رائی کے دانے کے برابر تھی لیکن چند ہی روز میں اس قدر بڑھی کہ شرق سے غرب تک اور شمال سے جنوب تک پہنچ گئی۔

اور قرآن کریم کی اس آیت فریضہ میں اس بشارت کی طرف اشارہ ہے :-

اور اُنکی صفت انجیل میں ہے کہ جیسے کھیتی کر اس نے اپنا

بُجھا زمین سے نکالا پس اس کو توڑی کیا تو وہ مڑا ہو گیا

اور اپنی نال پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور اپنی روز افزوں

ترقی سے کسانوں کو خوش کرنے لگا۔ اللہ نے کسانوں

کو ایسی ترقی اس لئے دی کہ کافروں کو اس وجہ سے

غصہ میں لائے۔

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ

شَطَاوًا فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ

عَلَىٰ سَوَاوِيهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيُغَيِّظَ

بِهِمُ الْكُفَّارَ ۚ

اور عجب نہیں کہ اس مناسبت سے کلمہ طیبہ کو شجرہ طیبہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو۔ مگر اُن

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ

اے نبی کریم اپنے کیا دیکھا نہیں کہ اللہ نے ایک سال

مَثَلًا كَلِمَةً
 طَبِيعَةً كَشَجَرَةٍ طَبِيعَتُهَا أَصْلُهَا نَابِتٌ وَ
 تَرْتُمُهَا فِي السَّمَاءِ نُؤُفًى أَمْ كُلُّهَا خَلَجَ جِنٌّ
 بِأُذُنِ رَبِّهَا وَيَصْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ
 لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ ۱۴

بیان فرمائی ہے کہ کلمہ طیبہ مثل ایک پاکیزہ درخت
 کے ہے کہ جس کی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہیں
 ہر وقت اپنے میوے اللہ کے حکم سے دیتا رہتا ہے
 حق تعالیٰ شانہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتے
 رہتے ہیں کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں۔

بشارت بست و سوسم از انجیل متی، باب شتم، آیت اول

آسمان کی بادشاہت اس گھر کے مالک کے مانند ہے جو سویرے نکلا تا کہ اپنے انجوری باغ میں
 مزدور لگائے۔ ۲۔ اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز بھر کر انہیں باغ میں بھیج دیا پھر وہ دن
 چڑھنے کے قریب بھل کر اس نے اردوں کو بانٹا میں بیکار کھٹے دکھا اور ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ
 جو واجب ہے تمہیں دن کا پس وہ چلے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب مغل کر دیا
 ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر بھل کر ادوں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا تم کہیں یہاں تمام دن
 بیکار کھڑے رہے۔ انھوں نے اس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا۔ اُس نے اُن سے
 کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا
 اور پچھلوں سے لے کر پچھلوں تک انہیں مزدوری دے دے اور جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے لگائے
 جسے جسے تو انہیں ایک دینار ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے کہ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ
 کام کیا ہے اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا انھوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ بھی اُس
 جواب دے کر ان میں سے ایک سے کہا میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا کیا تیرا گھر سے ایک
 دینار نہیں ٹھہرا تھا جو تیرا ہے اٹھا لے چلا جا۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں اُس کچھ کہی اتنا ہی
 ہی دے۔ کیا مجھے رونا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کروں یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں بُری نظر سے
 دیکھتا ہے۔ اسی طرح آخر اول ہر جائیں گے اور اول آخر۔ انتہی۔

اور انجیل متی کی سولہویں آیت کا یہ جہ کہ اسی طرح آخراول ہوجائیں اور اول آخر بعینہ صیح

بخاری کی اس حدیث کے مطابق ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ نحن الاخرون السابقون

حد ثنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال نحن الاخرون السابقون

(بخاری شریف ص ۱۴۲/۲)

یعنی زمانہ کے لحاظ سے ہم سب سے اخیر میں ہیں۔ مگر دخول جنت میں حق تعالیٰ شانہ

کے فضل سے سب سے مقدم ہیں۔

بشارت لبست و چہارم و بست و خپسم از انجیل برنا باس

نقل القیس سید فی مقدمۃ
ترجمۃ القرآن العظیم من انجیل برنا باس
طبعت ثلاثہ وانتشرت ثم طبعوا
الكتاب مرة ثانية فاخرجوها وحذوها
وهي ما نصها اعلاميا برنا باس الذي
وان كان صغيرا يجزى الله عليه لان الله
تعالى غير راضى عن الذنب ولما اجتنى
امني وتلاميذى لاجل الدنيا سخط الله
لاجل هذا الامر ولما باتقضاء عدله
ان يجزيهم في هذا العالم على هذا
العقيدة الغير اللاتيقه ليحصل لهم النجاه
من عذاب جهنم ولا يكون لهم اذنيه هناك

پادری سیل نے اپنے ترجمہ قرآن عظیم کے مقدمہ میں
انجیل برنا باس نقل کیا اور یہ انجیل ۱۸۵۷ء میں
طبع ہو کر شائع ہوئی۔ لیکن دوسری طباعت میں
اس بشارت کو حذف کر دیا اور وہ بشارت جس کو
پادری سیل نے نقل کیا ہے یہ ہے اسے برنا با
گنہ اگرچہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کی
جزا دیتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ گنہ سے
راضی نہیں میری اُمت اور میرے شاگردوں نے
جب دنیا کے لئے گنہ کیا تو اللہ تعالیٰ ناراض
ہوئے اور باتقضاء عدل و انصاف یہ ارادہ
فرمایا کہ ان کو اسی دنیا میں ہی غیر مناسب عقیدہ
کی بنا پر سزا دے تاکہ عذاب جہنم سے نجات

والفی وان کنت بریئاً لکن بعض الناس
لما قالوا فی حقّی اِنَّه الله وابن الله کفر
الله هذا القول واقضت مشیتہ
بان لا تضحک الشیاطین یوم القیمۃ علی
ولاستهزؤنّ بی فاستحسن مقتضی لطفہ
درحمۃ ان یکون الضحک والاستهزاء
فی الدنیا بسبب یهوداء ویظن کل
شخص انی صلیت لکن هذه الاحادیث
والاستهزاء یمتصیان الی ان محیی محمد
رسول الله فاذا اجاء فی الدنیا ینبئہ
کل مؤمن علی هذا الغلط وترفع
هذه الشبهة من قلوب الناس
انتمت ترجمۃ بحروفہا قال
فی اظہار الحق فان اعتراضاً ان هذا
الانجیل ردہ مجالس علماء ہم
فنقول لا اعتبار لردہم وهذا من
الاناجیل القدیمۃ ویوجد ذکرہ فی
کتب القرن الثانی والثالث فعلی هذا
قبل ظهور نبینا صلی الله علیہ وسلم
سنہ ولا یقدرا حدان یخبر بمثل هذا
الامر من غیر الہام کمالا یغنی علی

ہائیں محدوداں ان کو کرنی تکلیف نہ ہو بلور میں
اگرچہ اس عقیدہ فاسد سے باطل بری ہوں لیکن
چونکہ بعض لوگوں نے مجھ کو اللہ اور ابن اللہ کہا
تو اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا ناگوار ہوا۔ اور اس کی مشیت
اس کی مقتضی برائی کو قیامت کے دن شیاطین
مجھ پر نہ ہنسیں اور نہ میرا مذاق اڑائیں۔ پس اللہ
نے اپنی مہربانی اور رحمت سے یہ پسند کیا کہ یہودی
وجہ یہودی دنیا ہی میں ہوا وہ یہ شخص یہ گلاں کرتا رہا۔
ہے کہ میں رسول ہوا گیا۔ لیکن یہ انت واستہزاء
فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے
محکم رہے گا۔ پس جب آپ دنیا میں تشریف
لائیں گے تو ہر مومن کو اس غلطی پر متنبہ فرمائیں گے
اللہ یہ مشبہ لوگوں کے دلوں سے مٹنے پر ہرے گا
ترجمہ مضطرب ختم ہوا۔

انہما الحق میں ہے کہ اگر یہ لوگ اعتراض کریں کہ
اس انجیل کو علی انصاری نے رو کیا ہے تو ہم کہیں
گئے کہ اس رو کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے کہ یہ انجیل
قدیم انجیلوں میں سے ہے۔ اس کا تذکرہ دوسری
اور تیسری صدی مسیحی کی کتابوں میں ہے۔ پس
اس بنا پر کہ یہ انجیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
ظہور سے دو سو سال قبل بھی گئی ہے۔

ہمد اس جیسے عظیم الشان امر کی بدون الہام کے
خبر دینا الہام کے نزدیک ناممکن ہے دوسری
بشارت مفضل حیدر علی قرشی لہی کتاب خلاصہ
سیف المسلمین جو اردو زبان میں ہے کہ پادری
اور سکان ارمنی نے صحیفہ یسعیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا ارمنی زبان میں ترجمہ کیا جو ۱۳۱۷ء
میں طبع ہوا۔ اس میں صحیفہ یسعیاء علیہ السلام کے
بیسویں باب میں یہ فقرہ موجود ہے اللہ کی تسبیح
پڑھو اور اس کے واسطے ہماری سلطنت کا نشان
اُس کی پشت پر ہوگا (یعنی ہر تہمت) اور اس کا نام
احمد ہوگا انتہی۔

اسیہ ترجمہ انہیوں کے پاس موجود ہے۔ اس
میں دیکھ لیا جائے۔ انتہی کلام از جواب فیص ۱۵۹

عدوالافہام قال وللبشارة الثانية قال
الفاضل الحمید علی القرشی فی مکتبہ
المسیّ خلاصہ سیف المسلمین لدی
ہو فی ملن الادوای لہندی فی صحیفۃ
الثالثہ والثین ان القیس اسعد لاد
سوم کتاب شعیاء علیہ السلام باللسان الارمنی
فی سنۃ الف وست مائۃ وست وستین
وطبعت سنۃ ۱۳۱۷ و فیہ فی الباب الثانی
الاربعین ہذا الفقرة ونصها۔ سبحوا لله
تسبیحاً جدیداً واثر سلطنتہ علی ظہر
قاسمہ احمد انتہی

من
وهذه الترجمة موجه عند الادرا
فقطظروفيها۔ انتہی کلام کذا فی الجواب
الفصیح لما نقمہ عبد المسیم ص ۹ ج ۱

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ ○

اَنْبَاءُ الْغَيْبِ

یعنی آئندہ واقعات کے متعلق قرآن اور حدیث کی پیش گوئیاں

قال تعالى يٰۤاَيُّهَا الْغَيْبُ تُوْجِّهْ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُ اَنْتَ لَا قُوْمُكَ مِنْ قَبْلِ
هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْغَاوِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (سورہ ہود)

(ترجمہ) یہ نوح علیہ السلام کا قصہ آپ کے حق میں منجملہ اخبار غیب کے ہے بذریعہ وحی کے ہم نے آپ کو اس سے آگاہ کیا۔ اور نزول وحی سے پہلے نہ آپ کو اس قصہ کا علم تھا اور نہ آپ کی قوم کو اس کا علم تھا صرف وحی کے ذریعہ آپ کو اس کا علم ہوا سو آپ نوح علیہ السلام کی طرح کافروں کے مقابلہ میں صبر کیجئے۔ یقیناً اچھا انجام خدا سے ڈرنے والوں کا ہے۔

جیسا کہ نوح علیہ السلام کے کافروں نے کچھ عرصہ تک شور و غوغا برپا رکھا بالآخر غرق ہوئے اور نوح علیہ السلام اور ان کے اصحاب کامیاب ہوئے۔ منجملہ دلائل نبوت و براہین رسالت کے قرآن اور حدیث کا بہت سی پیشین گوئیوں پر مشتمل ہونا ہے کہ قبل از وقوع بہت سے آئندہ امور کی خبریں دی گئیں کہ جن میں عقل اور قیاس اور تخمینہ اور ہم و گمان کا ذرہ برابر بھی امکان نہیں اور پھر وہ امور اسی خبر کے مطابق واقع اور ظاہر ہوئے مثلاً آپ نے جنگ بدر میں لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی یہ خبر دی کہ کل آئندہ کہ فلاں شخص فلاں مقام پر اور فلاں شخص فلاں جگہ پر مارا جائے گا اور متعدد اشخاص کے متعلق ایسا ہی ارشاد فرمایا اور ہر ایک کی جائے قتل پر پتھری سے نشان بھی لگا دیا اور پھر اگلے دن ایسا ہی ہوا اور سب نے آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ ہر شخص اپنی نشان زدہ جگہ پر مقتول پڑا ہوا ہے۔

اور آپ نے یمن اور شام اور عراق کی فتح کی خبر دی جس ترتیب سے آپ نے خبر دی تھی اسی ترتیب سے مقامات مذکورہ فتح ہوئے۔ اس سے لوگوں کو آپ کی راستبازی کا یقین ہوا اور راست بازی کی علامت اور نشانی ہی راست بازی ہے اور جب باز بار کے تجربہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ نے جو غیب کی خبریں دی تھیں وہ آپ کے بیان کے مطابق نکلیں تو آپ کے صادق اور راستباز بننے پر مجبور ہو گئے اور سمجھ گئے کہ دوسری خبریں بھی اسی طرح صحیح اور درست ہوں گی اس لئے کہ کسی برگزیدہ بندہ کی زبان سے ایسی خبریں اور پیشین گوئیوں کا صدور اور انبہور جس سے علم بشری اور ادراک انسانی عاجز اور قاصر ہو یہ اس امر کی قین دلیل ہے کہ اس شخص کا خداوند علام الغیوب سے کوئی خاص تعلق

ہے اس لئے کہ بدوں خداوند علام الغیوب کے اطلاع دے کوئی بشر ایسی پیشین گوئی نہیں کر سکتا کسی شخص کا بلا کسی قرینہ اور ہلکسی تخمینہ کے یہ خبر دنیا کہ فلاں وقت میں ایسا ہوگا اور پھر وہی ہی ہوا بدوں وحی ربانی اور اطلاع غیبی نامکن اور محال ہے لہذا ایسے مساویں اور راستبازیر ایمان لانا ضروری ہے جس طرح بادشاہ کبھی کبھی اپنے وزیر اور سفیر کو اپنے خاص خاص رازوں پر مطلع کرتا ہے اور جب وہ وزیر اور سفیر کسی دولت عند الضرورت اور حسب معلومت لوگوں کو ان رازوں پر بطور تنبیہ اور تہدید آگاہ کرتا ہے تو اہل فہم سمجھ جاتے ہیں کہ یہ شخص بادشاہ کا مخصوص اور مقرب ہے۔

اسی طرح خداوند علام الغیوب کبھی کبھی اپنے رسولوں کو ہدیہ وحی کے بعض غیبی امور کی اطلاع دیتے ہیں تاکہ لوگ سمجھ جائیں کہ اس شخص کا عالم غیب سے کس قدر متعلق ہے اور یہ شخص خداوند علام الغیوب کا مقبول خاص اور برگزیدہ بااختصاص ہے جس کو حق تعالیٰ نے روز سے آگاہ فرمایا ہے اس لئے کہ حضرات انبیاء و مرسلین جن باتوں کی خبر دیتے وہ عقل اور تجربہ اور قیاس اور تخمینہ سے کہیں بالا تر ہوتی ہیں ان کو سن کر لوگ یقین کر لیتے ہیں کہ یہ باتیں صرف علام الغیوب ہی کے متکلف سے معلوم ہو سکتی ہیں یہی وجہ ہے کہ منافقین ڈر رہتے تھے کہ ہمارے دلائل اٹھائے ہو کر چٹے جائیں اور ہم بر طراز سواہل۔ کما قال تعالیٰ - یحذرنہا فاقون ان تنزل علیہم سورۃ منہم بما فی قلوبہم علیہ

عوام الناس کی فطرت اس بات کی مقتضی ہے کہ کوئی ان کا ہادی اور رہنما ہو اور ہدایت اور حقانیت کی باتیں ان کو بتلائے اور عام لوگ ہدایت اور حقانیت کی باتوں کو اسی وقت مان سکتے ہیں کہ جب ہادی اور داعی الحق کی راستبازی ان پر منکشف ہو جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کی صداقت اور راستبازی ظاہر کرنے کے لئے ہدیہ وحی راہبام ان کو غیب کی خبروں سے مطلع کرتا ہے تاکہ اس خبر کی تصدیق سے ان پر انبیاء کی صداقت ظاہر ہو اس لئے کہ ایسے سواخ اور واقعات کہ جو دم رگمان اور تجربہ سے کہیں بالا اور بہتر ہوں وہ قوت اور ظہور سے پہلے ان کی خبر اور اطلاع دے دینا یہ بغیر تائید صدی اللہ مد فیہ نامکن ہے۔

محمدی پیشین گوئیوں کا امتیاز

انبیاء سابقین نے بھی پیشین گوئیاں کی ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیوں کو جو امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل کی پیشین گوئیاں بہت جلد مہم تھیں جو محض اشارات اور کنایات کے درجہ میں تھیں اور محتاج تاویل تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں واضح اور ظاہر ہیں اور تاویل اور شک سے بہت دور ہیں۔ مثلاً غلبہ روم اور خلافت راشدہ اور فتح یمن اور فتح شام اور فتح عراق اور نصیر و کسریٰ کی سلطنتوں پر قبضہ کی تمام پیشین گوئیاں صریح اور واضح ہیں جن میں تاویل کی حاجت نہیں۔ علاوہ ازیں وہ ایسی عظیم الشان ہیں جن کو دیکھ کر اور سن کر عالم و ملک اور حیران ہے اور زبان زد خلایق ہے۔

اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جڑانے والے واقعات یا پیش آئے والے فصول کے متعلق خبریں دیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آپ ان کو دیکھ رہے ہیں۔ اول ہم قرآن کریم کی پیشین گوئیوں کا اس کے بعد ان پیشین گوئیوں کا ذکر کریں گے جو احادیث میموں میں مذکور ہیں۔

(۱) حفاظت قرآن کی پیشین گوئی

إِنَّا نَحْنُ نُحَرِّكُ الْقُرْآنَ وَ إِنَّا لَكَا فَاعِلُونَ۔ تحقیق ہم نے اس نصیحت (یعنی قرآن) کو اٹھا

ہے اور البتہ تحقیق ہم ہی اس کے محافظ اور نگہبان ہیں (الحجہ ۹۰)

کسی کی کیا مجال ہے کہ قرآن کریم میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی یا تحریف اور تبدیل کر سکے۔ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا جو دسویں صدی آئی مگر محمد و تعالیٰ قرآن ہلا کی بیش ایک حرفت کے اس طرح جلا کر لیا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور سرورِ عالم میسور ہی نہیں بلکہ ساری دنیا اس معجزہ کی قائل ہے۔ بہت سے دشمنان اسلام نے اس کی کوشش کی کہ قرآن کو مشکوک بنادیں مگر محمد و تعالیٰ ایک کلمہ

کی تفسیر اور تبدیلی پہنچ قدرت نہ ہوئی خدا تعالیٰ نے جو حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا وہ بلاشبہ سچا ہے۔
 بخلاف توریت اور انجیل کے کہ خود یہود و نصاریٰ اس میں ہر قسم کی تحریف کے مقرر اور معتزف ہیں۔

(۱۲) اعجاز قرآن کی پیشین گوئی

قُلْ لَّنْ أَجْمَعَتِ الْإِنْسَ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ مَا يَأْتُونَ
 بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (بنی اسرائیل - ۸۸)

اے نبی کریم آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جن سب جمع ہو کر قرآن کا مثل
 لا سہا ہیں تو قرآن کا مثل نہیں لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے معین اور مددگار ہو جائیں

(۱۳) حفاظت نبوی کی پیشین گوئی

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

ابتداء بعثت میں آپ تنہا ہے یا مددگار تھے اور سارا عرب بلکہ سارا عالم آپ کا دشمن تھا
 اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا کہ آپ گھیرائے نہیں اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ ہے۔ دشمن
 آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ سوا الحمد للہ۔ اللہ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور مختلف اوقات میں اللہ نے آپ کو
 دشمنوں سے بچایا۔ چنانچہ ہجرت کے وقت جب کفار آپ کے قتل کا پورا قصد کر چکے تھے تو آپ نے
 حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹایا اور سورۃ نین کی ابتدائی آیتیں پڑھ کر کافروں پر ایک نشت خاک ڈالا
 اور ان کے سامنے سے نکل کر ابوجہ کے گھر گئے۔ اہل ان کو ساتھ لے کر غار ثور تشریف لے گئے جس کے
 بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاذِ يَكُونُ لَكَ أَلَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْيَمِينِ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ مِمَّنْ يَنْهَوْنَ عَنِ الْأَعْزَمِ

(۱۴) غلبہ اسلام کی پیشین گوئی

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (فتح ۲۸۰)

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کرے اس
دین حق کو یعنی دین اسلام کو تمام دینوں پر اگرچہ کافروں کو ناگوار گزرے۔

بجودہ تعالیٰ حق تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور اسلام، یہودیت اور نصرانیت اور مجوسیت
اللہ بست ہستی اور دہریت سب مذاہب باطلہ پر غالب آگیا اور کسی مذہب میں یہ طاقت نہ ہوئی
کہ دلائل اور براہین سے اسلام کا مقابلہ کر سکے بلکہ

۱۵ غلبہ روم کی پیشین گوئی

السم غلبت الروم في ادفى الارض وهم من بعد غلبهم سيفعلون في موضع
سنين لثلاثة الا من قبل ومن بعد و يومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله
ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم وعد الله لا يخلف الله وعده ولكن

۱ اکثر الناس لا يعلمون ۵ (الروم ۱-۶)

مغلوب ہو گئے روم کے لوگ یعنی نصاریٰ روم عرب کے قریبی زمین میں لاوردہ اس
مغلوبی کے بعد غریب چند سال میں غالب ہوں گے اللہ ہی کو انتہا ہے پہلے بھی اور بعد بھی
یعنی جس طرح یہ مغربیت اس کے ارادہ سے ظہور میں آئی ہے اسی طرح اس کے ارادہ سے غلبہ
بھی ظہور میں آجائے گا اور اُس دن (یعنی جس دن رومی پارسوں پر غالب ہوں گے) تو اس وقت
مسلمان خوش ہوں گے کہ اللہ کی مدد سے اہل کتاب اہل شرک پر غالب آئے اللہ جس کی چاہتا
ہے مدد کرتا ہے اور وہی ہے زبردست رحم والا یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو خوش
کرنے کیلئے چند روز بعد روم کو فارس پر غلبہ عطا کرے گا اللہ اپنے وعدہ میں خلاف نہیں کرتا لیکن
اکثر لوگ نہیں جانتے ان آیتوں میں ایک زبردست پیشین گوئی کا ذکر ہے۔ یہ آیتیں ہجرت مدینہ سے

سوا محمد اللہ یہ وعدہ خلفائے راشدین کے ہاتھ پر پورا ہوا کہ صحابہ قیصر و کسریٰ کے خزانے پر قابض ہوئے اور جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی اس وقت صحابہ بے سرو سامان تھے تنگ دستی اور بے سرو سامانی کی وجہ سے کافروں سے خوف زدہ تھے رات کو سوتے تھے اور یہ ڈرتے تھے کہ انھیں کون ہم پر چڑھ آئے اور نہ تو اعد جنگ سے کیا مینگی آگا و نختے اور نہ تو اعد جہانگیری اور غوا بط مکی سے آشنا تھے تمام قبائل اہل اسلام کے دشمن تھے اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے ایمان میں مجوسیوں کی سلطنت زور شور سے قائم تھی اور روم میں عیسائیوں کی سلطنت محکم تھی اور دونوں سلطنتیں فوجی طاقت اور مال و دولت اور اسلحہ اور خزانہ کے لحاظ سے حد کمال کو پہنچی ہوئی تھیں جیسے مسلمان بے سرو سامانی میں حد کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور مدائے زمین پر قیصر و کسریٰ کے مقابلہ کا کوئی حکمران نہ تھا۔

مگر باوجود اس کے تیس برس کی مدت میں خلافت اور سلطنت کے متعلق جس قدر پیشین کی گئی تھیں وہ بلا سبب ظاہری محض تا سید غیبی سے عجب طرح ظہور میں آئیں وہ اس طرح کہ حضور پرورد کی زندگی ہی میں حجاز اور نجد اور یمن اور خیبر اور بحرین اور اکثر ملک عرب اہل اسلام کے قبضہ میں آگیا اور نجاش شاہ حبشہ مسلمان ہو گیا اور سارا ملک حبش و امارحرب سے دارالاسلام بن گیا اور مجبر کے مجوسی اور نواح شام کے بعض عیسائی جزیرہ گزار ہو گئے۔

اور صدیق اکبر کے زمانہ خلافت میں فارس کے بعض علاقے اور بصری اور ملک شام کے بعض علاقے مسلمانوں کے تصرف میں آئے۔

اور فاروق اعظم کے عہد خلافت میں پورے ملک شام اور پورے ملک مصر اور فارس کے اکثر ملک پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا اور کسریٰ نے ہر چند کوشش کی لیکن سوائے کسر شروکت کے کچھ مہل نہ کیا اور قیصر نے بہتیرے ہاتھ پیرارے لیکن سوائے قصور طالع کے کچھ نہ دیکھا اور ولایات فرنگستان جہاں اکثر قیصر کے ماتحت تھیں وہ قیصر کے مغربی کے بعد فاروق اعظم کے زیر انتداب آگئیں اور خزانے اور اسباب بحیاب مسلمانوں میں تقسیم ہوا۔ اور ان تمام اقالیم میں توحید اور اسلام کا دھنکا

بچ گیا اور بعض علاقوں سے تو کھردشک کا نام و نشان مٹ گیا اور بعض جگہوں میں کفر مغلوب اور سرنگوں ہو گیا اور پے خوت و خطر نہایت امن کے ساتھ مسلمان اللہ کی عبادت کرنے لگے۔

اور عثمان ذی النورین کے زمانہ خلافت میں مغرب کی جانب منہ تھے اندلس اور قیردان اور بحر محیط کے متصل تک اور مشرق کی جانب میں بلاد چین تک سب ملک مفتوح ہو اور عثمان غنی کے عہد خلافت میں کسریٰ کی حکومت کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور اس کا نام و نشان بھی نہ رہا اور کسریٰ کسریٰ مارا گیا اور شارقی و مغارب کا خراج مدینہ کے خزانے میں آنے لگا، تمام دنیا اس وقت مسلمانوں کے تابع تھی اور خدا کے فضل و رحمت سے مدینہ پر اقتدار اعلیٰ مسلمانوں کو ماہل تھا جیسے جب نادر شاہ نے شہنشاہ ہندوستان محمد شاہ پر غلبہ پالیا تو گویا کہ سارے ہندوستان پر اس کا تسلط ہو گیا اگرچہ اس وقت صوبہ دکن نے اس کی اطاعت نہ کی تھی، اس طرح سمجھو کہ جب سلطنت روم مغلوب ہو گئی تو سب ولایات فرنگ جو سلطنت روم کے ماتحت تھیں وہ سب مغلوب ہو گئیں اور گویا کہ اسلام ہی کا سب پر تسلط اور اقتدار قائم ہو گیا اور اسلام کی اسی حکم اور مضبوط و عظیم و وسیع سلطنت قائم ہوئی گویا کہ تمام دنیا کی سلطنتیں اسلامی حکومت کے ماتحت اور پیرائندہ تھیں۔

حاصل کلام یہ کہ خدا اور اس کے رسول کے وعدہ کے مطابق اتنے قلیل عرصہ میں صد ہا سال کی پادشاہی سلطنتیں مٹ گئیں اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین نے اسلام کے مقابلہ کی سرکردہ کوششیں کیں لیکن بغیر اسے چرائے تاکہ انیر و بفر و زور ہر ایک تفت و زندہ کشش بسوز و دان کی کوشش سے اُن کو کوئی فائدہ نہوا بلکہ اس کے برعکس اسلام کو عروج ہوتا رہا اسلام کی عمارتاری عرض میں کہیں پینتالیس اور چوالیس درجہ تک پہنچی جیسے باب الہند سے بلاد یونان تک اور کہیں بجاس درجہ تک جیسے ترکستان کی شمال حد تک اور کسی جگہ ستر درجہ تک اور کسی جگہ بیاسی درجہ تک پہنچی اور ان تمام اقالیم میں اسلام کے قدم جم گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ خلافت میں اگرچہ کوئی ملک مستعین نہیں ہوا مگر اسلام کی ترقی میں شک نہیں اس لئے کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ کا اختلاف بلاد و ان اختلاف تھا کفر کے مقابلہ میں دونوں بھائی ایک تھے۔

خلفاء راشدین کی فتوحات کے متعلق بڑی بڑی مہسوط کتابیں لکھی گئیں جن سے روز روشن طرح واضح ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسلام کو جو ترقی نصیب ہوئی دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ قیصر کسریٰ کی سلطنتیں اسٹ ڈالیں اور آدھا کرہ زمین فتح کر ڈالا اور توحید پر دین حق کو سر بلند کیا اور کفر اور شرک کو سرنگوں کیا اور دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دیا رضی اللہ عنہم ورضوانہ۔

(۷) فتح خیبر کی پیشین گوئی

(۸) فتح فارس و روم کی پیشین گوئی

لقد رضي الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فأنزل
السكينة عليهم وإننا لآلهم فتاح قريباً ومعاً نكشيرة ياخذونها وكان الله عزيزاً
حكيماً وعد كما لا اله الا الله معاً نكشيرة ياخذونها فاعجل لك هذه وكف ايدي
الناس عنكم ولتكون آية للمؤمنين ويهديكم صراط مستقيماً واخرى لئلا تقلوا
عليها قد احاط الله بها وكان الله على كل شيء قديراً

(الفتح ۱۸، ۲۱)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان مسلمانوں سے جو بیعت رضوان میں شریک تھے ان سے
دو وعدے فرمائے قریب میں فتح خیبر کا وعدہ فرمایا کہ اقبال تعالیٰ واثابہم فتحاً قریباً اور دوسرا وعدہ
فتح روم اور فارس کا فرمایا اس لئے کہ واکسری لہم تقدروا علیہا میں فتح فارس اور فتح روم
کی طرف اشارہ ہے۔

مجھوہ تعالیٰ اللہ کے سب وعدے پورے ہوئے خیبر آپ کی زندگی میں فتح ہوا اور فارس
وروم عمر فاروق کے زمانے میں فتح ہوئے۔

(۹) قبائل عرب کی مغلوبی اور شکست کی پیشین گوئی

قل للذین کفروا استغفلون - ا۱ یقولون نحن جمیع منتصر سیم ہمز الجمع
دیولون الدبر - (القمر - ۱۲۵)

حق تعالیٰ کے اس وعدہ کے مطابق ہجرت کے آٹھویں سال مکہ فتح ہوا اور قبائل عرب
اتنے مغلوب ہوئے کہ اسلام کے مقابلے میں سراٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ اور ہجرت کے چوتھے
سال یہود بنو نضیر مغلوب ہوئے اور جملائے وطن ہوئے اور ہجرت کے پانچویں سال بنی قریظہ
مقتول ہوئے اور ہجرت کے ساتویں سال خیبر فتح ہوا اور یہود مسلمانوں کے کاشتکار اور جزیہ
گزار بنے۔

(۱۰) فتح مکہ کی پیشین گوئی

اذا جاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يَدْخُلُونَ دِينَ الله افواجا فسبح
بحمده ربك واستغفره انه كان توابا (النصر - ۱۰-۱۱)
ہجرت کے آٹھویں سال مکہ فتح ہوا اور نزیں اور دوسویں سال ہر طرف سے قبائل عرب
اور اہل شام اور اہل عراق آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور فوج فوج دین اسلام
میں داخل ہوئے۔

(۱۱) غزوہ احزاب میں کامیابی کی پیشین گوئی

قال تعالیٰ ولما رأى المؤمنون الاحزاب قالا هذا وعدنا الله ورسوله
وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما ط (الاحزاب - ۲۳)

اور حدیث میں ہے سبب اللہ الاخر جملہ الاحزاب علیکم والعاقبة لکم علیہم
 قریب ہے کہ عرب کے مختلف قبائل اور فوجیں جمع ہو کر تم پر چڑھائی کریں لیکن آخر تم ہی کو ان پر
 غلبہ ہوگا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ غزوہ احزاب میں قبائل عرب چڑھ کر مسلمانوں پر آئے اور مجملہ
 تعالیٰ خدا اور رسول کا وعدہ سچا نکلا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے غلبہ اور فتح عطا کر دی اور کافران کا کام
 واپس ہو گئے۔

(۱۲) یہود کے متعلق پیشین گوئی کہ وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے

قل ان كانت لكم الدار الآخرة عند الله خالصة من دون الناس فتمنوا الموت
 ان كنتم صادقين ولن يتمنوه ابدًا بما قدمت ايديهم والله عليم بالظالمين (البقرہ ۹۴-۹۵)
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے فرمایا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو کہ تم اللہ
 کے محبوب ہو تو موت کی تمنا کرو اور ساتھ ہی ساتھ پیشین گوئی کرو کہ تم ہرگز موت کی تمنا
 نہیں کر سکو گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ موت کی تمنا نہ کر سکے۔

اور یہی مضمون سورہ مجملہ کی آیت میں ہے۔ ولا يتمنونه ابدًا بما قدمت
 ايديهم والله عليم بالظالمين۔

(۱۳) القارُعَب کی پیشین گوئی

سنلقي في قلوب الذين كفروا الرعب بما اشركوا بالله ما لم ينزل به سلطانا
 وما داهم النار۔ (آل عمران ۱۱۵)

جیسا کہ غزوہ حمر الاسد میں پیش آیا کہ اللہ نے کافروں کے دل میں ایسا رعب ڈالا

کہ باوجودیکہ احد میں فتح پانچے تھے۔ مگر پھر بھی ہمت نہ ہٹی۔

اور ایسا ہی غزوہ احزاب میں ہوا جس کی اللہ تعالیٰ نے یوں خبر دی ہے یا ایہا الذین آمنوا اذکرو انعمۃ اللہ علیکم اذ جاء تکم جنود فارسلنا علیہم ریحاً وجنوداً لم تروہا وكان اللہ بما تعملون بصیراً اور حدیث میں ہے۔ نصرت بالانصا و اہلکت عاد بالدد بور من جانب میری ادا صبا سے مدد کی گئی اور قوم عاد بچھا ہوا سے ہلاک ہوئے۔

(۱۴) فتنہ ارتداد اور اس کے انسداد کی پیشین گوئی

یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأخذ اللہ بقوم یرجمہم ویجوزہ اذلہ علی المومنین اعزہ علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ ولا یخافون موتاً لآئہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم (المائدہ ۵۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں پیشین گوئی فرمائی کہ آگے چل کر مسلمانوں میں سے بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے یعنی اسلام سے پھر جائیں گے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ ان کے مقابلے کے لئے ایسے لوگ کھڑے کرے گا جو ان مرتدوں سے مقابلہ اور قتال کر دیں گے اور وہ مرتدین سے قتال کرنے والے خدا تعالیٰ کے محبوب اور محبوب ہوں گے، چنانچہ صدیق اکبر کے زمانے میں فتنہ ارتداد پیش آیا اور حکم صدیق اکبر صحابہ کرام نے مرتدین سے جہاد و قتال کیا اور مرتدین کو شکست دی۔

(۱۵) وقت انبوہ کی پیشین گوئی

اذ جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فنبہ بحد ربک واستغفرہ انہ کان تواباً (الانصر)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس سورت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

سفر آخرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے اور لوگ فوج فوج اسلام میں داخل ہونے لگیں تو کچھ لمبے کر بولت کا مقصود پورا ہو گیا۔ اب تسبیح و تہلیل اور استغفار میں مشغول ہو جائے اور سفر آخرت کی تیاری کیجئے۔

یہاں تک ان پیشین گوئیوں کا ذکر تھا جو قرآن کریم میں مذکور ہیں ماب ہم ان پیشین گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جو احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور ہیں۔

ان پیشین گوئیوں کا بیان جن کا ذکر حدیث میں آیا ہے

صحیحین میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں قیامت تک پیش آنے والے امور کا ذکر فرمایا یا در کھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا۔ جو بھول گیا اور میسر اصحاب کو بھی اس کی خبر ہے ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں جو میں بھول گیا مگر جب ان کو دیکھنا ہوں تو یاد آجاتی ہیں یعنی بعد وقوع کے پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی بات ہے کہ جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی جس طرح کسی شخص کی صورت یا وہو اور وہ غائب ہو جائے۔ پھر جب اسے دیکھتا ہے تو پہچان لیتا ہے کہ یہ وہی وہ فلاں شخص ہے۔ دیکھو زرقانی شرح مواہب مہذبہ و دیکھو فتح الباری ص ۶ باب بدلائق اور کتاب القدر اب ہم نہایت اختصار کے ساتھ ان چیزوں کو بیان کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقوع بیان فرمائیں اور بجائے تخریج حدیث کے حوالہ کتاب چمکتا کتے ہیں تاکہ جن کو تفصیل اور تحقیق درکار مہر وہ اصل کتاب کی مراجعت کرے۔

(۱) خلافت راشدہ کی خبروں کی بے شمار احادیث سے ثابت ہے۔

(۲) خلافت راشدہ کی مدت کی خبروں کہ وہ تیس سال ہوگی زرقانی ج ۲ ص ۲۲۲

(۳) شیخین کی خلافت کی خبروں کی میرے بعد ابو بکر و عمر کا اقتدار کرنا۔

(۴)۔ خلافت راشدہ کی بابت بار بار ایسے ارشادات ظاہر ہوئے جس سے خلافت راشدہ کی ترتیب کا پتہ چل جاتا ہے۔

(۵)۔ اسلامی سلطنت کی وسعت اور فتوحات عظیمہ کی خبر دی اور فرمایا کہ میری امت کی سلطنت اتنی وسیع ہوگی جتنی زمین بھگوسمیٹ کر دکھلائی گئی (زر قانی ص ۱۷ ج ۷)

(۶)۔ قیصر کسریٰ کی ہلاکت و بربادی کی خبر دی۔ (زر قانی ج ۷، ص: ۲۰۷)

(۷)۔ خلافت راشدہ اور اس کے بعد ملک عضو کی خبر دی (زر قانی ص ۲۲ ج ۷)

(۸)۔ فتح یمن اور فتح شام اور فتح عراق اور فتح مصر اور فتح بیت المقدس اور فتح قسطنطنیہ کی پیشین گوئی فرمائی۔

(۹)۔ جنگ بدر کے موقع پر جنگ شروع ہونے سے ایک روز پیشتر نام بنام مقتولین بدر کی خبر دی اور یہ فرمایا کہ فلاں شخص فلاں جگہ قتل ہو کر گرے گا، چنانچہ جگہ جس کیلئے فرمائی تھی وہیں گرا۔

(۱۰)۔ ابی بن خلف کے قتل کی خبر دی کہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔

(۱۱)۔ غزوہ خندق کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد قریش ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہ کریں گے بلکہ ہم ہی ان پر چڑھائی کریں گے۔

(۱۲)۔ بنی نضیر کی وفات کی خبر دی۔ (زر قانی ص ۱۷ ج ۷)

(۱۳)۔ غزوہ موتہ میں جو امیر لشکر شہید ہوئے حضور پر نور نے عین وقت پر شہادت تفصیل و ترتیب کے ساتھ ان کی شہادت کی خبر دی۔ (زر قانی ص ۱۷ ج ۷)

(۱۴)۔ مکہ مکرمہ میں قریش کو یہ خبر دی کہ صحیفہ ظالمہ کو جو خانہ کعبہ میں آویزاں ہے سوائے خدا کے نام کے کیرلوں نے کھا لیا ہے۔ (زر قانی ص ۱۷ ج ۷)

(۱۵)۔ مرض الوفات میں آپ نے حضرت فاطمہ کو یہ خبر دی کہ میری وفات کے بعد میرے اہل و عیال میں سے سب پہلے تو اگر مجھ سے ملے گی۔ (زر قانی ص ۱۷ ج ۷)

(۱۶)۔ حضور پر نورؐ اپنے مرض الوفا میں اپنی اذواج مطہرات سے عارضا و فریاد کا تم میں سے جو سب سے زیادہ خیرات کرنے والی ہوگی وہ جلد تر مجھ سے آکر لے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اذواج مطہرات میں حضرت زینب بنت جحش جو سب سے زیادہ خیرات کیا کرتی تھیں سب بیویوں سے پہلے ان کی وفات ہوئی۔

(۱۷)۔ حضرت عمرؓ کے حق میں فرمایا کہ یہ شخص فتنہ کا قتل ہے یعنی جب تک عمر زندہ رہے گا فتنہ بھی متھل اور مقید رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمرؓ کے وقت تک مسلمانوں میں کوئی فتنہ اور فساد رونما نہیں ہوا جب وہ گزر گئے تو فتنہ و فساد شروع ہوا۔

(۱۸)۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر زرقانی ۲۳۷ ج ۱۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنیؓ کے متعلق خبر دی کہ تم دشمنوں کے بڑے سے شہید ہو گے اور تمھارے لئے جنت ہوگی چنانچہ ہو یہو ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ دیکھو اسلم بروایت ابی موسیٰؓ اور حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا کہ ایک بدترین امت تمہارے سر پر ایسی تلوار ملے گی جس سے تمھاری داڑھی رنگین ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (زرقانی ۲۳۷ ج ۱)

(۲۰)۔ جنگ جمل کی خبر۔ (زرقانی ۲۱۵ ج ۱)

(۲۱)۔ جنگ صفین کی خبر۔ (زرقانی ۲۱۵ ج ۱)

(۲۲)۔ خروج عائشہ صدیقہؓ کی خبر زرقانی ۲۱۵ ج ۱)

(۲۳)۔ حضرت عمارؓ کے متعلق آپؐ نے پیش گوئی فرمائی کہ تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ چنانچہ عمار باغی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے، زرقانی ۲۲۲ ج ۱

(۲۴)۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کرائے گا۔ زرقانی ۲۱۵ ج ۱، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۲۵)۔ امام حسینؓ کی شہادت کی خبر دی۔ زرقانی ۲۱۵ ج ۱۔ امام حسینؓ شہید ہوئے میری

امت کے دگ تم کو قتل کریں گے دقتہ قتله۔ مذکورہ فی ص ۱۱۵ ج ۲ زرقانی۔

(۱۲۶)۔ ثابت بن قیس بن شماس کی شہادت کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲۔

(۱۲۷)۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ابتلا کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲۔

(۱۲۸)۔ عبداللہ بن عباس کے ابوالمخلفار ہونے کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲ و ص ۱۱۶ ج ۲ و انسان

الشکوک ص ۲۲۲

(۱۲۹)۔ عالم مدینہ کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲ و ص ۱۱۶ ج ۲ یعنی امام مالک کے ظہور کی خبر۔

(۱۳۰)۔ عالم قریش کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۱ یعنی امام شافعی کے ظہور کی خبر۔

(۱۳۱)۔ عالم فارس یعنی ابوحنیفہ کے ظہور کی خبر۔ دیکھو تبیض الصغیر فی مناقب الامام ابی

حنیفہ للسيوطی

(۱۳۲)۔ ہر صدی پر ظہور مجدد کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲۔

(۱۳۳)۔ خروج خوارج کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲۔

(۱۳۴)۔ ظہور روافض کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲۔

(۱۳۵)۔ قدریہ اور مجاہد کے ظہور کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲۔

(۱۳۶)۔ خروج دجالین یعنی مدعیان نبوت کے خروج کی خبر۔ زرقانی ص ۱۱۵ ج ۲۔

(۱۳۷)۔ منکرین حدیث کے خروج کی خبر۔

(۱۳۸)۔ اسود غسی کے متعلق خبر اسود غسی میں صنعا میں نبوت کا دعویٰ کیا آپ نے اس کے

قتل کی پیشین گوئی فرمائی اور جس شب میں مارا گیا اسی وقت آپ نے مدینہ میں مساجد کو

خبر دی۔

(۱۳۹)۔ مختار اور حجاج کے خروج کی خبر۔

(۱۴۰)۔ شیر دیہ کے ہاتھ سے پرویز کے مارے جانے کی خبر۔

(۱۴۱)۔ حضرت عباس جو مال ام الفضل کے پاس چھوڑ آئے تھے اس کی خبر۔

حضرت عباس اسلام لانے سے پہلے جب جنگِ بدر میں اسیر ہو گئے آئے اور ان سے فدۂ طلب کیا گیا تو یہ کہہ کر مجھ میں فدیہ دینے کی طاقت نہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ مال اور سونا کہاں ہے جو تم نکلے سے چلتے وقت رات میں ام فضل کے پاس رکھ آئے ہوا سے دے کر آنا دھو جاؤ حالانکہ اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ زرِ قانی مشعل ج ۴۔

(۴۲-۴۳)۔ فتن اور زلازل اور اشراطِ ساعت اور خروجِ حج و جہاں اور طلوعِ غمس از مغرب اور خروجِ حاجۃ الارض اور خروجِ ناکر کی خبر۔ زرِ قانی ۲۲۲ ج ۲ تا ص ۲۲۳ ج ۴۔

غرض یہ کہ بہت سے ایسے امروں میں کہ جن کی نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے قبل از وقوعِ خبر دی جن کا بغیر وحی خداوندی معلوم ہونا ناممکن ہے یہاں چند امور بطور نمونہ مختصراً لکھ دیئے گئے۔
اللہم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ و ہارک وسلم۔

معجزاتِ یمن و برکت

ہر نبی و رسول کی ذات والا صفاتِ یمن اور برکت کا سرچشمہ ہوتی ہے مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اور کمالات میں انبیاء کرام افضل میں اسی طرح آپ سے جس قدر یمن و برکات کے معجزات صادر ہوئے وہ کسی اور سے صادر نہیں ہوئے۔ مختصر یہ کہ آپ کی برکت سے تھڑے سے کھانے کا اور ایک تھڑے سے پانی کا ایک لشکرِ عظیم کے سیر کی اور سیرابی کے لئے کافی ہونا جس کا متعدد مواضع میں مشاہدہ کیا گیا۔

چنانچہ (۱)۔ جنگِ خندق کے روز حضرت جابر کے مکان میں صرف ایک سیر جو کے لئے سے بہت سے آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ (بخاری و مسلم بروایت جابرؓ)

(۲)۔ حضرت ابو طلحہ کے مکان پر بھی جنھوں نے صرف آپ کی دعوت کی تھی اور دو تین آدمیوں کا کھانا پکایا تھا اس تھڑے سے کھانے سے اپنے تمام ساتھیوں کو بخوبی پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ (بخاری و مسلم بروایت انسؓ)

(۳)۔ ایک دفعہ ایک صانع جو دینی ساڑھے تین سیر اور ایک بھری کے بچے کے گزشت سے آپ نے اسی آدمیوں کو شکم سیر کر دیا دہیتی و دلائل النبوة)

(۴)۔ حدیبیہ کے کنوئیں میں پانی نہیں ملا تھا، آپ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی اس میں ڈالا تو اس میں پانی چشمہ کی طرح جرش مارنے لگا، ہندو مسلمانوں نے پانی پیا اور اپنے جانفروں کو پلایا۔
(بخاری بروایت برابر بن عازبؓ و مسلم بروایت سلمہ بن اکوعؓ)

(۵)۔ تبرک کے چشمہ میں پانی سوکھ گیا تھا، حضورؐ پُر پُور نے اپنی وضو کا پانی اس میں ڈال دیا تو اس چشمہ کا پانی اتنا چڑھا یا کہ ہزار ہا کی تعداد میں اہل لشکر نے خوب سہا ب ہو کر پیا۔ (مسلم بروایت معاذ بن)

(۶)۔ ایک دفعہ تمام لشکر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پیاس سے بے تاب ہو گیا تو حضورؐ پُر پُور نے ایک چھوٹے سے پیالے جس میں آپؐ کا ہاتھ اچھی طرح پھیل نہیں سکتا تھا، میں اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپؐ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے لگا جس سے تمام شکر نے ہالی بھی پیا اور وضو بھی کی (بخاری و مسلم بروایت نس)

(۷)۔ ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا آپؐ نے ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ سب اہل صفہ کو کھلاؤ۔ جو شترانی آدمی تھے سب کے سب ایک پیالہ دودھ سے سیراب ہو گئے اور دودھ کا پیالہ اسی طرح ہالی رہا۔ (بخاری شریف)

(۸)۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب سے نکاح کیا تو حضرت انسؓ کی والدہ ام سلمہؓ نے حضورؐ کو کھانا بچا کر آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ نے بہت سے صحابہ کو مدعو کر لیا۔ اور حکم دیا کہ دس دس آدمی بیٹھ جائیں اور کھانا شروع کریں، تقریباً تین سو آدمی سیر ہو گئے اور کھانا پیچے سے زیادہ تھا۔ (صحیح مسلم)

استجابت و عار

من جملہ سجرات کے ایک قسم معجزہ کی یہ ہے کہ آپؐ نے جس کے حق میں جو عافرائی وہ قبول

ہوتی۔ اس قسم کے معجزات کو معجزات سیف اللسانی بھی کہتے ہیں۔ سیف زبان اصطلاحی طور پر اس کو کہا جاتا ہے کہ جس کی زبان سے جو کچھ نکل جائے ویسا ہی ہو جائے اور کسی طرح بھی ٹائے نہ ٹٹے یہ خدا کے برگزیدہ اور مؤیدین اللہ ہونے کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ ان کی زبان سے جو کہلو اور تیا ہے وہ جوں کا توں ہو کر رہتا ہے اور ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان درفش کا کیا کہنا جو فرمایا وہ پتھر کی بکیر ہو گیا اور جس شخص کی نسبت جو کلمہ آپ کی زبان مبارک سے نکل گیا وہ باطل وسیع کا دیا ہو کر رہا۔

(۱)۔ حضرت انس کے لئے دُعا فرمائی جو بہت مفلس تھے آپ کی دُعا سے بڑے دولت مند ہو گئے۔

(۲)۔ عبدالرحمن بن عوف آپ کی دُعا سے اس قدر مالدار ہو گئے کہ لاکھوں کے مالک ہو گئے۔

(۳)۔ حضرت سعد کے لئے حضور پُر نور نے دُعا کی کہ اے اللہ سعد کو مستجاب الدعوات بنا دے چنانچہ سعد جو دُعا کرتے وہ قبول ہوتی۔

(۴)۔ سراقہ نے بوقت ہجرت آپ کا تعاقب کیا اور آپ کے نزدیک پہنچ گیا آپ نے دُعا کی کہ اے اللہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس جائے اسی وقت فی الغد گھٹنوں تک دھنس گیا پھر جب اُس نے ایمان قبول کیا تو آپ نے دُعا کی اسی وقت گھوڑا زمین سے اُٹھ آیا۔

(۵)۔ عبداللہ بن عباس کے لئے بچپن میں آپ نے علم و حکمت کی دُعا کی جس کا اثر یہ ہوا کہ علم و حکمت کے چشمے آپ کی زبان سے جاری ہو گئے۔

(۶)۔ ابو ہریرہؓ کے لئے حافظہ کی دُعا کی جس کا اثر یہ ہوا کہ اس کے بعد ابو ہریرہؓ نے جو سنا اس میں سے کوئی چیز نہیں بھولے۔

(۷)۔ ابو ہریرہؓ کی والدہ کے لئے ہدایت کی دُعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت نصیب کی (بخاری)

(۸)۔ ایک مرتبہ آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے اور سب پر ایک چادر

- قال کرد عمار کی اس دُعا پر دروازہ کی دھڑکنے لگی اور میں نے نماز میں کمی اور تین مرتبہ کہی۔
 (۱۹)۔ قریش نے جب آپ کی سخت مخالفت کی تو آپ نے ان کے حق میں بددعا کی کہ اے اللہ
 ان پر قحط نازل فرما چنانچہ آپ کی دُعا سے قریش پر قحط نازل ہوا (بخاری شریف)
 (۱۰)۔ مدینہ منورہ میں قحط پڑا جمعہ کے خطبہ میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر درخواست کی یا رسول اللہ
 بارش کے لئے دُعا فرمائیے، آپ نے ہاتھ اٹھا کر دُعا کی اسی وقت پانی برسنا شروع ہو گیا۔

معجزات شفاء امراض

- (۱)۔ خیبر میں حضرت علی مرتضیٰ کی آنکھیں دکھنے لگیں آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان پر لگا یا فوراً
 اسی وقت صبح سلامت ہو گئیں اور پھر کبھی دکھنے نہیں آئیں۔ بخاری شریف بروایت ابن
 مسعود اس قسم کے معجزات کی تفصیل شرح شفاء قاضی عیاض اور شرح مواہب میں لکھی۔
 (۲)۔ قتادہ بن النعمان کی آنکھ نکل کر گر پڑی، آپ نے اپنے دست مبارک سے اُس آنکھ کے
 ڈھیلہ کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ آنکھ اپنی جگہ سلامت اور خوشنما ہو گئی کہ دوسری آنکھ بھی
 نہ تھی۔
 (۳)۔ عبداللہ بن عقیق جب ابراہیم کو قتل کر کے واپس آنے لگے تو زینرہ سے اجرت پرے
 کر دیے اور ٹانگ ٹوٹ گئی، آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا فوراً اسی اچھی ہو گئی
 گویا کہ کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔ بخاری شریف باب قتل ابی رافع۔
 (۴)۔ غار ثور میں حضرت صدیق کو سانپ نے ڈس لیا تھا تو آپ نے ثعاب دہن لگا دیا اسی وقت
 شفاء ہو گئی۔

- (۵)۔ ایک نابینا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس کو ایک خاص دُعا بتلائی اور فرمایا کہ
 وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو اور میرے وسیلہ سے یہ دعا مانگو اللہ تعالیٰ تمہاری حاجت

پوری کرے گا، اس نابینا نے اسی طرح دعد مانگی عثمان بن حنیف کہتے ہیں کہ ہم ابھی اس مجلس سے اُنھیں نہ تھے کہ وہ نابینا بن گیا۔ ترمذی کتاب الدعوات و مستدرک حاکم ص ۱۹۵ ج ۱

(۶) - حبیب بن ابی ذئب کے باب کی آنکھوں میں بھٹی پڑ گئی اور نابینا ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر پڑھ کر دم کیا اسی وقت آنکھیں انچی ہو گئیں (طبرانی و بیہقی و ابن ابی شیبہ)

(۷) - حذیفہ الوداع میں ایک عورت اپنے ایک بچہ کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی جو گرجا تھا اور عرض کیا کہ یہ بچہ بوتا نہیں آپ نے پانی منگایا اور ہاتھ دھو کر اُس کی اور یہ فرمایا کہ یہ پانی اس بچہ کو پلاؤ اور کچھ اس پر چھڑک دو، دو سکر سال وہ عورت آئی تو وہ بچہ بالکل اچھا ہو گیا تھا اور بولنے لگا تھا۔ سنن ابن ماجہ باب النشرہ و دلائل ابی نعیم ص ۱۶۷

(۸) - محمد بن حاطب صحابی یحییٰ بن علی کی گود سے آگ میں گر پڑے اور کچھ جل گئے، آپ نے اس پر اپنا لعاب دھن لگا دیا فوراً اچھے ہو گئے۔ رواہ ابو داؤد و الطیالسی و ابن حبیب و البخاری و ترمذی۔

(۹) - ابو ہریرہ نے اپنے حافظ کی شکایت کی کہ آپ سے جو سنت ہوں وہ منقول جاتا ہوں آپ نے فرمایا اپنی چادر بچھلاؤ پھر آپ نے اس میں اپنی دو لمبوں سے کچھ ڈالا اور فرمایا کہ اس کو اپنے سینے سے لگاؤ ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا (بخاری و ترمذی)

(۱۰) - ایک شخص نے اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ میرا بھائی بیمار ہے اور اس پر جنون کا اثر ہے۔ آپ نے فرمایا اُس کو لے کر آؤ جب وہ لایا گیا تو آپ نے قرآن کریم کی متعدد سورتیں پڑھ کر اس پر دم کیں اسی وقت وہ اچھا ہو گیا اور جنون کا کوئی اثر اس پر نہ رہا۔ (سنن ابن ماجہ باب الغرض و الارق)

فَتِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

عرض کہ شفا و امراض کے متعلق اور بھی حضور پر نور کے بہت سے معجزات ہیں جن پر

آپ نے چہ کر دم کیا یا صاحب دین لایا یا ماتہ پھر یاد و فرزا اچھا ہو گیا۔

اَحْيَاءُ مَوْتِي

حضرات انبیاء کرام و اصل روحانی طبیب ہیں دل اور روح کی بیماریوں کے علاج کے لئے مبعوث ہوئے لیکن بطور غرقِ عادت کبھی کبھی حق تعالیٰ شانہ انبیاء کرام کے ماتہ سے ایسے امراضِ جسمانی کو شفاء بخشتا ہے جس سے اطباء عاجز ہوتے ہیں اور گاہ بگاہ اپنی قدرتِ کاملہ سے انبیاء کے ماتہ پر غور سے بھی زندہ کر دیتا ہے کہ لوگوں پر اس نبی برحق کا برگزیدہ خداوندی ہر کام فایز ہو جائے۔

اس قسم کے معجزاتِ نبیاء و ترعینی علیہ السلام کو عطا ہوئے۔
حق جل شانہ نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجودیکہ گوناگوں اور قسم قسم کے معجزات عطا فرمائے مگر شفاء امراض اور احیاء موقتی کے قسم سے بھی آپ کو خطا فرما فرمایا اور مردوں کی ایک جماعت آپ کے ماتہ پر زندہ فرمائی۔ زرقانی ص ۱۱۱ ج ۱۔

حسن یوسف دم عیسیٰ پر بیضی داری

انچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہام قرطبی اپنی کتاب تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر مردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا جس کا قاضی عیاض نے اپنی شفاء میں ذکر کیا ہے۔ دیکھو شرح شفاء للعلامة القاری ص ۲۳۳ ج ۱

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی بڑھیا کا ایک جوان بیٹا مر گیا سب نے اس پر ایک کپڑا ڈال دیا اور اس کو ڈھانک دیا پھر وہی ماں کو یہ صدمہ ہوا اور چلائے لگی اور یہ کہا کہ اے پروردگار تجھے خوب خوب معلوم ہے کہ میں غاص تیرے لئے اسلام لائی اور تیروں کو چھوڑا اور

بعد شوق و رغبت تیرے رسول کی طرف ہجرت کی اسے اللہ مجھ پر بہت پرستوں کو ثبات کا موقع نہ دے اور مجھ پر یہ ناقابل برداشت صدمہ نہ ڈال، حضرت انس فرماتے ہیں کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم اصحاب صفہ اس وقت وہاں موجود تھے، خدا کی قسم ہم ابھی وہیں موجود تھے کہ یکایک وہ نوجوان زندہ ہو گیا اور اپنے منہ سے اپنی چادر اتاری اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا اور وہ نوجوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تک زندہ رہا اور اس کی بڑھیا ماں اس نوجوان کی زندگی میں وفات پا گئی رواہ ابن عدی وابن ابی الدنیا والبیہقی والبیہقی تفصیل کے لئے زرقانی ج ۱۸ جلد ۱ دیکھئے۔

ف - اس استغاثہ اور ناپ کی برکت سے اس کا بیٹا زندہ ہو گیا۔

(۲) دلائل بیہقی میں ہے کہ اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی اس نے یہ کہا کہ میں جب اسلام قبول کروں گا جب آپ میری لڑکی کو زندہ کر دیں جو قبر میں مچکی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ اس کی قبر دکھلاؤ، وہ شخص آپ کو اس کی قبر پر لے گیا، آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس لڑکی کا نام لے کر اس کو پکارا وہ لڑکی زندہ ہو گئی اور لڑکی دس دیک جی حاضر ہوئی کہتی ہوئی قبر سے باہر نکل آئی، آپ نے اسے ارشاد فرمایا کہ کیا تو اپنے ماں باپ کے پاس رہنا چاہتی ہے، اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالیٰ کا قرب ماں باپ سے بہتر ہے اور میں نے آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔ (زررقانی ج ۱۸ ص ۵، شفا رقاہی میاں ص ۱۴۰)

(۳) - عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام حجۃ الوداع میں مقام حجون میں اترے اور ایک راز میرے پاس رہنیدہ اور غنچین اور روستے ہوئے باہر گئے پھر جب واپس آئے تو مسرور تھے اور مکرر کہتے تھے، میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرے والدین کو زندہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے والدین کو زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لائے اور پھر وفات پا گئے۔

اس روایت کو اسماعیل نے روض الانف میں ذکر اور یہ کہا کہ اس روایت کی سند کے دہلوی مجہول ہیں اور حافظ ابن کثیر نے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ بہت ضعیف ہے مگر موقوف نہیں اور نفاک

قاضی عباس فرماتے ہیں کہ حدیث شاذہ مسمومہ مشہور ہے جس کو ائمہ حدیث نے اپنی صحاح اور سنن میں ردایت کیا ہے، مائتہ مشکلیں کا اس میں اختلاف ہے، امام ابوالحسن اشعری اور قاضی ابوبکر ہاقلانی تو یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی مردہ بکری میں اپنی قدرتِ کاملہ سے کلام اور حروف اور اصوات کو پیدا کر دیا جیسے خدا تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے بارہا شجر اور حجر میں کلام اور حروف اور اصوات کو پیدا فرمایا پس اسی طرح بکری کا گوشت اپنی ہی حالت اور شکل پر رہا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں قدرتِ گویائی کی پیدا کر دی۔

اور بعض مشکلیں یہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس گوشت میں حیات اور زندگی پیدا فرمائی اور حیات کے بعد اُس گوشت نے کلام کیا اور یہ ہی امام ابوالحسن اشعری سے منقول ہے، دیکھو شفار قاضی عیاض ۱۵۹ و مناہل الصفا ۴۴

(۱۵)۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں کعبور کے ایک ستون سے سہارا لگا کر خطبہ پڑھ کر رہے تھے، اس کے بعد جب منبر تیار ہو گیا تو آپ نے منبر پر خطبہ دینا شروع کر دیا تو یکبارگی صدمہ مفارقت میں وہ ستون چلا کر رونے لگا آپ منبر سے اترے اور اس کو اپنے بدن سے چسپایا اسودہ بچکیاں لینے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ستون ہمیشہ ذکرِ خطبہ کرتا کرتا تھا اب جو نہ سنارونے لگا، بخاری شریف قاضی عیاض اور دیگر حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ گریہ ستون کی حدیث متواتر ہے صحابہ کرام کے ایک کثیر جماعت سے مروی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعلقے فرماتے ہیں کہ حنین ہند (یعنی گریہ ستون) کا معجزہ حضرت عیسیٰ کے حید موتی کے معجزہ سے زیادہ بلند ہے اس لئے کہ میت اگر زندہ ہو جائے تو اپنی حالت سابقہ یعنی گزشتہ حیات کی طرف لوٹ آیا بخلاف کھڑکی کے کہ وہ توجہ و محض ہے، اس میں پہلے سے حیات کا کہیں نام و نشان نہ تھا اس کا مفارقت نبوی کے صدمہ و الم سے رونے غایت درجہ عجیب ہے، امام بیہقی نے امام شافعی سے اسی طرح نقل فرمایا اور علی ہذا و رشتوں اور بیہاؤں میں سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آغازیں آنا اور آپ کے اشارے سے بتوں کا گر جانا اور آپ کی مجلس میں کھانوں سے شمع

کی آواز سنائی دینا یہ معجزات بھی احیاء موتی کے معجزات سے کم نہیں اور اعلیٰ ہذا اور درختوں کا آپس کے بلانے سے آجانا اور آپس کے اشارہ سے اپنی جگہ واپس آجانا یہ بھی احیاء موتی کے معجزہ سے کم نہیں۔
غرض یہ کہ احیاء موتی کے متعلق متعدد احادیث سے متعدد واقعات مختلف سندوں کے ساتھ ملتے ہیں مگر افسوس کہ اگرچہ وہ روایتیں پایہ صحت کو نہیں پہنچیں لیکن تدریس و مشترک کے طور پر اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ احیاء موتی اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور ثابت ہے لہذا اس کو بالکل بے اہل اور موضوع قرار دینا صحیح نہیں۔

معجزات عیسیٰ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ وہ ہے جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے *وأنفخ في الصور فيكون طيرًا بأذن الله*۔
یعنی آپ گیلی مٹی لیتے اور اس سے چڑیا کا پتلا بناتے پھر اس میں پھونک دیتے تو وہ حکم خدا چڑیا بن جاتا تھا روایت کیا جاتا ہے کہ یہ مٹی کی چڑیا کچھ دور تک اڑتی، پھر مگر گر پڑتی تاکہ اصلی چڑیا اور اس اعجازی چڑیا میں فرق نہ رہ جائے۔ مگر یہ معجزہ چاروں انجیلوں میں مذکور نہیں۔
اس کے بعد احیاء موتی کا معجزہ ہے جو چڑیا کے معجزہ سے ذرا کم ہے کیونکہ جو مردہ حال ہی میں مرا ہے اس میں حسب سابق زندگی کا لوٹ آنا شائع عجیب نہیں جتنا کہ مٹی کے پتلے کا چڑیا بن جانا عجیب اور احیاء موتی کے بعد شفا مرضی یعنی بیماروں کے اچھا کر دینے کا معجزہ ہے۔
اور شفا مرضی سے ان ذکر کا شفا میں جن کو حق تعالیٰ نے دانہ تکہ ہمارا ناسطون و ما تدخرون سے بیان کیا ہے یعنی تم کو خبر دے دوں گا کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ جمع کرتے ہو۔

یہ معجزہ حضرت مسیح کے ساتھ مخصوص نہیں دیگر انبیاء بنی اسرائیل نے بھی بہت سے اہم آئندہ ائمہ کے قبل از وقوع خبر دیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں رؤیوں کے غلبہ کی خبر سات آٹھ سال پہلے دی

گئی اور فتح خیر اور فتح شام و عراق کی خبر دی گئی نصاریٰ نے حضرت مسیح کے کل ۲۷ معجزے بیان کئے ہیں جن میں سب سے بڑا معجزہ مُردوں کو زندہ کرنے کا ہے اور یہ معجزہ بھی انجیلی روایات کی بنیاد پر مرنے والے باؤٹس آیا ہے۔ پہلا مُردہ شہر نائین کا رہنے والا تھا اس کا جنازہ اٹھ چکا تھا اور اس کی ماں رو رہی تھی حضرت مسیح نے اس کے جنازہ کو روک کر کہا اے جوان اٹھ جا وہ مُردہ اٹھ بیٹھا اور لوٹنے لگا اور اس نے اس کو اس کی ماں کو سوپ دیا۔ سب پر وہشت طاری ہو گئی اور کہنے لگے کہ یہ بڑا نبی ہے جو ہم میں اٹھا ہے دیکھو۔ انجیل لوقا باب ۷ درس ۱۱ تا ۱۷

دوسرا واقعہ۔ ایک مُردہ لڑکی کے زندہ کرنے کا ہے جو انجیل متی باب ۱۸ درس ۱۸ تا ۲۴ میں مذکور ہے۔

تیسرا واقعہ آپ کے محبوب معزز کو زندہ کرنے کا ہے جو آپ کی چھٹی مریم کا بھائی تھا جسے مرے ہوئے اور دفن ہوئے چار دن ہو چکے تھے حضرت مسیح تشریف لائے اور باد از بلند پکارا اے معزز نکل آ۔ جو مر گیا تھا وہ کفن سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے باہر نکل آیا اور اس کا چہرہ روال سے لیٹا ہوا تھا یسوع نے ان سے کہا اے کھول کر جانے دو۔

یہ واقعہ انجیل یوحنا کے باب ۱۱ میں مذکور ہے۔

یہودان معجزات کی بابت یہ کہتے ہیں کہ یہ نین شخص حقیقت میں میرے نہیں تھے بلکہ سکتے کی حالت میں تھے، بسا اوقات ایسی حالت میں شدید یہوش کو مردہ سمجھ لیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ متھون حکومتوں میں اس وقت تک دفن کی اجازت نہیں ہوتی جب تک مستند و اکثر موت کی شہادت نہ کھو دے۔

اہل اسلام یہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت مسیح کے احیاء مرنے کے معجزہ کو قرآن و حدیث کی شہادت کی بنیاد پر مانتے ہیں درنہ علماء نصاریٰ کے پاس کوئی سلسلہ اسناد و نبی کہ جس کے ذریعہ کوئی متفقہ اسناد پیش کر سکیں۔ بخلاف معجزات محمدیہ کے کہ وہ تمام اسانید صحیحہ اور متصلہ اور مسلسل کے ساتھ منقول اور مروی ہیں اور جو روایتیں مرسل طریقہ پر یا ضعیف طریقے سے مروی ہیں وہ

متعدد سندوں کے ساتھ مروی ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک شئی کا متعدد طریقوں اور مختلف ماہیوں سے منقول ہونا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ روایت بے اہل نہیں تعدد طریق سے روایت میں ایک گونہ قوت آجاتی ہے جو بسا اوقات اس کو صحیح اور حسن کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے اور سیوہ اور نصاریٰ کے یہاں نہ سلسلہ اسناد ہے اور نہ علم رجال ہے اس لئے ہائیل میں جن واقعات کی روایت کی گئی ہے وہ کوئی وزن نہیں رکھتی۔

مقصود نبوت

تمام علما اہل کتاب کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو دنیا میں نبی اور پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان پر وحی نازل کی تاکہ وہ انسانوں کو حق کی طرف رہنمائی کریں اور ان کو دائمی نجات حاصل کرنے کا طریقہ بتلائیں۔

پس جس بنا پر علماء اہل کتاب - اہل یمن اسرائیل کی نبوت کے قائل ہیں وہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود ہے بلکہ آپ میں خصائص نبوت اور دلائل رسالت، تمام انبیائے زمانہ صفات اور رکشن ہیں اور روایت کے لحاظ سے سب سے زیادہ صحیح اور شہادت سے غایت درجہ بعید بلکہ پاک اور منزہ ہیں۔

نبوت و رسالت کا سب سے اہم اور اعظم پہلو وہ دینی عقائد اور عبادات اور آداب و اخلاق اور احکام و معاملات کا معاملہ ہے۔

دوسرا پہلو دلائل نبوت اور براہین رسالت یعنی معجزات کا ہے۔

تیسرا پہلو پیشین گوئیوں کا ہے۔

چوتھا پہلو اصلاح عالم کا ہے۔

پانچواں پہلو اثر ہدایت کا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچوں باتوں میں تمام انبیاء و مرسلین سے بڑھ کر ہیں۔

نصاری کی گمراہی کا سبب

حق جل شانہ نے جس طرح دیگر انبیاء کرام کو آیات بنیات اور معجزات عطا کئے تاکہ اُن کی نبوت و رسالت کی سند اور دلیل بنیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بہت سے خوارقِ عادت سے سرفراز فرمایا۔

نصاری حضرت عیسیٰ کی ان نشانیوں کو دیکھ کر یہ سمجھ کر یہ نشانیاں خود حضرت عیسیٰ کی قدرت سے پیش آئی ہیں اور ان کی یہ قدرت میں قدرت الہی ہے، اس لئے ان نادانوں نے یہ سمجھ لیا کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ حضرت مسیح میں حلول کرایا ہے اور اُن کے ساتھ متحد ہو گیا ہے اور وہ اور خدا ایک ہیں۔

جیسے مسلمانوں میں جو لوگ اولیاء اللہ کے بدلے میں خلوت کرتے ہیں، وہ اپنی ضرورتوں اور مصیبتوں میں اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان عباد صالحین کو اس قسم کے تصرف کا اختیار ہے کہ جس کو چاہیں نفع یا ضرر پہنچائیں، اس قسم کے لوگ اگرچہ ان عباد صالحین کو معبود اور خدا نہیں سمجھتے بلکہ ان حضرات کو خدا کا بندہ ہی سمجھتے ہیں اور اسی وجہ سے یہ لوگ دائرۂ اسلام سے خارج نہیں۔ مگر بایں ہمدھانیّت اور شرک سے مشابہت ضرور ہے اور ان لوگوں کا یہ فعل اگرچہ شرک اعتقادی اور فروعی عن الملة نہ ہو مگر شرک عملی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

حضرات انبیاء حق تعالیٰ شانہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں اُن کی بعثت کی غرض نہایت یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو معرفت اور عبادتِ الہی کی راہیں دکھائیں اور اُن کے اخلاق و اعمال کی اصلاح و تزکیہ کریں اور ان کی آیات بنیات اور خوارقِ عادت جو اُن کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں وہ ان کی نبوت و رسالت کے دلائل و براہین ہوتے ہیں۔ نصاریٰ جیادری نے ان معجزات کو دلائلِ الوسیّت سمجھ لیا اور یہ نہ سمجھا کہ یہ معجزات حضرات انبیاء کے اختیاری افعال نہیں بلکہ قدرتِ خداوندی کے کرشمے ہیں جو ان جانب اللہ انبیاء کرام کی نفیست اور برتری ظاہر کرنے کے لئے محض خدا تعالیٰ

کی قدرت اور ارادہ سے انبیاء کرام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ انبیاء کی قدرت اور ارادہ کا ان کے صدور و ظہور میں کوئی دخل نہیں۔

حق تعالیٰ نے پیغمبروں کو کائنات میں تصرف کرنے کی کوئی ذاتی قوت اور قدرت نہیں بخشی کہ جو جاہلیں کڈالیں، حتیٰ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور باپ اور بیٹے کو بھی ہدایت بخشنے کی قدرت بھی ان کو نہیں کہ جس کو جاہلیں ہدایت کی راہ پر لے آئیں، نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کی ہدایت پر اور ابراہیم علیہ السلام آذر کی ہدایت پر قادر نہ ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ قدرت نہ ہوئی کہ اپنے چچا ابوطالب اور ابو لہب کو ہدایت پر لے آئیں یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔

انک لا تہدی صا جبت و لکن اللہ تحقیق ہدایت آپ کے اختیار میں نہیں کہ جس کو یھدی من یشاء ۱۷
جاہلیں ہدایت دے دیں لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس کو ہدایت بخشتا ہے۔

حتیٰ کہ انبیاء کرام اپنے نفع و ضرر کے بھی مالک نہیں، بسا اوقات انبیاء کرام کو اپنے دشمنوں سے طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں مگر وہ اپنی ذات سے ان مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ قتل بھی ہو سکے اسی وجہ سے ارشاد ہے

قل انے کا املث حکم ضررا آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لئے نہ کسی نقصان ولا و شد ۱۸
کا مالک ہوں اور نہ کسی ہدایت کا مالک ہوں۔

اور اسی قسم کی بے شمار آیتیں قرآن کریم میں موجود ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نفع اور ضرر کا مالک نہیں لہذا جو نفع و ضرر کی مالک نہ ہو وہ قابلِ عبادت اور لائقِ پرستش نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء راشدین کا دور حکومت آیا جنہوں نے فیہم و کسر علی کی سلطنتیں اٹھائیں اور ادا دھاکرہ زمین فتح کر ڈالا، فتح کے بعد شرک اور ظلم کا قلع قمع کر دیا اور ہذا خلافتوں اور بے حیائیوں سے زمین کو پاک کر ڈالا اور توحید حق اور دین الہی اور عدل اٹھایا

کو پھیلا دیا یہاں تک یہ حضرات رحم اور عدل میں اور تدبیر اور عقل میں ضرب المثل ہو گئے۔
اور اس کے برعکس نصاریٰ کی حکمرانوں کو دیکھتے جنہوں نے بجائے توحید کے تثلیث کا
علم بلند کیا اور شراب نوشی اور شہوت پرستی اور قسم قسم کے بد اخلاقیوں اور بیجائیوں کا دروازہ
کھول دیا جیسا کہ دنیا کے سامنے ہے عیاں را چہ بیان۔

دین کے تین بنیادی اصول

دین کے بنیادی اصول تین ہیں۔ جن کو لے کر تمام پیغمبر آئے اور جن پر انسان کی
سعادت کا دار و مدار ہے توحید و رسالت و قیامت آل حضرت مصلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت
سے پہلے تمام گمراہی میں مبتلا تھا قرآن کریم آپ پر نازل ہوا اور من جانب اللہ ہدایات اور
اصلاحات کو لے کر آیا۔ اصول اور فروع کی تمام گمراہیوں کی اصلاح کی اور سب سے پہلے دین
کی ان تین بنیادی اصول میں جو گمراہیاں پھیل گئی تھیں ان کی اصلاح کی۔

پہلی اصل توحید

دین کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی اصل توحید ہے جس کے بارے میں تمام قومیں گمراہ
ہوئیں۔ جو جس خود و خدا کے قائل ہوئے اور شرکین بت پرستی میں مبتلا ہوئے۔
یہ ہنود:

یہود باد جرو کیہ انبیاء کرام کی تعلیمات اور ہدایات سے واقف تھے مگر وہ بھی توحید کے
بارے میں گمراہ ہوئے، اپنی گمراہی سے خدا تعالیٰ کو انسان جیسا بنا دیا کہ جو خشک بھی جاتا ہے
اور انسان کے پیدا کرنے پر نام اور شپان بھی ہوتا ہے اور خدا کی اسرائیل سے کشتی بھی ہوئی نہ
اسرائیل کی گرفت سے اس وقت تک ماہرہ محل سکاجب تک اُسے برکت نہ دے دی۔
نصاری:

نصاری کھلم کھلا شرک کا شکار ہوئے اور تثلیث کا مشرکانہ عقیدہ ایجاد کیا۔ قرآن کریم
توحید کی تعلیم اور شرک اور تثلیث کے ابطال سے بھرپور ہے۔

دوسری اصل اعتقاد نبوت ہے

مشرکین تو نبوت کے سرے سے منکر تھے اور شریعت کو نبوت کے منافی سمجھتے تھے اور
یہود اگرچہ نبوت کے قائل تھے مگر باوجود اس کے انبیاء کرام کو خدا کے مقابلہ میں جھوٹ اور
دھوکا دہ فریب سے بھی آلودہ بتلاتے تھے اور پیغمبروں سے کبیرہ گناہ کے صدر کے بھی قائل تھے
نیز یہود نبوت کو بنی اسرائیل کی حد تک محدود رکھتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ منصب نبوت بنی
اسرائیل کے لئے خاص کر دیا گیا ہے معاذ اللہ خدا تعالیٰ اپنی پیغمبری کے لئے سوائے بنی اسرائیل
کے کسی اور کو منتخب نہیں کر سکتا یہودیوں کی طرح عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ نبوت صرف
بنی اسرائیل میں محدود ہے، اور حضرت مسیح اور اُن کے حواریوں کے سوا کسی اور نبی کو محصوم نہیں
سمجھتے تھے اور عیسائی لوگ یہودیوں کے برعکس حضرت مسیح کی الوہیت اور اہمیت کے
قائل تھے قرآن کریم نے جا بجا مشرکین اور یہود اور نصاریٰ کے عقیدہ نبوت کے بارہ میں کامل
اصلاح کی۔

تیسری اصل عقیدہ قیامت ہے

یعنی اعتقاد جزاء و سزا

دین کی تیسری اصل یوم آخرت پر ایمان لانا اور اعمال پر جزاء و سزا و حساب ہونے کا
یقین کرنا۔

مشرکین اور بت پرست قیامت کی سختی سے منکر تھے اور جزاء و سزا کے قائل نہ تھے
جزاء و سزا کے مسئلہ میں عیسائیوں کو یہ غلطی پیش آئی کہ انھوں نے فدیہ ہو جانے

دلے نجات دہندہ کا عقیدہ قائم کر یا وہ یہ کہتے ہیں کہ نجات دینے والا خود فیہ بن کر انسانوں کو ان کے گناہوں کی سزا سے بچائے گا۔

یہودیوں کا زعم یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں صرف بنی اسرائیل کا طرف دار ہے اور جنت بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص ہے۔

اسلام کی تعلیم

جزا و سزا کے بارے میں اسلام یہ کہتا ہے کہ نجات ایمان اور عمل صالح پر موقوف ہے، ایمان اور کفر یہ جو جزا اور سزا ملے گی اس میں کسی قوم کو کسی قوم پر ترجیح نہ دی جائے گی بلکہ غایت درجہ عدل و انصاف کے ساتھ ایمان اور نیکیوں پر ثواب اور کفر اور برائیوں پر عتاب ہوگا۔ سزا میں عدل پورا ہوگا کہ ایک بڑا گناہ بدلہ ایک ہی ملے گا اور جزا و انعام میں عدل کے ساتھ احسان اور نطف و کرم غالب ہوگا کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملے گا اور خدا جاب ہے گا تو اور بھی اضافہ کر دے گا۔

قرآن کریم نے اس مسئلہ کو عجیب انداز سے بیان کیا ہے اور بار بار دہرایا ہے اور ہر جگہ دل کش اور دل آویز دلائل اور براہین سے اس کو خوب ہی دل نشین کر دیا ہے کہ اللہ بے شمار دلائل سے اس کو ثابت کیا ہے

افحبتم انما خلقناكم عبثا
والكم الينا لاتوجون
کیا تم یہ خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بے کار اور بے فائدہ بنایا ہے۔

ایحسب الانسان ان يترك
سدى السم يك نطفة من
منی یعنی شرم کا نعلقہ
اور کیا یہ خیال کرتے ہو کہ تم ہماری طرف مایوس نہیں
کھے جاؤ گے کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ وہ
محل اور بے قید و محدود رہا جائے گا کیا انسان

فخلق فسوے فجعل منه
النوحین الذکر والانثی
اس کو اللہ نے صبح سالم بنایا، پھر انسان کی دو
قسمیں بنائیں ایک نر اور ایک مادہ پس کیدہ
خدا جس نے اپنی قدرت سے یہ سب کچھ بنایا اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو دوبارہ
زندہ کرے اور زندہ کر کے ان سے حساب و کتاب لے۔

فلاسفہ قیامت کے تو قائل ہیں مگر صرف روحانی قیامت کے قائل ہیں جسمانی قیامت
کے قائل نہیں اور اسلام مدح و جسم کے ساتھ دوسری زندگی کی تعلیم دیتا ہے فلسفی نظریہ رکھنے
والے صرف روحانی قیامت اور روحانی حشر پر اس لئے زور دیتے ہیں کہ جسمانی لذتوں کو
حشر بتانے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ محض مہمانیت ہے حالانکہ خود جسمانی لذتوں پر فریفتہ ہیں اور یہ
نہیں سمجھتے کہ انسان جسم اور روح دونوں سے مرکب ہے اور یہ مجبوراً مرکب احکام خداوندی کا
مکلف ہے، لہذا جزا و سزا اور روح و جسم دونوں ہی پر جاری ہونی چاہیے۔

پس جو دین ہر پہلو سے کامل اور مکمل ہو اور اصول و فروغ کے اعتبار سے معقول اور
مطلق ہو وہی دین کامل ہے جس کے اتباع سے خدا تعالیٰ تک رسائی ہو سکتی ہے کما قال تعالیٰ
اليوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام
دینا۔ وقال تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یتق غیور الاسلام دینا
فلن یقبل منه دھونی الاخرة من الخاسرین۔

خصائص نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

خصائص نبوی سے وہ فضائل و کمالات ملاو ہیں جو حق جل شانہ نے خاص انحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے اور انبیاء کرام میں سے کسی کو نہ نبی کو اس میں شریک نہیں فرمایا حدیث

میرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے چند چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔

(۱۱)۔ میری بعثت تمام دنیا کی طرف ہوئی، مجھ سے پہلے انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ کما قال تعالیٰ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نبی (۱۲)۔ میں خاتم النبیین ہوں میری ذات پر سلسلہ انبیاء ختم ہوا میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

کما قال تعالیٰ ما کان مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ۔ وقال تعالیٰ۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَوَضَعْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

(۱۳)۔ مجھ کو حرام الکلمہ عطا کئے گئے یعنی ایسے محترم اور جامع کلمات کہ الفاظ تو متحصرے ہوں اور معانی بے شمار ہوں جیسا کہ احادیث نبویہ کا مجموعہ اس کا شاہد ہے کہ وہ تمام عقائد حَقُّہ اور اعمالِ صحیحہ اور مکالمہ اخلاق اور دین و دنیا کے تمام احکام اور دستور اور آئین اور قواعد اور قوانین کا مجموعہ ہے۔

(۱۴)۔ مجھے رُعبِ ارضیت کے ذریعے وسیع و فطرت عظمیٰ کی گئی بلا سبب ظاہری کے ایک مہینہ کی مسافت تک میرے دشمن مجھ سے مرعوب اور خوف زدہ رہتے ہیں۔ یہ تائیدِ غیبی تھی کہ ایک مہینہ کی مسافت تک دشمنوں کے دلوں میں آپ کا رُعب ڈال دیا گیا۔

کما قال تعالیٰ۔ مَسْلُفِی فِی قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الرُّعْبُ

وقال تعالیٰ وقد ذف فی قلوبہم الرعب

(۱۵)۔ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گا اور مطہر بنا دی گئی مینی میری اُمت کو ہر جگہ نماز

پڑھنے کی اجازت ہے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اور میرے لئے پاک مٹی سے تیمم کا حکم نازل ہوا کہ مجھے ہر جگہ تیمم کی اجازت ہے اور میرے لئے مٹی کو پانی کی طرح منطہ پاک کرنے والی چیز بنادیا گیا۔

(۶۷)۔ اور مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کے لئے حلال نہ تھا۔
 (۶۸)۔ میرے پیرو تمام انبیاء و مرسلین کے پیروں سے زیادہ ہوں گے حدیث میں ہے کہ نبیات کے دن تمام امتوں کی صفیں ایک سو بیس ہوں گی جن میں سے انتی صفیں میری امت کی ہوں گی۔

(۶۹)۔ مجھے شفاعت کبریٰ کا مرتبہ عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین اور آخرین میری طرف رجوع کریں گے اور میں ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں شفاعت کروں گا۔
 (۷۰)۔ سب انبیاء و مرسلین سے پہلے میں اپنی امت کو بطراط سے لے کر گزروں گا۔
 (۷۱)۔ اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور ابو بکر و عمر میرے دائیں اور بائیں ہوں گے اور جنت میں ہر نبی کے لئے حوض ہوگی اور میری حوض سب سے زیادہ وسیع اور پُر رونق ہوگی۔

فَتِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

اس ناچیز نے اپنی ضعف و ناتوانی کی بنا پر معجزات اور ان خصائص کے بیان میں نہایت اجمال اور اختصار سے کام لیا اس لئے کہ ان خصائص کے بارہ میں احادیث معروف و مشہور ہیں اور زبانِ رب و ملائق میں ایسی اپنی تالیف تَسْبِيْحَةُ الْمُحْضَطَفَةِ اَعْقَدَ جہاں کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس ناچیز کا اور اس کی اولاد کا خاتمہ بخیر فرمائے اور اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کی حوض کوثر پر حاضری اور اس کا پانی پینا نصیب فرمائے

اٰمین وَاٰخِرُ عَوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ
 وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَعْلَآءِ اَمَّتِہٖ وَاَوَّلِیَآءِ زَمَرَتِہٖ
 اَجْمَعِیْنَ وَ عَلَیْنَا مَعَهُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ وَ
 یَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِیْنَ وَ اَجْوَادَ الْاَجْوَدِیْنَ وَ
 خَیْرَ الْمَسْئُوْلِیْنَ وَ یَا خَیْرَ الْمَعْطٰییْنَ ۔ اٰمین
 یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۔

بِفَضْلِہٖ تَعَالٰی

۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ کو اس آخری حصّہ کی نظر ثانی سے فرغت

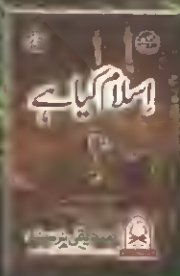
ہوئی ۔ فَللّٰہِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا

محمد ادریس

كَانَ اللّٰهُ لَہٗ وَكَانَ هُوَ اللّٰہُ

(اٰمین)

دیگر مطبوعات



اسلامک ایجوکیشنل ٹرسٹ، یو۔ کے۔

قاری عبدالرشید نیلر

119-121 ہالی ویل روڈ، پوٹن۔ BL13NE

فون / فیکس : 01204 389080، موبائل : 07930 464843

دارالعلوم المدنیہ، یو۔ ایس۔ اے

182، سویتسکی سٹریٹ۔ نیا یو۔ 14212-NY

فون : 0716 892 2606، فیکس : 0716 892 6621

ای میل : office@madania.org

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس، المنظر پارشمنس، 458، گارڈن ایسٹ، پی۔ او۔ کبس 609

کراچی-74800 پاکستان، فیکس : 7228823